۷۲

باب الستر

ص٢

۷۲/۲۰

اب تک مصنف علیہ الرحمۃ شرائط الصلوٰۃ کو ذکر فرما رہے ہیں درمیان میں اگرچہ مواضع صلوٰۃ اور مساجد شرائط الصلوٰۃ میں سے نہیں لیکن اس کا تعلق ہے ستر بھی شرائط الصلوٰۃ میں سے ہے لیکن اس کا شرط ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام محمدؒ امام شافعی امام احمد اسحاق بن راھویہ کے نزدیک شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہے امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ شرط صلوٰۃ نہیں دوسری یہ ہے اگر کوئی عمداً ترک کر دے تو حرام ہے اور سہواً ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ان کے متبعین نے استدلال کیا ہے یہ اگر شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہوتا تو صلوٰۃ کے ساتھ مختص ہوتا حالانکہ اس کے ساتھ مختص نہیں ابن قدامہ حافظ ابن حجر اور جمہور نے اس کا جواب دیا ہے ایمان بھی شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہے حالانکہ وہ نماز کے ساتھ مختص نہیں دوسرا استدلال مالکیہ نے کیا ہے اگر یہ شرائط میں سے ہوتا تو نیت شرط ہوتی جواب دیا گیا ہے استقبال قبلہ بھی شرائط میں سے ہے لیکن اس میں نیت شرط نہیں

دوسرا اختلاف اس بات میں ہے کہ ستر کی مقدار کتنی ہے عند الحنفیۃ یہ ہے کہ امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک مابین السرۃ والرکبۃ ستر ہے لیکن الرکبۃ لا السرۃ داخل ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک الرکبۃ داخل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرہ کی طرح رکبہ بھی داخل نہیں ہے داؤد ظاہری اور جمہور ظاہریہ کے نزدیک سوأتین (دبر و قبل) ستر ہے باقی ستر نہیں اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں بخاری کی روایت سے [illegible] قف البیر پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر لیٹے ہوئے تھے اور رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپ زقاق خیبر کے اندر چل رہے تھے اور آپ کی رانیں کھلی ہوئی تھیں جمہور کہتے ہیں ان روایات کی وجہ سے تشدد نہیں کیا ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات محتمل ہیں ممکن ہو سکتا ہے اطراف ثیاب کا طرف ران پر لٹکی وغیرہ ہو اور اوپر کوئی کپڑا نہ ہو جس کا لگا ہو جو رانوں کو اوپر سے ڈھانکے تو اس کا اشتباہ ہو گیا ہو ورنہ فی الحقیقۃ رانیں ایک کپڑے سے مستور تھیں تیسرا جواب یہ ہے کہ زقاق خیبر کی روایات مختلف ہیں بخاری کے اندر تو ہے حسر عن فخذہ ہے اور مسلم میں ہے فانحسر الازار عن فخذہ یہ نیز فخذ کا ستر میں داخل ہونا حضرت جرہد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اس میں ہے الفخذ عورۃ اور یہ ہے دارقطنی کے اندر ہے لا تنظر یا علی الی فخذ حی ولا میت حنفیہ کے نزدیک رکبہ داخل ہے کیونکہ ایک روایت میں صراحۃ ہے الرکبۃ من العورۃ اور بھی دوسری روایات ہیں

754

الفصل الاول: عن عمر بن ابی سلمۃ قال رأیت [1] عن ابی ھریرۃ لا یصلین احد

٢٠

حضرت ابو سلمہ کے لڑکے عمر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہیں اس حدیث کے اندر مسئلہ ہے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عمر ابن مسعود مجاہد کے نزدیک ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں ایک روایت سے جو ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے نقل کی ہے لا یصلین فی ثوب واحد وان کان اوسع مما بین السماء والارض

754 لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے لہذا یہ کیا جائیگا۔ اس حدیث ابن مسعود کی اسناد قوی ہے اور ایسے ہی حسن حسن احادیث کے اندر ممانعت وارد ہوئی ہے وہ مجمع وغیرہ میں چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، علی، انس، ابن عمر، عائشہ، اسماء، ام ہانی، عمرو بن ابی سلمہ، سلمۃ بن الاکوع اور تابعین میں سے حسن بصری، محمد بن سیرین، شعبی، نخعی، امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کی ایک روایت امام وکیع بن الجراح وغیرہ ان کا مذہب ہے کہ ایک صلوۃ فی ثوب واحد جائز ہے تابعین کی ایک جماعت جن میں طاؤس ہیں اور امام احمد کی دوسری روایت ہے اور نخعی کا قول اکثر یہ ہے کہ مکروہ ہے اور یہ تمام اختلاف اس صورت میں ہے کہ وہ دو کپڑا والا ہو اگر موجود ہو تو جائز ہے کا جو لوگ کراہت یا مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھا اللہ تعالیٰ کے زینت اختیار کرنی چاہیے۔ ہماری دلیل روایات کثیرہ ہیں اور اس باب کی روایات بھی اسی طرف اشارہ کرتی

۲۶ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ پیدا ہوا کہ ثوب واحد کے اندر نماز پڑھے تو اس کا علی العاتقین (کندھوں) پر باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضروری نہیں ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ علی العاتقین پر باندھنا شرط لصحۃ الصلوۃ ہے اور اگر وہ باندھنے پر قادر ہے تو ترک کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوگی علامہ ابن حزم اور ابن وہب مالکی شیخ تقی الدین سبکی کا یہی مذہب ہے دوسری روایت یہ ہے کہ علی العاتقین پر باندھنا ضروری اور واجب تو ہے مگر شرط لصحۃ الصلوۃ نہیں۔ ابن المنذر اور امام بخاری نیز امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کپڑا وسیع ہو تو باندھنا واجب اور اگر وسیع نہیں تو اتزار کرے اور روایات مختلف ہیں بعض سے کچھ سمجھ میں آتا ہے اور بعض کے مضمون سے کچھ مفہوم ہوتا ہے ایک روایت یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کپڑا وسیع ہونے کی صورت میں علی العاتقین پر ڈالنا اور تنگ ہونے کی صورت میں اتزار کافی ہے لہذا اس روایت سے امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا جمہور اسلاف نے یہ دیا کہ یہ استحباب پر محمول ہے۔ ابن الہمام نے بھی عدم وجوب پر استدلال کیا ہے حضرت عائشہ کی حدیث سے فرماتی ہیں وہ کہ حضور ایک چادر کے اندر نماز پڑھتے تھے اور اس کا ایک طرف مجھ پر ہوتا اور ایک آپ کے اوپر ہوتا تھا دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے لیکن العاتقین صحیحین کا لفظ نہیں بلکہ ان دونوں میں العاتق ہے

757 عن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في خميصة لها اعلام فنظر الى اعلامها

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منقش کپڑے میں نماز جائز ہے اور اس کا اعادہ نہیں ہوگا۔ خمیصہ بعض نے کہا ۲۳ یہ اونی کپڑا ہوتا ہے اور بعض نے اس کی تفسیر کی ہے اربع منقش سیاہ چادر کی۔ الی جہم ان کا اسم گرامی بعض نے عبید اور بعض نے عامر بتلایا ان کے والد کا نام حذیفہ ہے اب یہ کہ حضور نے خاص طور سے ۲۴ وہ چادر ان کو کیوں بھیجی ہے جواب یہ دیا گیا کہ موطا کے اندر ہے کہ کان اهداه الى النبي صلى الله عليه وسلم یعنی ابو جہم نے آپ کی خدمت میں ہدیہ دیا تھا اسی چادر کو اب اشکال ہوا کہ ہدیہ کو واپس کرنے سے تو مہدی کو ایذاء ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ حضور کو اس ایذاء کا علم ہو گیا تھا اس لئے وجہ بتلا دیا

757 ا انہوں نے انبجانیۃ ابی جہم یعنی ایسی چادر جسکے بیل بوٹے نہ ہوں منگالی۔ اب اشکال ثانی ہوا کہ حضور نے جب اسکو ۲۳/۲۴
اپنے لیے پسند نہیں فرمایا تو دوسرے کیلئے کیوں محبوب رکھا؟ اسکا جواب علامہ خطابی نے دیا کہ ادلال
(ناز نخرے) کیلئے فرمایا۔ اشکال ثالث ہوا کہ آپ کو اس چادر نے مشغول کیسے کیا آپ تو
بالکل منقطع عن الخلق ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کی دو حیثیتیں ہیں بشر ہونے کی حیثیت سے
آپ کو ایسا ہو گیا اگرچہ ثبوت اسکا تحقق نہیں ہے۔ آنفاً سے معلوم ہوا کہ التفات الہا
ء پایا گیا حالانکہ بخاری کے اندر ہے فاخاف ان یفتننی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الہاء کا وقوع نہیں ہوا ۲۵
بلکہ صرف خوف تھا۔ اسکا جواب ۱ یہ ہے کہ فانہا الہتنی کادت ان تلہینی کے معنی میں ہے نیز یہ اور ایسے ہی
کادت ان یفتننی دونوں اپنے معنی میں محکم ہیں بخلاف حرف الہتنی کے اس سے مراد دونوں اقوال ہیں ۲۵
ارادہ اپنے معنی میں ہو یا کادت الخ کے معنی ہو لہذا المحتمل کو محکم کی طرف راجع کریں گے۔
جواب ۲: الہاء کا وقوع ہو گیا تھا اور کادت ان یفتننی اور فاخاف ان یفتننی میں افتتان سے
مرادہ افتتان زائد ہو۔ یہ حدیث بخاری کے اندر اسطرح ہے کہ حافظ نے فرمایا یہ معلق ہے لیکن
علامہ کرمانی نے دونوں احتمال ذکر کیے التعلیق ہو اور ممکن ہے کہ متصل ہو مسند مذکور کیا تھا۔
758 عن انس قال کان قرام الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصاویر کا رکھنا مکروہ ہے امام صاحب امام مالک امام احمد
نخعی، ثوری کے نزدیک کراہۃ اس وقت نہیں جبکہ وہ پامال ہو اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کراہۃ ہے ۲۶
759. عن عقبۃ بن عامر قال أُهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ۲۷
اهدی الخ یہ ہدیہ کرنے والے اکیدر ابن الملک شاہ دومۃ الجندل نے یہ ہدیہ بھیجا تھا مسند احمد صحیح مسلم میں
اسکی تصریح موجود ہے۔ جمہور اہل رجال کے نزدیک یہ مسلمان نہیں ہے اور بعض کی رائے ہے کہ مسلمان ہیں
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حریر کا آپ نے استعمال فرمایا حالانکہ ایک مرتبہ آپ آئے اور آپ کے ہاتھ میں
سونا اور حریر تھا آپ نے فرمایا ہذان حرامان لذکور امتی وحلال للاناث امتی اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا
نماز اسکے اندر پڑھنا قبل التحریم ہے اور یہی حدیث اس حالت کیلئے ناسخ ہیں۔ دوسری بات اس حدیث
سے معلوم ہوئی کہ حریر کے کپڑے کے اندر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے حضرات امام صاحب امام شافعی کا
ابو ثور کا ہے۔ امام مالک کا مشہور قول ہے کہ اعادہ فی الوقت ضروری ہے اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً
نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ وقت ہو یا نہ ہو۔ علامہ ابن العربی مالکی نے حریر کے جواز اور عدم جواز کے متعلق
دس قول نقل کیے ہیں ۱ تحریم مطلقاً ۲ تحریم الا فی السفر ۳ تحریم الا فی المرض ۴ تحریم الا
فی الحرب ۵ تحریم الا فی الغزوۃ اور اس قول اور اس سے پہلے ۴ میں یہ فرق ہے کہ حرب عام ہے اور غزوہ خاص
۶ تحریم الا فی العلم یعنی علم حاصل کرنے والوں کیلئے علم کے زمانہ میں جائز ہے ۷ تحریم علی الرجال الا
۸ اوپر بچھانا حرام ہے اور اندر بچھانا جائز ہے مثلاً اگر دو چادریں ہوں تو اندر کا ریشم کا اگر
ریشم کا اور اوپر کا غیر حریر ہے تو جائز ہے یہ مذہب ہے امام صاحب اور ابن ماجشون مالکی کا۔
۹ مباح بالکل حلال ۱۰ اگر ریشم دوسرے سے مخلوط ہو جائے تو اسکا حکم جز اعظم کا
ہو جاتا ہے یعنی جائز ہے جب اکثر جائز ہے۔

الفصل الثانی

760 ۱ عن سلمة بن الاکوع قال قلت الخ ۲ عن ابی هریرة قال بینما رجل یصلی مسبل ازارہ ۴۳/۲

ایک قمیص کے اندر نماز پڑھنا اسکی معلوم ہوا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر گریبان چاک یا بڑا ہو
تو اسکو باندھنا چاہیئے عند المحقق محمد بن شجاع حنفی۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی
اور امام محمد امام مالک کے نزدیک نماز صحیح ہے اور اس حدیث کے اندر آپ نے احتیاطاً منع فرمایا ہے
دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے مسبل ازار کی نماز مع الکراہۃ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور حضور نے وضو
کا حکم اسلئے فرمایا کہ اسبال ازار خطاء ہے اور وضو مکفر خطاء ہے لیکن جمہور کے نزدیک اسکی نماز اور وضو صحیح

762
764 ۱ عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ۲ عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن السدل ۴

جمہور کے نزدیک اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ عورت کا ستر کتنا ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں
اول یہ ہے تمام ستر ہے امام احمد کی ایک روایت اور ~~عبد الرحمن~~ ابوبکر بن عبد الرحمن تابعی کا مذہب ہے
ثانی یہ ہے کلہا عورۃ الا وجہہا امام احمد کی دوسری روایت ہے ثالث یہ ہے کلہا عورۃ الا وجہہا
وکفیہا امام ~~[illegible]~~ مالک امام شافعی کا مذہب ہے اور اسی کو غریب بتایا ہے امام احمد کی روایت ہے
رابع یہ ہے نماز کے اندر وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے اور غیر نماز میں کفین اور وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے
خامس یہ ہے تمام ستر ہے بجز وجہ اور کفین اور رجلین یہ امام صاحب سے منقول ہے البتہ رجلین کے
اندر ~~[illegible]~~ امام صاحب کے چند قول ہیں ۱ رجلین ستر میں داخل ہے ۲ ستر سے خارج ہے
۳ ظاہر رجل ستر اور باطن رجل ستر سے خارج ہے امام طحاوی نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز کے اندر رجلین
داخل ہے اور خارج نماز میں ستر نہیں دوسرے یہ کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے
امام شافعی کے نزدیک درع۔ خمار دو کپڑوں میں پڑھے عطاء بن رباح کے نزدیک ان دو کپڑوں پر
ازار کا اضافہ ہے ابن سیرین۔ مجاہد کے نزدیک ان تین پر ملحفہ کی زیادتی ہے گویا چار الخ
ابن المنذر کہتے ہیں کہ المقصود بالذات تمام بدن کا ستر ہے اگر ایک کپڑے سے بھی ہو جائے
تو کافی ہے اور جو لوگ اس کی زیادہ کی شرط لگاتے ہیں وہ استحباب کے قائل ہیں **ذکر جماعة**
اس سے مراد امام مالک۔ حفص بن غیاث۔ اسمعیل بن جعفر۔ بکر بن نضر۔ ابن اسحاق۔ ابن زبیب ہیں
دوسری روایت حدیث ابوہریرہ کی ہے جسمیں کہ آپ نے سدل سے منع فرمایا۔ سدل کی تصویر صاحب ہدایہ نے
بیان فرمائی کہ جانبین یا سر پر کپڑے کو ڈال لے اور ادھر ادھر سے اسکو لپیٹے نہیں اسی کے قریب
قریب ابن قدامہ نے تفسیر کی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اسبال ہے ڈالے کہ زمین پر لٹکنے لگے
یہی امام عینی نے نقل کیا ہے ہمارے نزدیک مکروہ ہے اگر وہ کپڑے میں ہو اسوجہ سے کہ وہ فعل الیہود ہے
اور اگر ایک کپڑے کا سدل ہے تو کشف عورت کا خطرہ ہے۔ سدل علماء مختلف۔ قول
امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور یہی ابن سیرین کا مذہب ہے امام ثوری کے نزدیک مکروہ ہے
نماز کے اندر اور امام شافعی کے نزدیک نماز اور غیر نماز دونوں میں سدل مکروہ ہے ہمارے یہاں
اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا گیا لیکن امام عینی فرماتے ہیں کہ علماء فقہاء کے نزدیک سدل کی کراہت
نماز کیساتھ مخصوص ہے۔ اور سینہ کو چھپانا حنابلہ و شافعیہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے بعض تنزیہی اور بعض کراہت تحریمی کا قول

765 766 767 عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا الیہود عن ابی سعید قال عن ابی ہریرة اذا صلی الخ ۴۲/۹

حضور نے نماز کے اندر جوتے پہننے کا حکم دیا جمہور کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ ہو۔ حضرت اقدس گنگوہی فرماتے ہیں کہ حضور نے خشا بعث یہود کی وجہ سے یہ حکم دیا تھا لیکن چونکہ اب نصاریٰ جوتے پہنکر عبادت کرتے ہیں لہذا اب یہ حکم نہیں رہا بغیر جوتے کے عبادت کرنا چاہیے۔ دوسری حدیث ابو سعید خدری کی اس سے مالکیہ و شافعیہ نے مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ اگر کسی کپڑے وغیرہ پر نجاست لگی ہوئی ہو اور اسکو علم نہ ہو تو نماز ہو جائیگی اور اگر نجاست کا علم ہے تو نماز نہیں ہوگی دوسرا قول مالکیہ کا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے ہر صورت میں صحیح ہے خواہ نجاست کا علم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام صاحب امام احمد اور امام شافعی کا اصح قول یہ ہے کہ طہارۃ صحت صلوۃ کیلئے شرط ہے لہذا نجاست کا علم اور عدم علم برابر ہیں اگر نجاست ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ اس حدیث کا جواب امام طحاوی نے دیا ہے کہ اس میں ان فیہما قذرا آیا ہے اور قذر ۱۳ گندگی کو کہتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ تھوک وغیرہ لگا ہوا ہو لہذا اس کو نجاست پر استدلال مالکیہ یا شافعیہ کا کرنا درست نہیں ہے لیکن ابوداؤد کی روایت میں لفظ خبثا واقع ہوا بجائے قذرا کے اور اس معنی نجاست کے ہیں نیز ایک روایت میں دم حلمة واقع ہوا اور ظاہر بھی یہی ہے کہ اس نجاست مراد ہے لہذا امام طحاوی کا یہ جواب دینا اس بناء پر اور سے صحیح نہیں دوسرا جواب امام نے دیا کہ تھوڑا سا خون لگا ہوا ہوگا جو کہ معفو عنہ ہے دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ جمہور کے نزدیک تھوڑی سی نجاست مانع ہے نہیں اور امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ مانع ہے امام صاحب کے نزدیک نجاست مغلظہ کے اندر بقدر درہم اور مخففہ کے اندر ربع ثوب کے بقدر معاف ہے تیسری حدیث ابی ہریرہ کی ہے اسمیں مصنف نے ابن ماجہ کی طرف نسبت کر دی لیکن اسکے الفاظ ابن ماجہ میں نہیں ہیں

768 الفصل الثالث: عن ابی سعید عن عمرو بن شعیب عن محمد بن المنکدر عن ابی بن کعب الخ

۱۷ حضرت ابی سعید کی روایت قابل توضیح نہیں دوسری روایت کے اندر وارد ہے حافیا و متنعلا اسمیں واو بمعنی او تیسری حدیث محمد بن المنکدر کی ہے المشجب زمین کے اندر تین لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں اور اوپر باندھتے ہیں کسی رسی وغیرہ سے اور اس پر گھڑا وغیرہ رکھ دیتے ہیں فقال له قائل اس کے قائل عبادہ بن الولید ابن عبادہ ابن صامت ہیں۔ صحیح بخاری کے اندر ہے کہ سعید بن الحارث سے نقل کیا ہم نے سوال کیا جابر سے اور صحیح مسلم میں عبادہ بن ولید کی روایت ہے کہ ہم نے جابر سے کہا تو ایک جگہ سوال اور ایک جگہ کہنا وارد ہوا اس کا حافظ نے جواب یہ دیا کہ واقعہ متعدد ہے لیکن حضرت کے نزدیک تعدد نہیں بلکہ رواۃ کا تصرف ہے دوسری حدیث ابی بن کعب کی تھی جو کہ قابل شرح نہیں ہے

باب السترة

۲۴ مصنف نے شرائط میں ایک شرط صلوۃ ستر کو ذکر فرمایا تھا اسی کی مناسبت سے سترہ کو ذکر کرتے ہیں سترہ لغت میں ما یستتر بہ کو اور اصطلاح میں کہتے ہیں اس شئی کو جو مصلی کے سامنے قائم کی جائے تاکہ مصلی اور گذرنے والا (مار) گنہگار نہ ہو۔ اب یہ اسکا حکم کیا ہے؟ ابن العربی نے تین قول نقل کئے ہیں ۱۔ واجب ہے یہ قول ہے امام احمد بن حنبل کا ۲۔ مستحب ہے یہ مذہب ہے امام صاحب امام شافعی اور امام

۲۳
۲۴

امام مالک کا مشہور مذہب جائز ہے یہ مذہب امام مالک سے ایک کتاب کا نام ہے مدونہ اسکے اندر نقل کیا گیا ہے اور اسکے بعد جو امام مالک کا قول نقل کیا گیا وہ عتبیہ نامی ایک کتاب سے منقول ہے۔ ہمارے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ابن العربی پر تعقب کیا اور اعتراض فرمایا اور وجوب کا قول حنابلہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے بلکہ ان کا مذہب استحباب کا ہے چنانچہ علامہ شمس الدین حنبلی نے شرح مقنع کے اندر تحریر فرمایا ہے اسکے استحباب میں کسی کا اختلاف نہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مقدار سترہ کتنی ہے؟ عطاء بن رباح، سفیان ثوری، امام محمد، قاضی ابو الطیب شافعی کے نزدیک طولاً اسکی مقدار ایک ذراع ہے حافظ ابن عبد البر نے امام مالک اور امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ مقدار عظم الذراع ہے اسکو بعض نے شبر سے ضبط کیا مقدار ثلثی ذراع۔ امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں ایک مثل امام محمد دوسری مثل امام شافعی کے۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ و بخاری کے اندر صاحب تحفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس صورت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو رہا ہے جبکہ ایک ذراع سے کم ہو اگر اس سے زیادہ ہو تو کافی امام نووی فرماتے ہیں کہ عرضاً خواہ دقیق ہو یا غلیظ دونوں برابر ہیں شمس الدین حنبلی فرماتے اور اسکے غلظ کی صورت میں بھی کوئی نفی نہیں کیونکہ سترہ کا اطلاق غلیظ جیسے جدار اور دقیق جیسے سہم دونوں پر آتا ہے لیکن جتنا موٹا ہو اتنا ہی بہتر ہے حنفیہ کے نزدیک ایک انگلی بقدر غلیظ ہونا چاہئے امام مالک کے نزدیک نیزہ کی مقدار غلیظ ہونا چاہئے

772 الفصل الاول :- عن ابن عمر قال عن ابی جحیفۃ عن نافع عن ابن عمر اخ عن طلحۃ بن عبید اللہ ۲۶

اس حدیث کے اندر ہے آپ نے نیزہ کو قائم کیا عیدگاہ کے اندر وہاں سترہ کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہے کہ وہ جگہ صحرا تھی کوئی عمارت نہیں ہوتی تھیں اسلئے سترہ کی ضرورت پیش آئی

773 دوسری حدیث ابو جحیفہ کی ہے جس میں ہے حضور نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا قبۃ حمراء من ادم ورد ہوا احناف کے یہاں سرخ کپڑے کا استعمال مکروہ ہے اور یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف جواب یہ ہے کہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے سرخ جوڑے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سرخ دھاریاں تھیں خالص سرخ نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ اکثر یمن سے آتی تھیں اور وہاں سرخ دھاری کا استعمال شائع ذائع ہے نیز ایک روایت میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر ایسے ہی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا جو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے اسکو منع فرمایا قولی روایات کی اس روایت سے منافی اور تعارض معلوم ہوتی ہیں لہذا احادیث قولیہ کو ترجیح ہوگی اسکا مطلب یہ

774 سرخ دھاریاں ہونا۔ رکعتین اس سے مراد یا تو ظہر کی نماز یا عصر یا عید کا ظہر ہے۔ تیسری حدیث ۲۷ / ۲ یہ بات معلوم ہوئی کہ سواری کا سترہ بنانا جائز ہے حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اسکے جواز میں علماء کا اختلاف ہے معلوم نہیں ہوتا لیکن علامہ نے امام مالک کا مذہب یہ نقل کیا کہ اونٹ کا سترہ کو سترہ بنا سکتے ہیں۔ امام نووی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ حدیث یا دابہ کا سترہ بنانا جائز نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں امام نووی کہ حدیث کا مسئلہ تو درست ہے لیکن دابہ کا مسئلہ کچھ نہیں آتا کیونکہ یہ اس متن والی حدیث کے منافی ہے لہذا اس کا سترہ بنانا جائز ہے

1

۲۳۰

۷۷۴ ابن رسلان فرماتے ہیں۔ اس حدیث کا محل ضرورت کا وقت ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ٤٢/٣
مذاہب کی تحقیق کرتے ہوئے خلاصہ یہ بیان کیا۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سترہ
بنانا جائز ہے اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ضرورت اور بلا ضرورت دونوں صورتوں میں جائز ہے
قلت افرائت قلت کے قائل نافع ہیں لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ان کے شاگرد قائل ہیں ٤
اور انہوں نے حضرت نافع سے سوال کیا تھا۔ **اذا ھبت الرکاب** ھبت کے معنی تحرکت کے ہیں ٤
لیکن اسکا مطلب یہ ہیں۔ جب سواری چرنے لگ جاتی تو پالان کو سترہ بنا لیتے بلکہ اسکا مطلب
یہ ہے کہ جب وہ سواری جنگل کی طرف گھاس چرنے کیلئے جاتیں تو پھر کس کو سترہ بناتے
تھے انہوں نے فرمایا۔ پالانوں کو سترہ بنا لیتے تھے چوتھی حدیث حضرت طلحہ کی ہے جس سے معلوم ہوا
کہ سترہ مثل مؤخرۃ الرحل ہونا چاہئے اب آگے مسئلہ یہ ہے۔ سترہ اور مصلی کے مابین کتنا
فاصلہ ہونا چاہئے اسکے اندر تین قول ہیں ۱ ایک بالشت ای شبر ۲ تین ذراع ہونا
چاہئے [illegible] امام شافعی امام احمد امام مالک امام اعظم صاحب چاروں کا یہی مذہب ہے اور اگر اس مقدار سے کم
فاصلہ ہو تو مستحب ہے لیکن اگر زیادہ ہو تو آیا سترہ باقی رہتا ہے یا نہیں بس یہ سوال کر کے
چھوڑ دیا کوئی جواب نہیں دیا۔ ۳ بعض علماء کے نزدیک چھ ذراع ہونا چاہئے جیسا
ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا۔ ایک دفعہ حضور نے نماز پڑھی تو چھ ذراع کا فاصلہ تھا
۷۷۶ ۷۷۷ **عن ابی جہیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار الخ عن ابی سعید اذا صلی احدکم الی شیء الخ** ٦
اس حدیث کے اندر نمازی کے آگے سے گذرنے والے پر وعید آئی ہے اب علماء کا اختلاف ہے۔
کتنی مقدار کے اندر گذرنا جائز ہے ۱ شمس الائمہ سرخسی۔ قاضی خان۔ خواہر زادہ یہ لوگ
فرماتے ہیں۔ مصلی کے موضع سجود کے علاوہ سے گذرنا جائز ہے دوسرا قول یہ ہے کہ دو صف کے بقدر
فاصلہ چھوڑ کر گذرنا جائز ہے تیسرا قول ہے کہ تین صف کے بقدر۔ چوتھا ہے کہ تین ذراع
کے بقدر پانچواں قول ہے کہ پانچ ذراع کے بقدر چھٹا قول ہے کہ چالیس ذراع کے بقدر فاصلہ
ہو اسکے بعد سے گذرنا جائز ہے ساتواں قول یہ ہے کہ اگر مصلی صلوۃ الخاشعین پڑھ رہا ہے
تو جہاں تک اسکی نظر ہے وہاں تک گذرنا ناجائز ہے اور اس کے آگے سے جائز ہے اور
صلوۃ الخاشعین کی تفسیر یہ ہے کہ اسکی نظر قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں ظہر قدم
پر اور سجود میں ناک پر اور قعود کی حالت میں اسکی نظر اپنی گود میں رہے اور سلام کے
وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رہے یہ حنفیہ کے نزدیک سات قول ہیں جو مسجد کبیر اور
صحراء کے متعلق ہے مسجد صغیر کا یہ حکم نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس فاصلہ کی تحدید
مذکور نہیں۔ ابن عرفہ مالکی فرماتے ہیں۔ بیس ذراع ہونا چاہئے۔ ابن العربی مالکی کے نزدیک
جتنی دور میں وہ قیام رکوع سجود کرے اسکے اندر اندر گذرنا جائز نہیں ہے حنابلہ شافعیہ کے نزدیک
تین ذراع کے اندر اندر نہ گذرے یہی حنفیہ سے منقول ہے ماذا علیہ اسکا بیان محذوف ہے اور وہ
گناہ ہے اور یہ ابہام تفخیم کیلئے ہے **لکان ان یقف اربعین الخ** علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں ٧

۷۴ یہ لو یعلم المار کی جزا نہیں کیونکہ لازم آئیگا کہ اگر ماذا علیہ کا اسکو علم ہو تو کھڑا رہنا بہتر ہے اور 776

۷ اگر علم نہ ہو تو کھڑا رہنا بہتر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اوپر فرماتے ہیں کہ اسکی جزا محذوف ہے اور وہ

یہ ہے لوقف اربعین مستد اربعین اکثر علماء کے نزدیک اس کی مراد تکثیر ہے تحدید نہیں ہے

۷ کیونکہ دوسری روایت میں مائۃ عام وارد ہے لہذا اکثرت بیان کرنا مقصود ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ

۷ یہ تحدید کیلئے ہے اب اعتراض ہوگا کہ جب ~~عشرہ~~ اربعین سے تحدید ہوگئی تو مائۃ عام کا کیا مطلب ہے وہ اسکا

۷ جواب دیتے ہیں کہ پہلے چالیس تھا پھر تشدید ہوگئی اور مائۃ عام فرمایا گیا **قال ابو النضر لا ادری**

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس روایت میں مائۃ عام وارد ہوا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہاں بھی عام

مراد ہے ۔ یوم وغیرہ مراد نہیں [illegible] فرماتے ہیں کہ چالیس کی تخصیص اسلئے کی گئی ہے کہ چالیس

کا عدد ایسا ہے کہ اسکے گذرنے کے بعد اشیاء میں تغیر ہوتا ہے مثلاً نطفہ پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ وغیرہ

دوسری روایت ابو سعید کی ہے جسکے اندر وارد ہے کہ اگر مصلی کے آگے کوئی گذرے تو **فلیدفعه** 777

۹ تو اسکو روک دینا چاہئے علماء کا اسبات میں اختلاف ہے کہ اس دفع اور اس کے سترہ کا فائدہ

مصلی کو ہوتا ہے یا گذرنے والے کو بعض کے نزدیک مصلی کو ہوتا ہے کیونکہ اسکی نماز انتشار سے بچ گئی

اور بعض کے نزدیک مار کو ہوتا ہے وہ یہ کہ گناہ سے بچ گیا۔ اب سنئے کہ مصلی اور مار کے گنہگار

اور نہ گنہگار ہونے کے اندر چار صورتیں ہیں ۱۔ مصلی بغیر سترہ کے نماز پڑھے اور مار بغیر ضرورت کے گذرے

تو اس صورت میں دونوں گنہگار ہونگے ۲۔ اور اگر وہ سترہ کیساتھ پڑھ رہا اور وہ ضرورت کی وجہ سے گذر رہا ہے تو

کوئی گنہگار نہیں ہوگا ۳۔ اگر مصلی بغیر سترہ کے پڑھ رہا ہے اور گذرنے والے کیلئے کوئی راستہ دوسرا نہیں

تو اس صورت میں مصلی صرف گنہگار ہوگا سترہ قائم نہ کرنے کی وجہ سے ۴۔ مصلی سترہ کیساتھ نماز پڑھ رہا

اور مار کیلئے دوسرا راستہ ہے پھر بھی وہ بلا ضرورت گذر رہا ہے تو صرف مار گنہگار ہوگا بلا ضرورت گذرنے کی وجہ سے

۹ **فلیقاتله** حافظ ابن عبد البر علامہ زرقانی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے حقیقی قتال مراد نہیں لیکن بعض نے حقیقۃً

علامہ ابن حجر، علامہ [illegible] وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر قتال حقیقی تک نوبت پہنچے اور وہ مار نہ مانے تو ایسی

صورت میں ضمان ہدر ہے۔ لیکن جو لوگ اسکے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے ان کے اندر اسکی تاویل میں اختلاف ہے

اول امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور بجائے اسکے کہ وہ قتال میں مشغول ہو وہ اپنی نماز ہی پوری کرے

ثانی شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام پر محمول تھی اب یہ حدیث منسوخ ہے

ثالث حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ [illegible] علی التشدید یعنی یہ حدیث تشدید پر محمول ہے [illegible]

رابع ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں کہ فلیقاتله کا مطلب یہ ہے کہ مبالغۃ فی الدفع کرلیا

خامس بعض علماء نے بیان کیا کہ نماز پوری کرنے کے بعد اس کے ساتھ قتال کرے۔ سادس بعض علماء کہتے ہیں کہ

ایسے متمرد اور سرکش پر محمول ہے جسکی عادت ہی یہ ہوگئی ہے کہ وہ گذرتا رہتا ہے یہ چھ قول جمہور کے

مذہب پر ہیں ورنہ بعض شافعیہ کا قول آپ کو معلوم ہوچکا کہ وہ اس سے قتال حقیقی مراد لیتے ہیں

اب اگر قتال کی نوبت آجائے اور وہ مرور سے باز نہ آئے تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اسمیں علماء کے دو قول

ہیں ایک یہ کہ دیت واجب ہے اور دوسرا یہ کہ کچھ واجب نہیں یہ دونوں قول امام مالک سے منقول ہیں اور امام شافعی کے

۲۵ عم

٧٤ ٩ بہ

777 نزدیک دمہ ھدر ۔ اور امام شافعی کے نزدیک موجب ہے موجب القتل یعنی اگر عمداً ہو تو قصاص ہے اور اگر خطأً قتل ہو گیا تو دیت واجب ہوگی
٩ حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں ھذا بالکل معلوم نہیں فانما ھو شیطان ۔ اشکال ہوتا ہے کہ وہ تو انسان
ہے اسکو شیطان کس اعتبار سے فرمادیا اس کے مختلف جواب ہیں اول شیطان من الانس مراد ہے
ثانی انہ یفعل فعل الشیطان ثالث انما یحملہ الشیطان چنانچہ مسلم میں ہے فان معہ القرین ۔

778 **عن ابی ھریرۃ[١] تقطع الصلوٰۃ المرأۃ والحائض الخ عن ابن عباس[٢] قال اقبلت راکباً الخ** ١٠

اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی شی کے گذرنے سے نماز قطع ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟
مذہب ١ جمہور کے نزدیک نماز کیلئے کسی شی کا مرور قاطع نہیں ہوتا ہے ٢ ابن عمر سے منقول ہے کہ اگر کتا گذرے تو نماز
فاسد ہو جاتی ہے ٣ ابن عباس ۔ عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ اور کلب اسود گذرے تو نماز فاسد ہو جاتی
٤ حکم بن عمرو غفاری فرماتے ہیں کہ اگر گدھا گذرے تو فاسد ہو جائیگی ٥ انس بن مالک ۔ مکحول ۔
ابوالاحوص ۔ حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت یہ ہے کہ مرأۃ ۔ حمار ۔ کلب یہ تینوں چیزیں
نماز کو قطع کر دیتی ہیں اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ کلب
اسود بہیم کے علاوہ کوئی دوسری شی نماز کیلئے قاطع نہیں اور اسود بہیم کا مطلب یہ ہے کہ جس کے سیاہ
رنگ میں دوسرا کوئی رنگ مخلوط نہ ہو ۔ امام ترمذی نے امام احمد کی ایک تیسری روایت یہ نقل کی کہ
کلب اسود بہیم تو قاطع ہے لیکن گدھے اور عورت میں ان کو تردد ہے ابن دقیق العید فرماتے ہیں
تردد والی ان کی روایت راجح ہے ٦ عکرمہ فرماتے ہیں کہ گدھا ۔ سور ۔ کتا ۔ یہودی ۔ نصرانی
مجوسی یہ سب نماز کو فاسد کرتے ہیں چنانچہ ابن عباس کی ابوداؤد کے اندر مرفوعاً ان کے متعلق وارد ہو
عطاء بن رباح ۔ اور ابن عباس کا مستدل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں مرفوعاً ابن عباس کی مروی ہے کہ
مرأۃ حائض اور کلب اسود قاطع صلوٰۃ ہیں ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی اور
وہ لوگ استدلال کرتے ہیں ابوامامہ اور ابن عمر وغیرہ کی حدیث سے جو دار قطنی کے اندر مفصلاً اور ابوداؤد
میں مجملاً ہے کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی بلکہ شیطان نماز میں گڑبڑ کرنا چاہتا ہے لہذا
جتنا ممکن ہو دفع کیا کرو اس شیطان کو ۔ ایسے ہی ابن عمر سے جہاں یہ منقول ہے کہ کتا نماز کو قطع
کر دیتا ہے وہیں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ نماز کیلئے کوئی شی قاطع نہیں ہے ۔ ایسے ہی عورت کے متعلق حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک میں حضور کے سامنے لیٹی رہتی تھی
اور آپ جب سجدہ میں جاتے تھے تو ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے اور نیز امام احمد کو اسود سے عورت اور
حمار میں تردد ہو گیا کہ روایات متعارض ہیں لہذا یا تو کہا جائے کہ قطع کی جتنی روایات ہیں وہ
سب ضعیف ہیں یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کے معانی [illegible] دوسرے ہیں اب ان کا محمل میں مختلف اقوال ہیں
اول ۔ امام طحاوی کے نزدیک قطع والی روایات تمام منسوخ ہیں پہلے چونکہ سختی تھی اسلئے حکم دیدیا تھا
ثانی ۔ امام شافعی ۔ علامہ خطابی ۔ امام نووی کہ قطع سے مراد قطع خشوع صلوٰۃ ہے ۔
ثالث ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب روایات میں تعارض ہو جاتا ہے تو آثار صحابہ کی طرف رجوع ہوتا
لیکن اسکے بعد امام ابوداؤد خاموش ہو گئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آثار صحابہ سے یہی

778 معلوم ہوتا ہے اقطع بن گئے و آپ ؟ — امام عینی فرماتے ہیں علامہ قطع والی روایات راجح ہیں کیونکہ ٤٧/١٠
قطع والی روایات افراد مسلم میں سے ہیں۔ دوسری روایت ابن عباس کی ہے جسمیں **فاهزت**
ای قاربت الا قتدام آگے ہے **بمنی** لیکن سنن نسائی کے اندر ہے لیصلی بجرفۃ سفیان بن عیینہ
یہ روایت روی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں یہ تعدد واقعہ کی وجہ سے ایسا ہے حافظ فرماتے ہیں یہ
ابن عیینہ کی روایت شاذ ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ منی میں تھے منی کے معنی بہانے کے ہیں چونکہ وہاں خون
بہایا جاتا ہے ذبح کیا جاتا قربانی کے جانور اسلئے اسکو منی کہتے ہیں **الی غیر جدار** اس سے معلوم ہوا
آپ نے بغیر سترہ کے نماز پڑھائی لیکن اسمیں اختلاف ہے اسکی مراد یہی ہے یا اسکا اور کوئی مطلب ہے؟ — ١٣
اول :۔ امام بخاری کا رجحان اسبات کی طرف ہے کہ وہاں سترہ موجود تھا اور اسی حدیث پر باب قائم کیا باب سترۃ الامام
سترۃ لمن خلفہ امام نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے علامہ عینی کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں
لفظ غیر اکثر صفت واقع ہوا کرتا ہے لہذا اسکا موصوف محذوف ہے ای الی شیء غیر جدار یہی تاویل علامہ محقق
ابو الحسن سندھی نے فرمائی۔ ثانی :۔ امام شافعی فرماتے ہیں الی غیر جدار کا مطلب ہے الی غیر سترۃ
اور اسی طرف امام بیہقی کا رجحان ہے۔ اسمیں اختلاف ہے ~~[illegible]~~ نماز کا منی کے اندر پڑھانا یہ واقعہ
کب پیش آیا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں حجۃ الوداع میں واقع ہوا لیکن معمر نے زہری سے نقل کیا یا
حجۃ الوداع میں یا فتح مکہ کا سال تھا۔

781 **الفصل الثانی :۔ عن ابی ہریرۃ اذا صلی احدکم عن المقداد بن الاسود قال** ١٥
فلیخطط خطا اس کے اندر اختلاف ہے خط کافی ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل، سعید بن جبیر اور
عبد الرحمن الاوزاعی کے نزدیک خط کھینچنا چاہئے۔ امام شافعی امام مالک امام لیث بن سعد کے نزدیک خط نہ کرے
امام شافعی کے دو قول ہیں قول قدیم امام احمد کے مثل اور قول جدید حنفیہ کی طرح ہے اب اعتراض ہوا
خط کا حکم تو اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے اسکا جواب ان لوگوں نے یہ دیا یہ مضطرب ہے لیکن
ابن المدینی علامہ امام احمد نے اسکی تصحیح کی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو ہم سب کے نزدیک اولیٰ یا محمول و اولیٰ
چنانچہ اب متاخرین کے نزدیک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا اور سب کے نزدیک خط کا سترہ
بنا سکتا ہے اور حکمت اس خط کے اندر یہ ہے کہ انتشار طبیعت کے اندر نہیں ہوگا باقی یہ خط کیسے
کھینچیگا اسکے اندر تین قول ہیں اول چاند کے دائرہ کی طرح یہ قول ہے امام احمد کا دوم قبلہ کی طرف
لمبا خط کھینچیگا سوم چوڑائی اور عرض کے اندر کھینچیگا جیسے امام کے آگے جنازہ رکھا ہو
دوسری حدیث مقداد کی ہے جس سے معلوم ہوا سترہ ایک جانب میں ہونا چاہئے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے

786 **الفصل الثالث :۔ عن عائشہ قالت کنت انام الخ عن ابن عباس اذا صلی احدکم الخ** ٢٣
اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا اس بات کا کہ مس مرأۃ ناقض وضو نہیں ہے۔ اب حضرت عائشہ پر یہ اشکال وارد ہوتا تھا
کہ حضور سردار دو جہاں تھے جب وہ سجدہ میں جاتے تو خود انکو اپنے پیر ہٹا لینے چاہئیے تھے حضور کو اشارہ کیوں کرنا
پڑا اسکا جواب انہوں نے دیا و البیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح گھروں میں چراغ وغیرہ نہیں ہوتا تھا اندھیرا رہتا تھا پتہ نہیں ہوتا تھا
دوسری حدیث ابن عباس کی ہے جو جمہور کے نزدیک ابتداء ظاہر پر محمول ہے۔ امام ابو داؤد نے اسکو منکر قرار دیا ہے

بابُ صِفَةِ الصَّلوٰة

25 ۳ اس باب کے اندر دو بحثیں ہیں۔ ۱ بحث اول یہ ہے کہ اسکا ماقبل کے باب سے کیا تعلق ہے؟ ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ مصنف نے شرائط صلوٰۃ کو ذکر فرمایا اور درمیان میں ان کے متعلقات اور مناسبات کو بھی ذکر فرمایا اور اب مشروط کو ذکر کرتے ہیں۔ ۲ بحث ثانی یہ ہے کہ مصنف نے فرمایا باب صفۃ الصلوٰۃ ہمارے فقہاء بالعموم اسی طرح (یعنی کتب کے اندر یہی باب قائم کرتے ہیں) اب یہ الصفۃ سے مراد کیا ہے؟ اس کے اندر ہمارے فقہاء و شارحین کا اختلاف ہے۔ اول قول علامہ سغناقی صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ صفت سے مراد نماز کے اجزاء النفسی الاعتباریہ ہیں لہذا یہ اضافت جزء کی کل کی طرف ہے ~~حاصل~~ اور مطلب یہ ہے کہ باب اجزاء الصلوٰۃ۔ دوم قول علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت علی حذف المضاف ہے یعنی باب صفۃ اجزاء الصلوٰۃ اور صفت سے مراد فرضیت، وجوب، سنیت وغیرہ ہے یعنی اس باب کے اندر نماز کے ان اجزاء کا ذکر ہے جو فرض ہیں یا واجب اور بعض نفل ہیں سنت ہیں۔ سوم قول علامہ اکمل بابرتی فرماتے ہیں کہ یہاں پر صفت سے مراد هيئة حاصلة للصلوٰۃ من ترکیب اجزائها بعضها ببعض۔ بندہ ضعیف کے نزدیک یہی قول بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن ملا علی قاری نے یہاں ابن ہمام کا قول نقل کیا ہے اور وہ یہ الصفۃ سے مراد اجزاء نفس الامریہ ہیں اور یہی قول ۱ علامہ صاحب نہایہ کا گذرا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ دو لفظ ہیں ایک وصف اور ایک صفت۔ صفت کہتے ہیں معنی قائم بالموصوف کو اور وصف کہتے ہیں ذکر ذلک الصفۃ کو اس فرق کو ہمارے فقہاء نے بیان فرمایا۔

790 **الفصل الاول:** عن ابی ہریرۃ ان رجلا الخ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳

رجلاً: یہ خلاد بن رافع ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اس کی تصریح کی ہے لیکن اس صورت پر اعتراض ہوگا کہ ان کی اس روایت میں واقع ہوا کالبدوی حالانکہ خلاد بن رافع مشہور صحابی ہیں بدر میں شریک تھے لہذا ان کو کالبدوی کہنا غلط ہے یا یوں کہ رجل کا مصداق ان کو بیان کرنا غلط ہے اسکا جواب دیا کہ ان کو کالبدوی ان کے کسی عمل کی وجہ سے کہہ دیا ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شہر والا کوئی بے تمیزی اور کم عقلی کا کام کرے تو اسکا نام گاؤں والا رکھتے ہیں۔ **فصلّ**: اس کے یہ معنی ہیں بعض حافظ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے تحیۃ المسجد مراد ہے۔ اس حدیث کے اندر اس بات پر دلیل ہے کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے لیکن چونکہ شافعیہ کے نزدیک واجب نہیں ہوتی اس بناء پر حافظ نے فرمایا کہ شاید یہ نماز فرض رہی ہو اسی لیے حضور نے اعادہ کا حکم دیا اسکا جواب دیا کہ ابھی آپ نے خود ہی کہ اندر فرمایا کہ ظاہر یہ تحیۃ المسجد ہے اور یہاں کہہ دیا کہ شاید فرض ہو یہ احتمال بلا دلیل ہے جو اللہ کے کافی ہے

فصلّ فانک لم تصل: قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عبادت سے ناواقف ہو اور غیر علم کے خلاف واقع اس عبادت کو ادا کرے وہ ناکافی اور غیر معتبر ہوگی۔ حافظ فرماتے ہیں ٤ کہ قاضی عیاض کا یہ کلام جب صحیح ہے جبکہ لم تصل سے مراد عدم اجزاء لیا جائے اور اگر لم تصل سے اس نفی کمال ہو اور نفی اجزاء نہ ہو تو پھر یہ قول صحیح نہیں۔ اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لم تصل کے اندر ایک جماعت کے نزدیک کمال صلوٰۃ کی نفی ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک نفس صلوٰۃ کی نفی ہے یعنی وہ نماز کافی نہیں ہوئی تو جو لوگ نفی کمال اس سے مراد لیتے ہیں وہ جواب کہتے ہیں کہ حضور نے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا تو

۴۵
۴

اگر وہ نماز ناکافی ہوتی تو آپ اعادہ کا حکم دیتے حافظ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا۔ جب اس رجل نے آ کر کہا علمنی یا رسول اللہ تو آپ نے جو جواب دیا وہ دلالۃً اعادہ کا حکم ہے علامہ عینی نے حافظ پر اعتراض کر دیا۔ مگر ان کو نماز کا جو حکم آپ نے دیا وہ اعادہ علی وجہ الکمال کا حکم ہے لہذا اگر یہ مان لیں کہ اعادہ حکم کر دیا تو علی وجہ الکمال اعادہ علی وجہ الکمال کا حکم ہوگا۔ لیکن یہ اشکال وارد ہوگا کہ حکم کیا اور فرمایا اور حکم دیا تو وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہذا [illegible] کا ل لگوتا ہے [illegible] حصہ ۲ ص ۹ سے اسکا جواب یہ دیا گیا۔ ابوداؤد میں سعید مقبری کی روایت ہے کہ حضور نے نماز کا طریقہ بتلا کر فرمایا۔ اذا انتقصت من هذا شیئا فقد انتقصت من صلوتك او کما قال تو یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ صلوٰۃ کی نفی نہیں بلکہ باوجود اسکا نماز آپ نے صلوٰۃ رکھا ہے نیز اگر حقیقت نماز کی ہی موجود نہ ہوتی تو نقص کو منسوب نہ کرتے بلکہ فرماتے ہیں۔ پھر کہ نماز فوت ہو جائیگی یا فرض ہو جائیگی وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ اختلاف اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ نماز کے اندر طمانینت واجب ہے۔ ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طمانینت فرض ہے چنانچہ امام شافعی امام مالک امام احمد امام ابو یوسف کے نزدیک فرض ہے امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اب یہ واجب فرض نہیں تو کیا ہے اسمیں ہمارے فقہاء اہل تخریج مختلف ہیں ابو عبد اللہ جرجانی فرماتے ہیں سنت ہے اور امام کرخی کہتے ہیں واجب ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کا استدلال تو یہ حدیث ہے اور جو لوگ قائل نہیں وہ استدلال کرتے ہیں اللہ کے قول وارکعوا واسجدوا سے۔ رکوع کے معنی مطلق انحناء الظہر سجود کے معنی مطلق وضع الجبهة علی الارض کے ہیں طمانینت ان کے مفہوم میں داخل نہیں ہے لہذا یہ معلوم ہو گیا۔ ایک طالب کے نزدیک فرض اور دوسروں کے نزدیک فرض نہیں۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسف کے نزدیک فرض سے فرض عملی مراد ہے کہ گیا واجب ہے تو گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا جیسے طرفین کے نزدیک طمانینت واجب ہے ایسے ہی ان کے نزدیک بھی واجب ہے کوئی اختلاف آپس میں نہیں ہے۔ لیکن راجح ہے خلاف امام طحاوی کا کلام سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے اور ان کا کلام یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب [illegible] شرح معانی الآثار کے اندر ایک باب قائم فرمایا باب مقدار الرکوع والسجود اور اس کے اندر ایک حدیث نقل کی جو مشکوٰۃ کی صفحہ ۸۳ شروع میں ہیں حضرت عون بن عبد اللہ سے مروی ہے جس کے اندر حضور کا قول یہ نقل کیا گیا۔ اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعہ تو امام طحاوی نے ثلث مرات کے متعلق فرمایا ایک جماعت کے نزدیک یہ واجب ہے اور اس کی جماعت کا مصداق امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری ہیں اور آگے چلکر فرمایا وخالفہم فی ذلک آخرون الخ یعنی دوسری جماعت [illegible] طمانینت کے قائل ہیں اور ان کی جماعت میں امام مالک امام شافعی امام احمد ہیں اور آگے چلکر فرماتے ہیں۔ وھذا مذھب ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تو اس کلام سے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ اور صاحبین کا مذہب ہے کہ طمانینت فرض ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام طحاوی نے یہ فرما دیا تو اب ان کا قول قابل قبول ہے اور تصدیق کے لائق ہے کیونکہ ؎

اذا قالت حذام فصدقوها ؛ فان القول ما قالت حذام

او فی التی بعدها بخاری کے اندر ہے فی الثانیۃ او فی الثالثۃ اور ایک دوسری روایت بخاری کے اندر ہے کہ اس کی

۵
ارجع فصل فانک لم تصل ثلاثا حافظ فرماتے ہیں یہ بلا شک وارد ہوا لہذا معلوم ہوا کہ تین مرتبہ اعادہ کا حکم

[illegible]

۲۹م

790 آپ نے دیا - اب اعتراض وارد ہوگیا کہ اتنی ترتیبہ اعادہ کے حکم کی کیا ضرورت تھی آپ نے اسکو غلطی ہی ترتیب میں 75/5
کیوں نہ ٹھیک بتلادیا - اسکا جواب ان لوگوں کو دینا پڑیگا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام تنفل نفس جلوس
کی نفی ہے اور اعادہ کا حکم آپ نے دیا ہے؟ وہ جواب ۱ دیتے ہیں کہ اعادہ کا حکم اسلئے دیا تاکہ
تنبیہ ہو جائے جواب ۲ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شاید اسلئے حکم دیا تاکہ اسکو اپنی غلطی سمجھ میں آ جائے
جواب ۳ علامہ توربشتی فرماتے ہیں چونکہ اس نے اپنے علم پر اعتماد کر کے نماز پڑھی تو اعادہ کا حکم دیا
تاکہ تنبیہ ہو جائے فکبر اسکے اندر دو مسئلے ہیں اول یہ کہ تکبیر تحریمہ ایک رکن ہے یا زائد ہے اور 6
دوسرا یہ کہ اسکا حکم کیا ہے - قاضی ابو الطیب شافعی امام عینی نے روافض سے نقل کیا کہ تکبیر تحریمہ
نہیں رکن ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ ھذا خطأ ظاھر - چنانچہ تمام جمہور کا سلفا خلفا اس بات پر اجماع
ہے کہ تکبیر تحریمہ صرف ایک رکن ہے لیکن ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ اس کا حکم کیا ہے؟

۱ ائمہ اربعہ - ثوری - ربیعہ کے نزدیک فرض ہے ۲ سعید بن المسیب - حکم - حسن بصری - اوزاعی -
امام زہری کے نزدیک سنت ہے ۳ ابوبکر اصم - حسن بصری امام زہری سے نقل کیا گیا کہ بلا تکبیر تحریمہ
بھی نماز منعقد ہو جاتی ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں پھر ان میں اختلاف ہے کہ آیا یہ رکن ہے یا شرط
امام محمد کے نزدیک رکن شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ - ثوری - ربیعہ کے نزدیک رکن ہے بعض شافعیہ نے
امام شافعی سے بھی نقل کیا کہ شرط ہے جو لوگ رکنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضور کے
فرمان علیہ السلام وتحریمها التکبیر سے کہ تکبیر تحریمہ کی اضافت نماز کی طرف ہے اور یہ اضافت جزئیہ
ہے نہیں بلکہ اضافت منتقیہ ہے جو جزئیت کو چاہتی ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا
فرمان عالیشان ہے کہ وذکر اسم ربه فصلی اور ذکر سے مراد یہاں تکبیر تحریمہ ہے اور اسپر نماز کا عطف
ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور نماز دونوں متغایر ہیں شرط اور
مشروط ہیں - جزء اور کل یعنی رکن اور ذی رکن نہیں ہیں - اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ نکلیگا کہ
اگر ایک آدمی ایک ہی تکبیر تحریمہ سے دوسری نماز شروع کرتا ہے تو حنفیہ کے نزدیک جائز اور بقیہ ائمہ کے
نزدیک جائز نہیں ہوگی ثم ارجع حتی تطمئن جالسا - آخر حدیث تک متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ اس
داجع 8
وجوب
معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ استراحت فرض ہے حالانکہ اسکی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں - حافظ فرماتے ہیں کہ
امام بخاری نے اس عبارت کے بعد اتنی عبارت لکھ کر چھوڑ دی قال ابو اسامۃ فی الاخیر حتی تستوی قائما اور
لیکن
~~[illegible]~~ اس عبارت سے اس بات کی طرف امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ ثم ارجع الخ یہ عبارت وہم ہے
اگر جالسا کے اندر جلوس تشہد ~~[illegible]~~ کا جلوس مراد لیں تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ واجب ہے
اب یہ کہ جب جلوس تشہد مراد ہو سکتا ہے تو حافظ اصیلی تو ہیم کے پیچھے کیوں پڑ گئے اسکا جواب یہ
ہے کہ پہلے جالسا تشہد کا جلوس مراد لیا اور تاویل بھی کی ہے ورنہ صرف ایک ہی رکعت کا ابتک
ذکر ہوا تو ایک رکعت کے بعد جلوس تشہد کیسے مراد لیں گے اس بنا پر حافظ نے رد فرمایا ہے
الشیطان
دوسری حدیث عائشہ کی ہے جسکے اندر ہے وکان ینہی عن عقبۃ اسکے افعاء مراد ہے یعنی دونوں گھٹنوں 12
[illegible] کو کھڑا کرکے اپنی ایڑیوں پر بیٹھنا - ایسے حضور نے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا تاکہ اسمیں [illegible]

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عن نافعؒ ان ابن عمر کان اذا دخل الخ

ان دونوں حدیثوں کے اندر ایک معرکۃ الآراء مسئلہ کو بیان کرتا ہے جس کا نام "مسئلہ رفع یدین" ہے یہ خلفاً اور سلفاً معرکۃ الآراء مسئلہ بنا رہا چنانچہ اسی پر سب سے امام بخاریؒ نے قلم اٹھایا اسکے بعد اور بعض علماء نے اسکے متعلق کافی کلام کیا انہی میں سے ابو النصر بن محمد مروزی ۔ امام طحاوی ۔ محدث زماں علامہ انور شاہ کشمیری وغیرہ نے بسط سے کلام کیا ۔ علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ جامع اسباب میں محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری کا رسالہ ہے جس کا نام نیل الفرقدین ہے ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ رفع یدین کے چند مواضع ہیں جن کے اندر ہم کو کلام کرنا ہے غور سے سنیئے ۔

موضع اول :- رفع یدین کا موضع اول تکبیر تحریمہ ہے حافظ ابن عبد البر ۔ ابن حزم ظاہری ابن سبکی ۔ امام نووی ابو بکر بن المنذر ان تمام نے اثبات پر سلفاً خلفاً اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین ہے ۔ ابو بکر بن المنذر ۔ عبدری مالکی نے نقل کیا کہ شیعہ کا فرقہ "زیدیہ" تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین کا منکر ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس فرقہ کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے ۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے امام زید بن علی نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے تکبیر تحریمہ میں ان لوگوں کے نزدیک رفع یدین مستحب ہے ایسے ہی ان کے ائمہ متقدمین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے استحباب کا قول کیا ہے لہذا ان کی طرف انکار کو منسوب کرنا غلط ہے ۔ بعض مالکیہ نے امام مالکؒ سے یہ نقل کیا کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ میں مستحب نہیں ہے ایسے ہی قاضی ابو الولید باجی نے بھی فرمایا کہ تکبیرۃ الاحرام میں رفع یدین نہیں ہے لیکن یہ نقل امام مالک سے اسیا ہی ہے ۔ پھر اسبات میں اختلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ رفع یدین کا کیا حکم ہے ۔ داؤد ظاہری امام اوزاعی ۔ امام حمیدی جو کہ امام بخاری کے استاد اور امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ فرض ہے قاضی حسین شافعی نے بھی امام احمد سے فرضیت کا قول نقل کیا ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ترک کرے تو نماز [illegible] ہو جائے گی امام اوزاعی اور امام حمیدی کے نزدیک ترک تکبیر تحریمہ سے نماز کا بطلان ہو جائیگا ۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین فرض اور اسکے ترک سے نماز باطل ہو جائیگی حافظ فرماتے ہیں کہ ابن حزم کے کلام سے یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ رفع یدین سنت ہے یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں مواظبت سے کہ آپؐ نے تمام عمر رفع یدین فرمایا اور ہمیشہ مواظبت فرمائی اور آپ کا قول ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کے لیئے ہے لہذا آپ کے افعال معلوم ہوں ہم پر واجب ہیں صاحب ہدایہ نے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے اندر ہمیشہ آپ کی مواظبت سے استدلال فرمایا امام زیلعی نے لکھا ہے کہ کیا یہ مشہور نہیں ہے حضرت ہی تکبیر احرام کے اندر آپ کا رفع یدین مشہور ہے آپ کی نماز میں ۔ ایسے ہی بہت سی احادیث سے آپ کا رفع یدین کرنا نماز کے اندر ثابت ہے اور اسبات کے اندر بھی بہت سی احادیث مثلاً حضرت علیؓ کی حدیث وائل بن حجر ۔ مالک بن الحویرث وغیرہ کی اسکی صراحت کی آتی ہے ۔ اب اشکال ہوتا ہے کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ کسی شئی پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہذا

قاعدہ کے مطابق رفع یدین واجب ہونا چاہیے حالانکہ احناف میں سے کوئی بھی اس وجوب کا قائل نہیں ابن ہمام فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث اعرابی صل فانک لم تصل کے اندر اسکا ذکر نہیں لہذا اسکی وجہ سے وجوب نہیں ہوسکتا۔ شمس الائمہ سرخسی۔ امام طحاوی نے بھی حدیث اعرابی سے استدلال کیا اور جواب دیا ہے لیکن ان سب میں یہ اشکال ہے کہ اگر حدیث اعرابی کے اندر اسکا ذکر نہیں تو اس کی نفی لازم نہیں آتی لہذا اس حدیث سے جواب دیگر اشکال سے جان چھڑانا صحیح نہیں ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک مسئلہ اصول ہے کیونکہ ان سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ ترک سے گنہگار ہوگا اور ایک یہ کہ گنہگار نہیں ہوگا تو دوسری روایت کا تقاضہ ہے کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور پہلی روایت کا تقاضہ ہے کہ واجب ہے لیکن بعض لوگوں نے اول روایت کا جواب یہ دیا کہ وہ محمول ہے ایسے شخص پر جو ترک پر مداومت کرے ورنہ فی نفسہ کبھی کبھی ترک سے گنہگار نہیں ہوگا بہرحال ان دونوں روایتوں سے یہ سمجھ میں آیا کہ حنفیہ کچھ کچھ وجوب کی طرف مائل ہیں لہذا اب قاعدہ کے خلاف ہونے کا الزام ان پر نہیں رہا۔ یہ پہلا موضع تھا جہاں رفع یدین ثابت ہے۔

موضع ثانی:۔ دوسرا مقام جہاں رفع یدین کا ثابت ہونا نہ ہونے میں اختلاف ہے وہ یہ کہ رکوع کے اندر جاتے ہوئے اور ایک رکوع سے اٹھتے ہوئے یہی مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے ائمہ میں امام شافعی امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ۔ عبد اللہ بن مبارک۔ حسن بصری۔ مجاہد۔ طاؤس عطاء کے نزدیک رفع یدین ہونا چاہیے اور صحابہ کے اندر حضرت ابو ہریرہ۔ انس بن مالک۔ جابر بن عبد اللہ عبد اللہ بن زبیر۔ عبد اللہ بن عمر۔ مالک بن الحویرث۔ ابو اسید ساعدی۔ سہیل بن سعد ساعدی۔ ابو سعید خدری۔ ابو حمید ساعدی ان تمام کا یہی مذہب ہے کہ ہونی چاہیے۔ اس کے برخلاف امام صاحب صاحبین۔ زفر۔ ابن ہرمز۔ سفیان ثوری۔ نخعی۔ مغیرہ۔ قیس۔ اسود۔ علقمہ۔ ابو اسحاق سبیعی شعبی۔ خیثمہ۔ وکیع۔ عاصم بن کلیب کی رائے ہے کہ رفع یدین اس موضع میں نہ کرنا چاہیے یہی ایک روایت ہے امام مالک سے اور یہی جمہور مالکیہ کا قول ہے۔ صحابہ میں سے صاحب بدائع نے عشرہ مبشرہ ابن مسعود۔ جابر بن سمرۃ۔ براء بن عازب۔ سعید خدری اور اس کے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ رفع یدین ان کے نزدیک نہیں ہے۔ عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کو کہتے ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام کو جنت کی بشارت دی اور کسی شاعر نے منظوم میں جمع فرمایا ہے۔ لقد بشر الہادی من الصحب عشرۃ بجنات عدن کلہم فضلاء اشتہر سعید زبیر سعد و طلحۃ و عامر ابو بکر عثمان ابن عوف علی عمر۔ عامر سے مراد ابو عبیدۃ بن الجراح ہیں

موضع ثانی کے اندر دو مذہب تو یہ ہو گئے ایک شافعیہ کا اور ایک حنفیہ کا۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ ~~[illegible]~~ رفع اور عدم رفع دونوں برابر ہیں اسکو ابن حزم نے نقل کیا ہے لیکن ترجیح نہیں دی جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان مساوات ہے۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین اس موضع میں یعنی عند الرکوع و بعد رفع الرکوع مبطل صلوٰۃ ہے یہ مذہب مکحول نسفی نے امام صاحب سے نقل کیا ہے اور یہ مذہب قطعاً غلط ہے۔ محقق ابن ہمام اور صاحب بنایہ علامہ محمود عینی اس پر

790 فرماتے ہیں کہ یہ مذہب شاذ ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ شافعیہ اور حنفیہ کا رفع یدین میں اختلاف صرف افضلیت کے اندر ہے صلوٰۃ کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے

موضع ثالث: — تیسرا موضع مقام جہاں رفع یدین کا ثبوت ہے وہ سجدہ کے اندر جاتے ہوئے ہے یہ شافعیہ میں سے ابو علی طبری، ابوبکر بن المنذر اور بعض کا ~~[illegible]~~ مذہب ہے کہ اس وقت ہونا چاہیئے۔

موضع رابع: — قاعدہ اولیٰ کے بعد ہونا چاہیئے یہ امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے اسکو ابو علی طبری، ابوبکر بن المنذر، امام بیہقی، امام بخاری اور اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے یہ تو بیان تھا رفع یدین کے مواضع اور ان کے اندر مذاہب کا۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع کہاں تک ہونا چاہیئے یعنی اسکی مقدار کتنی ہے؟ حضرت امام صاحب کا مذہب صاحب ہدایہ نے نقل کیا کہ ان یرفع یدیہ حذاء اذنیہ وان یحاذی بابہامیہ فروع اذنیہ یعنی دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اس طور پر کرے کہ اسکی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائے۔

امام الحرمین نے امام شافعی سے بھی یہی مذہب نقل کیا امام نووی فرماتے ہیں کہ ھذا شاذ غریب یعنی امام شافعی سے یہ مذہب منقول نہیں ہے ہمارے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ فرماتے ہیں کہ اذنین تک اٹھانیکا مذہب قاضی ابو الولید باجی اور شیخ خلیل مالکی سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن امام مالک سے رفع الی الاذن تک کی روایۃ احقر کو نہیں ملتی البتہ ابن شاش مالکی نے جواہر کے اندر متاخرین مالکیہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ رفع کے وقت کف مونڈھوں کے برابر اور انگلیاں کانوں کے برابر ہوں۔ دوسرا قول مشہور امام مالک سے یہ ہے کہ رفع منکبین تک ہے امام نووی نے تصریح کی ہے کہ امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے امام احمد، اسحاق، ابن المنذر کا بھی یہی مذہب ہے ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں کہ اصح روایۃ امام مالک سے یہی ہے کہ منکبین تک ہوگا تیسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ صدر تک رفع ہوگا۔ ابن المنذر، محقق ابن قدامہ نے امام احمد سے یہ نقل کیا کہ منکبین اور اذنین دونوں تک رفع میں [illegible] اختیار ہے چنانچہ روایات بھی دونوں طرح کی ہیں جیسا کہ وائل بن حجر اور دوسرے صحابہ کی روایتیں الی الاذنین تک ہیں، مالک بن حویرث کی روایت مسلم و نسائی میں الی المنکبین کی ہے ویسے ہی ابن عمر کی حدیث ابو حمید ساعدی کی حدیث اور بہت سی روایتیں رفع الی المنکبین کی ثابت ہیں۔ اس اختلاف کی بناء پر بعض نے منکبین کو اور بعض نے اذنین کو بعض نے دونوں کے اندر اختیار دیا اور بعض نے ان سب روایات کو جمع کیا اور اس جمع و تاویل کے اندر مختلف اقوال ہیں عـ۱ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ منکبین کی روایت عذر پر محمول ہیں عـ۲ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ سردی کی وجہ سے منکبین تک رفع کرتے تھے اور دلیل پیش کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو وہ لوگ ہاتھ اٹھاتے تھے اذنین تک اور جب میں دوبارہ سردی کے اندر مدینہ آیا تو وہ گرم کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور ~~منکبین~~ صدورعـہ تک رفع کرتے تھے عـ۳ علامہ عینی نے امام طحاوی کی اس تاویل کو رد کیا اور صحیح فرمایا کہ بات یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں امام شافعی نے وائل بن حجر کی منکبین والی روایت

عـہ اور صدور کے اندر منکبین بھی داخل ہے ۱۲

790 پر عمل کیا اور مالک بن حویرث کی روایت پر حنفیہ نے عمل کر لیا۔ آگے چلکر علامہ عینی ابن عبدالبر کا قول نقل ٤٥/١٨
کرتے ہیں کہ حضور سے مختلف احوال صادر ہیں کبھی رفع سر کے برابر کبھی اذنین کے برابر کبھی منکبین کے برابر
اور کبھی صدر کے برابر لہذا ان میں کسی کو اختیار کر لیا جائے تو درست ہے اس کلام سے معلوم ہوا کہ
ابن المنذر اور امام احمد کی طرح علامہ عینی اور ابن عبدالبر بھی تخییر کے قائل ہیں لیکن شافعیہ کا ایک
گروہ کہتا ہے کہ رفع الی المنکبین راجح ہے (ع) امام نووی۔ علامہ قسطلانی نے امام شافعی سے نقل کیا
کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی (کف) منکبین تک اور انگلیاں اذنین کے محاذی ہو جائیں یہ
بھی جمع کی ایک صورت ہوگی (ف) محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جو لوگ محاذاۃ الاذنین کے قائل ہیں تو وہ
گویا وہ جمع بین الروایات کے قائل ہیں کیونکہ اگر راحتین کے منتہی کو منکبین کے برابر اور انگوٹھے کو
کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کو فروع الاذنین یعنی اوپر کے حصہ کی جانب کیا جائے تو اس کے اندر
تمام روایات کا جمع ہو جائیگا محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس جمع کے لکھنے کے بعد ابو داود کی ایک روایت
جو وائل بن حجر سے مروی ہے ملی جو اسی جمع کی موید ہے (ل) حافظ نے امام شافعی سے ایک جمع یہ نقل کیا
کہ ظہر کفین تو محاذی ہوں منکبین کے اور اذنین کے مقابل میں انامل ہوں یہ جمع قول ہو گیا روایات مختلفہ
کے اندر جمع اور تاویل کے بارے میں فاحفظہ۔ ما قبل میں بیان کیا تھا کہ امام مالک کی ایک روایت یہ
ہے کہ رفع الی الصدر ہوگا علامہ بنوری اس قول میں دلیل پکڑتے ہیں وائل بن حجر کی اس حدیث سے جس کے اندر
ہے کہ وہ مدینہ میں سردی کے اندر آئے اور لوگ رفع الی الصدر کرتے تھے جیسا کہ اس کی تصحیح پر اشارہ
(ع) امام طاوس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رفع یدین کیا اور سر سے بھی تجاوز کر دیا امام نووی فرماتے ہیں
اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ باطل ہے۔ عبد ضعیف کہتا ہے کہ جو روایات اذنین کیلئے وارد ہوئیں
تو اگر اس میں ذرا توسیع کی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ [illegible] اور ساعد کو اذنین کے محاذی
کیا جائے تو یقیناً انامل سر سے متجاوز ہو جائیں گی اور اس صورت میں یہ طاوس کا مسئلہ بن جائیگا
ایسے ہی ایک روایت ابو داود و مسند احمد میں ہے جس کے اندر ہے کہ رفع یدین فوق راس آیا ہے یہ طاوس کی
موید ہے لہذا امام نووی کا طاوس کے قول و فعل کو مطلقاً باطل کہنا غلط ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر
فرماتے ہیں کہ بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ رفع راس سے تجاوز کیا گیا ہے یہ اقوال تھے تمام
حدود کے بارے میں۔ عورتوں کے بارے میں حنفیہ کے نزدیک رفع منکبین تک ہے دوسری روایت
غیر مشہور حنفیہ سے یہ ہے کہ مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے لیکن مشہور روایت یہی ہے کہ دونوں میں فرق ہے
ابن رسلان نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تفریق کا مسئلہ مرد و عورت کے درمیان احناف کا ہے کیونکہ
ہمارے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ابن رسلان پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ محقق ابن قدامہ نے امام احمد
دو روایت نقل کی ہیں ایک یہ کہ رفع دون الرفع یعنی عورت رفع [illegible] کم۔ دوسری
روایت یہ کہ بالکل رفع نہیں کرے گی لہذا صرف حنفیہ کو مسئلہ تفریق کیساتھ خاص کرنا اہل علم کا کام نہیں
علامہ شوکانی معترض بنکر میدان میں آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا اس مسئلہ تفریق میں کوئی شریک
نہیں ہے ہمارے حضرت شیخ مدظلہ اس اعتراض کی جڑ میں گرم پانی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام

ص ۴۳

45
18

790 کے اندر ایک روایت موجود ہے جسکے اندر مردوں کو اذنین تک اور عورتوں کو ثدیین تک ہاتھوں کو اٹھانے
کا آپ نے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا ہے لہذا استدلال انہونیکا الزام حنفیہ پر سراسر ظلم ہے
تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر سے پہلے ہوگا یا ساتھ ساتھ یا بعد میں ہوگا؟ ابن قدامہ نے مغنی کے
اندر لکھا ہے کہ تکبیر کیساتھ ساتھ رفع یدین کرے یعنی جب تکبیر شروع کرے تو رفع بھی شروع کرے اور جب
رفع ختم ہو تو تکبیر بھی ختم ہو جائے تو دونوں کے اندر مقارنۃ ہونی چاہئے یہی مذہب امام نووی نے
مہذب کے اندر امام شافعی سے نقل کیا اور ابو اسحاق شیرازی نے مہذب کے اندر اسکو نقل کیا ہے
ایسے ہی امام مالک سے بھی یہی مذہب نقل کیا گیا۔ زرقانی مالکی نے نقل کیا۔ فتح الباری کے اندر حافظ نے
قدوری کے اندر امام قدوری نے اسکو لکھا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اس سے مقارنۃ معلوم ہوتی ہے
وہو المروی ای قولہ عن ابی یوسف والمحکی ای فعلا عن الطحاوی۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ کے اندر
تحریر فرمایا شیخ الاسلام خواہرزادہ نے بھی اسی مقارنۃ کا مسئلہ کو بیان کیا ہے اسی مذہب کو صاحب تحفہ
صاحب محیط۔ صاحب بدائع نے اختیار کیا ملا علی قاری نے صلاۃ جمیع الصحابہ کی طرف اسکو منسوب کیا ہے
۲
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ پہلے رفع یدین کر لیگا پھر تکبیر کہیگا صاحب بحر و نہر نے اسکو اختیار کیا
امام شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور وہ یہ اس قول کے دو مطلب ہیں ایک تو ایک تو یہ
کہ رفع کرتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لیجائے اور پھر تکبیر شروع کرے اور تکبیر کہتے ہوئے نیچے کو لائے
دوسرا یہ کہ ہاتھ کانوں تک لیجانے کے بعد تکبیر کہے اور ہاتھ اسی جگہ باقی رہے اور جب تکبیر ختم کرے
تو پھر نیچے کو ہاتھ لائے اور یہی دونوں قول امام شافعی سے مروی ہیں تیسرا قول امام شافعی کا
یہ ہے کہ ابتداء تکبیر ابتداء رفع کیساتھ اور انتہاء تکبیر انتہاء ارسال کیساتھ کرے۔
چوتھا قول ہے کہ ابتداء رفع تو ابتداء تکبیر کیساتھ ہو اور پھر تکبیر چاہے جس جگہ ختم ہو جائے
انتہاء رفع۔ یا انتہاء ارسال کی قید نہیں اس چوتھی وجہ کو ابو القاسم رافعی نے اختیار کیا ہے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اولاً تکبیر کہے اور پھر رفع یدین کرے لیکن اس قول پر حافظ مطلع نہ ہوئے
اور کہدیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون قائل ہیں علامہ شوکانی نے بھی حافظ کا اسی بات میں اتباع
کیا یہ تمام اقوال یعنی مقارنۃ ایسے ہی پہلے تکبیر پھر رفع اور پہلے رفع پھر تکبیر تینوں قول
کی دلیل سنت کے اندر موجود ہے چنانچہ ابن عمر کی حدیث سے مقارنۃ معلوم ہوئی اور ایسے ہی دوسرے
بھی دلائل موجود ہیں۔ اب سنیئے کہ رفع یدین کی حکمت کیا ہے؟ اسکے اندر علماء کے مختلف
اقوال ہیں اول: سعید بن جبیر۔ ابن عمر کے نزدیک نماز کی زینت ہے دوم صاحب ہدایہ فرماتے
ہیں کہ نفی شرک کیلئے ہے سوم وعلام الاصم کیلئے ہے چہارم اعظاما للہ ہے یہ امام شافعی کا
منقول ہے پنجم استسلام والانقیاد کیلئے ہے ششم طرح دنیا کی طرف اشارہ ہے ہفتم استقبال
ہر قبلہ کیلئے ہے ہشتم یہ بھی حسنہ ہے اور ہر ایک پر دس نیکیاں بھی ملیں گی۔ یہاں تک رفع یدین کا
موقع اور اس کے اندر علماء کے اقوال اور رفع یدین کی مقدار اور اسکے اندر مذاہب علماء اور رفع
یدین کی تکبیر پر تقدیم وتاخیر اور اسکے اندر علماء کی آراء اور رفع یدین کی حکمت کا تذکرہ تھا۔

اب مسئلہ رہ گیا دلائل کا اس معرکۃ الآراء مسئلہ کے اندر یعنی قبل الرکوع و بعد الرکوع رفع یدین
کے اندر حنفیہ مالکیہ ۔ اور شافعیہ حنابلہ دونوں فریق کے دلائل اور حنفیہ کی طرف سے ان دلائل
کے جوابات کیا ہیں ۔ اس کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری کا مقالہ سنیئے وہ فرماتے ہیں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین بتواتر سند ثابت ہے بہذا اجمع الاکابر کا اعلان ہے
ایسے ہی رفع یدین بھی متواتر ہے لیکن عدم رفع کا تواتر سند آتا ہے اور رفع یدین کا تواتر طبقہ
ہے اس کے بعد آپ نے تواتر کی چار قسمیں بیان فرمائی تواتر سند ۔ تواتر طبقہ ۔ تواتر عمل ۔ توارث
تواتر قدر مشترک ۔ تو تواتر طبقہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکو ایک جماعت لیتی چلی آئی ہے چنانچہ
کوفہ اور بہت سے بلاد میں عدم رفع شائع تھا ایسے ہی مدینہ کے اندر بھی ترک رفع تھا چنانچہ
امام مالک نے اپنے عمل کی بنیاد اہل مدینہ کی روایات و رواج پر ڈالی اور مکہ کے اندر رفع یدین زیادہ تھا
ابھی امام شافعی چونکہ مکہ میں رہا کرتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے عمل کی بنیاد مکہ والوں کے
طریقہ پر ڈالی جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب یہ معلوم ہو گیا کہ رفع یدین کے اندر اختلاف
افضلیت کے اندر ہے لہذا اب ہمارا کام یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھکر ایک کو دوسرے
پر ترجیح دیں اب سنئے کہ حضرات شافعیہ جو رفع یدین کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال
کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس حدیث پر اعتراض کیا گیا اسکو ابن عمر سے نقل
کرنے والے ایک تو حضرت نافع دوسرے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر ہیں اور اس حدیث کو حضرت سالم
مرفوعاً اور حضرت نافع موقوفاً نقل کرتے تھے لیکن علامہ عینی نے نقل کیا کہ سالم کی روایت راجح
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نافع کی روایت میں بھی ان کے شاگردوں کے اندر اختلاف ہے بعض اسکو مرفوعاً
اور بعض اسکو موقوفاً نقل کرتے ہیں ۔ امام بخاری نے رفع کی روایت کو اور امام ابو داؤد نے عدم رفع
کی روایت کو راجح قرار دیا ہے ۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ ابن عمر کی روایت میں متن کے اندر بھی
اضطراب ہے امام مالک نے موطا کے اندر اس روایت کو نقل کیا اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ایک
تکبیر تحریمہ کے اندر اور ایک رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت ۔ ایسے ہی یحیی بن یحیی لیثی ۔ یحیی بن بکیر امام شافعی وغیرہ
نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ہے ۔ اور امام مالک سے خارج از موطا جو
روایت منقول ہے اس میں تینوں جگہ رفع مذکور ہے تکبیر تحریمہ کے وقت ۔ رکوع میں جاتے وقت
اور رکوع سے اٹھتے وقت ایسے ہی امام محمد ۔ عبد اللہ بن وہب ۔ اسحاق حنینی نے جو روایت نقل کی ہے اس کے
اندر بھی تینوں جگہ رفع مذکور ہے ۔ لیکن ابو داؤد کے اندر امام مالک سے جو روایت منقول ہے اس
کے اندر عند الرکوع رفع منقول نہیں حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں کہ یہ روایۃ کالموقوف ہے ۔
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اسکو توقف رواۃ سے سمجھا تھا لیکن اب یہ بات محقق ہو گئی ہے کہ یہ من باب
تنوع العبادات ہے ۔ ~~[illegible]~~
~~[illegible]~~ ابن عمر کی اس حدیث پر امام طحاوی نے اعتراض فرمایا کہ مجاہد سے مروی
کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ابن عمر کے ساتھ دس سال رہا ہوں کبھی بھی انہوں نے رفع یدین نہیں کیا لہذا اس کی

معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ حاکم بن عبداللہ نے امام طحاوی کا معارضہ کیا اور کہا۔ طاؤس نے ابن عمر سے یہ نقل کیا ہے کہ رفع یدین انہوں نے فرمایا بعد السجود کا قول صحیح نہیں ہے بلکہ تنوع عبادات پر محمول ہے ایسے ہی ابوبکر بیہقی نے ابن عمر کی اس حدیث کو نقل کر کے یہ زیادتی کی ہے کہ فما زالت تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ اس کے متعلق علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔ اس زیادتی کی بناء پر اب امام طحاوی کے نسخ کا قول باطل ہو گیا ہے۔ حافظ جمال الدین زیلعی۔ حافظ عسقلانی۔ علامہ سراج الدین بن ملقن ان سب نے ان کا اتباع کیا ہے۔ لیکن علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں۔ یہ زیادتی باطل ہے کیونکہ اس کے اندر عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ راوی ہے اور علامہ ذہبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ سلیمانی نے ان کو حدیث کے بارے میں متہم قرار دیا ہے۔ دوسرے ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یروی الموضوعات ہو وضع الحدیث ایسے ہی اس حدیث کا دوسرا راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے اس کے متعلق علامہ عقیلی لکھا ہے کہ وہ باطل روایت نقل کرتا ہے یحیی القطان فرماتے ہیں وہ وضع حدیث کرتا ہے اور فرمایا ہو کذاب اور ان دو کے علاوہ کسی نے بھی اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ راوی کو وہم ہو گیا در اصل بات یہ ہے کہ بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے جس کے اندر حضور کی نماز کی تکبیرات انتقالات کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ مازالت تلک صلوٰتہ الخ تو وہاں سے اس ٹکڑے کو راوی نے دوسری جگہ جوڑ دیا۔ ایک بات اور قابل ذکر ہے۔ مسند حمیدی کے اندر ایک روایت ذکر کی گئی حدثنا الزہری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع۔ ولا یرفع بین السجدتین تو اس حدیث کو حنفیہ اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب محدث اعظمی فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے کسی نے تعرض نہیں کیا لیکن عبد ضعیف کے نزدیک اس نسخہ میں گڑ بڑ معلوم ہوتی ہے اور فلا یرفع زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ سفیان بن عیینہ سے جزء رفع الیدین بخاری کے اندر بھی روایت منقول ہے

یہ ابن عمر کی حدیث کے متعلق دو باتیں ہو گئیں ایک یہ اس میں اضطراب ہے اور ایک یہ اس میں اضطراب ہے تیسری بات یہ ہے کہ ابن عمر سے ابوبکر بیہقی نے نقل کیا۔ پہلی مرتبہ کے رفع کیا اور پھر رفع نہیں کیا حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ جرح و تعدیل کیلئے تو اس حدیث کو ذکر کرنا صحیح ہے لیکن احتجاج کیلئے ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ صاحب مواہب لطیفہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث جید رجال کی ہے جبکہ اسکو ناقل سے روایت کرنے والا مطعون ہو و لم یثبت۔ یہ کلام تھا ابن عمر کی حدیث کے متعلق امام شافعی اور شافعیہ کا اول مستدل تو یہ حدیث ابن عمر تھی دوسرا مستدل ان کا حضرت وائل بن حجر اور مالک بن الحویرث کی روایت ہے۔ اس کے اندر رفع یدین کا ثبوت ہے ہم کہتے ہیں۔ رفع یدین کے ثبوت سے ہم کو انکار نہیں بلکہ ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور کی مداومت ثابت کرو اور یہ ثابت نہیں۔ آپ نے رفع یدین پر مواظبت اور مداومت آخر عمر تک فرمائی ہے۔ ابراہیم نخعی کے سامنے وائل کی

790 کی حدیث پیش کی گئی تو ابراہیم نے فرمایا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت 45/18
ابن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ ترک رفع دیکھا ہے تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت ابوحمید ساعدی
کی حدیث ہے جو سنن ابی داؤد کے اندر اس سند کے ساتھ موجود ہے عن عبد الحمید بن جعفر
قربان عن محمد بن عمرو بن عطاء سمعت ابا حمید الساعدی الخ ابن قطان اور امام طحاوی نے اس
حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ یہ منقطع ہے کیونکہ اسکو محمد بن عمرو سے نقل کرنے والا عطاف بن خالد ہے
اور محمد بن عمرو اسکو نقل کرتے ہیں رجل مبہم سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عمرو کا لقاء ابوحمید سے
ثابت نہیں بلکہ ایک دوسرا رجل درمیان میں واسطہ ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے
کہ اس کے اندر روایت کرنے والوں میں ابوقتادہ بھی ہیں اور ان کا انتقال حضرت علی کی
خلافت کے زمانے میں ہو گیا تھا اور محمد بن عمرو نہایت کم سن تھے جس کا صاف معلوم
ہو گیا کہ محمد بن عمرو کا لقاء نہ ابوحمید سے ثابت ہے اور نہ ابوقتادہ سے لہذا یہ حدیث منقطع ہے
علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دوسری بہت سے لوگوں نے انقطاع کا قول کیا ہے
ایسے ہی اس حدیث کی دوسری سند کے اندر راوی عیسی بن عبد اللہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں
محمد بن عمرو سے اور وہ روایت کرتے ہیں عباس بن سہل سے اور وہ ابوحمید ساعدی سے
اس سے بھی معلوم ہوا کہ محمد بن عمرو اور ابوحمید کے درمیان واسطہ ہے لہذا اتصال کا
قول کرنا غلط ہے بلکہ یہ حدیث منقطع ہے حافظ عسقلانی نے جواب دیا کہ اصل محمد بن عمرو
دو ہیں عطاف بن خالد جس محمد بن عمرو سے نقل کرتے ہیں وہ تو محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں اور
واقعی صغیر السن تھے لہذا ان کی حدیث تو منقطع ہے لیکن عبد الحمید بن جعفر جس محمد بن عمرو
سے نقل کرتے ہیں وہ محمد بن عمرو بن عطاء ہیں اور یہ تابعی کبیر ہیں لہذا اس حدیث کو منقطع
کہنا غلط ہے علامہ انور شاہ کشمیری حضرت سہارنپوری نے حافظ کے اس قول پر اعتراض
فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ عطاف بن خالد ~~محمد بن~~ محمد بن عمرو بن علقمہ سے روایت کرتے ہیں
یہ غلط ہے بلکہ یہ بھی محمد بن عمرو بن عطاء ہی سے روایت کرتے ہیں کیونکہ ابوداؤد کے اندر
صراحتاً ابن عطاء کا ذکر ہے لہذا حافظ نے جو جواب دیا وہ بس ایسا ہی ہے اب امام بیہقی جواب
دینے کیلئے تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کہنا امام طحاوی کا کہ ابوقتادہ کا انتقال حضرت علی
کی خلافت میں ہو گیا تھا یہ غلط ہے دیکھئے اسکا تو امام شعبی متفرد ہیں صحیح یہ ہے کہ ان کا
انتقال ۵۴ھ میں ہوا چنانچہ حافظ ابن عبد البر اور دیگر شارحین اسی طرف مائل ہیں
یہ تو اعتراض انقطاع کا امام طحاوی کی جانب سے اس حدیث پر تھا علامہ ابن ترکمانی نے
اس ابوحمید ساعدی کی حدیث پر یہ اعتراض کر دیا کہ یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ بعض نے
اسکو ایسے نقل کیا عن محمد بن عمرو سمعت عشرة من اصحاب الخ عطاف بن خالد اسکو روایت
کرتے ہیں عن محمد بن عمرو عن رجل من اصحاب الخ عیسی بن عبد اللہ آتے ہیں تو وہ اسکو نقل کرتے ہیں
عن محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل عن عشرة الخ عتبہ بن حکیم اسکو ایسے روایت کرتے ہیں

790 عن عتبة بن حکیم ~~[illegible]~~ عن عباس بن سہل الخ لہذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے 45/18
چوتھا مستدل شافعیہ کا حضرت علی کی روایت ہے اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی
الصلوٰۃ المکتوبۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذلک اذا قضی قرأتہ واراد ان یرکع ویصنعہ اذا رفع
اس حدیث کا معارضہ امام طحاوی نے فرمایا اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے بروایت ابوبکر بن قطاف
النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ نقل کیا ہے حضرت علی کو دیکھا ہے رفع یدیہ مرۃ ولم یعد — اس پر
اعتراض کیا گیا ہے ابوبکر نہشلی ضعیف ہے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے وہ مسلم کے راوی ہیں ابن معین نے
ان کی توثیق کی ہے ایسے ہی عاصم بن کلیب کی بھی توثیق کی ہے۔ عثمان بن سعید دارمی نے ابوبکر نہشلی
کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے یہ ممکن نہیں ہے حضرت علی حضور سے ثابت شدہ عمل کی مخالفت کریں اور صرف
ایک مرتبہ رفع یدین کریں لہذا معلوم ہوا یہ روایت جو نقل کی ہے ضعیف ہے۔ ابن دقیق العید فرماتے
ہیں امام دارمی کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ ممکن ہے عثمان دارمی کا فہم یہ کہنے گئے ہیں حضور کے عمل کی جب
انہوں نے مخالفت کی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور کا یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے۔ دوسرا اعتراض اس
مستدل الیہ پر یہ کیا گیا ہے اس کو نقل کیا ہے عبد العزیز بن سلمہ بن الماجشون نے بھی نقل کیا اور اس کے اندر
اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ کا اضافہ ہے ابن صاعد کہتے ہیں موسی بن عقبہ اس زیادتی کے متفرد ہیں
شاہ صاحب فرماتے ہیں موسی بن عقبہ کے طرق کے اندر بھی یہ زیادتی موجود ہے ایسے ہی یہ روایت
مسلم کے اندر ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا موسی بن عقبہ اس کے
متفرد نہیں۔ پانچواں مستدل شافعیہ کا انس بن مالک کی روایت ہے جو ابن ماجہ کے اندر موجود ہے
اس کے بھی رفع یدین کا ثبوت ہے لیکن وہ روایت صحیح نہیں کیونکہ عبد الوہاب ثقفی ایک راوی ہے
جو متفرد ہے امام طحاوی فرماتے ہیں حفاظ نے اس حدیث کو موقوفاً نقل کیا ہے یہ پانچ دلائل تھے
شافعیہ کے۔ اب حنفیہ کے دلائل سنو! **دلیل اول**: امام احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ،
امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ایسے ہی دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے حدثنا وکیع عن سفیان الثوری
عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال لنا ابن مسعود
الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔ اس حدیث پر
ابن المبارک نے اعتراض کیا ہے یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابن عمر کی حدیث ثابت ہے۔ اس کا جواب
علامہ شوق نیموی وغیرہ نے دیا ہے ابن مسعود سے دو روایتیں منقول ہیں ایک تو حکایت الفعل ہے
اور ایک روایت قولی ہے آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ رفع کیا اور پھر ہاتھ نہیں اٹھایا تو ابن
مبارک کا اعتراض حدیث قولی کے متعلق ہے حدیث فعلی کے متعلق نا ممکن ہے۔ کیونکہ ابن مسعود کے
سلسلہ میں سب کا اجماع ہے کہ وہ ایک مرتبہ رفع یدین کرتے تھے۔ بعض فضلاء نے بیان کیا ہے ابن مسعود
کی اس حدیث کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے جبکہ اس کا مطلب بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا لم یرفع یدیہ الا
مرۃ واحدۃ اور سلب کلی نقیض ہے موجبہ جزئیہ کی اور ابن عمر کی حدیث موجبہ جزئیہ ہے

۲۹

790 دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ ہے کہ حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے اور وہ احادیث ۷۵/۱۸
کے اندر اختصار کرتے ہیں ایسے ہی صحیحین کے اندر کوئی حدیث نہیں ہے۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ
حاکم کا یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم کے اندر باب الہدی میں حضرت علی کی روایت کو انہوں نے نقل
کیا ہے نیز ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ تیسرا اعتراض اس حدیث پر یہ کیا گیا کہ حافظ علامہ
زکی الدین ابو محمد منذری نے مختصر سنن ابی داود سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن الاسود کا لقاء علقمہ
سے ثابت نہیں ہے۔ ابن دقیق العید مالکی شافعی فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالعظیم ابو محمد منذری کا یہ کہنا کہ
عبدالرحمن بن اسود کا لقاء ثابت نہیں یہ قول کسی قائل مجہول کا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث
کو مراسیل میں ذکر نہیں کیا اگر لقاء نا ثابت ہوتا تو مراسیل کے اندر ذکر کرتے۔ خطیب بغدادی نے
اپنی کتاب کے اندر یہ تصریح کی ہے کہ ان کا لقاء علقمہ سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث اب انقطاع سے سالم
ہوگئی ہے اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابن مسعود کی حدیث متصل صحیح ہے اور ثابت ہے۔
چوتھا اعتراض اس حدیث پر ابن قطان نے کیا کہ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اسکے
اندر ثم لا یعود یہ وکیع کو وہم ہو گیا۔ امام ابوالحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ وکیع حافظ اس کے
ساتھ متفرد ہیں ورنہ احمد بن حنبل۔ ابن نمیر۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کسی نے اس لفظ کو نقل نہیں کیا
اس پر علامہ شوق نیموی نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ کہنا کہ کسی نے نقل نہیں کیا بالکل غلط ہے اسکو
بروایت احمد بن حنبل۔ ابن نمیر وغیرہ نے نقل کیا چنانچہ یہ روایت مسند احمد۔ مسند ابن ابی شیبہ اور
دوسری کتب میں موجود ہے جیسا کہ دلیل اول کے شروع میں ذکر کیا گیا۔ بلکہ ابوداود۔ ترمذی
ہناد۔ محمود بن غیلان۔ حلوانی وغیرہ اتنے سب سفیان ثوری کے متابع ہیں لہذا اعتراض دور
ہوا

ایسے ہی ابوداود کی ایک دوسری سند کے اندر محمد بن جابر ایک راوی ہیں اگرچہ ان کی بعض تضعیف کی
ہے لیکن سفیان ثوری جیسے اجلہ لوگوں نے ان سے روایت کی ہے ایک اعتراض ہوا کہ ابن
مسعود کو نسیان واقع ہوگیا اپنی روایت کے اندر۔ سب سے پہلے ابوبکر بن اسحاق الفقیہ نے
اس اعتراض کو ایجاد کیا اور ابوبکر بیہقی اور دیگر لوگوں نے ان کا اس اعتراض میں اتباع کیا
اور پھر غیر مقلدوں نے اسکو اچھالنا شروع کیا لیکن یہ سراسر غلط اور بیہودہ اور بے ادبی ہے
یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دن کے اندر پانچ نمازیں اور ہر نماز کے اندر تین چار مرتبہ رفع کی
نوبت آتی ہے تو کیا وہ صحابی اسکو دیکھنے کے باوجود بھول گئے حالانکہ ہجرت کے بعد
آپ کے ساتھ دس سال تک رہے ہیں اور ہجرت سے پہلے بھی کافی عرصہ ساتھ رہا اور
چھٹے مسلمان ہیں۔ بلکہ اس حدیث کی تصحیح ابن حزم۔ دارقطنی۔ ابن قطان۔
علامہ ابن تیمیہ اور علامہ انور شاہ کشمیری نے جمہور مالکیہ سے نقل کی ہے

790 **دوسری دلیل** :- حنفیہ کی یہ ہے کہ براء بن عازب سے مروی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 25/18
اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یزید بن ابی زیاد
اس کے ساتھ متفرد ہیں ان کو تلقین کی گئی ہے ثم لا یعود کی۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اس کی وجہ سے استدلال
پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ **دلیل ثالث** :- عن عبد اللہ بن عون الخراز عن مالک عن الزہری عن
سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود
اس پر حاکم نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے لیکن صاحب مواہب لطیفہ نے اعتراض کیا
کہ عبد اللہ بن عون ثقہ ہیں لہذا آپ کا قول بلا دلیل ہے۔ اب اس پر ایک اعتراض یہ وارد ہوا کہ
پہلے تو ابن عمرؓ کی حدیث سے معلوم ہو چکا کہ رفع یدین تین مرتبہ ہے اور اس حدیث کے اندر صرف
ایک مرتبہ کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ من باب تنوع العبادات ہے **دلیل رابع** :- عن عباد
بن زبیر مرسلۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ اول مرۃ۔ ابن دقیق فرماتے ہیں کہ یہ تو
مرسل ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مراسیل معتبر ہیں اور مقبول ہیں۔ **دلیل خامس** :- ابن عمر
اور ابن مسعود عباس سے بیہقی نے مرفوعاً اور موقوفاً ذکر کیا ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اور ان میں صرف
رفع یدین کا تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے یہ تو ہمارے دلائل تھے پانچ دلیلیں شافعیہ کی اور پانچ دلیلیں ہماری
مذکور ہوئیں اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل ہر ایک کیلئے مسند کے اندر موجود ہے۔

اب چند مویدات اور حنفیہ کے مسلک کے سنئے :- عمر بن خطاب۔ علی بن ابی طالب کا اثر نقل کیا گیا ہے
کہ انہوں نے رفع نہیں کیا۔ اسود بن یزید عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ
ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے کہ اسود حضرت عمر کے ملازم تھے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے
[illegible]
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں
حاکم بن عبد اللہ نے اس حدیث کا سند رد کیا اور کہا کہ طاؤس نے نقل کیا ہے کہ رفع کرتے تھے ابن عمر
ہم کہتے ہیں کہ ان کے اس نقل سے ہمارے اس اثر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ علامہ مجد الدین صاحب
سفر السعادہ نے لکھا ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں چار سو اثر اور خبر مروی ہیں۔ علامہ
انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ وما قال فی سفر السعادۃ باطل۔ حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ پچاس
صحابہ سے اس سلسلہ میں روایت مروی ہے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ستا عشر صحابہ سے
مروی ہے علامہ شوکانی نے بیس کا قول کیا کہ بیس صحابہ سے مروی ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ
اگر ان صحابہ کی چھان بین کی جائے تو مشکل سے پانچ صحابہ نکلیں گے اول تو یہ کہ روایت میں آتا
کہ عن عشرۃ من اصحاب الخ حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ ان عشرہ میں صحابہ کرام صرف پانچ ہیں
اور ان لوگوں نے دس سمجھ لیا ہے اس کے علاوہ اور کئی توجیہات و خیالات ہیں۔ ابن عباس نے
نقل کیا ہے کہ ہزار صحابہ کو پایا کہ وہ رفع کرتے تھے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انہوں نے
الفاً کو دیکھ بھی لیا تو صحابہ کرام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے باقی لوگ کیا کرتے تھے۔
فریق مخالف نے ایک اعتراض یہ کیا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ حرکت نماز کے خلاف ہے حالانکہ عیدین

کے اندر تم لوگ بھی رفع یدین مجبوراً کرتے ہو وہاں سکون کی رعایت کیوں نہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ عیدین کے اندر تمام روایات متفق ہیں کہ اس میں رفع یدین ہے بخلاف دوسری نمازوں کے ان کے اندر رفع یدین کے ~~[illegible]~~ متعلق احادیث متعارض ہیں البتہ عیدین کے اندر تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہے اور ان تکبیرات کے اندر ہم نے اقل پر عمل کیا تاکہ حرکت زیادہ نہ ہو ورنہ بعض روایات میں چودہ سے زیادہ تکبیرات منقول ہیں۔ جب دلائل کے اعتبار سے فریقین حنفیہ کے بیان ہو چکے تو اپنے دلائل کی چند وجوہ ترجیحات اور سنیے۔ **اول وجہ ترجیح** یہ ہے کہ جو روایت اوفق بالقرآن ہوتی ہے اسی پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ حنفیہ اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہیں اور قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وقوموا للہ قانتین اور قنوت سے سکوت مراد ہے لہذا سکوت اور سکون رفع یدین کے ترک میں ہے اور یہ ترک رفع یدین مسلک الحنفیہ کو قرآن سے ثابت کرتا ہے بلکہ اسکے الفاظ کے موافق عمل کرتا ہے۔ **ثانی وجہ ترجیح** یہ ہے کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے پہلے نماز کے اندر چلنا، بات کرنا، تھوکنا وغیرہ سب جائز تھا اور اب حکم ہے کہ کوئی فعل ایسا نہ ہو جو خشوع و سکون کے منافی ہے لہذا ترک رفع یدین اولیٰ ہے۔ **ثالث وجہ ترجیح** یہ ہے کہ قاضی ابوالولید باجی فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر جتنی تکبیرات ہیں ان سب کے ساتھ ایک فعل یعنی انتقال ساتھ لگا ہوا ہے مثلاً رکوع کو اور اٹھنا۔ قومہ سے سجدہ کی طرف جانا سجدہ سے جلسہ کی طرف منتقل ہونا وغیرہ وغیرہ اور ان سب افعال کے ساتھ تکبیر ہے بخلاف تکبیر تحریمہ کے اس کے ساتھ کوئی فعل نہیں تو وہاں ضرورۃً رفع یدین کو ملا دیا۔ **رابع وجہ ترجیح** یہ ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک رفع یدین عند التحریمہ ہے اور ایک عند الرکوع والرفع منہ۔ اور ایک بین السجدتین ہے اول یعنی عند التحریمہ تو رفع مجمع علیہا ہے اور بین السجدتین ثابت نہیں اب رہا عند الرکوع والرفع منہ اب دیکھو کہ اسکو کس کے ساتھ مناسبت ہے اس رفع کو رفع بین السجدتین کے ساتھ مناسبت ہے اور جب وہ ثابت نہیں تو اسکا مناسب بھی ثابت نہیں ہے۔ **خامس وجہ ترجیح** یہ ہے کہ روایات فعلیہ اس بارے میں متعارض ہیں لیکن اور قولیہ متعارض نہیں ہیں بلکہ حضور کا قول ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اسکے معارض دوسرا قول کوئی نہیں لہذا روایات قولیہ راجح ہوں گی۔ **سادس وجہ ترجیح** یہ ہے کہ جب قول و فعل میں تعارض ہو تو قول راجح ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ رفع یدین آپ سے تمام عمر ثابت ہے یا نہیں اور تمام عمر ثابت نہیں، اسپر علامہ مجد الدین صاحب سفر السعادۃ نے اعتراض کیا اور بیان کیا کہ عشرہ مبشرہ سے مروی ہے کہ تمام عمر ثابت ہے۔ علامہ ہاشم سندی تتوی اپنی کتاب کشف الرین کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے حاکم بن عبد اللہ نے بھی عشرہ مبشرہ سے اس رفع کو نقل کیا لیکن ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس کے اندر نظر ہے۔ ابوبکر بیہقی نے ایک حدیث نقل کی کہ حماد بن زید نے رفع یدین کیا اور انہوں نے نماز سیکھی ایوب سختیانی سے اور انہوں نے سیکھی عطاء بن رباح سے اور انہوں نے سیکھی ہے نماز عبد اللہ بن زبیر سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

۲۵/۱۸ اور انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ رب العزت سے تو معلوم ہوا کہ رفع یدین ملاء اعلیٰ سے
اور عرش و کرسی سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ تمام سند اور صرف
نماز کے اندر سے رفع یدین کو اس کی جبائی کرنا مقصود نہیں ہے۔ تمیم ابن طرفہ جابر بن سمرۃ
سے نقل کرتے ہیں کہ کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یشیر احدنا فی الصلوۃ بیدہ بالسلام فقال
مالکم ترفع ایدیکم انما یکفیکم تقول ھکذا او ھکذا ایسے ہی عبد اللہ بن قبطیہ نقل کرتے ہیں جابر بن
سمرہ سے خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم
کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ ہمارے احناف ان دونوں روایتوں سے استدلال کیا
امام بخاری نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ تو سلام کی جگہ میں وارد ہیں رفع یدین کے بارے میں نہیں ہیں
حافظ جمال الدین زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے
کیونکہ ایک میں خرج علینا الخ اور ایک میں کنا نصلی الخ ہے اور جب دونوں الگ الگ ہیں تو عبد اللہ
بن قبطیہ کی حدیث رفع یدین کے بارے میں ہے اور تمیم بن طرفہ کی روایت سلام کے بارے میں ہے
نیز اگر عبد اللہ بن قبطیہ کی روایت سلام کے بارے میں ہوتی تو اسکنوا فی الصلوۃ نہ فرماتے بلکہ
اسکنوا فی السلام فرماتے لہذا دونوں کو یکجا سلام کے بارے میں کہنا صحیح نہیں ہے

796 وعنہ انہ رای النبی ﷺ عن وائل بن حجر انہ رای النبی عن سہل بن سعد قال عن ابی ہریرۃ قال ا

۲۳ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت مسنون ہے لیکن اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔
حضرت امام شافعی کا قول مشہور یہ ہے کہ مستحب ہے یہی امام احمد کی روایت ہے جسکو خلال نے نقل
کی اور اسی کو انکے یہاں معمول بہا قرار دیا گیا۔ امام صاحب، امام مالک، اسحاق بن راہویہ
داود ظاہری، جمہور صحابہ، امام شافعی کا ایک قول، امام احمد کا مشہور قول جسکو مشہور حنبلی علامہ خرقی
نے پسند کیا وہ یہ ہے کہ مسنون و مستحب نہیں۔ شیخ ابو اسحاق مروزی شافعیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں
اگر وہ شخص ضعیف و کمزور ہے تو مستحب ہے ورنہ نہیں۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اسی قول کی بناء پر
احادیث کے اندر جمع ہو گئی۔ جو لوگ اسکے مسنون ہونے کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اسی متن
والی روایت سے۔ اور جمہور استدلال کرتے ہیں حضرت ابن مسعود و ابن عمر کے عمل سے اور ترمذی
حضرت علی سے منقول ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ۔ نعمان بن عیاش
کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا کہ وہ صدور قدمین پر اٹھتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں
کرتے تھے۔ اور جمہور ان لوگوں کے استدلال کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حالت عذر پر محمول ہے آپ
ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحت فرمایا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر نے ایک حدیث نقل کی جسکا
مطلب یہ ہے کہ حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے ساتھ جلدی نہ کیا کرو میں بھاری بدن ہو گیا ہوں۔

797 ۲۴ اسی سے استدلال کیا کہ عدم استحباب پر۔ دوسری حدیث وائل بن حجر کی ہے اس مسئلہ میں اختلاف
ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کا ارسال کرے یا وضع کرے۔ حضرت ابوبکر حضرت علی حضرت ابوہریرہ اور
حضرت عائشہ امام صاحب، امام شافعی، امام احمد ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ وضع الیمنی علی الیسری ہو گا

797 ۴۵/۲۷

امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ ارسال کرے۔ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ارسال کرے اور اگر تھک جائے تو آرام و استراحت کیلئے ہاتھ باندھ لے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ مخیر ہیں چاہیں ارسال اور چاہیں وضع۔ جو لوگ ارسال کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اور جو حدیث اعرابی یعنی خلاد بن رافع کی ہے جسکا نام "حدیث المسیئ" ہے اسکے اندر حضورؐ نے وضع کا ذکر نہیں فرمایا۔ جمہور استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر، سہل بن سعد کی حدیث سے۔ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب طائی اپنے باپ سے وضع کی روایت نقل کرتے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ارسال اور وضع کے اندر اختیار ہے وہ لوگ کہتے ہیں بعض احادیث سے ارسال اور بعض سے وضع معلوم ہوتا ہے لہذا دونوں میں جمع کی صورت یہی ہے کہ اختیار دیدیا جائے۔ جمہور کہتے ہیں کہ حدیث المسیئ کے اندر صرف واجبات کا ذکر ہے اور ارسال یا وضع واجب نہیں ہے اسلئے وہ مذکور نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ وضع ید ہوگا کس جگہ؟ حضرات امام صاحب، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک تحت السرہ ہوگا۔ ابو اسحاق مروزی شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ابن المنذر نے ابراہیم نخعی سے بھی اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ امام شافعی کا مشہور مذہب ہے کہ تحت الصدر اور فوق السرۃ ہو۔ حضرت علیؓ کی دو روایتیں ہیں ایک فوق السرہ اور ایک تحت السرہ۔ امام احمد سے تین روایتیں ہیں ۱ تحت السرہ ۲ تحت الصدر فوق السرہ ۳ دونوں کے اندر اختیار ہے دلیل پیش کرتے ہیں کہ تحت السرہ اور فوق السرۃ کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اس وجہ سے دونوں کے اندر اختیار ہے۔ جو لوگ تحت الصدر فوق السرۃ کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے جس میں ہے انہ وضع الیمنی علی الیسری فوق صدرہ۔ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب کی روایت میں بھی فوق الصدر کی زیادتی ہے۔

یہ دوسرے بھی استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی ایک حدیث سے جسکے متعلق علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ رواہ ابن ابی شیبہ و اسنادہ صحیح۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وائل کی جس حدیث سے دوسرے لوگوں نے استدلال کیا ہے اسکے اندر فوق صدرہ کی زیادتی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے فرمایا کہ اسکا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں امام بخاری نے جسکو منکر الحدیث کہدیا اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ ابو حاتم نے اسکو کثیر الخطاء کہہ کر متہم کیا۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ شدید الخطاء۔ نیز ان کے دوسرے جو استاد بھائی ہیں ان میں کسی نے یہ زیادتی نقل نہیں کی۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ حافظ عسقلانی کے زمانہ ہی میں تلف یا زیادہ ضائع ہوگئی تھی۔ علامہ سیوطی کو اسکا ثلث حصہ بھی دستیاب نہ ہوسکا تو ان کے بعد آنے والے علامہ شوکانی کو کیسے وہ نسخہ مل گیا جسکی بنا پر انہوں نے فرمادیا کہ ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے چنانچہ امام بخاری نے صرف اتنا اس حدیث کے متعلق لکھکر چھوڑ دیا کہ رواہ ابن خزیمہ حالانکہ اگر اسکی تصحیح کی ہوتی تو رواہ کے بجائے صححہ لکھتے۔ اب رہ گئی دوسری حدیث

۲۵/۲۲ 797 جسکو وہ لوگ استدلال کرتے ہیں وہ قبیصہ کی روایت ہے ہم کہتے ہیں کہ اسکی اسناد کی یہ زیادتی صحیح نہیں اسکے ساتھ صرف ایک راوی کیجا متفرد ہیں۔ ایسے ہی ایک راوی سماک ہیں جن کے علاوہ بھی راوی زیادتی کو ان سے قبول نہیں کرتے۔ اب ہم اپنے مستدلات کی طرف آتے ہیں ہمارے مستدلات میں ایک حدیث وائل بن حجر کی ہے جسکے متعلق قاسم بن قطلوبغا نے لکھا ہے کہ اسنادہ جید اور علامہ شوق نیموی کا قول اسکے متعلق گذر چکا ہے رواہ ابن ابی شیبہ و اسنادہ صحیح اسپر ایک شبہ ہے کہ ملا علی نے یہ اعتراض کیا ہے اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت نہیں کیا لیکن علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔ ہمارا دوسرا استدلال ایک روایت سے ہے جسکے اندر ہے ان من السنۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ لیکن بعض حضرات نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے اسکی سند عبد الرحمن ابن اسحاق واسطی ضعیف ہیں ہم کہتے ہیں کہ انکا کہنا صحیح ہے البتہ اب یہ بات سنئے کہ روایات کے اندر تعارض ہوگیا اب ہم صحابہ یہ قیاس کی طرف رجوع ہوگا تو چونکہ نماز سراسر عبدیت و عاجزی کا مقام ہے لہذا اسکے اندر وضع ید تحت السرہ ہونا چاہئے کیونکہ اسکے اندر اظہار عجز و عبدیت ہے تیسری حدیث سہل بن سعد کی ہے جسکے اندر مسئلہ ہے ہاتھوں کو کیسے باندھے امام شافعی و امام احمد فرماتے ہیں کہ بائیں ہاتھ کو پہنچے کو دائیں ہاتھ سے پکڑے حنفیہ کی اسکے اندر چار صورتیں ہیں ۱ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے ۲ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے گا ۳ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھکر اسکو خنصر اور انگوٹھے سے پکڑے ۴ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے ظہر کف پر رکھے۔ والثالث اصح وعلیہ العمل

۲۶/۴ 800 **عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوۃ طول القنوت رواہ مسلم**

القنوت اسکے معنی لغت میں مختلف آتے ہیں ۱ الطاعۃ ۲ قیام ۳ سکوت ۴ خشوع ۵ دعا امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث تک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ یہاں قنوت سے قیام مراد ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نماز کے اندر سب سے افضل جزء قیام ہے لیکن ائمہ کا اسبات میں اختلاف ہے کہ تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع و سجود۔ حنفیہ امام صاحب امام شافعی اور مالک کا ایک قول یہ ہے کہ تطویل قیام افضل ہے امام محمد صاحب سے بھی یہی ایک روایت ہے نیز جمہور صحابہ کی طرف اسکو منسوب کیا گیا ہے اسکے برخلاف دوسرا قول مالکیہ کا اور ابن عمر کا یہ ہے کہ تکثیر رکوع و سجود افضل ہے امام محمد سے بھی اس قول کو نقل کیا گیا ہے تیسرا مذہب یہ ہے کہ رات کے اندر تطویل قیام اور دن کے اندر تکثیر رکوع سجود افضل ہے یہ مختار ہے اسحاق بن راھویہ کا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں فضیلت کے اندر پانچواں قول یہ ہے کہ ان دونوں میں توقف ہے یہ مذہب امام احمد کا ہے جو لوگ قیام کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث سے نیز اللہ تعالی نے فرمایا قوموا للہ قانتین۔ قم اللیل الا قلیلا ایسے ہی حضرت مریم کو خطاب ہے واقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین غرضکہ متعدد جگہ قرآن و حدیث میں قیام کا حکم فرمایا گیا ہے

۲۵۶

۷۶
۳

800 نیز قیام کے اندر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور کلام پاک سب سے افضل ہے لہذا قیام ہی افضل ہوا اور کثرت کی
وجہ سے ۔ اور جو لوگ رکوع سجود کی کثرت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں مسلم ص ۱۹۳ پر ایک حدیث
حضرت ربیعہ بن کعب کی آرہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رات کے اوقات حضور کے پاس گذارتا اور وضو وغیرہ کا
پانی اور مسواک جو چیزیں ضرورت کی تھیں وہ میں آپ کے پاس لاتا آپ نے فرمایا سوال کر میں نے کہا
اسئلک مرافقتک فی الجنۃ ۔ میرا آپ نے فرمایا فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود ۔ نیز اصل مقصود نماز
کے اندر سجدہ ہے اور قیام وسیلہ ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے وسیلہ سے ۔ اور جو لوگ دونوں کے
اندر مساوات کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں مناسبت سے قیام کے اندر ذکر قرآن ہوتا ہے لہذا
قرآن پاک کی وجہ سے نماز کے قیام کے اندر فضیلت ہوگی اور سجود اپنی ہیئت کے اندر کمال تواضع و خضوع
اور تضرع پر دال ہے لہذا ہیئت کی وجہ سے وہ افضل ہے قیام سے ۔

801 الفصل الثانی :۔ عن ابی حمید الساعدی قال فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٤
~~[illegible]~~ اس حدیث میں فرمایا فی عشرۃ ان
دس کے اندر ایک محمد بن مسلمہ دوسرے ابو قتادہ ساعدی تیسرے سہل بن ساعدی ان تینوں کا نام مسند احمد
ترمذی ۔ ابو داؤد کے اندر موجود ہے چوتھے ابو ہریرہ اور پانچویں خود ابو حمید ساعدی ہیں لیکن
دوسری روایت میں ہے فی عشرۃ منہم ابی حمید الساعدی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دس کے علاوہ
ہیں علامہ کشمیری کی رائے ہے کہ یہ ان دس میں داخل ہیں ۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے
یہ دس کے دس صحابہ ہیں حالانکہ علامہ کشمیری نے ثابت کر دیا امام طحاوی کی ایک روایت سے کہ بعض
ان میں صحابہ تھے اور بعض قبیلہ انصار کے تھے ۔ اَنَا اَعْلَمُکُمْ اس پر اعتراض ہوا حضرت ابو
ابو حمید ساعدی تو صغار صحابہ میں سے ہیں ان سے بڑے بڑے حضرات مثلاً حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق ۵
حضرت عثمان غنی حضرت علی حیدر جیسے اجلہ اکابر موجود تھے لہذا ان کا اعلمکم کہنا کیسے صحیح ہے
جواب ۱ علامہ ضعیف کے نزدیک چونکہ انہوں نے ان دس صحابہ کے سامنے یہ کہا تھا تو ہو سکتا ہے کہ ان کی مجمع
میں سب سے زیادہ علم ان کو ہو اور حضرت ابو ہریرہ سے یہ مسئلہ معلوم ہو تو یہ ان سے قدیم الاسلام ہیں
جواب ۲ حضرت رشادی مولانا امیر الحق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان لوگوں کے کبار صحابہ کے بعد ہوئی ہے
علامہ کشمیری کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے ان کا یہ فرمانا مجلس خاص کے اعتبار سے ہے ۔ ولیفسح راحتیہ ۷
علی رکبتیہ جمہور صحابہ و تابعین اور تمام خلف کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کے اندر اپنے گھٹنوں پر دونوں
ہاتھ رکھے ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اس کے قائل ہیں کہ التطبیق مسنون ہے اس مسئلہ میں ان پر
ابو بکر نقید نے یہ اعتراض کر دیا کہ ابن مسعود تطبیق کے افضل ہونے اور نسخ کو بھول گئے ہیں لیکن
علماء نے نقل کیا ہے حضرت علی سے یہی منقول ہے کہ التطبیق مسنون ہے اور تطبیق کہتے ہیں
دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان میں دبانا ۔ جمہور کہتے ہیں کہ التطبیق منسوخ ہے
اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ سعد بن وقاص کی روایت ہے کنا نفعل ذلک فنہینا عنہ ۔ امام نووی نے
شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا کہ اگر اب کوئی تطبیق کرے تو مکروہ ہے حافظ کی رائے ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہے

801 فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ربی قبل سجدہ الاولیٰ امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ بہ تشبیہ احمدہ کی ہ ساکنہ ۷۶ / ۷
اور ہر اعت ہے اسکو کوئی ترجیح نہیں ہے ابو داؤد نے مستصفی سے نقل کیا ہے یہ ھاء کنایہ ہے
ویثنی رجلہ الیسری امام صاحب اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ افتراش ہے امام
مالک کا مذہب ہے کہ تورک افضل ہے خواہ اس قعدہ کے بعد سلام ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ
اگر اس قعدہ کے بعد سلام ہے تو تورک افضل ہے ورنہ نہیں۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ جو وہ
نماز جسکے اندر دو تشہد ہیں تو اسکے اندر آخری تشہد میں تورک کرے اور اگر اس نماز کے اندر
دو تشہد نہیں ہیں تو پھر افتراش کرے تورک نہ کرے جو لوگ تورک کے قائل ہیں وہ عبد اللہ بن زبیر
کی حدیث سے اور جو لوگ افتراش کے قائل ہیں وہ حضرت عائشہ اور وائل بن حجر کی حدیث سے
استدلال کرتے ہیں اور تورک کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ وہ آپ نے ضعف کی وجہ سے کیا۔
ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ چاہے تورک کرے اور چاہے افتراش کرے دونوں ہی کی گنجائش ہے
کیونکہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں واشار باصبعہ جمہور ائمہ اس کے قائل ہیں کہ
اشارہ کرے گا بعض حنفیہ نے ضعیف سی روایت نقل کی ہے کہ ان کے یہاں اشارہ نہیں ہے لیکن یہ ۱۸
غلط ہے بلکہ حنفیہ اشارہ کے قائل ہیں چنانچہ امام محمد موطا کے اندر اس حدیث مالک کو نقل کرنے کے
بعد فرماتے ہیں کہ وبہ ناخذ۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ اس اشارہ کے منکر ہیں علامہ علی قاری نے
ایک رسالہ اشارہ کو ثابت کرنے کے اندر تحریر فرمایا ہے اسکے اندر علامہ کیدانی پر خوب رد کیا ہے
کیونکہ علامہ کیدانی نے لکھا ہے کہ اشارہ مفسد صلوۃ ہے اسکا نام تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ
ہے۔ پوری بحث اس اشارہ کے اندر ۱۵ [illegible] ۷۶ پر

804 عن رفاعۃ بن رافع قال جاء رجل الخ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رفاعہ بن رافع کی حدیث اور فصل اول کے اندر ابو ہریرہ کی حدیث دونوں ایک ہی ہیں جسمیں رجل کا جو واقعہ ۲۲
خلاد بن رافع ہیں جنہیں یہاں جاء رجل کا مصداق ہیں یہ اس روایت کے اندر راوی کی طرف سے تسامح ہے
فان کان معک قرآن یعنی معلوم ہوا اگر کوئی قراءت پر قادر ہے تو اسپر قرآن کی قراءت واجب ہے اور اگر
قادر نہیں تو پھر دوسری چیز کی تلاوت کرے مسئلہ پوری بحث باب القراءۃ کے اندر آ چکی ہے [illegible] ۲۷ / ۷۷
فضل بن عباس کی ہے یہی روایت مطلب سے بھی منقول ہے علماء کا اختلاف ہے بعض نے اسکو مسند ۱
فضل بن عباس میں اور بعض نے مسند مطلب کے اندر بیان کیا ہے فضل کی مسند کو راجح قرار دیا ہے
الصلوۃ مثنی مثنی۔ اس میں اختلاف ہے کہ مثنی مثنی کی قید کیسی ہے امام احمد بن حنبل امام شافعی
نے فرمایا کہ یہ بیان افضلیت کیلئے ہے یعنی افضل یہ ہے کہ نماز دو دو رکعت پڑھی جائے اگر چار یا آٹھ ۲
بھی جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک حصر کیلئے جانبین سے یعنی نماز نہ ہوگی اگر دو سے زیادہ
پڑھی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک گو کہ ایک رکعت اور اسکی زیادہ جتنی بھی ہو سب جائز ہے جو دو ہو یا
تین ہوں یا پانچ ہوں یا چھ ہوں یا سات ہوں البتہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ایک رکعت بھی جائز ہے
اور دو سے زیادہ رات میں اور چار سے زیادہ دن میں جائز نہیں ہے۔ حنفیہ امام مالک نے تعدد کی

۸۸/۲ لیکن یہ حصر مانتے ہیں جانبین سے یعنی نہ دو سے کم اور نہ دو سے زیادہ اور ہمارے یہاں حصر صرف جانب اقل کا ہے 805
یعنی دو سے کم جائز نہیں دو سے زیادہ اتفاقاً جائز ہے او تا نرا جائز نہیں ہے۔ اب یہ احناف کے
یہاں افضل کیا ہے امام محمدؒ کے نزدیک چار چار رکعت افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک دن میں چار چار
اور رات کے اندر دو دو افضل ہیں۔ امام شافعی و احمد کی دلیل ہے الصلوٰۃ خیر موضوع الخ اس حدیث
حضرت ابو ذر غفاری نے روایت کیا اور صلوٰۃ کا اطلاق ایک رکعت پر بھی ہے اور اس سے زیادہ پر بھی آتا ہے
امام محمد امام مالک فرماتے ہیں اس روایت کا محمل ایک رکعت نہیں بلکہ کم از کم دو رکعت ہے نیز ابن عبد البر
نے روایت نقل کی ہے حضور نے بتیراء یعنی ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مالکیہ کا استدلال
اس حدیث سے ہے آپ نے فرمایا الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ اور اصل یہ ہے کہ خبر مبتدا پر محصور ہوتی ہے اور
مبتدا خبر پر لہذا معلوم ہوا نماز دو سے نہ کم ہے اور نہ زیادہ اس کا جواب حنفیہ نے دیا ہے کہ
مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ ہمارے یہاں معتبر نہیں ہے خصوصاً اس وقت جبکہ منطوق اس کے
خلاف ہو چنانچہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے ان سے حضور کی نماز کے متعلق جب سوال ہوا تو جواب دیا
چار چار رکعت آپ پڑھتے تھے اور پھر فرمایا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن نیز بہت سی احادیث
سے ثابت ہے چار چار رکعت جائز ہے۔ اس حدیث پاک کے اندر جو لفظ ہیں تشہد تخشع
تضرع تمسکن ان کے اندر دو روایتیں ہیں مصدر کا صیغہ اور امر کا صیغہ حافظ فضل اللہ تورپشتی نے
فرمایا مصدر کا صیغہ ہے امر کا صیغہ کہنا صحیح نہیں ہے لقول ترفعهما الی ربک۔ اس کا قائل حضرت ۲
ابن عباس ہیں لیکن مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوا اس کے قائل عبد الرحمن بن زید بن عبید ہیں

الفصل الثالث :- عن عکرمة قال صلیت عن علقمة قال قال لنا عن ابی هریرة قال صلی بنا 807

۴ ۶ **صلیت** یہ نماز ظہر کی تھی جو مقام بطحاء کے اندر پڑھی تھی۔ اور پڑھانے والے شیخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
ہیں اور چونکہ یہ نماز رباعیہ تھی اس لیے اس کے اندر بائیس ۲۲ تکبیریں تھیں لیکن اس مسئلہ میں اختلاف
ہے کہ نماز کے اندر تکبیریں کہاں کہاں کہی جائیں گی اور دوسرے یہ کہ ان تکبیرات کا کیا حکم ہے
حضرت ابو بکر عمر عثمان ابن مسعود ابن عمر قیس بن عباد ابو ثور۔ اسحاق بن راہویہ ان تمام کے نزدیک بائیس
تکبیریں نماز کے اندر کہی جائیں گی۔ اس کے برخلاف قاسم بن سالم۔ عمر بن عبد العزیز حسن بصری کے
نزدیک نماز میں صرف ایک تکبیر ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے ان لوگوں کے اس مذہب کو امام نووی نے ایسے
ہی نقل کر دیا لیکن علامہ عینی نے مصنف ابن ابی شیبہ سے ان کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ یہ لوگ تکبیر کے
اندر اتمام نہیں کرتے تھے لا یتمون التکبیر کے الفاظ سے انہوں نے نقل کیا اور یہ لفظ عام ہے اس کا
ایک معنی تو یہی ہے کہ وہ ایک ہی تکبیر کہتے تھے اور باقی تکبیروں کو بالکل نہیں کہتے تھے ترک کر دیتے تھے
لیکن دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تکبیریں تمام یعنی بائیس کہتے ہوں لیکن
ان کے الفاظ کو تمامیت اور پورا پورا نہیں ادا کرتے تھے جب دو احتمال ہو گئے تو یقینی طور پر ایک
معنی کو ان کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے جو لوگ صرف ایک تکبیر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں
ابن ابزی کی حدیث سے کہ انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ولم یتم التکبیر اور آپ نے تکبیریں پوری نہیں کیں

807 یعنی صرف تکبیر تحریمہ کی یہ روایت مسند احمد بیہقی وغیرہ میں موجود ہے اور جو لوگ بائیس تکبیرات ۷۷/۲
کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضرت عکرمہ کی اس حدیث سے۔ علامہ طبری نے ابن ابزیٰ کی
حدیث کا جواب ۱ یہ دیا کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری نے جواب ۲ دیا کہ یہ حدیث باطل ہے
امام بیہقی نے جواب ۳ دیا کہ انہوں نے تمام تکبیروں کو نہیں سنا اور دوسرے لوگوں نے سنا چنانچہ دوسری
روایات کے اندر بائیس تکبیروں کا ہونا ثابت ہے ایک اور جواب ۴ امام بیہقی نے یہ دیا کہ یہ بیان
جواز کے بیان کیلئے ایسا فرمایا علامہ کشمیری نے جواب ۵ دیا کہ لا یتم التکبیر جو ابن ابزیٰ کی حدیث
میں ہے غلط ہے بلکہ یہ ثابت ہے لا یتم التکبیر ہے جسکے معنی کوتاہی کرنے کے ہیں یعنی اسلئے کوتاہی
کی تکبیر کے اندر اور یہ کہنے کی وجہ اسلئے پیش آئی تاکہ ان لوگوں پر رد ہو جائے جو صرف ایک
تکبیر کے قائل ہیں حضرت معاویہ اور حضرت عثمان اور زیاد بن ابیہ ان لوگوں نے بھی نماز کے اندر تکبیر کو ترک کیا ہے
لیکن حضرت عثمان نے ترک نہیں کیا اور دوسرے کے ترک میں فرق یہ ہے کہ آپ نے ضعف کی وجہ سے آواز بلند نہیں کی
اور حضرت معاویہ وغیرہ نے اقتداء اور اتباعاً تکبیر کو ترک کر دیا۔ دوسرا مسئلہ تھا کہ تکبیرات کا
کیا حکم ہے جمہور ائمہ کے نزدیک مسنون ہے داود ظاہری۔ ابن حزم۔ اسحاق بن راہویہ امام احمد کے
نزدیک واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کیلئے ہے اور آپ نماز کے اندر
تکبیرات کہتے ہیں لہذا وہ واجب ہونگی امام نووی نے جمہور کی طرف سے جواب دیا کہ حدیث المسیئ کے
809 اندر آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کیلئے کبّر فرمایا لہذا صرف اسکا اندر فرض ہے دوسری حدیث حضرت ابن ابزیٰ کی
جسکے متعلق مصنف نے فرمایا **وقال ابو داود لیس هو بصحیح** لیکن جمہور محدثین مثلاً ابن خزیمہ
811 دارقطنی ابن تیمیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے جسکے اندر ہے ۱۸
811 **واللہ انی لاری من خلفی** ایک جماعت کے نزدیک یہ مجاز پر محمول ہے اور لاری رؤیت قلبی سے ہو
اور اسکے معنی اعلم کے ہیں لہذا یہ مطلب ہوا کہ میں جانتا ہوں اپنے پیچھے کی چیزوں کو بذریعہ الہام یا ۱۴
بذریعہ وحی۔ دوسرے بعض لوگوں کے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے کہ میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا
ہوں اب یہ کیسے دیکھتے تھے اسکی مختلف صورتیں ہیں ۱ گوشہ چشم سے دیکھتے ہونگے لیکن
یہ کوئی جواب نہیں کیونکہ اسکے اندر حضور کی کیا خصوصیت ایسے تو ہم تم بھی دیکھتے ہیں ۲ آپ کی
آنکھوں ہی سے پیچھے کی چیزیں محسوس ہو کر انکو نظر آتی تھیں ۳ سر مبارک کے اندر ایک چھوٹا سا
سوراخ تھا ۴ آپ کے قفاء مبارک کے اندر سوئی کے برابر دو آنکھیں تھیں ۵ اپنی آنکھوں کے
ایسے طور پر مشاہدہ فرماتے تھے کہ سامنے جو اسکی دیوار میں آئینہ کی طرح پیچھے کی چیزیں نظر آتی تھیں

* * *

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ

مصنف علیہ الرحمۃ نے شرائط صلوۃ کے بعد طریق صلوۃ کا ذکر شروع فرمایا اور ایک اجمالی خاکہ باب صفۃ الصلوۃ کے اندر پیش کیا فرمایا اب اسکے بعد یہاں سے خاص خاص ارکان صلوۃ کی تفصیل مستقل ابواب کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے بعد قرأۃ سے پہلے کچھ پڑھا جائیگا یا نہیں؟ سنن سعید ابو منصور میں حضرت ابوبکر کا اثر دارقطنی کے اندر حضرت عثمان کا اثر حضرت علی کا اثر دارقطنی سنن بیہقی کے اندر اور ایسے ہی اور بہت سے صحابہ کی روایات ایسی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ پڑھا جائیگا یہی مذھب ہے امام صاحب صاحبین۔ امام شافعی۔ امام احمد۔ اسحاق بن راھویہ اور داؤد ظاھری کا۔ اسکے برخلاف امام مالک کے نزدیک نماز کا افتتاح قرأۃ سے ہوگا اور قرأۃ سے قبل کچھ نہیں پڑھا جائیگا اور استدلال فرماتے ہیں "حدیث المسئ" سے کہ اسکے اندر آپنے اس اعرابی کو کوئی دعا قبل القرأۃ نہیں سکھائی ہے دوسری ان کی دلیل حضرت انس کی حدیث ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر یفتتحون الصلوۃ بالحمد للہ رب العالمین تو اگر دعائے استفتاح مسنون ہوتی تو آپ اسکو پڑھتے اور "حدیث المسئ" کے اندر ذکر ہوتا۔ جمہور کی دلیل اس باب کے اندر جتنی احادیث ہیں وہ سب ہیں۔ مالکیہ نے جو استدلال کیا حدیث المسئ سے اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے اسکے اندر صرف واجبات کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا دوسرا استدلال حضرت انس کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت انس سے تو خود روایت ہے کہ آپ قرأۃ سے پہلے کچھ پڑھتے تھے لہذا حضرت انس کی حدیث کا مقصد قرأۃ کو بیان کرنا ہے کہ حضور نماز کے اندر قرأۃ کرتے تھے چنانچہ مسلم کے اندر ہے یفتتحون القرأۃ۔ دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعا پڑھی جائیگی تو کونسی دعا پڑھی جائیگی امام صاحب اور آپکے متبعین۔ امام احمد۔ حضرت عمر وابن مسعود وابو سعید رضی اللہ عنہم کی رائے ہے کہ سبحانک اللھم پڑھے۔ امام نووی نے حضرت علی کا مذھب نقل کیا ہے کہ انی وجہت وجہی للذی الخ پڑھے یہی مذھب امام شافعی کا ہے اور ابن المنذر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ تیسرا مذھب اسحاق بن راھویہ۔ امام ابو یوسف۔ ابو اسحاق مروزی۔ ابو حامد شافعی کا ہے کہ دعائے توجیہ اور دعائے تسبیح دونوں کو جمع کرے۔ جو لوگ صرف دعائے توجیہ کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں باب کی دوسری حدیث حضرت علی کی سے الخ۔ اور جو لوگ صرف دعائے تسبیح کے قائل ہیں ان کا استدلال حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ آپ نماز کے اندر سبحانک اللھم الخ پڑھتے تھے اس حدیث کو صاحب مصابیح نے مصابیح کے اندر ذکر فرمایا اور اسکی تضعیف کردی علامہ تورپشتی نے اعتراض کردیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مصابیح کو غلطی واقع ہوگئی ہے ترمذی شریف میں ابو سعید خدری کی ایک حدیث ہے اسکے متعلق امام ترمذی نے تضعیف نقل کی ہے اور پھر حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی اور اسکی تضعیف نہیں کی ایسے ہی یہ روایت بسند صحیح سنن ابی داؤد کے اندر موجود ہے نیز اسپر خلفاء اربعہ کا عمل رہا ہے لہذا اسکو ضعیف قرار دینا ضعیف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دعا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ برسر منبر جہراً پڑھا کرتے تھے تیسرا مذھب جمع بین الدعائین کا تھا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں ابن عمر کی حدیث سے جسکو طبرانی نے اپنی معجم کے اندر نقل فرمایا ہے ایسے ہی ایک روایت سنن بیہقی کے اندر ہے کہ آپ ﷺ جمع کرتے تھے حضرت علی سے بھی جمع نقل کیا گیا ہے اگرچہ اس روایت کے اندر خالد الدالانی ایک راوی ہے جو احادیث کے اندر گڑبڑ کرتا ہے لیکن اسی مضمون کی روایت حضرت جابر سے بسند جید آتی ہے۔ ہمارے نزدیک دعائے توجیہ سے دعائے تسبیح اولیٰ ہے چند وجوہ سے ① حضرت عمر جہراً پڑھتے تھے ② دعائے تسبیح افضل الکلمات پر مشتمل ہے ③ یہ ثنائے محض ہے اور دعائے توجیہ ثنائے محض نہیں ہے ④ دعائے تسبیح کے اندر صفات باری ہیں اور دعائے توجیہ کے اندر صفات عبدیت ہیں ⑤ حضرت عمر جیسے اسکو جہراً

[illegible]

812 پڑھا کرتے تھے ایسے میں اسکو اختیار بھی کر رکھا تھا۔ محقق ابن ھمام فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسکو عوام کے سامنے پڑھتے تھے یہ دلیل ۷۷/۱۵
ہے مختار ہونے کی۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دعاء تسبیح والی حدیث سنداً اصح نہیں بلکہ حضرت علی کی حدیث جس کے
اندر دعاء توجیہ ہے وہ اصح ہے سند کے اعتبار سے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض الاحادیث اگرچہ سنداً اصح ہوں لیکن وہ
راجح ہوجاتی ہیں اپنے غیر پر جیسے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کی دعاء اللھم باعد بینی وبین خطایای یہ روایت سند
کے اعتبار سے حضرت علی کی حدیث سے بھی اصح ہے لیکن یہ راجح نہیں حضرت علی کی حدیث پر۔ حنفیہ کے نزدیک نماز کے اندر
صرف دعاء تسبیح پڑھیگا اسکے علاوہ اور کچھ نہیں۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک دوسری دعائیں جو قرآن سے ماخوذ ہیں
پڑھ سکتا ہے۔ اور ان دعاؤں کو قراءۃ سے پہلے جو پڑھی جاتی ہیں ان کو سراً پڑھیگا۔ اب یہ کہ حضرت عمر جہراً
کیوں پڑھتے تھے اسکا جواب ابھی بتادیا یا آپ نے تعلیماً جہر کیا ہوگا۔

811 **الفصل الاول: عن ابی ہریرۃ قال کان الخ وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الخ**
لیسکت مجرد اور مزید دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے مزید کی صورت میں مصدر اسکا اسکات ہوگا اور اسکے معنی چپ کرانے کے ہیں ۱۸
لیکن یہاں ھمزہ صیرورۃ کیلئے ہوگا یعنی شی کو صاحب الماخذ بنادینا تو اس کا مطلب ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب سکوت ہوجاتے تھے بابی انت وامی یہ فعل مقدر سے متعلق ہیں۔ اپنے آپ کو شارع علیہ السلام پر
فدا کرنے میں کسی کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں البتہ غیر رسول کے مسئلہ میں تین قول ہیں ۱ بلا کراہت کے جائز ہے
۲ مطلقاً ناجائز ہے ۳ علماء صالحین اخیار کیلئے جائز ہے امام عینی نے اول قول کو اصح اور راجح قرار دیا ہے
اللھم باعد حضورؐ نے مبالغہ کیلئے مباعدۃ کو باب مفاعلہ سے بیان فرمایا اور خطایای سے مراد یا تو ماتقدم
خطایا یا لاحقہ خطایا مراد ہیں اول صورت میں مطلب ہوگا کہ میری خطاؤں کی مغفرت کردے اور ثانی صورت میں مطلب
812 ہوگا کہ مجھے بچنے کی کوشش اور توفیق عطا فرما۔ دوسری حدیث حضرت علی کی ہے اسکے اندر تو مطلق اذا افتتح الصلوۃ وارد
ہوا لیکن مسند احمد دارقطنی بیہقی جامع ترمذی کے اندر ہے اذا افتتح الصلوۃ المکتوبۃ وارد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فرائض ۱۹
کے اندر اس دعائے توجیہ کو پڑھنا چاہئے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک صرف سبحانک اللھم پڑھیگا اس حدیث کا جواب علامہ
شوق نیموی دیتے ہیں یہ زیادتی غیر محفوظ ہے ابن دقیق العید نے الامام کے اندر اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ
ایک روایت کے اندر ہے کہ یہ دعاء قیام اللیل کے اندر تھی علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ قیام اللیل
پر محمول ہے صحیح نہیں علامہ علیہ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت علی کی تو کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا لیکن اور دوسری
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تطوع کے اندر اس دعاء کو پڑھتے تھے بہر حال اسکا محمل نماز لیل ہے۔ ابن تیمیہ نے الکلم الطیب
کے اندر فرمایا کہ اسکا محمل رات کی نماز ہے امام مسلم نے بھی باب نوافل اللیل کے اندر اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ **انی**
وجہت وجھی اس کے دو مطلب ہیں ۱ اقبلت بوجھی الیک ۲ قصدت بعبادتی۔ **فطر السموات** فطر کے معنی ۲۰
تخلیق علی مثال سابق کے ہیں اسی طرح حضورؐ نے صیغہ جمع کیساتھ سموات کو اور صیغہ مفرد کیساتھ ارض کو ذکر کیا
ایک تو اس وجہ سے کہ سموات کی انواع مختلف ہیں دوسرے اس وجہ سے کہ جمع شرافت بیان کرنے کیلئے لائے ہیں یعنی
آسمان افضل اور اشرف ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے کیونکہ آسمان سے تمام احکامات کا نفاذ ہوتا ہے امام نووی کے
نزدیک بھی آسمان افضل ہے بعض لوگوں کے نزدیک زمین افضل ہے **حنیفا** اسکے معنی مستقیم کے اور حق کی طرف مائل
ہونے والے کے ہیں **رب** اسکے معنی مالک۔ مدبر۔ سید۔ مربی کے ہیں اگر اسکے مالک یا سید کے معنی مراد لیں تو یہ صفات ۲۰/۲۲

812 ذات سے اور اگر مدبر اور مربی کے معنی میں ہو تو صفات افعال میں سے ہے العالمین یہ علامت سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ وجود ۷۷/۲۲
باری پر علامت ہے یا علم سے ماخوذ ہے کیونکہ ان کے ذریعہ اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے عالم کے معنی مختلف ہیں ۱ کل مخلوق
۲ انسان جنات فرشتے ۳ انسان جنات فرشتے شیاطین ۴ صرف انسان اسکا مصداق ہے ۵ صرف انسان
جنات ۶ زمین و آسمان کے اندر کی تمام اشیاء۔ دعا کے اندر انا من المسلمین کہنا چاہیے اگر انا اول المسلمین کہا تو
بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی والشر لیس الیک اس سے معتزلہ اور قدریہ نے ۷۸/۳
استدلال کیا کہ خالق الشر اللہ تعالی نہیں ہیں اسکے مختلف جواب ہیں۔ جواب ۱ اس جملہ کا مطلب خلیل بن احمد، یحیی ابن
معین، ابو بکر بن خزیمہ، اسحاق بن راہویہ، امام ازہری نے بیان کیا کہ والشر لا یتقرب به الیک۔ جواب ۲ والشر لا یضاف
الیک یعنی محض شر کو منسوب نہیں کیا جائیگا بلکہ مجموعہ شر و خیر کو منسوب کیا جائیگا جواب ۳ الشر لا یصعد الیک۔
جواب ۴ الشر لیس شرا بالنسبة الیک۔ ثم یکون من آخر الخ اس سے معلوم ہوا کہ آپ درمیان میں پڑھتے تھے اور مسلم
وغیرہ کی روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آخر میں پڑھتے تھے ابن قیم نے جمع دونوں کے اندر کیا کہ دونوں وقت پڑھتے تھے
انت المقدم یعنی مطیعین کو مقدم کرنے والے اور عاصیین کو پیچھے کرنے والے ہیں۔

814 عن انس ان رجلا جاء فدخل الصف وقد حفزه النفس فقال اللہ اکبر الحمد للہ الخ ۷۸/۳
ان رجلا ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں رقمطراز ہیں کہ ان کا نام رفاعہ ابن رافع ہے سنن ابی داود ترمذی
میں صراحۃ وارد ہے ابن بشکوال نے بھی تصریح کی ہے طرق حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلوۃ مغرب تھی
اس حدیث پر اعتراض یہ ہوگا کہ حضور نے تین مرتبہ سوال فرمایا صحابہ نے پہلے ہی مرتبہ میں جواب کیوں نہ دیا اسکا جواب یہ ہے کہ
آپ نے سوال لا علی التعیین فرمایا تھا نیز آپ کے رعب کی وجہ سے بھی جواب نہ دے سکے اور یہ بارہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہیں

817 الفصل الثانی عن جبیر بن مطعم انه رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوۃ قال اللہ اکبر الخ ۷۸/۱۰
قال عمرو یہ غلط ہے اور مشکوۃ کے مصنف کو وہم ہو گیا ہے بلکہ اسکے قائل عمرو بن مرہ راوی ہیں علامہ توربشتی فرماتے
ہیں کہ اس حدیث کے اندر نفخ کی تفسیر ادا ہے یعنی نفث و ہمز کی تفسیر اگر حضور کی جانب سے ہے تو علی الراس والعین ہے اور
اگر راوی کی جانب سے ہے تو نفث کی تفسیر شعر کے بجائے سحر کی ہونی چاہیے اور ہمز کی تفسیر بجائے موتہ کے وسوسہ کی
ہونی چاہیے۔ دوسری حدیث حضرت سمرہ بن جندب کی ہے جس کے اندر دو سکتہ ثابت ہو رہے حضرت گنگوہی
فرماتے ہیں کہ اول سکتہ ثنا کیلئے اور ثانی آمین کیلئے ہوتا ہے مولانا انور شاہ سے عرف الشذی کے اندر نقل کیا گیا ہے
کہ نماز کے اندر تین سکتے ہیں تیسرا رکوع سے قبل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک پہلا سکتہ مجمع علیہ ہے
لیکن دوسرے سکتہ کے متعلق علامہ طیبی نے امام صاحب امام مالک سے انکار نقل کیا ہے۔ تیسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے جس میں ہے
هكذا فی صحیح مسلم اس پر اعتراض مقصود ہے مصنف پر کہ یہ حدیث صحاح کی ہے فصل اول میں ذکر کرنی چاہیے تھی
مصنف نے فصل ثانی کے اندر غلط لکھا ہے لیکن جواب یہ ہو سکتا ہے کہ امام مسلم نے اسکو اپنی کتاب کے اندر تعلیقا
ذکر کیا ہے اور تعلیق مسانید کے درجہ میں نہیں ہوتی ہے فصل ثالث کی احادیث مضمون کے اعتبار سے گذر گئی ہیں ۶

باب القراءۃ فی الصلوۃ

822 مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سے قبل باب ما یقرأ بعد التکبیر کا باب باندھا تھا جسکے اندر ان دعاؤں کا ذکر تھا جو قراءۃ سے قبل پڑھی ۲۳
جاتی ہیں اب ان دعاؤں کے بعد قراءۃ کا درجہ ہے اب یہاں سے قراءۃ کا بیان شروع فرماتے ہیں احادیث کے شروع کرنے

پہلے اس باب کے اندر چار مسئلے ہوں گے پھر صرف احادیث کی لفظی بحث اور کچھ فوائد ہوں گے جو تحت الحدیث ذکر کر دیئے جائیں گے

(۱) اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قرأۃ کا نماز کے اندر کیا حکم ہے؟ ابوبکر بن اصم - ابن علیہ - حسن بن حی - محقق بن صالح - سفیان بن عیینہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قرأۃ مسنون ہے - اسکے برخلاف جمہور کے نزدیک قرأۃ فرض ہے - جو لوگ سنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں زید بن ثابت کی حدیث سے بیہقی کے اندر موجود ہے کہ القرأۃ سنۃ ایسے ہی ابو سلمہ اور محمد بن علی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نماز پڑھی اور قرأۃ نہیں کی تو لوگوں نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ نے قرأۃ ترک نہیں کی دیکھی آپ نے فرمایا کہ رکوع سجود کیسا تھا لوگوں نے کہا کہ اچھا تھا اسپر حضرت عمر نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں اسی قسم کی ایک روایت حضرت علی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ فرض نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں نقل فرمایا ہے - اور ان لوگوں کی دلیل عقلی یہ ہے کہ نماز نام ہے افعال کا نہ کہ اقوال کا چنانچہ اگر کوئی اتنا اشد مریض ہے کہ وہ رکوع سجود پر قادر نہیں تو اس کی نماز اس وقت میں معاف ہو جاتی ہے اگرچہ وہ قرأۃ پر قادر ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز افعال کا نام ہے - جمہور کا استدلال قرآن پاک کی آیت سے ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن دوسری جگہ فاقرؤا ما تیسر منہ - ایسے ہی حدیث المسیء کے اندر حضور نے خلاد بن رافع کو فرمایا تھا کہ فاقرأ ما تیسر معک من القرآن اور حدیث المسیء فی باب الواجبات ہے ایسے ہی اس باب کے اندر تمام روایات اسی پر دلیل ہیں کہ قرأۃ واجب ہے جب ہم نے دلائل پیش کر دیئے تو اب ان لوگوں کے دلائل کا جواب سنئے (۱) - انہوں نے حضرت عمر کے اثر سے جسکو ابو سلمہ اور محمد بن علی نے نقل کیا ہے استدلال کیا - اسکا جواب (۱) یہ ہے کہ ان دونوں کا لقاء حضرت عمر سے ثابت نہیں لہذا احادیث منقطع اور منقطع سے فرضیت کی نفی کے لئے استدلال صحیح نہیں ہے - جواب (۲) حضرت عمر نے سراً پڑھا ہوگا جواب (۳) دوسری روایت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اس نماز کا اعادہ فرمایا تھا - دوسری ان کی دلیل حضرت علی کا اثر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر ایک راوی حارث اعور ہے اسکے متعلق علماء نے ضعف پر اجماع کیا ہے تیسری ان کی دلیل زید بن ثابت کی حدیث ہے کہ القرأۃ سنۃ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر وہ قرأۃ معتبر ہے جو سنت سے ثابت ہو - اور انہوں نے عقلی استدلال کیا تھا کہ قرأۃ پر قادر ہونے سے نماز معاف نہیں ہوتی اور رکوع سجود پر قادر نہ ہونے سے معاف ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرأۃ فرض نہیں ہے بلکہ اصل الاصول رکوع سجود ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قرأۃ پر عدم قدرۃ سے اسکے عدم فرضیت پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ بعض دفعہ قعدہ فرض کی وجہ سے رکوع سجود پر بھی قدرۃ نہیں ہوتی تو اس عدم قدرۃ سے یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ رکوع سجود کی فرضیت نہیں ہے -

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی قرأۃ واجب ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک آیت فرض ہے سفیان ثوری - امام احمد - امام اوزاعی سے بھی یہ ثابت ہے (۲) صاحبین کا مذہب ہے کہ تین آیت قلیل یا ایک آیت طویل فرض ہے (۳) صرف سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے یہ مذہب ہے امام مالک امام شافعی - اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے حضرت عمر - عثمان بن العاص ابو ہریرہ سے بھی یہی مذہب مروی ہے - جو لوگ سورہ فاتحہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں وہ عبادۃ بن صامت کی حدیث جو اس باب کی پہلی حدیث ہے ایسے ہی حضرت عائشہ سے مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن ان تینوں سے استدلال کرتے ہیں - امام صاحب کا استدلال آیت کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن ہے اور اس کے اندر تعیین نہیں ہے کہ صرف سورہ فاتحہ متعین ہے اسپر اشکال ہوا کہ آیت حنفیہ کے نزدیک بھی مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی ما دون الآیۃ خارج ہے اور جب ما دون الآیۃ خارج ہے اور یہ مخصوص منہ البعض ہے تو اب ہم اسکے اندر اس حدیث سے جوا

حضرت عبادہ کی حدیث سے تخصیص کریں گے اور ما سوی الفاتحہ کو خاص کریں گے اسکا جواب یہ ہے کہ آپ جو کہا ہے ما دون الآیۃ فارغ ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی جب وہ قرآن میں داخل نہیں ہے تو خارج کیسے کریں گے۔ دوسرا استدلال امام صاحب کا حدیث المسئ ہے۔ تیسرا استدلال وہ روایت ہے جسکے اندر ہے لا صلوۃ الا بقراۃ ولو بفاتحۃ الکتاب۔ تو اس کا خود تجزیہ معلوم ہو رہا ہے کہ چاہے فاتحہ پڑھے یا کچھ اور پڑھے اس سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اس پر یہ اشکال ہوا کہ اس روایت کے اندر ایک راوی جعفر بن میمون ہے جسکی اکابر نے تضعیف کی ہے جواب یہ ہے کہ اسکی تضعیف کرنا غلط ہے وہ ثقہ ہے۔ دارقطنی باوجودیکہ حنفیہ سے متعصب ہیں لیکن اسکے متعلق کہتے ہیں المعتبر بہ۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ روایت لینے میں ان سے کوئی مضائقہ نہیں۔ حاکم بن عبد اللہ مستدرک کے اندر لکھتے ہیں کہ میمون ثقات البصریین۔ ان سے یحیی بن سعید قطان روایت کرتے ہیں اور وہ صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صالح للاحتجاج ہے۔ اسپر دوسرا اعتراض ہوا کہ انہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ لا صلوۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک راوی سے دو قسم کی روایات نقل کی جائیں تو ان کا ایسا محمل تلاش کرنا چاہیے جس سے دونوں کے درمیان جمع ہو جائے لہذا اس قاعدہ کی بناء پر ہم یہ کہیں گے کہ لا صلوۃ میں لا نفی جنس و ذات کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال کیلئے ہے۔ حضرت شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جواب اور جمع کی ضرورت تو اسوقت پیش آتی جبکہ ہم لا بقراۃ فاتحۃ الکتاب کے اندر قراۃ کی اضافت فاتحۃ الکتاب کی طرف کریں اور اگر ہم لا بقراۃ کو جدا الگ پڑھیں اور فاتحۃ الکتاب فما زاد کو الگ پڑھیں تو اسصورت میں مطلب صاف ہو جائیگا کہ نہیں ہے نماز مگر قراۃ کیساتھ۔ خواہ وہ فاتحہ ہو یا اس کے زائد ہو۔ اب ایک اشکال ہمارے مذہب پہ ہے استدلال فاقرؤا ما تیسر منہ پر یہ ہوا کہ یہ صلوۃ تہجد کے متعلق ہے اور صلوۃ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی لہذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ صلوۃ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے متعلق ارکان بھی منسوخ ہو جائیں یعنی رکوع سجود و قیام بھی ختم ہو جائے نیز جب نوافل کے اندر تمہارے نزدیک بھی قراۃ ضروری ہی ہے تو پھر فرائض کے اندر بھی ضروری ہونی چاہیے کیونکہ دونوں کے درمیان قائل بالفصل کوئی نہیں ہے یا تو دونوں جگہ فرض ہونی چاہیے یا دونوں جگہ نہ ہو۔ دوسرا اعتراض اس آیت پر یہ ہوا کہ اسکے اندر ما تیسر میں ما مجمل ہے اور حدیث عبادہ بن صامت لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اسکا بیان ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا دعوی باطل ہے کیونکہ مجمل کہتے ہیں کہ ما لا یمکن العمل الا ببیان المجمل اور یہ تعریف اس پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس پر عمل ممکن ہے بغیر بیان کے۔ نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لا صلوۃ کے اندر لا نفی جنس کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال کیلئے ہے جیسے کہ حضرت جابر کی روایت دارقطنی کے اندر ہے کہ لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد کہ جو مسجد کے قریب رہتا ہے اسکی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں تو یہاں پر سب کے نزدیک نفی کمال کیلئے ہے کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ بغیر مسجد کے اسکی نماز ہو جائیگی ایسے منافقین کے بارے میں قرآن کے اندر ہے لا ایمان لہم اور دوسری جگہ ہے وان نکثوا ایمانہم الخ اس سے معلوم ہوا کہ لا ایمان لہم میں لا نفی اعتبار و کمال کیلئے ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ روایات دو طرح کی ہیں ایک میں ہے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور بعض میں ہے لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب اس سے معلوم ہوا کہ قراۃ فاتحہ کفایت کا درجہ ہے۔ اب لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے اندر دو احتمال ایک یہ کہ لا نفی جنس کیلئے ہو دوسرے یہ کہ نفی کمال کیلئے ہو اور دوسری روایت لا تجزی الخ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ لا نفی ذات و جنس کیلئے ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ آپ نے اس کی نفی ذات مراد لی تو نفی کمال بھی ہو گی لہذا ان کی صورت

میں ماتیسر کی مخالفت میں شدت ہوجائیگی بخلاف حرف نفی کمال کی صورت میں کہ وہاں بھی اگرچہ ماتیسر کے اطلاق کے خلاف ہے لیکن اس مخالفت کے اندر اشد یہ نہیں ہے۔ نیز آپ نے جو روایت ابن خزیمہ کی لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب سے ذکر بیان کیا یہ روایت غیر مشہور ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرآۃ کتنی رکعت کے اندر فرض ہے؟ اسکے اندر مختلف قول ہیں ع۱ امام حسن بصری۔ امام زفر، مغیرہ مخزومی کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں ماتیسر کا امر ہے اور امر لا یقتضی التکرار لہذا صرف ایک رکعت میں فرض رہا ہے۔ ع۲ دو رکعت کے اندر فرض ہے یہ مذہب ہے ابن مسعود حضرت علی۔ اسود بن یزید۔ ابراہیم نخعی۔ سفیان ثوری۔ حضرت امام محمد کا اور امام احمد کی بھی ایک روایت ہے اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اگرچہ امر یقتضی تکرار نہیں اور اسکے پیش نظر ایک ہی رکعت میں ہونا چاہیے لیکن چونکہ دوسری رکعت پہلی رکعت کے ہر اعتبار سے مشابہ ہے اسلئے قیاساً اسکے اندر بھی حکم لگا دیا۔ لیکن اعتراض ہوگا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے اندر تو صلوٰۃ کا اطلاق چار رکعت پر ہوتا ہے لہذا صرف دو میں کیسے قائل ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے اقوال و افعال کو دیکھا جائیگا اور اسکے اندر ابن مسعود اور حضرت علی وغیرہ نے صرف دو رکعت کے اندر پڑھا ہے لیکن چونکہ دوسرے صحابہ سے چاروں رکعت کے اندر ثابت ہے لہذا صرف ایک جماعت کے نہ پڑھنے سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ لہذا ابن محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جو روایت حسن بن زیاد نے حضرت امام محمد سے نقل کی اسپر عمل کیا جائیگا اور وہ یہ کہ اگر اخیر کی دو رکعت کے اندر قرآۃ ترک کر دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا ع۳ امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ اکثر رکعات کے اندر قرآۃ فرض ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل لیکن امام مالک کا صحیح مذہب یہ نہیں ہے ع۴ چاروں رکعات کے اندر فرض ہے امام مالک کا صحیح مذہب امام شافعی کا مذہب امام احمد کی ایک روایت اور حسن بن زیاد نے جو امام صاحب سے نقل کیا ہے اسکا خلاصہ بھی یہی ہے اور استدلال کرتے ہیں لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کہ صلوٰۃ کا اطلاق چاروں رکعت پر ہوتا ہے۔ اب یہ کہ کون سی دو رکعت کے اندر قرآۃ ہوگی اسکے اندر دو قول حنفیہ سے مروی ہیں ع۱ یعنی دو رکعت متعین ہیں ع۲ غیر متعین دو رکعت کے اندر پڑھا جائے لیکن تعیین الاولیین افضل ہے اور بعض کے نزدیک تعیین الاولیین فرض ہے چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کا کیا حکم ہے اس مسئلہ کا نام قرآۃ خلف الامام ہے اور یہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور ائمہ کا اختلاف امام صاحب کے نزدیک مقتدی کو قرآۃ کرنا سری جہری کسی نماز میں جائز نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک سریہ میں مستحب ہے اور جہریہ میں قرآۃ نہیں کریگا۔ امام احمد کے یہاں سریہ میں قرآۃ مستحب ہے اور جہریہ میں نہیں کریگا البتہ اگر امام سے اتنا بعید ہو کہ آواز نہ پہونچے تو اسکو اختیار ہے کہ وہ قرأۃ کرے امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ کہ سریہ کے اندر ہے جہریہ میں نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سریہ اور جہریہ دونوں کے اندر مقتدی قرآۃ کریگا اور یہی ان کے یہاں معمول ہے اس مسئلہ پر امام بخاری نے سب سے پہلے قلم اٹھایا جسکے اندر انہوں نے اپنے زعم کے مطابق مقتدی پر قرآۃ کی فرضیت ثابت کی ہے۔ جو فرضیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں فاقرؤا ماتیسر من القرآن کہ اسکے اندر خطاب عام ہے جسکے اندر مقتدی، امام، منفرد سب داخل ہیں۔ حضرت گنگوہی نے جواب دیا کہ اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہوئی ہے اور سورۂ مزمل مکی ہے لہذا مکہ کے اندر امام اور مقتدی دونوں قرآۃ کرتے تھے اسکے بعد تطویل صلوٰۃ اللیل کے اندر تخفیف کر دی گئی اور اس کے بعد بھی صحابہ کرام قرآۃ خلف الامام کرتے تھے یہاں تک و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الخ نازل ہوئی اسکے بعد قرآۃ منسوخ ہوگئی

قلت ہو قال لیس
فی الکوکب ذکرہ
انہ صلی اللہ علیہ وسلم
عاں [illegible]

دوسری دلیل شافعیہ کی حضرت عبادہ کی یہ حدیث ہے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اور یہ حدیث عام ہے جس کے عموم میں امام ومنفرد کی طرح مقتدی بھی شامل ہے۔ اس حدیث پاک کے حنفیہ کی جانب سے کئی جواب ہیں:

جواب ۱: اس حدیث کا محمل منفرد ہے امام ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے اذا کان وحدہ اس سے معلوم ہو گیا کہ مقتدی اس کے اندر داخل نہیں ایسے ہی امام ابوداود نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے ھذا لمن یصلی وحدہ۔ حضرت امام مالک نے حضرت جابر بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہیں پڑھا تو اسکو چاہیے اعادہ ضروری ہے مگر امام کے پیچھے یعنی اگر وہ بغیر قراءۃ ام القرآن کے نماز پڑھ رہا تھا تو اسکی صورت یہ ہے کہ امام کے پیچھے پڑھے۔ اسی قسم کا مقولہ حضرت ابودرداء سے مروی ہے ما اری الامام الا وقد کفاہم۔ یعنی امام اپنے مقتدیوں کیلئے کافی ہے اور دیگر شواہد بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوا کہ مقتدی اس حدیث کا محمل نہیں۔

جواب ۲: یہی حدیث مسلم کے اندر وارد ہے اور اس میں ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ ~~بفاتحۃ الکتاب~~ بام القرآن فصاعداً۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسا تم نے اس حدیث سے فاتحہ کی فرضیت کو ثابت کیا ایسے ہی فصاعداً کی وجہ سے زیادتی علی الفاتحہ کو بھی فرض کہو حالانکہ فاتحہ کے علاوہ زیادتی کے تم لوگ بھی قائل نہیں ہو جب معلوم ہوا کہ ~~فصاعداً کہنا تو صحیح~~ اس حدیث کا محمل منفرد ہے اور امام ہے۔ اس پر امام بخاری نے اشکال کیا کہ فصاعداً کی زیادتی کیا تو معمر بن راشد متفرد ہے۔ اسکا جواب دیا کہ تفرد کا دعوی غلط ہے بلکہ ان کے بہت سے متابع موجود ہیں چنانچہ سفیان ثوری۔ اوزاعی۔ عبدالرحمن بن اسحاق مدنی۔ شعیب بن حمزہ۔ صالح یہ سب متابع ہیں۔ دوسرا اشکال امام بخاری نے یہ کیا کہ ایک حدیث کے اندر آتا ہے کہ لا تقطع الید الا فی ربع دینار فصاعداً۔ اور یہاں سب کے نزدیک ربع دینار پر قطع ہے زیادتی کسی کے نزدیک ضروری نہیں ہے لہذا جیسے یہاں فصاعداً واجب نہیں ہے ایسے ہی مسلم کی روایت کے اندر ہم قراءۃ فاتحہ کو واجب کہیں گے۔ اور فصاعداً کے واجب کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت گنگوہی جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں تو فصاعداً ہے اسلیے آپ نے قطع ید والی حدیث کے فصاعداً پر قیاس کر لیا لیکن ابوسعید کی ایک روایت میں ما تیسر ہے۔ اور ابوہریرہ کی روایت فاتحۃ الکتاب کے بعد وما زاد اور ایک دوسری روایت میں لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بحمد سورۃ وارد ہوا ہے اس جگہ آپ کیا جواب دیں گے۔ تیسرا اشکال یہ کیا گیا کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعداً اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع میں ہوتا ہے جہاں ماقبل اور مابعد کا مستحب ہو لہذا ام القرآن واجب اور اسکا مابعد یعنی ماعداً مستحب ہوگا۔ حضرت شاہ انور شاہ کشمیری جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع میں ہوتا ہے جہاں ماقبل کا حکم مابعد کی طرف چلتا ہو اگر پہلے کوئی شئ واجب تو مابعد کے اندر بھی اسی شئ کا حکم وجوب ہوگا اور اگر ماقبل کے اندر استحباب تو مابعد کا حکم بھی استحباب کا ہوگا اور دلیلہ کے اندر شیخ رضی کے کلام سے دو مثالیں پیش کیں ایک یہ کہ کسی نے کہا قرأت فی هذا الیوم جزءاً فصاعداً۔ دوسرا یہ کہ بعتہ بدرہم فصاعداً تو یہاں پہلی مثال میں فصاعداً بھی قرأت کے تحت میں داخل ہے یعنی اسکو بھی پڑھیگا ایسے ہی دوسری مثال میں بھی فصاعداً بھی ثمن کے اندر داخل ہے لہذا ایسے ہی حدیث کا اندر بھی ہوگا

جواب ۳: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ حضرت عبادہ کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہے کوئی اسکے حصہ کو کوئی اول کو اور کوئی آخر کو بیان کرتا ہے کوئی وسط حدیث کو بیان کر دیتا ہے اور اسکی وجہ سے یہ متعدد حدیثیں بن گئی ہیں ورنہ یہ تمام احادیث ملکر ایک حدیث مطول ہے چنانچہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن الخ

یہ ایک طویل حدیث ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ پر قرأۃ ثقیل
ہوگئی آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم بھی پیچھے پڑھ رہے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہم
پڑھتے ہیں اسپر آپ نے فرمایا کہ لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب لانہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب او کما قال ع
تو یہاں دیکھئے کہ پہلے تو مطلقاً آپ نے منع فرما دیا اور پھر قرأۃ فاتحہ کی اجازت دی اور استثناء بعد النہی اباحت پر
دلالت کرتا ہے تو اس حدیث سے ایک تو اباحت فاتحہ معلوم ہوئی اور ایک یہ کہ زائد علی الفاتحہ حرام ہے اب آگے
بعد رواۃ نے اس مفصل حدیث کے اندر اختصار شروع کیا حتی کہ صرف لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب باقی رہ گیا
لہذا معلوم ہوا اس پوری حدیث سے کہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے مباح ہے اب اگر تم لوگ اسکے مباح ہونے کو نہیں
مانتے بلکہ وجوب کے قائل ہو گے تو جس حدیث کے اندر فاتحۃ الکتاب کیساتھ فصاعدا کی زیادتی ثابت ہے وہاں
فاتحہ کی طرح زیادتی بھی واجب ہوگی حالانکہ اس حدیث مفصل کے اندر آپ نے لا تفعلوا کے ذریعہ سوائے فاتحہ
کے تمام کو حرام قرار دیا تو اب وہ اس حدیث کے ~~شروع~~ وسط یعنی لا تفعلوا اور آخر یعنی لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے
اندر تعارض ہوگیا ہو جائیگا۔ اسکے بعد حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی حضرت عبادہ تو خود قرأۃ فاتحہ
خلف الامام کے وجوب کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت نافع بن محمود کی روایت ہے کہ ایک
مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت غائب ہوگئے ابو نعیم نے اذان دی اور نماز کھڑی ہوگئی بعد میں عبادہ پیچھے
آکر شامل ہوئے اور قرأۃ کرنی شروع کردی نافع کہتے ہیں کہ میں قریب تھا نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ تم نماز کے
اندر قرأۃ کرتے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور نے نماز پڑھائی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم نے قرأۃ کی انہوں نے
کہا کہ نعم تو آپ نے فرمایا کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ تو یہاں دیکھئے کہ حضرت نافع پر حضرت عبادہ نے
کوئی نکیر نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ تم نے نہیں پڑھی تو اعادہ کرو کیونکہ واجب ہے بلکہ حضرت عبادہ نے
صرف ایک حکایت نقل کردی جس سے معلوم ہوا کہ وہ وجوب کے قائل نہیں ایسے ہی نافع بن محمود بھی قائل نہیں ہیں
اسکے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور بھی برابر سورہ فاتحہ کی قرأۃ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز پڑھائی
اور جہر کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأۃ کی ہے اسپر جواب دیا گیا کہ نعم۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ہوگیا تم کو کہ تم منازعت کرتے ہو میرے ساتھ قرآن کے اندر تو یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ آپکے
امر کے بغیر چل رہا تھا اور آپ نے اسوقت منع فرما دیا۔ اگر آپکے امر کیساتھ ہوتا تو آپ سوال کیوں کرتے کہ تم میں
کسی نے قرأۃ کی ہے یہ تو سب کچھ تفصیل اور سورہ فاتحہ کی ممانعت صلوۃ جہریہ کے اندر تھی ایسے ہی آپ نے صلوۃ
سریہ کے اندر بھی ممانعت فرما دی تھی چنانچہ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ آپ نے ایکمرتبہ ظہر کی نماز پڑھائی
اور اسکے بعد دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ہے ایک نے کہا کہ نعم۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ہوگیا تم کو کہ میری نماز کے اندر تم نے خلجان ڈال دیا اور مخالجت پیدا کردی اور پھر آپ نے اسکو منسوخ
جیسے کر دیا۔ ایسے ہی ابن اکیمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایکمرتبہ آپ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا
کہ کسی نے کچھ پڑھا ہے ایک صحابی نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ منازعت کیوں کی اور دوسری روایت
[illegible] کے اندر ہے کہ میں ام القرآن کو پڑھتا تھا غرضکہ اتنا بالتفصیل یہ سلسلہ ہے اور قرأۃ کا مسئلہ بالتدریج
قرأۃ چلتا رہا ہے اسلئے آخر میں آکر آپ نے اسکو منسوخ فرمایا ہے اب اسپر یہ اشکال ہوگا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا

نعت ہوئی تا ملیس
کی الکی [illegible]
انہ دیکم اللہ علی
[illegible]

ا حضرت عبادہ کی حدیث اور یہ طویل حدیث ایک ہے اسکا جواب ہے کہ ان دونوں کو ایک بتانے کی طرف امام ترمذی اور ابن حبان نے اشارہ کیا ہے ایسے ہی حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے ا حضرت عبادہ کی حدیث اور حدیث مطول ایک ہے۔ شافعیہ کی تیسری دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے ابن ماجہ کے اندر ہے ا کل صلوٰۃ لا یقرأ بام القرآن فہو خداج اول کا قائل اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے تمام لوگوں کو شامل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اوپر کو قبل کے اندر معلوم ہو چکا ا فاتحہ کا پڑھنا بالتدریج منسوخ ہو گیا لہٰذا یہی حدیث اس لئے بھی ناسخ ہوگی۔ ایسے ہی حضرت ابوبکرہ کی حدیث ہے کہ ا میں مسجد میں آیا اور حضور رکوع کر چکے تھے پیچھے ہی شرکت کی اپنے نماز کے بعد فرمایا ا تیری نماز پوری ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں اس سے معلوم ہوا ا قراءۃ فرض نہیں ورنہ آپ اعادہ کا حکم دیتے اس پر ان لوگوں نے اشکال کیا ا یہ ابوبکرہ کی خصوصیت ہے پھر حضرت گنگوہی نے اس کو رد فرما دیا اور کہا ا ابن مسعود۔ ابوبکر۔ ابوہریرہ۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ان تمام سے بھی اسی قسم کی روایات ثابت ہیں ایسے ہی بیہقی کے اندر ہے ا اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجداً فاسجدوا الخ اس سے بھی یہ معلوم ہوا ا مدرک رکوع مدرک رکعت ہے قراءۃ اس پر ضروری نہیں ہے نیز ابن عدی نے الکامل کے اندر حضرت عائشہ کی حدیث ہے اور آمین کا بھی اضافہ کیا لہٰذا آپ کا استدلال اس طرف فاتحہ پر صحیح نہیں بلکہ فاتحہ کی طرح ضم آمین بھی فرض ہونی چاہئے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں۔ چوتھی دلیل ان کی یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں ا کل صلوٰۃ لا یقرأ بام القرآن فہو خداج لیکن ان کے اس مستدل کے جوابات بھی وہی ہیں جو پہلی احادیث کے ہیں نیز اس حدیث کے اندر اگرچہ آمین کی زیادتی ثابت نہیں لیکن غیر مقلدین حضرات کا خاص طور سے یہ پیشہ ہے ا وہ مطلق کو دوسرے مقید کی قید کیساتھ استعمال کر دیتے ہیں لہٰذا ان کے قاعدہ کے مطابق آمین کی زیادتی اس حدیث میں بھی ہم کریں گے پانچویں دلیل ان کی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے ا من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلاثا الخ اس حدیث کے بھی وہی جوابات ہوں گے نیز اتحاد متن کی وجہ سے جو زیادتی آمین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے یہاں پر ہوگا۔ چھٹی دلیل ابو امامہ کی روایت ہے جو اسی مضمون کی ہے اور وہی جوابات ہیں۔ ساتویں دلیل دلیل شافعیہ کی حضرت ابو امامہ کی دوسری روایت ہے جو بیہقی کے اندر ہے ا من صلی بغیر قراءۃ فصلاتہ خداج ہم کہتے ہیں ا اس سے استدلال آپ کیسے کر رہے ہیں دلیل عام ہے اور دعویٰ خاص ہے کیونکہ قراءۃ تو عام ہے خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ ہو۔ اور دعویٰ آپ کا فاتحہ کیساتھ خاص ہے اور اگر ہم آپ کی اس دلیل کو تسلیم کر لیں تو بھی اوپر والے جوابات آپ کے سامنے حاضر خدمت ہیں۔ یہ صحاح دلائل امام شافعی کے تھے جن کے جوابات مکمل ہو گئے ہیں۔ اب حنفیہ کے دلائل عدم وجوب قراءۃ الفاتحہ خلف الامام کے متعلق سنیئے:۔

حنفیہ کی دلیل قرآن۔ حدیث۔ اجماع ہے قرآن پاک میں آتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا علامہ جمال الدین زیلعی نے بحوالہ بیہقی امام احمد سے نقل کیا ہے ا اس کا شان نزول صلوٰۃ کے بارے میں ہے ایسے ہی ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ کے اندر اس قول کو نقل کیا ہے امام بیہقی نے مجاہد سے نقل کیا ہے ا ایک جوان انصاری حضور کے پیچھے قراءۃ کرتا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا شان نزول مکہ کے اندر ہوا تھا۔ اب یہ ا آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے باوجود قراءۃ فاتحہ کی اجازت کیوں دی تھی اسکا جواب ہے کہ آپ کا اجازت دینا معلل بعلۃ تھا اور وہ منازعت ہے یعنی نماز کے اندر ایک قسم کی منازعت سے معلوم ہوئی تھی اسلئے پوری قراءۃ کو منع کر دیا تھا صرف فاتحہ کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں جب تجربہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ا فاتحہ سے بھی منازعت ہوئی ہے

822

٢٨
٢٣

تو فاتحہ سے بھی منع فرما دیا۔ غیر مقلدین نے اعتراض کیا کہ آپ نے جو یہ کلام شافعی نزول کا متعلق بیہقی کی طرف منسوب کیا یہ بیہقی کے اندر باب القراءۃ میں کسی جگہ نہیں ملتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ان کا نہایت بیہودہ ہے کیونکہ باب القراءۃ میں نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی جگہ بھی نہ ہو نیز مجاہد اسمیں کیا تو متفرد نہیں بلکہ ابن داود نے۔ ابن جریر طبری اور دیگر بہت سے لوگوں نے اسکے متابع ~~[illegible]~~ متعدد تابعین کو نقل کیا ہے مگر اس آیت کا تعلق صلوۃ جہریہ سے ہے چنانچہ امام بخاری نے اعتراض کیا کہ اگر اسکا تعلق صلوۃ سریہ کے ساتھ مانا جائے تو غلط ہے کیونکہ وہاں استماع نہیں ہوتا محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اسکے اندر دو چیزیں ذکر کی ہیں ایک استمعوا۔ دوسرے انصتوا۔ اول کا تعلق صلوۃ جہریہ سے اور دوسرے کا تعلق صلوۃ سریہ سے ہے لیکن علامہ کشمیری اس جواب پر راضی نہیں کیونکہ استماع اور انصات دونوں ایک ہیں کیونکہ لغت کے اندر استماع کے معنی کان لگانے کے ہیں لہذا سریہ سے اسکا تعلق نہیں بلکہ جہریہ سے ہے

حدیث مسلم
سلیمان تیمی

دوسری دلیل حنفیہ کی ابو موسی اشعری کی حدیث ہے جو مسلم شریف کے اندر موجود ہے اس حدیث کے اندر ہے واذا قرأ فانصتوا اس پر ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ سلیمان تیمی اسکے ساتھ متفرد ہیں اسکا جواب دیا گیا کہ یہی اعتراض امام مسلم پر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم اس سے زیادہ کسی کو حافظ پاتے ہو یعنی وہ ثقہ اور حافظ ہیں اور ان کی یہ حدیث صحیح ہے اسی وجہ امام مسلم نے اسکا اعتبار کیا نیز ابوبکر اثرم ابن تیمیہ ابن جریر طبری۔ ابن کثیر جمہور حنفیہ۔ حنابلہ۔ مالکیہ اور حافظ زکی الدین منذری ابو زرعہ رازی ان تمام اکابر نے اس کی تصحیح کی ہے ایسے ہی امام نسائی نے اور امام احمد نے بھی تصحیح کی ہے اس حدیث کی۔

متابع

نیز سلیمان تیمی کے دو متابع موجود ہیں ایک سعید بن ابی عروبہ اور دوسرے عمر بن عامر اور ان دونوں کی متابعت کی تخریج امام بیہقی۔ اور ابن بزار وغیرہ نے کی ہے پھر اشکال ہوا کہ ان دونوں کی متابعت کو سالم بن نوح عطار نے نقل کیا ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وہ اتنا گیا گذرا شخص نہیں ہے نیز اسکا متکلم فیہ ہونا ہمارے لئے قادح نہیں ہے۔

حدیث ابی داؤد

تیسری دلیل حنفیہ کی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے ابوداود کے اندر کہ اذا قرأ فانصتوا اس پر امام ابو داود نے اعتراض کیا کہ اسکا راوی ابو خالد احمر اسکو ابن عجلان سے روایت کرتا ہے اور ابو خالد متفرد ہے لیکن یہ غلط اعتراض ہے کیونکہ ابو خالد ثقہ ہونے کے علاوہ وہ قفز القنطرۃ کے قبیل سے ہے۔ جب محدثین کے یہاں یہ کہا جائے کہ فلاں قفز القنطرۃ تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیحین کا راوی ہے اور مسلم و بخاری نے اپنی کتابوں کے اندر اسکی روایت کو لیا ہے لہذا یہ بھی انہی میں سے ہے نیز اسکا متابع محمد بن سعد ہے اور ایسے ہی اسماعیل ابن ابان غنوی۔ اور محمد بن میسر ان دونوں نے بھی متابعت کی ہے اور دونوں کی روایتیں دارقطنی وغیرہ کے اندر موجود ہیں اب ان لوگوں نے کہا کہ یہ ابن عجلان سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ وہ بھی مسلم کے رواۃ استشہاد میں سے ہے اور من قبیل قفز القنطرۃ ہے جب اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ امام کی قراءۃ کے وقت مقتدی کو چاہیئے کہ وہ خاموش سنے خود قراءۃ نہ کرے تو اسپر شافعیہ نے کہا کہ اچھا امام کے سکتات کے درمیان قراءۃ ہونی چاہیئے۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضور کی کسی حدیث کے اندر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اتنی دیر سکتہ فرمایا ہے کہ مقتدی قراءۃ کر لیں نیز سکتات کا اتباع ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ طمانینت سے پڑھے گا تو یقینا امام آگے قراءۃ شروع کر دیگا اور بغیر طمانینت کے قراءۃ آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

من کان له امام
فقراءۃ الخ

چوتھی دلیل حضور کا ارشاد ہے من کان له امام فقراءۃ الامام قراءۃ له حضرت جابر سے ابن ماجہ نے نقل کیا۔ دارقطنی نے ابن عمر اور ابن عباس سے اسکو نقل کیا ہے

فرع ۵۹

822 انس بن مالک سے ابن حبان نے نقل کیا نیز حضرت ابو سعید خدری اور دیگر اصحاب کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔ اب اعتراض 78/۲۳
ہوا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے اندر جابر جعفی ایک راوی ہے جس کی خود امام ابو حنیفہؒ نے تکذیب فرمائی ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ حنفیہ نے صرف اسی سند والی حدیث سے استدلال نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ دوسری سند سے
احادیث مروی ہیں ان سے استدلال کیا ہے مثلاً امام محمد فرماتے ہیں اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسی
بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ
اب دیکھئے اس کے اندر جابر جعفی کا کہیں بھی نام نہیں ہے پھر اعتراض کیا گیا اس حدیث کو صرف تنہا امام ابو حنیفہ نقل
کرتے ہیں دوسرے حسن بن عمارہ آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں چنانچہ دارقطنی نے کہا ان دونوں نے اسکو مسنداً ذکر کیا
اور یہ دونوں ضعیف ہیں اور ہر ایک جماعت کا نام دارقطنی نے ذکر کیا اور کہا ان لوگوں نے اسکو مرسلاً ذکر کیا ہے
اسکا جواب سنئے!۔ اکثر علماء نے حسن بن عمارہ کی توثیق کی ہے ان کو ضعیف کہنا بیجا تشدد ہے ایسے ہی
امام صاحب کے متعلق دارقطنی کا یہ کہہ دینا وہ ضعیف ہیں نہایت بیجا اور تعصب پر مبنی اعتراض ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں دارقطنی کو شرم نہیں آتی اتنے بڑے عالم اور امام الائمہ سید الحفاظ کی طرف ضعف
کو منسوب کرتا ہے حالانکہ خود اپنی کتاب کے اندر منکر اور ضعیف احادیث کو نقل کرتا ہے امام صاحب کی بہت سے اکابر
توثیق فرماتے ہیں اور اگر آپ نفس کلام کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں تو کون سا محدث اور حافظ و امام اس قسم
اعتراض سے خالی ہے امام بخاری۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد اور پھر کتنے ائمہ اور محدثین دنیا میں آئے
مگر ایک بھی کسی کی گرفت سے نہ چھوٹا اور کسی نے کوئی اعتراض کیا ہے ہاں البتہ عبد اللہ بن مبارک ایک ایسی ہستی ہے جو
ناقدین کی ہر قسم کی جرح وغیرہ سے محفوظ ہیں ورنہ سب متکلم فیہ ہیں۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں معاصرین کا
کلام دوسرے کے بارے میں قطعاً معتبر نہیں ہے امام صاحب کے علم سے مشرق و مغرب لبریز ہے۔ نیز امام صاحب اس حدیث کے اندر
تنہا نہیں ہیں بلکہ متابع موجود ہیں چنانچہ امام احمد بن منیع نقل کرتے ہیں حدثنا اسحاق الازرق قال اخبرنا سفیان و شریک
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال الخ اس کے اندر تمام کے تمام ثقہ ہیں چنانچہ امام بیہقی
نے تقریباً اعتراف کیا اور یہ کہہ دیا یہ حدیث ماسوی الفاتحہ پر محمول ہے دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ کیا یہ حدیث
مرسلاً مروی ہے اور حضرت جابر کا ذکر اسکی سند میں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ارسال جب ثقات سے مروی ہو تو معتبر ہیں
نیز صحابہ کی بھی ہے یہ حدیث موید ہے چنانچہ ابن عمر کا فتویٰ موطا کے اندر موجود ہے اور اس کے علاوہ بہت سے صحابہ کے
فتاویٰ موید ہیں اور حضرت جابر کے ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا یہ مرسل ہو جائے نیز امام احمد نے علامہ
کشمیری نے نقل کیا ہے اور حضرت جابر سے پہلے جو حضرت عبد الرحمن بن شداد سند کے اندر موجود ہیں یہ خود بھی
دو بیٹے صحابی ہیں اور مراسیل صحابہ تمام کی تمام معتبر ہیں۔ لیکن واضح رہے علامہ کشمیری کا یہ فرمانا مراسیل
صحابہ معتبر ہیں یہ اس وقت ہے جبکہ وہ صحابی مرویہ کے علاوہ روایۃ بھی صحابی ہو ورنہ اسکی صحابی کی
مرسل کا حکم غیر کی مرسل کے حکم کی طرح ہے۔ فالحمد للہ کہ یہ مسئلہ مسلمہ الاوراق کے مجموعہ و طول کے باوجود
تفصیل کے ساتھ بھی منقح ہو کر سامنے آگیا ہے۔ بس اب صرف احادیث کے اندر لفظی بحث ہے البتہ
فصل ثانی کے اندر ایک بحث اور آتی ہے۔ فقط

محمد سلمان
سہارنپوری ۸۵ھ
۱۹ جمادی الاولیٰ

الفصل الاول

822 عن عبادة بن الصامت الخ عن ابی هریرة[2] من صلی[3] صلوٰة الخ عن انس[1] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸/۲۳

حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث چونکہ امام شافعی کے مستدلات میں سے ہے لہذا اسکی تشریح اور اسکی تفصیلی بحث
823 باب کے تحت گذر چکی اب دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے من صلی صلوٰۃ صلوٰۃ مفعول بہ اور مفعول مطلق دونوں ۲۴
ہوسکتا ہے مفعول مطلق کی صورت میں ترجمہ ہوگا جس شخص نے نماز پڑھی نماز پڑھنا اور مفعول بہ کی صورت میں ترجمہ
ہوگا جو شخص پڑھے نماز۔ اسکی امام شافعی نے استدلال کیا کہ نماز کے اندر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے
ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال آپ کا صحیح نہیں بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا کہ اسکی نماز ناقص ہے اور نماز کے اندر نقصان ترک واجب
سے ہوتا ہے ترک فرض سے تو نماز معدوم ہوجاتی ہے لہذا یہ تو حنفیہ کا عین مدعا ہے غیر تمام بعض نے کہا کہ یہ راوی
کی جانب سے تفسیر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفسیر ہے فقیل لابی هریرة ترمذی شریف
۲۵ کے اندر ہے فقیل لحامل الحدیث اور حامل حدیث حضرت ابوالسائب ہیں۔ حنفیہ نے اس جملے سے بھی استدلال کیا ہے اثبات
پر کہ ان لوگوں کے یہاں فاتحہ کا پڑھنا اتنا شائع ذائع نہیں تھا ورنہ حضرت ابوہریرہ سے یہ کیوں دریافت
کرتے کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو ایسی صورت میں کیا کریں حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا کہ اقرأ بها فی نفسك ۲۵
اسکا ایک مطلب بعض حنفیہ نے یہ بیان کیا کہ تم خاموش رہو تو امام کی جو قرأۃ ہورہی ہے اس کے اندر دل دل میں غور
وفکر اور تدبر کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ خود بھی قرأۃ کرنے لگے۔ لیکن یہ مطلب معتبر نہیں بلکہ اصل مطلب تو یہی ہے
کہ تو بھی آہستہ آہستہ قرأۃ کر۔ لیکن یہ حضرت ابوہریرہ کا جواب صلوٰۃ جہریہ کے اندر تو بالکل نہیں چلیگا
کیونکہ آپ کو ماقبل کے اندر معلوم ہوچکا کہ حضرت علیم کی حدیث سے صلوٰۃ جہریہ کے اندر قرأۃ کا نسخ ہوگیا تھا نیز
دوسری احادیث سے صلوٰۃ سریہ کے اندر بھی قرأۃ سے ممنوع کر دیا گیا لہذا زیادہ سے زیادہ ابوہریرہ کے اس
جواب کو جواز یا استحباب کے درجہ میں رکھا جائیگا۔ تیسری حدیث حضرت انس کی ہے اسکو مولف علیہ الرحمۃ نے
امام مسلم کی طرف منسوب کیا حالانکہ بخاری کے صفحہ ۱۰۳ پر بھی یہ حدیث آئی ہے چنانچہ حافظ جمال الدین زیلعی نے اس کو
صحیح بخاری و مسلم کی طرف اس حدیث کو منسوب کیا ہے اس حدیث سے مالکیہ نے استدلال کیا اسبات پر کہ
بین التکبیر والقرأۃ کوئی دعا نہیں پڑھی جائیگی اسکا جواب ماقبل کے اندر گذر گیا ہے دوسرے مالکیہ اور دوسرے
لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نماز کے اندر فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی جائیگی کیونکہ اس حدیث
کے اندر فاتحہ سے ابتداء کا ذکر ہے لیکن اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور اسکی چند شقیں ہیں۔
اول یہ کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ نماز کے اندر بسم اللہ ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ کہ جہراً پڑھی
جائیگی یا بلا جہر کے تینوں مسئلوں کو غور سے سنیئے۔ مسئلہ اولیٰ۔ بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے میں مختلف
اقوال ہیں۔ اول امام شافعی کا ایک قول ہے کہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے دوم امام شافعی کا دوسرا قول
جسکے یہ آیت تامہ ہے سورہ فاتحہ کی اور بعض آیت ہے بقیہ سورتوں کی سوم امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی بعض آیت ہے اور کسی کا نہیں چہارم آیت وغیرہ نہیں بلکہ محض تبرک اور فصل کیلئے ہے
کسی کا جزء نہیں ہے حنفیہ کا مشہور قول اور ایک ان کی جماعت کا مختار ہے ایسے ہی امام احمد کا راجح القولین ہے
ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ امام محمد ابوحنیفہ کی روایت کا مقتضی بھی یہی ہے پنجم سورہ نمل کا جزء ہے
اور کسی کا جزء نہیں ہے۔ حنفیہ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ

823 نماز کے اندر استعاذہ کرنا ہی فرمایا۔ لیکن شافعیہ اسکا جواب یہ دینگے کہ البسملہ جز و مشترک ہے فاتحہ اور دوسری سورتوں کا 28/25
درمیان اس بناء پر ذکر نہیں کیا۔ اسکا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ جن احادیث کے اندر صرف فاتحہ کہا تو بسملہ
کا ذکر ہے اور وہ آپ کی مستدل ہیں ان کا کیا جواب ہوگا۔ نیز بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ یہ فاتحہ کا جزو نہیں
نیز یزید بن عبد اللہ بن مغفل اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایکبار ان کے ساتھ نماز پڑھی اور زور سے بسم اللہ پڑھی
تو فرمایا کہ اے بیٹے! یہ امر محدث ہے تو اسکو ایجاد مت کر میں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے
وہ لوگ جہراً بسملہ نہیں پڑھتے تھے۔ ایک روایت کے اندر ہے کہ صحیح مسلم و بخاری میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
حضرت جبرئیل نے حضور کو آکر اقرأ باسم ربک الذی خلق سکھائی تو دیکھئے انہوں نے بسملہ نہیں پڑھی اگر جزء ہوتا تو کیسے
ترک کر دیتے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورتوں کا بھی جزو نہیں ایسے ہی اجماع ہے علماء کا اس بات پر کہ سورہ
ملک کی تیس آیتیں ہیں اور وہ بغیر بسملہ کے ہیں ایسے ہی انا اعطینا کی تین آیتیں ہیں بغیر بسملہ کے اور بھی علاوہ اور بہت
سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ البسملہ کسی سورۃ کا جزو نہیں ہے اور سب سے واضح دلیل حضرت ابن عباس کی الحدیث ص۱۹۳ پر آ رہی ہے
جسکے اندر ہے کہ البسملہ محض تبرک اور فصل کیلئے لکھی جاتی ہے حاکم نے مستدرک کے اندر لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیحین کی شرط اولیٰ بناء پر
صحیح ہے اس پر امام نووی نے اعتراض کیا کہ جب فصل و تبرک کیلئے ہے تو سورہ انفال و توبہ کے درمیان کیوں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
ان دونوں کے الگ الگ ہونے میں اشتباہ ہو گیا کہ دونوں سورتیں الگ الگ ہیں یا ایک ہی ہیں اس وجہ سے بسملہ فصل کیلئے
نہیں لائے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر بسم اللہ کا پڑھنا کیسا ہے امام شافعی کے نزدیک واجب ہے امام مالک کے
نزدیک مکروہ ہے حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یہی مذہب جمہور فقہاء و محدثین اور امام احمد کا ہے تیسرا مسئلہ یہ کہ اسکو جہر کے
ساتھ پڑھیگا یا بلا جہر کے امام شافعی کے نزدیک جہر کے ساتھ پڑھیگا امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے حنفیہ کے نزدیک سراً
پڑھیگا اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اسکو اختیار ہے سراً پڑھے یا جہراً اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھیگا

825 **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق الخ** 29/5
اذا امن الامام الخ اسکی علماء نے مختلف مطالب بیان فرمائے مطلب۱ ظاہری مطلب یہ کہ جب وہ آمین کہے تو تم
بھی آمین کہو۔ مطلب۲ آمین کے معنی اگر دعا کے لئے جائیں تو مطلب ہوگا کہ جب امام دعا پڑھے تو تم آمین کہو اور دعا
مراد اھدنا الصراط المستقیم الخ ہے مطلب۳ اذا بلغ الامام موضع التامین فامنوا اور موضع تامین ولا الضالین ہے اس
مطلب سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ اگر امام آمین نہ کہے تو تم بھی (مقتدی) آمین نہ کہے لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک اسکا یہ مطلب اور یہ استدلال
کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا مطلب تو یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم تاخیر نہ کرو یعنی
معیت بیان کرنی مقصود ہے **من وافق تامینہ تامین الملائکۃ** اسکے اندر دو چیزیں قابل 5
بیان ہیں ایک یہ کہ موافقت تامین کا کیا مطلب اور دوسرا یہ کہ ملائکہ سے کون سے ملائکہ مراد ہیں سنیئے!
۱ ابن حبان کے نزدیک موافقت سے اخلاص مراد ہے ۲ اجابت الدعاء کے اندر موافقت ہونی چاہیے۔
۳ اجابت فی الوقت والقول یعنی جو وقت فرشتوں کے آمین کہنے کا ہے اور وہی وقت تم بھی کہو۔ اور تامین ملائکہ
کا مطلب یہ کہ وہ فرشتے اس کیلئے تامین کرتے ہیں یا تامین سے مراد دعا بالطاعۃ ہے کہ اسکے لئے دعا کرتے ہیں۔
اب یہ کہ ملائکہ سے مراد کیا ہیں ۱ ظاہر یہ کہ اس سے حفظہ مراد ہیں ۲ الذین یتعاقبون فیکم باللیل والنہار ملائکۃ
مراد ہیں ۳ ابن بزیزہ کہتے ہیں کہ اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں ۴ ملائکہ آسمان مراد ہیں ۵ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو عرش کے [illegible]

826 عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی قتادة قال الخ وعن ابی سعید الخدری قال کنا نحرز ٧٩ ٨
اقامتہ صفوف سے کے نزدیک مستحب ہے فاذا کبّر فکبروا اس کے اندر فاء تعقیب کا ذکر اختیار کیا ہے اس بات کی طرف کہ امام کی
١٠ تکبیر سے مقتدی کی تکبیر موخر ہوگی اور ایسے ہی تمام اذکار کے اندر تعقیب ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ افعال صلوٰۃ کے
اندر مقارنۃ ہونی چاہیئے یا معاقبۃ۔ اس بات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ تقدیم تو حرام ہے اب رہ گیا معاقبۃ یا
مقارنۃ اس کا تعلق تین اشیاء سے ہے تکبیر تحریمہ۔ اور سلام سے اور باقی تمام ارکان تکبیر تحریمہ کے اندر اگر
امام کے ساتھ مقارنۃ ہے تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی امام مالک امام ابو یوسف امام محمد
ان سب کا یہی مذہب ہے۔ امام صاحب کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی۔ صاحب الرحمن کے اندر لکھا ہے کہ صاحبین
اور امام صاحب کے اندر اختلاف اور روایت ہیں اور علماء نے صاحبین کے قول کو راجح قرار دیا ہے دوسری چیز سلام
اگر اس کے اندر مقارنۃ ہے تو امام احمد و امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اور تقدم دونوں کے یہاں مفسد ہے اور
امام مالک کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے تقدم تو بطریق اولیٰ مفسد ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک تقدم مکروہ ہے لیکن
~~اس صورت میں بھی نماز ہو جائیگی~~ ۔ تیسری چیز بقیہ ارکان ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک مقارنۃ اولیٰ ہے اور امام شافعی
کے نزدیک مقارنۃ مکروہ اور امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے اور تقدم سب کے نزدیک مکروہ ہے

827 مولف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے وفی روایۃ لہ عن ابی ھریرۃ وقتادۃ لہ کی ضمیر مسلم کی طرف راجع ہے لیکن مولف کو وہم ہوگیا ١١
اور مسلم کی طرف نسبت کر دی ورنہ مسلم کے ایک شاگرد نے اس حدیث کے متعلق پوچھا تھا تو امام مسلم نے فرمایا کہ صحیح ہے تو امام
مسلم کی تصحیح کو مولف نے تخریج سمجھ لیا حالانکہ امام مسلم نے اسکی تخریج نہیں کی نیز مصنف نے لفظ وقتادۃ بڑھا دیا حالانکہ
درمیان کے اندر تین واسطے ہیں عن یونس بن جبیر عن حطان الرقاشی عن ابو موسیٰ الاشعری عن قتادۃ الخ

828 دوسری حدیث حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور نے ایک رکعت کے اندر دو سورتیں پڑھیں لیکن علماء کے ١٢
نزدیک ایک سورۃ پڑھنی چاہیئے جمع بین السورتین خلاف اولیٰ ہے صرف فرائض کے اندر۔ نوافل میں بھی خلاف اولیٰ ہے
ابو العالیہ اور شعبی کے نزدیک ایک رکعت کے اندر دو سورتیں نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ مقولہ ہے اعطوا کل شئ حظہ۔
اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کا کیا حکم ہے؟ ضم سورۃ دو حال سے خالی نہیں یا اولیین کے اندر ہے
یا اخریین کے اندر اگر اولیین کے اندر ہے تو امام صاحب عمر بن الخطاب عثمان بن ابی العاص کے نزدیک واجب ہے
امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنت ہے۔ ہمارے فقہاء نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ضم سورۃ ان کے
یہاں فرض ہے لیکن شراح حدیث نے تنبیہ کی ہے کہ ابن شاس مالکی نے امام مالک سے سنیۃ کا قول نقل کیا ہے
حافظ عسقلانی نے ضم سورۃ کا انکار کر دیا اور ابن خزیمہ کی ایک روایت ابن عباس کی نقل کرتے ہیں دلیل کے طور پر
کہ حضور نے نماز پڑھی اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری فرماتے
کہ مجھے اس حدیث کی سند نہیں ملی تاکہ اس پر کلام کر سکوں البتہ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اخیر کی دو رکعت پر محمول
یعنی اول میں آپ نے قراۃ فرمائی اور آخیر کی دونوں رکعتوں میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں
اس حدیث کی سند میں حنظلہ سدوسی ضعیف ہے خود حافظ نے لکھا ہے کہ حافظ ذھبی نے حنظلہ کو ضعفاء کے اندر شمار
کرایا اور دوسرے لوگوں نے تضعیف کی ہے آگے چلکر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے حدیث مطول تھا اور حافظ
کو وہم ہو گیا اور اگر ~~[illegible]~~ اخریین کے اندر ہے تو امام شافعی کے نزدیک ضم سورۃ ہوگا اور جمہور کے نزدیک نہیں ہوگا

828 لیکن امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ضم سورۃ نہیں ہوگا امام نووی فرماتے ہیں یہی قول اصح ہے لیسمعنا آپ بیان جواز ۴۷/۱۲
کیلئے سناتے تھے یا تعلیم امت کیلئے سناتے تھے ویطول فی الرکعۃ اس میں علماء کے تین قول ہیں ۱ صرف فجر
کی نماز کے اندر رکعت اولی طویل ہوگی امام صاحب اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے ۲ تمام صلوات کے اندر رکعت کو طویل کرنا
مستحب ہے امام احمد اور سفیان ثوری کا مذہب ہے ۳ تمام رکعات برابر ہیں یہ امام شافعی کا مذہب ہے ۴ یہ کسی کا مذہب
نہیں ہے کہ رکعۃ ثانیہ طویل ہوگی رکعۃ اولی سے امام مالک فرماتے ہیں لا باس بہ امام صاحب کی دلیل فجر کی رکعت کے طویل کرنے
میں چند احادیث ہیں اور جن سے بقیہ نمازوں کے اندر یا رکعات کے اندر طوالت کا علم ہوا امام صاحب ان کا جواب دیتے ہیں
829 کہ وہ ثناء اور تعوذ وغیرہ پر محمول ہیں تیسری حدیث ابو سعید کی ہے اس سے شافعیہ نے ضم سورۃ فی الاخریین پر استدلال کیا ہے
831 عن جبیر بن مطعم قال الخ ۲ ام الفضل بنت الحارث عن جابر قال کان معاذ بن جبل الخ
ابن عبد البر فرماتے ہیں حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو جاہلیت میں سنا تھا کیونکہ آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور آپ ۱۹
832 بعد اس واقعہ کو ذکر فرمایا دوسری حدیث ام فضل کی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے سورۃ والمرسلات پڑھی اب
اعتراض ہوگا جمہور کے نزدیک مغرب کی نماز میں قصار مفصل اولی ہے اس کا جواب دیا ہے امام طحاوی نے ۱ ممکن ہے ۲۰
منسوخ ہوگیا ہو ۲ یا آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی امام ابو داود وغیرہ نے نسخ کے قول کو اختیار کیا اور امام طحاوی نے
دوسرے قول کو اختیار کیا یعنی آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی حافظ عسقلانی نے ان دونوں پر اعتراض کیا امام ابو داود
پر تو یہ کہ یہ منسوخ و مسبوق نہیں ہو سکتا کہ یہ آپ کی وفات سے کچھ دن قبل کا قصہ ہے اور امام طحاوی پر اعتراض
یہ کہ دوسری روایات کے اندر ایسے الفاظ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے پوری سورۃ پڑھی ہے اس کا جواب
یہ دیا کہ آپ نے بیان جواز کیلئے پڑھی ہوگا۔ جواب ۲ چونکہ آخری عمر کا زمانہ تھا اور رفیق اولی سے ملنے کا وقت قریب تھا
833 معبود سے تلذذ کیلئے بڑی بڑی سورتیں آپ نے پڑھیں۔ تیسری حدیث حضرت جابر کی ہے جس سے ایک ۲۰
بات یہ معلوم ہوئی کہ اطالۃ علی المقتدیین مکروہ ہے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہیے البتہ اگر وہ محصور
مقتدیین کیساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو اسکو اختیار ہے جتنا چاہے طویل کرے بشرطیکہ مقتدی راضی ہوں
دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ مستنبط کیا گیا کہ مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے یہی مذہب
شافعیہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت
معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عشاء کی فرض نماز پڑھکر اپنی قوم میں جاتے اور ان کو بھی نماز پڑھاتے تو ظاہر
حضرت معاذ تو متنفل ہوتے تھے اور ان کی قوم مفترض ہوتی تھی جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں یہ
کیسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض پڑھتے تھے آپ وہاں نفل پڑھتے ہوں گے
اور پھر اپنی قوم میں جاکر فرض پڑھاتے ہوں یہ بھی تو ممکن ہے لیکن دارقطنی کے اندر ہے فانما لہ نافلۃ ولہم
فریضۃ یعنی وہ نماز حضرت معاذ کی نفل اور ان کی قوم کیلئے فرض ہوتی تھی اس کا جواب امام طحاوی نے دیا کہ اس حدیث
کو عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں اور ان سے نقل کیا ہے اسکو ابن جریج اور سفیان بن عیینہ نے ان
میں سے ابن جریج نے تو اس زیادتی کو ذکر کیا لیکن سفیان بن عیینہ نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا اور حدیث
پوری ذکر کی ہے لہذا ابن جریج کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے اسپر حافظ نے اعتراض کیا کہ ابن جریج اقدم سناً ہیں
اور ثقہ ہیں حافظ عینی نے جواب دیا کہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ زیادتی غیر محفوظ ہے نیز ابن جریج کی عادت ہے

833 کہ وہ ہمیشہ زیادہ اپنی طرف سے تفسیر کے طور پر کر دیتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے زیادتی کر دی ہو ۷۹/۲۰
نیز ابن دینار کے اکابر نے اس زیادتی پر کلام کیا ہے بہر حال اگر ہم اس زیادتی کو قبول کر لیں تو پھر یہ سوال ہوگا
عمرو بن دینار کا۔ یا جابر بن عبد اللہ کا۔ یا جریج کا اور یہی زیادہ ظاہر ہے غرض جب یہ ان کی طرف سے
ثبوت سے کام نہیں چلتا کیونکہ حضرت معاذ کی نیت کا ان لوگوں کو کیا علم ہے حافظ نے اعتراض کیا کہ آپؐ کے اس
کلام سے معلوم ہوا کہ زیادتی مدرج ہے حالانکہ حدیث کے اندر عدم ادراج اصل ہے لہذا یہ غیر مدرج ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صرف اس کہنے سے کام نہیں چلے گا اور اگر ہم اسکے عدم ادراج کو تسلیم کر لیں تو یہ منسوخ ہے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اسکا علم دیا ہے بلکہ آپؐ نے بجائے حکم کے انکار فرمایا اور کہا کہ افتان یا معاذ
لہذا ان کا یہ فعل آپ کی اجازت سے نہیں تھا اور حکم کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہے اور شوافع
حنفیہ کے درمیان منشأ اختلاف یہ ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان افعال کے اندر شرکت ضروری ہے
یا متابعت۔ شوافع کے نزدیک شرکت ہے یعنی جیسے امام افعال صلوۃ ادا کر رہا ہے ایسے ہی مقتدی بھی ہے
اور حنفیہ کے نزدیک متابعت ہے اور دلیل اول حضور کا قول الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ہے اور مخالفت امام جب
ہی ہوگی جبکہ مقتدی سے امام اقوی ہو۔ اور دلیل ثانی یہ کہ آپؐ نے صلوۃ الخوف کے اندر فرقہ اول کے بعد فرقہ ثانیہ کو
نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا یہ نہیں کیا کہ فرقہ اول کی رکعت ثانیہ باقیہ کو بھی پڑھا دیتا اگر آپ متنفل ہو کر پڑھاتے

834 عن البراء قال سمعت الخ عن جابر بن سمرة قال الخ عن عمرو بن حريث عن عبد الله الخ عن ابي هريرة ۲۵
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ عشاء کی نماز میں والتین والزیتون الخ پڑھی بخاری شریف کے اندر ہے کہ
آپؐ سفر کے اندر عشاء کی ایک رکعت میں والتین پڑھی جس سے معلوم ہو گیا کہ دونوں رکعتوں کے اندر نہیں پڑھا
امام نسائی کی ایک روایت کے اندر بھی یہی واضح ہوا۔ ابن السکن نے الجوزی سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے پہلی
رکعت کے اندر والتین اور دوسری میں انا انزلناہ پڑھی فرماتے ہیں کہ اگر اس کی عشاء کی نماز مراد ہے تو پھر
تعیین سمجھ میں آ گیا کہ حضرت براء کی اس حدیث کے اندر بھی اول میں والتین اور ثانی میں انا انزلناہ پڑھا ہو
لیکن علامہ عینی کے نزدیک حضرت براء کی حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں

835 کی حدیث کے اندر اختلاف ہے کہ بعض نے اس نماز سے نماز مغرب اور بعض نے نماز عشاء مراد لیا ہے دوسری ۲۶
حدیث جابر بن سمرۃ کی ہے کانت صلوتہ بعدُ ابن قیم کے کلام سے اسکے دو مطلب مستنبط ہوتے ہیں اول یہ کہ
آپؐ فجر کے اندر بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے پھر آپؐ نے تخفیف کر دی دوم یہ کہ آپ فجر کے اندر لمبی لمبی

836 سورۃ اور غیر فجر کے اندر تخفیف کرتے تھے تیسری حدیث کے اندر ہے کہ آپؐ فجر کے اندر واللیل اذا عسعس ۲۷
پڑھا یعنی اس آیت سے آپؐ نماز کے اندر تلاوت شروع فرمائی دوم یہ کہ آپؐ پوری سورۃ پڑھی ہو ۔

837 چوتھی حدیث عبد اللہ بن السائب کی ہے صلی لنا فتح مکۃ کے اندر آپؐ پڑھ رہے تھے آگے حکم حتی جاء ذکر موسیٰ و ہارون اخذتہ ۸۰/۱
یہ شک ایک راوی محمد بن عباد کو ہوا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر سورۃ کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے

838 خواہ عذر ہو یا بغیر عذر کے یہی مذہب جمہور کا ہے امام مالک کے نزدیک بلا عذر کے مکروہ ہے پانچویں حدیث سے معلوم ۴
ہوا کہ آپؐ نماز فجر کے اندر جمعہ کے دن سورۃ الم سجدہ تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت کے اندر ہل اتی علی الانسان کی تلاوت فرمائی
ابن بطال مالکی نقل کرتے ہیں امام شافعی امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ نخعی سے کہ ان دونوں سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے

۸۵/۴

838 امام مالک علیہ الرحمہ سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ سجدہ والی سورۃ کا امام کیلئے پڑھنا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت یہ کہ جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے۔ علامہ شہاب نے لکھا ہے کہ اسپر مداومت کرنی چاہیے لیکن جمہور کے نزدیک اس سورۃ پر مداومت نہ کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مداومت ثابت نہیں ہے حافظ عسقلانی نے نقل کیا کہ طبرانی کے اندر صفحہ ۲۰۶ پر ایک یہی روایت آئی ہے اور اسکے اندر یُدیم کی زیادتی ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ حضور مداومت فرماتے تھے لیکن یہ زیادتی ضعیف ہے۔ اب یہ کہ آپ نے اس سورۃ کو کیوں تلاوت فرمایا اسکا جواب ابن قیم ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس سورۃ کے اندر مبداء و معاد اور آخرت کے احوال کا ذکر ہے اور ان تمام احوال کا وقوع جمعہ کے روز ہوگا تو تذکیر کیلئے آپ پڑھتے تھے ~~[illegible]~~

839 **عن ابن عباس: الفصل الثانی الخ عن ابن عباس الخ ~~[illegible]~~ عن عبید اللہ** ۴۰

اس حدیث کے اندر اشکال ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو واقد سے کیوں سوال کیا باوجود خود واقف الحال ہونے کے اسکا جواب ۱ دیا ملا علی قاری نے کہ لوگوں کی تعلیم کیلئے جواب ۲ یا کثرۃ اشتغال کی وجہ سے آپ کو نسیان ہوگیا تھا اسلئے ابو واقد سے سوال کیا اور ابو واقد کا نام حارث بن مالک ہے دوسری حدیث ابن عباس کی ہے اسکے اندر رکعتی الفجر سے تمام شراح نے فجر کی سنت الاولی ہے اور مسند احمد میں تو یہ آگیا ہے فصل ثانی کی تیسری حدیث ابن عباس کی ہے جس سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ جہر بالبسملہ کرنا چاہیے اسکا جواب دیا کہ اس حدیث سے مطلق افتتاح بالبسملہ معلوم ہوا جہر ثابت نہیں ہوا نیز اگر جہر ثابت مان لیں تو بھی یہ حدیث ضعیف ہے نیز اور دوسری احادیث کے اندر آپ کا سراً پڑھنا ثابت ہے

845 **عن وائل بن حجر قال سمعت الخ عن ابی زہیر النمیری قال خرجنا مع الخ** ۱۴

اس حدیث سے آمین کا مسئلہ ثابت ہوا اور اسکے اندر چند مباحث ہیں ہر ایک کو غور سے سنیئے

بحث اول:۔ لفظ آمین کے اندر کتنے لغت ہیں؟ اسکے اندر پانچ لغت مشہور ہیں اگرچہ اسکے علاوہ اور بھی ہیں ۱ آمین مد کیساتھ ۲ آمین بغیر مد کے ۳ امالہ کیساتھ ۴ آمّین بالمد و بتشدید المیم ۵ آمّین بتشدید المیم و بقصر الالف۔ علامہ عینی اخیر کے دو لغت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں نیز مذاہب اربعہ نے ان دونوں کی تغلیط کی ہے آمّین کی صورت میں امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی شافعیہ کے یہاں بھی دو قول ہیں امام نووی نے صاحب تتمہ سے نقل کیا کہ باطل ہو جائیگی اور امام ابو محمد جوینی نے نقل کیا کہ باطل نہیں ہوگی اور اسکو اصح قرار دیا ہے۔

بحث ثانی:۔ یہ لفظ عربی ہے یا غیر عربی۔ امام عینی فرماتے ہیں کہ افاعیل کے وزن لغت عرب کے اندر نہیں پایا جاتا لہذا یہ عجمی لفظ ہے بعض علماء کے نزدیک سریانی بعض نے عبرانی اور بعض اسکو عجمیین کا معرب بتلاتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ اسکو بالمد پڑھنا اولی ہے یا بالقصر امام نووی جمہور سے نقل کرتے ہیں کہ بالمد اولی ہے قاضی ابن العربی نے قصر کو اولی قرار دیا ہے

845 **بحث ثالث:** اس کے معنی کیا ہیں۔ اول امام نوویؒ جمہور سے اس کے معنی نقل کرتے ہیں اللھم استجب ثانی ولیکن کذالک ثالث اقبل رابع لا تخیب رجاءنا خامس ہی کنز من کنوز العرش۔ سادس ہو اسم من اسماء اللہ تعالی اس کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف جدا ہے سابع لا یقدر علی ھذا غیرک ثامن ہو طابع اللہ یدفع البلاء عنہم تاسع موجب ہے ہمیں آمین کے معنی فلیکن کذالک ہیں ۸۵

بحث رابع: اس کی حیثیت شرعیہ کیا ہے؟ امامیہ (روافض) کے نزدیک یہ بدعت ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ ظاہریہ کے نزدیک اسکا پڑھنا واجب ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ امام کیلئے اسکا پڑھنا سنت اور مقتدی کیلئے پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ امامیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں نہیں ہے لہذا نماز فاسد ہو جائیگی ہم کہتے ہیں کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بھی من القرآن نہیں حالانکہ انکے نزدیک اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور حدیث المسیٔ کے اندر آپ نے اسکو ذکر نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ درجہ وجوب تک نہیں پہنچی ۔۔۔۔۔

بحث خامس: نماز کے اندر کون کون آمین کہیگا؟ اس بات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدی آمین کہیگا۔ البتہ امام کے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں (1) امام شافعی۔ امام احمد اور امام صاحب کے نزدیک امام کہیگا یہی ایک روایت امام مالک کی ہے (2) امام نہیں کہیگا یہ امام مالک کا دوسرا مشہور قول ہے اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے بھی یہی قول نقل کیا ہے (3) امام جہریہ کے اندر نہیں کہیگا سریہ کے اندر کہیگا یہ بھی امام مالک کی ایک روایت ہے

بحث سادس: اس کے اندر اختلاف ہے کہ آمین کو نماز کے اندر مقتدی بالجہر کہیگا یا بالسر۔ امام صاحب۔ امام مالک۔ امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ بالسر کہیگا۔ امام شافعی کا قول قدیم اور امام احمد کے نزدیک بالجہر کہیگا جو لوگ آمین بالجہر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں چند دلائل سے

دلیل اول: یہ مشہور وائل حدیث ہے جسکو امام ترمذی نے سفیان ثوری سے نقل کیا اور وہ اسکو نقل کرتے ہیں سلمۃ بن کہیل سے اور وہ حجر بن عنبس سے اور حجر اسکو روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے۔ **دلیل ثانی:** حاکم اور دارقطنی کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ثم رفع بھا صوتہ وقال آمین۔ اس حدیث کا جواب سنیئے: اسکے اندر ایک راوی اسحاق بن زبریق ہے اس کے متعلق حافظ محمد بن عوف طائی فرماتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ نیز یہ صحاح ستہ کی رواۃ میں سے نہیں ہے لیکن اس کے باوجود حاکم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہ کہدیا کہ یہ صحیح علی شرط الشیخین دوسری علت اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ امام دارقطنی نے نقل کیا ہے کتاب العلل کے اندر کہ اسحاق جس سند کے ذریعہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اسکا متن یہ نہیں کہ اذا قرأ ام القرآن ثم رفع بھا صوتہ وقال آمین بلکہ اسکا متن تو یہ ہے کہ اذا امن الامام فامنوا لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت وہم ہے۔ **دلیل ثالث** ابن ماجہ کے اندر ہے عن بشر بن رافع عن ابن عم ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قال غیر المغضوب علیہم

845

80/14

29

قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول فیرتج المسجد اس استدلال کا جواب سنیئے! اسکے اندر راوی بشر بن رافع ہے اسکے متعلق امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہو لا یتابع علی حدیثہ۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ ضعیف ابن حبان فرماتے ہیں یروی اشیاء موضوعۃ کانہا المتعمد لہا۔ بعض نے کہا یہ مناکیر کو جمع کرتا ہے۔

دلیل رابع:۔ عن ام الحصین انہا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین فسمعتہ وہی فی صف النساء رواہ اسحاق بن راھویہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر اسماعیل بن مسلم المکی راوی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ یہ چار استدلالات امام شافعی کے مع جوابات کے بوجہ اتم پورے ہوگئے ہیں۔

اب حنفیہ کے دلائل سنیئے:۔ دلیل اول:۔ عن وائل بن حجر انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ اس حدیث کو ابوداود طیالسی۔ ابومسلم کجی مسند احمد۔ ابویعلی۔ دارقطنی۔ بیہقی سب نے روایت کیا ہے اسکا مدار شعبہ پر ہے وہ اسکو سلمۃ بن کہیل سے نقل کرتے ہیں اور سلمۃ بن کہیل حجر ابوالعنبس سے اور وہ علقمۃ بن وائل سے اور وہ اپنے باپ وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔ شافعیہ کی دلیل اول کا مدار سفیان ثوری پر تھا جیسا کہ وہاں معلوم ہوچکا اب اس دلیل کے پیش نظر اس جماعت کے لوگ شعبہ کی اس حدیث پر چند اعتراض کرتے ہیں:۔

اعتراض اول:۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر شعبہ کو خطاء واقع ہوئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے سند کے اندر حجر ابوالعنبس کہہ دیا یعنی ابوالعنبس کو حجر کی کنیت قرار دی حالانکہ ان کی کنیت ابوالسکن ہے اور یہ حجر ابن العنبس ہے یعنی عنبس ان کے والد کا نام ہے۔ جواب:۔ شعبہ پر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ وہ ابوالعنبس کہنے میں تو متفرد نہیں بلکہ سفیان ثوری بھی ابوالعنبس کہنے میں شریک ہیں چنانچہ ابوداود کے اندر ابن کثیر کے حوالے سے انہوں نے جو نقل کیا ہے اسکے اندر حجر ابوالعنبس ہے ایسے ہی دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ سفیان ثوری کے دونوں شاگرد محاربی اور وکیع ان کو ابوالعنبس کہتے تھے نیز ان کی کنیت کے ابوالسکن ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابوالعنبس ان کی کنیت نہ ہو بلکہ دونوں ان کی کنیت ہوسکتی ہے۔ نیز ہوسکتا ہے کہ ابوالعنبس کنیت ہو اور ساتھ وہ ابن العنبس بھی ہوں یعنی ہوسکتا ہے کہ ان کے والد کا نام بھی عنبس ہو اور ان کے لڑکے کا نام بھی عنبس ہو جس کی وجہ سے ان کو ابوالعنبس کہنے لگے جیسا کہ حضرت حسین کے والد کا نام بھی علی تھا اور لڑکے کا نام بھی علی تھا لہذا امام بخاری کا یہ اعتراض غلط ہے چنانچہ ابن حبان نے اور [illegible] اور ابن قطان نے اس اعتراض کو رد کردیا۔ اور حافظ عسقلانی نے تلخیص حبیر کے اندر اس غلطی ہونے کو تسلیم کرلیا

اعتراض ثانی:۔ علقمہ کا اضافہ سند کے اندر صحیح نہیں ہے بلکہ حجر ابوالعنبس نے بلاواسطہ حضرت وائل بن حجر سے سنا ہے۔ جواب:۔ اب کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ حجر ابوالعنبس نے جیسے وائل بن حجر سے بلاواسطہ سنا ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے علقمہ سے سنا یعنی دونوں طرح انہوں نے سنا ہے چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدثنا محمد بن جعفر عن شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ وقد سمعت من وائل ایسے ہی ابوداود طیالسی اپنی مسند کے اندر تحریر فرماتے ہیں حدثنا شعبۃ قال اخبرنی سلمۃ بن کہیل قال سمعت حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل قد یحدث عن وائل وقد سمعت من وائل

845

۸۰/۱۲

تو یہ دونوں سندوں کا پتہ چلا۔ انہوں نے علقمہ سے بھی سنا اور براہ راست حضرت وائل سے بھی سنا ہے فلا اشکال

اعتراض ثالث: ۔ شعبہ نے جو اس حدیث میں کہہ دیا۔ قال آمین خفض بہا صوتہ یہ غلط ہے اور صحیح وہ ہے جسکو سفیان نے بیان کیا۔ رفع بہا صوتہ ۔ جواب: ۔ ہم پوچھتے ہیں۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ انہوں نے غلط کہا لہذا رفع والی روایت صحیح ہے حالانکہ سفیان ثوری ۔ اور شعبہ دونوں ہم پلہ اور برابر ہیں لہذا ایک کی حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح کہنا ترجیح بلا مرجح ہے ان لوگوں نے سفیان ثوری کے قول کو راجح قرار دینے کیلئے چند استشہاد پیش کئے ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں۔ مجھے اہل علم بالحدیث کا اختلاف معلوم نہیں یعنی بلکہ اتفاق ہے اس بات پر۔ سفیان کا قول معتبر ہے شعبہ کے مقابلہ میں۔ یحیی بن سعید قطان فرماتے ہیں۔ سفیان کا قول معتبر ہے ایسے ہی یحیی بن معین نے ان کو ترجیح دی اور کہا۔ ہو امیر المومنین فی الحدیث لہذا جب شعبہ اور سفیان میں اختلاف ہو تو وہاں سفیان کا قول معتبر ہوگا لہذا یہاں پر بھی سفیان کی حدیث راجح ہوگی۔

جواب: ۔ جیسے آپ نے سفیان کے متعلق اقوال پیش کیے ہماری طرف شعبہ کے متعلق اس سے کہیں زیادہ اچھے اقوال سنئے: ۔ ابو طالب امام احمد سے نقل کرتے ہیں۔ شعبہ احسن ہیں۔ محمد بن عباس نسائی کہتے ہیں۔ میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ ان دونوں میں اثبت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ سفیان رجل حافظ اور شعبہ ان سے زیادہ اثبت ہیں ۔ علی بن مدینی سے امام ترمذی نے نقل کیا۔ انہوں نے یحیی بن سعید قطان سے سنا ~~[illegible]~~ جبکہ ان سے سوال کیا گیا۔ ان دونوں میں حدیث طویل کے اندر کون جلدی گذرنے والا ہے فرمایا۔ شعبہ جلدی گذرنے والے ہیں اور فرمایا۔ شعبہ کان ابصر بالرجال وکان سفیان صاحب الابواب یعنی حدیث کے اندر شعبہ کو مہارت ہے اور تفقہ کے اندر سفیان کو مہارت حاصل ہے لہذا اسی سے ان لوگوں کا بھی جواب ہو گیا جو کہتے ہیں۔ سفیان کا قول معتبر ہے یعنی تفقہ کے اندر وہ ماہر ہیں لہذا اس کے اندر ان کا قول معتبر ہے اور حدیث کے اندر شعبہ کا قول معتبر ہے ۔ خود سفیان ثوری کہتے ہیں۔ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث

جب ان اقوال کے ذریعہ شعبہ کا راجح ہونا ثابت ہو گیا تو ان لوگوں نے دوسرا طرز اختیار کیا اور کہنے لگے۔ سفیان کی حدیث راجح دوسرے سے۔ اس کا متابع علی ابن صالح موجود ہے جسکی متابعت ترمذی کے اندر موجود ہے ایسے ہی محمد بن سلمہ بن کہیل بھی ان کا متابع ہے اور دونوں ثقہ ہیں ۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ دونوں ثقہ نہیں بلکہ دونوں ضعیف ہیں۔ چنانچہ علی ابن صالح کے متعلق حافظ فرماتے ہیں۔ اوہامات کا مالک ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں۔ منکرات کو جمع کرتا ہے ۔ علامہ جوزجانی فرماتے ہیں۔ ذاھب واھی الحدیث جب ان دونوں کی تضعیف ہو گئی تو کہنے لگے۔ ایک تیسرا بھی متابع موجود ہے وہ علی بن صالح ہے ہم کہتے ہیں۔ یہ علی تو وہی ہے جسکی ہم تضعیف کر کے آئے اور یہ علی نہیں بلکہ علی بالیاء المقصورۃ الالف ہے ان کو وہم ہو گیا اور تیسرا سمجھ گئے ۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں۔ جب شعبہ اور سفیان ثوری کی حدیث کے اندر تعارض ہو گیا تو اب سفیان کی حدیث سے ہم کو جواب دینے کی ضرورت ہے لہذا جوابات سنئے

جواب ۱: ۔ رفع بہا صوتہ کے اندر رفع سے رفع خفیف مراد ہے و لیس المراد منہ القرع العنیف ۔ اور خفض بہا صوتہ کا مطلب جیسے تکبیر کی طرح زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ ایسا۔ ایک دو آدمی سن لیں اور اس کا رفع صوت ثابت نہیں ہوگا چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر ایک دو آدمی آواز سن لیں تو اس کا جہر متحقق نہیں ہوگا

عه الصواب یحیی بن سعید القطان ۱۲ جمیل الرحمٰن

ه شعبہ

ه واہی

ه العنیف ای الشدید

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے اندر ہے حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول اس کا مطلب معلوم ہو گیا کہ تمام لوگ نہیں سنتے تھے نیز فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ آواز جب نکلتی ہے تو فضا کے چاروں طرف پہنچتی ہے اور یہاں صرف ایک طرف نہیں پہنچی تو معلوم ہوا کہ قرع ضعیف ہے وہ صورت محمول ہیں

جواب ۲: علامہ شوق نیموی الحبل المتین کے اندر تحریر فرمایا کہ مد بہا صوتہ سے مراد یہ ہے کہ آپ سانس کھینچتے تھے اس کو بعض نے خفض کہا اور بعض نے رفع کہا لیکن اسکو تعبیر کر دیا۔ نیز اس کی اسناد الاں جہر پر اسود سے بھی ہیں کہ اس کی اسناد اضطراب ہے چنانچہ شعبہ رفع کے بجائے خفض کہتے ہیں۔ طبرانی کی ایک حدیث میں قال آمین ثلاثا وارد ہوا۔ اور نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں ایسے ایک روایت کے اندر رب اغفر لی کی زیادتی ہے تو اس کا معلوم ہو گیا کہ اس کی اسناد اضطراب ہے استدلال صحیح نہیں ہے

جواب ۳: یہ حدیث سفیان احیانا پر محمول ہے یعنی آپ آمین بالجہر کبھی کبھی فرماتے تھے چنانچہ ایک روایت کے اندر ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجہر بہا احیانا لہذا عام حکم حدیث کیلئے اس کا ثابت نہیں ہوگا۔

جواب ۴: تعلیما آپ کبھی جہر کرتے تھے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو امام ابو بشر دولابی نے کنیٰ کے اندر نقل فرمایا کہ مد بہا صوتہ کانہ یعلمنا اس جواب میں اور جواب ثالث میں فرق یہ ہے کہ وہاں تو اتفاقاً خود بخود آمین کہہ دیتے تھے اور یہاں قصداً تعلیم کیلئے آپ آمین کہتے تھے حضرت سفیان کی حدیث کے جواب چار ہو گئے ہیں۔ اب ایک بات سنئے کہ امام بخاری نے اپنے مذہب پر استدلال حضرت عبد اللہ بن زبیر کے اثر سے بھی کیا کہ وہ رفع صوت کرتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ان سے بڑے اکابر حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود ان تمام سے اخفاء ثابت ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ وہ جہر نہیں کرتے تھے۔ نیز امام بخاری نے ایک استدلال یہ کیا کہ آپ نے فرمایا اذا امن الامام فامنوا تو یہاں مقتدی کی تامین امام کی تامین پر موقوف ہے اور امام کی تامین کا علم لوگوں کو جب ہوگا جبکہ امام آمین بالجہر کرے لہذا ثابت ہو گیا کہ جہر ہے

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اذا امن الامام کا مطلب یہ ہے کہ اذا بلغ الامام موضع التامین یعنی جب امام آمین کہنے کی جگہ پر پہنچے تو آمین کہو اور وہ جگہ غیر المغضوب علیہم الخ ہے جب فاتحہ ختم ہوگی تو خود معلوم ہو جائیگا۔ یہ حنفیہ کی دلیل اول سے ما لہا وما علیہا کی تفصیل سب تو بیان کر دی گئی اب دوسری دلیل سنئے

دلیل ثانی: عن سمرۃ بن جندب انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر وسکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیہم الخ تو یہاں سکتہ ثانیہ جو قراءۃ کے بعد ہوتا ہے وہ آمین کیلئے ہوتا تھا اس پر ان لوگوں نے یہ اعتراض کر دیا کہ یہ سکتہ ثانیہ سانس لینے کیلئے ہوتا تھا اور سانس لینے کے بعد امام آمین جہراً کہتا تھا۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ مقتدی کی آمین امام کی آمین پر مقدم ہو جائے کیونکہ آپ کے قول کے مطابق امام اتنے میں سانس لیگا اتنے میں مقتدی تامین سے فارغ ہو جائیگا۔

دلیل ثالث: عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب الخ فقولوا آمین

845 دلیل رابع :- یہ دلیل عقلی ہے کہ آمین دعا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہیں آمین الدعاء۔ ایسے ہی قرآن کے اندر حضرت موسیٰ کی دعا اور حضرت ہارون کی آمین دونوں کو دعا سے تعبیر کیا گیا اور کہا قد اجیبت دعوتکما اور دعا کے اندر اخفاء اور تضرع ہونا چاہیے۔ نیز حضور نے تکبیر میں فرمایا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے بلکہ اسکو تدعون سمیعاً قریباً چنانچہ آہستہ کہنا چاہیے۔ یہ آمین بالجہر کا مسئلہ ہے دلائل ائمہ شافعیہ اور دلائل امام حنفیہ کے مختصر طریقہ پر مکمل ہوگیا۔ دوسری حدیث ابی زہیر نمیری کی ہے جسکے اندر ہے **اوجب ان ختم** یعنی اگر اس شخص نے اپنی دعا کو آمین کے ذریعہ ختم کر لیا تو واجب کر لیا اب یہ کس چیز کو اس کے اندر چند احتمال ہیں۔ جنت مغفرت قبولیت دعا۔ 80/14

847 **عن عائشة قالت الخ وعن عقبة بن عامر قال الخ وعن سلیمان بن یسار وعن عبادة بن الصامت قال الخ** 17

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اعراف کو دو رکعتوں پر تقسیم فرمایا۔ چنانچہ امام احمد کا مذہب یہی ہے حضرت ابوبکر و عمر و سعید بن جبیر و شعبی اور امام شافعی سے بھی یہی مذہب مروی ہے۔ امام مالک سے کراہت نقل کی گئی ہے۔ علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک کو یہ حدیث پہنچی نہیں یا اسکو بیان جواز پر محمول کر لیا

848 محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ نہیں لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے اور اگر کر لیا تو کوئی بأس نہیں ہے۔ دوسری 18 حدیث عقبہ بن عامر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ معوذتین بہترین سورتیں ہیں لیکن یہ حصر حقیقی کے اعتبار سے نہیں بلکہ باب تعوذ کے اعتبار سے خیر ہیں ورنہ القرآن کلہ خیر ہے۔ یہ واقعہ مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان پیش آیا لہذا اگر آدمی کو سفر کے اندر مصیبت ہو تو ان کو پڑھنا چاہیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

853 حضرت عقبہ سے فرمایا **کیف رأیت** یعنی دیکھا دو چھوٹی سورتیں بڑی کے قائم مقام ہوگئی ہیں تیسری 25 حدیث سلیمان بن یسار کی ہے جسکے اندر ہے کہ حضور کی نماز کے زیادہ مشابہ نماز کسی کی نہیں مگر فلاں آدمی کی نماز حضور کی نماز کے مشابہ تھی۔ ب **عن فلان** کے مصداق میں تین قول ہیں ۱ عمر بن عبد العزیز ۲ حضرت علی ۳ عمرو بن سلمة۔ شاہ عبد الغنی نے اس آخری کو راجح قرار دیا ہے۔ اسکے اندر طوال مفصل کا ذکر ہے۔ علامہ سیوطی نے تقریباً بارہ قول نقل کیے ہیں کہ طوال کی ابتداء کہاں سے ہے ۱ سورۂ قتال سے یعنی سورہ محمد سے ۲ سورہ حجرات سے ۳ سورہ ق سے ۴ سورہ جاثیہ ۵ سورۂ فتح ۶ تبارک الذی سے ۷ رحمٰن سے ۸ والضحیٰ سے ~~[illegible]~~ علماء نے فرمایا کہ فجر کے اندر طوال مفصل اور مغرب کے اندر قصار مفصل اور عصر و عشاء کے اندر اوساط مفصل اور ظہر کے اندر بعض نے کہا کہ طوال مفصل اور بعض نے کہا کہ

854 اوساط مفصل پڑھے۔ چوتھی حدیث جسکے متعلق ما قبل میں کلام گزر گیا اسکے اندر آپ نے فرمایا **مالی ینازعنی القرآن** 81/1

منازعت کا مطلب مولانا گنگوہی نے بیان فرمایا کہ آپ اسکو پڑھنے سے روکتے تھے اور قرآن پاک آپکے ذہن شریف سے نکل جاتا تھا تو جو ذوق شوق پڑھنے سے حاصل ہونا چاہیے وہ حاصل نہ ہوسکا۔ مولانا کشمیری نے علامہ باجی سے نقل کیا کہ حضور کو تنہا پڑھنے میں [illegible]

855 **عن ابی ہریرة الخ عن ابن عمر و البیاضی وعن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ وعن ابن عباس الصف فی صلوٰة** 81/5

اس نماز کے متعلق ابو داود و ابن ماجہ کے اندر ہے کہ نظن انہ الصبح۔ ابن عبد البر نے جزم کیا کہ وہ انہ الصبح کو نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس نماز کے اندر ایک شخص نے جہر بالقراءۃ کیا ہے اور دوسری حدیث سے اس کی تعیین معلوم ہوگی کہ اس شخص نے ام القرآن پڑھی تھی اس سے معلوم ہوگیا کہ نماز کے اندر ام القرآن کا مقتدی کو پڑھنا بھی ممنوع ہے

ہل قرأ معی احد منکم اس سے معلوم ہوگیا کہ قراءۃ آپکے اندر سے نہیں ہوئی ورنہ آپ [illegible] اس طرح سوال نہ کرتے 5

۸۱/۵ 855 یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث کے مخالف ہے اور مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ اسکے اندر تو فاتحہ کا جواز معلوم ہوا اور یہاں
ممانعت معلوم ہوئی اسکے متعلق مولانا کشمیری کتاب الاعتبار للحازمی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں حدیث متعدد اور الگ
الگ ہیں لیکن مولانا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور وہاں آپ نے اجازت دیدی تھی لیکن آپ کو پسند
نہیں تھا اسکے بعد آپ کی ناپسندیدگی دیکھکر صحابہ نے قراءۃ کو چھوڑ دیا لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے
دونوں ایک ہیں اب اشکال ہوگا کہ جب دونوں متحد ہیں تو یہاں تو استثناء نہیں ہے اور پہلی حدیث کے اندر الا بفاتحۃ الکتاب
کا استثناء ہے اسکا جواب علامہ نے دیا کہ انتہاء قراءۃ کو بیان کرنا مقصود ہے اسوجہ سے استثناء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب اشکال
ہوا کہ وہ استثناء تو حدیث کا جزو ہے لہذا جزء حدیث کو کیوں ترک کیا اسکا جواب یہ ہے کہ فانتھی الناس اسکے قائم مقام
ہوجائیگا کیونکہ اس استثناء سے اباحت و رخصۃ معلوم ہوئی تھی اور فانتھی الناس سے اباحت رجوع کیا بلکہ اسکی بھی
ممانعت معلوم ہوگئی ہے اسپر امام بخاری نے اعتراض کیا کہ یہ تو مقولہ ہے زہری کا حضرت ابوہریرہ کا مقولہ نہیں ہے۔ شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابوہریرہ کا مقولہ ہے کیونکہ ابوداؤد کے اندر ہے ابن السرح اپنی حدیث کے اندر کہتے ہیں معمر عن الزہری کہ
نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ فانتھی الناس۔ لیکن ابوداؤد کے اندر ہے قال الزہری فانتھی الناس تو اس سے
تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا مقولہ ہے لیکن یہ فاوی مطلب واضح نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا مقولہ ہے کیونکہ بعض
دفعہ شاگرد دوسرے کو سنائی نہیں دیتا تھا تو وہ دوسرے سے پوچھتے تھے کہ استاد نے کیا کہا تو اسپر کہدیا ہوگا قال الزہری۔
اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ان کا مقولہ ہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ زہری نے سینکڑوں صحابہ سے ملاقات کی ہے لہذا ظاہر
856 یہی ہے کہ انہوں نے کسی صحابی سے سنا ہوگا ان کا اپنا مقولہ نہیں ہوگا دوسری حدیث ابن عمر کی ہے جسکے اندر ہے کہ ان ۸
المصلی یناجی ربہ مناجاۃ کے معنی علامہ قاری نے محادثہ و مکالمہ کے معنی بیان کیے ہیں لیکن چونکہ مکالمہ اور محادثہ
مقابل کو چاہتا ہے اور وہ اجسام کا خاصہ ہے اللہ تعالی منزہ ہے ان چیزوں سے ~~[illegible]~~ لہذا اس سے مراد کنایۃ عن القرب ہے
کیونکہ الصلوۃ معراج المومنین مقولہ مشہور ہے لیکن واضح رہے کہ یہ حدیث نہیں کیونکہ [illegible] نے صحاح ستہ یا
حتی کہ موضوعات میں بھی تلاش کیا لیکن نہیں ملی اس سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے کسی حدیث کا ٹکڑا نہیں
بعض نے کہا کہ مناجات رب کا نتیجہ ہے اطمینان قلب اور خشوع و خضوع ہے بعض نے کہا کہ لہذا یہ افضل ہے اور
858 تشویش قلب ہے جہریہ واقعہ نقصان کے اندر پیش آیا۔ تیسری حدیث عبد اللہ بن اوفی کی ہے اس حدیث ۱۱
سے جمہور ائمہ اربعہ نے استدلال کیا کہ جو [illegible] قراءۃ پر قادر نہ ہو تو وہ تسبیحات پڑھے لیکن تسبیح [illegible]
افضل تفصیل ملا ثلاث تسبیح متعین ہیں یا نہیں حنفیہ کے یہاں غیر متعین جو چاہے تسبیح پڑھے اور شافعیہ
کے یہاں اولی یہ تعیین ان کلمات کو پڑھے حنابلہ سے بھی یہی روایت ہے اب یہ کہ ان کلمات پر زیادتی کرے گا
یا نہیں شافعیہ کے یہاں ان کلمات پر زیادتی ضروری ہے دو کلموں کی۔ اور حنابلہ کے یہاں یہاں زیادتی ضروری نہیں
859 محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نے ان کلمات کو پڑھا ہے تو کیسے کافی نہیں ہوگا چوتھی حدیث ابن عباس کی ہے ۱۵
جسکا محمل نوافل ہے کیونکہ اباحت کا مدار تخفیف پر ہے اور اس قسم کی جتنی بھی احادیث ہیں ان سب کا محمل نوافل ہے
862 الفصل الثالث: عن معاذ بن عبد اللہ الجھنی وعن الفرافصۃ بن عمیر الحنفی قال ما اخذت ۲۳
علماء کے نزدیک ایک سورۃ کو مکرر دو رکعتوں میں پڑھنا جائز ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے
864 دوسری حدیث کے اندر من کثرۃ ما کان یقرءہا سے اس کی کثرت نفس الامر مراد ہے جو کہ دو مرتبہ بھی متحقق ہوسکتی ہے اور ۲۷
علماء کے نزدیک طوال مفصل اول ہے ۲۹

باب الرکوع

۵ رکوع کا معنی لغت کے اندر جھکنا ہے آگے اسی میں اور یہی معنی شرعاً بھی معتبر ہیں۔ جمہور کے نزدیک طمانینت رکوع
کے اندر فرض ہے اور یہی حکم سجدہ کے اندر بھی۔ چنانچہ امام طحاوی نے نقل کیا حنفیہ الخ اور جو طمانینت کی
فرضیت میں مشہور ہیں نہیں۔ امام طحاوی کی تخریج ہے وہ اصح یعنی طمانینت واجب ہے ۱۲

۵ **الفصل الاول: عن انس قال الخ عن البراء قال عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم** 868
اقیموا الرکوع والسجود اقامت رکوع و سجود کا معنی اتمام ہے یہاں یاد رکھا جائے کہ دو رکن ہیں
ایک رکوع دوم سجود۔ اول کا اندر تکرار نہیں اور سجدہ کا اندر تکرار ہے اسکی حکمت میں علماء کا دو قول ہیں
ایک فقہاء کا اور دوسرا اہل حکمت کا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے ہم نہیں جانتے کہ [illegible] حکمت ہے اور
اہل حکمت کا بیان ہے جس میں اختلاف ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ عبادت کی غرض تذلل تواضع اور انکسار ہے اور وہ سجدہ
میں حاصل ہوتی ہے لہذا تکرار رکھنا مناسب ہے بخلاف رکوع کے کہ وہ بعض وجوہ سے اور [illegible] اول میں ہے واسطے اور
تکرار کی ضرورت نہیں (۲) پہلا سجدہ تو مثل اول میں ہے جیسا کہ رکوع اور ثانی کہ شیطان کو رسوا کرنے کیلئے ہے کیونکہ
اسنے سجدہ سے انکار کیا تھا (۳) بعض کہتے ہیں کہ سجدہ ثانی شکر کیلئے ہے (۴) علماء نے بیان کیا کہ جب حضرت آدم
علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو فرشتوں نے پہلا سجدہ ادا کیا اور جب اٹھے تو ابلیس کو سجدہ نہ کرتا ہوا
۶ دیکھا تو شکرانہ دوبارہ کیا بعض نے حکمت [illegible] کی ہیئت کے [illegible] ہے دوبارہ کی [illegible] اندر [illegible] 869
۶ **ماخلا القیام والقعود** اس قیام اور قعود سے کیا مراد ہے واضح اندر علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ قیام سے
اعتدال اور قعود سے جلوس بین السجدتین مراد ہے اور یہ [illegible] کی وجہ اسکو ہے یعنی آگے واضح اندر اختلاف ہے یعنی
یہ دونوں رکن طویل ہیں یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ ہیں اور بعض کے نزدیک نہیں۔ منشا نتیجہ یہی دونوں ہیں جو لوگ
واضح نفی ہیں ان کے [illegible] اختلاف ہے اگر طول کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں بعض کے نزدیک فاسد ہو جائیگی اور
بعض کے نزدیک نہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ دونوں یہی مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
قعود بین السجدتین کا ذکر ~~ما خلا~~ ما خلا القیام والقعود سے پہلے کر دیا ہے تو اگر یہاں پر بھی قیام و قعود سے
جلوس بین السجدتین مراد لیا جائے تو لازم آئیگا کہ جس شی کا پہلے اثبات فرمایا انکے بعد اسی کی نفی و استثناء فرماد
لہذا قیام سے مراد قیام للقراءۃ اور قعود سے مراد قعود للتشہد ہے واضح رہے کہ ماخلا القیام والقعود الفاظ بخاری میں ہیں
۶ مصنف کو وہم ہوا۔ **قریباً من السواء** یعنی یہ تمام ارکان تقریباً سب برابر ہی ہوتے تھے۔ بعض نے یہ مطلب
بیان کیا کہ ہر رکن اپنے رکن کے مماثل ہے مثلاً رکوع رکعت ثانیہ کا برابر تھا رکعت اولی کے رکوع کے۔ اور بعض نے کہا کہ
رکعت ثانیہ کا سجدہ رکعت اولی کے سجدہ کے برابر ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپ نے ایسا کیا ورنہ بعض اوقات
۷ آپ نے لمبی طویل قراءۃ کی ہے بس احوال کے مطابق ایسا فرمایا ہے تیسری حدیث انس کی ہے اس حدیث سے بھی طمانینت 870
کو بیان کرنا مقصود ہے۔ جمہور کی تصریح کی بناء پر طمانینت واجب اور امام طحاوی کی تصریح کی بناء پر فرض ہے **اوھم** یہ صیغہ
معروف و مجہول دونوں طرح مروی ہے۔ مجہول کی صورت میں وقع فی الوہم کے معنی میں ہے اور معروف کی صورت میں بمعنی اسقط ہے
۸ **عن عائشۃ قالت الخ و عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبوح** 871
اذا جاء نصر اللہ الخ جب سورہ نازل ہوئی تب آپ نے استغفار کے اندر کثرت شروع کر دی دوسری حدیث بھی اسی سے متعلق ہے ۱۲
۹ **الروح** اس سے مراد (۱) وہ روح جس سے قیام بدن ہے (۲) حضرت جبرئیل (۳) حضرت عیسی (۴) فرشتوں کی ایک جماعت جنکا نام روح ہے
(۵) ملائکہ و بشر کے علاوہ ایک مخلوق ہے جو فضیلت میں ملائکہ سے بڑھی ہوئی ہے علامہ [illegible]

[illegible] السجدہ منہا خلقناکم [illegible] ۲۶ [illegible]

873 **عن ابن عباس قال عن ابی ہریرۃ قال عن ابی سعید قال عن رفاعۃ بن رافع قال** ۸۲ ۱۱

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک سجدہ کے اندر قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حکمت نہی کی یہ ہے کہ قرآن اللہ کی صفت ہے اور قیام
بھی صفات الہی میں سے ہے لہذا قراءۃ قرآن قیام کے مناسب ہے بخلاف سجدہ کے وہ عبادت اور تذلل کی حالت ہوتی ہے حضرت
علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قراۃ کی غرض اسماع المقتدین ہے اور رکوع و سجود کے اندر اخفاء کی حالت ہے
874 لہذا غرض متحقق نہیں ہوگی دوسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے نماز پڑھنے والوں کی تین قسمیں ہیں منفرد۔ مقتدی۔ امام۔ امام طحاویؒ ۱۳
اور ابن عبد البرؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ منفرد تسمیع اور تحمید میں جمع کریگا لیکن یہ اجماع صحیح نہیں بلکہ جمہور کے دو روایتیں ہیں
۱۔ اکتفاء بالتسمیع کریگا یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہیگا فقط۔ ۲۔ اکتفاء بالتحمید کریگا۔ اور امام کے متعلق امام مالکؒ
اور امام صاحبؒ کے یہاں تسمیع ہے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے یہاں ربنا لک الحمد اور سمع اللہ لمن حمدہ میں جمع کریگا۔ مقتدی کے
بارے میں امام شافعیؒ کے یہاں جمع اور دوسرے ائمہ کے یہاں صرف تحمید ہے نیز ربنا لک الحمد کے اندر اسکے علاوہ تین قراءۃ اور ہیں
ربنا ولک الحمد اللھم ربنا لک الحمد۔ اللھم ربنا ولک الحمد۔ اور ان میں سب سے افضل وہ ہے جسکے اندر کلمات سب سے زیادہ
876 ہیں یعنی اللھم ربنا ولک الحمد۔ اسکے بعد ربنا لک الحمد پھر ربنا ولک الحمد اور پھر ربنا لک الحمد تیسری حدیث ابی سعیدؓ کی ہے ۱۴
جسکے اندر ہے **ملأ الارض** یہ کلام تشبیہ پر مبنی ہے **ذا الجد** اس جد کے اندر جمہور کے یہاں جیم کا فتحہ ہے
اور شیبانی نے بکسر الجیم نقل کیا ہے اگر بکسر الجیم ہے تو مطلب ہوگا کہ کوشش والے کو اسکی کوشش نفع نہیں دیگی دوسرا
مطلب ہے کہ جد کے معنی فرار کے ہیں یعنی اسکے لئے بھاگنا ان سے نافع نہیں اور اگر بالفتح ہے تو جد کے معنی
غنی کے ہیں یعنی اسکا غنی اور مالدار ہونا اسکے لئے نافع نہیں ہوگا اور اگر جد کے معنی عظمت کے ہوں تو مطلب ہوگا
کہ عظمت والے کو اسکی عظمت نافع نہیں ہوگی اور آپ کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتا اور اگر اسکے دادا مراد ہوں
تو مطلب ہوگا کہ تیرے دربار میں شرافت نسبی کسی کو کام نہیں دیگی اور ان تمام معانی میں راجح معنی عظمت اور غنی کے
877 ہیں ابن ماجہ کے اندر جو روایت ہے اس سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ اہل جدود کا اسکے اندر تذکرہ ہے چوتھی حدیث ۲۰
حضرت رفاعۃ بن رافعؓ کی ہے جسکے اندر ہے **فقال رجل وراءہ** اس رجل سے مراد خود حضرت رفاعہ ہیں اس حدیث سے تو معلوم
ہوا کہ یہ دعا انہوں نے قومہ کے اندر پڑھی لیکن دوسری روایت میں ہے کہ نماز کے اندر جبکہ ان کو عطسہ پیش آیا تو
اسوقت یہ پڑھی حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ نے جس وقت رکوع سے سر اٹھایا ہو تو ان کو عطسہ پیش آگیا ہوگا

الفصل الثالث

880 **عن عون بن عبد اللہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رکع احدکم الخ** ۸۳ ۱۰

اس حدیث کے اندر اختلاف ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات کا کیا حکم ہے امام صاحبؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سنت
ہیں لہذا سہوا اور عمدا چھوڑنے سے حرج نہیں البتہ عمدا ترک کرنے کی صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمدؒ
کی دوسری روایت یہ ہے کہ یہ واجب ہیں اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے امام احمدؒ کے نزدیک سہوا ترک کرنے کی صورت
میں سجدہ سہو واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی مرتبہ کہنا چاہئے۔ اسحاق بن راہویہ۔ داؤد ظاہری۔ امام احمدؒ کی
مشہور روایت جیسا کہ امام عینیؒ نے لکھا ہے اور ابو مطیع بلخی حنفی کے نزدیک تین مرتبہ ضروری ہے۔ امام صاحبؒ اور
امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور ثوری و اوزاعیؒ اور حضرت عبد اللہ بن وہبؒ کے نزدیک واجب نہیں زیادہ سے زیادہ
دس مرتبہ کہنا مسنون ہے امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ کے اندر سبحان ربی الاعلیٰ
کہیگا اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جو روایات کے اندر ہے سب پڑھ سکتا ہے **ذلک ادناہ** اسکا مطلب ہے کہ ادنی الکمال

880 تین مرتبہ ہے اور ادنیٰ درجہ تین مرتبہ ہیں چنانچہ ابن قدامہ نے مغنی کے اندر یہی تحریر کیا اور حق ادنیٰ کا یہی ہے اور دس ہے ۳
لیکن بعض علماء نے امام محمدؒ سے ادنیٰ کمال دس مرتبہ اور صاحبین نے سات مرتبہ نقل کیا۔ شافعیہ کے یہاں دو روایتیں ہیں گیارہ اور دس

884 **الفصل الثالث: عن شقیق قال ان حذیفة الخ عن النعمان بن مرة الخ** ۱۳

ما صلیت اگر اس جنس صلوٰۃ کی نفی ہے اور یہ ان حقیقۃ صلوٰۃ پائی ہی نہیں گئی تو پھر ولو مت مت کا مطلب ظاہر
ہے کہ فرضیت وہ علی غیر الفطرۃ الاسلام پر ہے اور اگر حقیقۃ نماز تو پائی گئی اور نفی کمال صلوٰۃ کی ہے تو مطلب
ہوگا کہ چونکہ طمانینت واجب ہے اور اس شخص نے ہمیشہ ترک واجب کیا لہذا وہ غیر فطرۃ پر مرا ہے اور اس شخص کی
886 نماز فنی کا اس نے قصد اختیار کیا۔ دوسری حدیث حضرت نعمان کی ہے یہ تابعی ہیں اسوأ السرقة بکسر الراء و بفتحہا ۱۵
دونوں طرح مروی ہے اول صورت میں مصدر اور ثانی صورت میں سارق کی جمع بروزن کفرۃ ہوگی۔

باب السجود وفضله ۱۸

887 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعة** ۲۰

اس حدیث کے اندر جو اعضاء سجدہ کو ذکر کیا ان تمام پر سجدہ کرنا واجب ہے امام احمدؒ کے نزدیک یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
امام صاحبؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف جبہتہ پر سجدہ کرنا فرض ہے یہی دوسری روایت امام شافعی کی ہے۔ حنفیہ کے اندر
اختلاف ہے درمیان ان کے اندر کہ اگر صرف جبہتہ یا صرف انف پر اکتفا کرے تو نماز صحیح ہے یا نہیں۔ جبہہ پر اکتفاء تمام کے نزدیک
جائز ہے اور انف پر اکتفاء بعذر جائز ہے اور بلا عذر کے صاحبین کے نزدیک جائز اور امام صاحبؒ کے نزدیک
جائز نہیں ہے جو لوگ اعضاء سجدہ پر فرضیت کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں امرت آیا ہے وہ یا امر کے ص ۱۲-۵-۶۲
ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صرف سجدہ کرنے کا حکم دیا اور وہ وضع کے اندر صرف جبہہ سے حاصل ہو جاتا ہے اور بقیہ
اعضاء حقیقۃ سجدہ کے اندر داخل نہیں ہیں اور حضور کا مقصود ان سات کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ ان سب
کے ذریعہ سجدہ کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے لیکن اشکال ہوگا یدین کا اطلاق الید کا تک ہوتا ہے لہذا لازم
آیا کہ سجدہ کے اندر الید تک کل کا تمام ہاتھ کو سجدہ کے اندر زمین پر رکھے حالانکہ دوسری حدیث کے اندر اس کی
ممانعت ہے جواب دیا کہ یدین سے باطن کفین مراد ہے لا نکفت الثیاب الخ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ
یہ نماز کے ساتھ مختص ہے کہ صرف نماز کے اندر کراہت ہے لیکن جمہور کے نزدیک نماز اور غیر نماز ہر دو صورت میں ممنوع ہے
لیکن اگر کوئی شخص اپنے کپڑے کو سمیٹ لے تو حسن بصری کے نزدیک واجب الاعادہ ہے اس کی نماز۔ جمہور کے نزدیک
مکروہ ہے اور حنفیہ کے نزدیک اگر تین مرتبہ سمیٹا تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے مکروہ ہے

898 **الفصل الثانی: عن وائل بن حجر قال الخ عن ابن عباس عن حذیفة الخ** ۴۶/۱۴

اذا سجد وضع رکبتیه۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے اگر کوئی شخص سجدہ کرے تو پہلے گھٹنوں کو رکھے یا یدین کو
حضرت عمرؓ۔ ابن مسعودؓ۔ نخعیؒ۔ مسلم بن یسار۔ امام صاحبؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ کے نزدیک پہلے گھٹنوں کو
اور پھر یدین کو رکھیگا۔ امام مالکؒ۔ امام اوزاعیؒ کی رائے یہ ہے کہ پہلے یدین کو اور پھر گھٹنوں کو رکھے اور
دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے جس کو چاہے پہلے رکھ لے۔ جمہور کا استدلال اس
حضرت وائل کی حدیث سے ہے اور امام مالکؒ کا استدلال حضرت ابوہریرہ کی روایت سے۔ جاننا چاہیے کہ
حضرت وائل کی حدیث کا مدار شریک پر ہے اور اس کی سند یہ ہے عن شریک عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن
وائل بن حجرؓ اور شریک متفرد ہیں اس حدیث کے لہذا ابوہریرہ کی روایت قوی ہے۔

٥٤ ۱۴ 898 ہماری طرف سے جواب یہ کہ حضرت وائل کی حدیث راجح ہے چند وجوہ سے اول :۔ حضرت ابوہریرہ کی بروایت کا مقصود واضح نہیں ہے بلکہ اول حدیث ۔ آخر حدیث کے معارض ہے کیونکہ اونٹ پہلے بروک ابل کی نفی کی اور اونٹ کے بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے آگے کے قدموں کو ٹیکتا ہے یعنی اور اسکے آگے کے قدم ہی یدین کہلاتے ہیں تو گویا وضع یدین سے منع فرما دیا اور پھر آگے چلکر وضع یدین کا امر ہے یہی لہذا جب اس حدیث کے اندر اضطراب اور تعارض ہوگیا تو وائل کی حدیث راجح ہوگی حالانکہ بعض نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ اونٹ کے رکبتہ یدین کے اندر ہوتے ہیں لیکن چوپائے کے یدین پاؤں ہیں اور یہ اسکے اندر اونٹ کا رکبتہ بھی ہوتا ہے لہذا اب نہی جو ہوگی وہ رکبہ کی ہوگی اور اس طرح ثابت ہوگیا وضع یدین کا ہے لہذا اب دونوں حدیثوں کے اندر تعارض نہیں ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں ~~حاصل~~ یہ جواب صحیح نہیں ہے ~~کیونکہ~~ بلکہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو پہلے یدین کو رکھتا ہے اور پھر پیچھے کے پیروں کو رکھتا ہے جنکو رکبتین کہتے ہیں اور جب وہ اٹھتا ہے تو پہلے رکبتین کو اور پھر یدین کو اٹھاتا ہے تو آپ نے اسکی اس حیثیت سے منع فرمایا لہذا اگر یہ حیثیت یہاں پیش آئے تو ممنوع ہوگی نیز اسکے رکبتین کو یہ کہنا کہ وہ یدین کے اندر ہوتے ہیں غلط ہے اور لغت کے خلاف ہے آگے چلکر حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہاں پر راوی کو وہم ہوگیا اور اس متن کے اندر قلب کر دیا حقیقۃً متن یہ تھا ولیضع رکبتیہ قبل یدیہ لیکن راوی نے قلب کرکے کہہ دیا ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ چنانچہ ابن ابی شیبہ جو حدیث نقل کی ہے اسکے اندر ہے اذا اراد احدکم ان یجلس فلیضع ~~بیدیہ~~ رکبتیہ قبل یدیہ لیکن اس حدیث کو قلب کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے اندر ایک راوی عبداللہ بن سعید ضعیف ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں احادیث حضرت وائل کی دوسری وجہ یہ راجح ہے امام اسکے متعلق علامہ خطابی نے فرمایا یہ اثبت ہے نیز بخاری ترمذی وغیرہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث متن کے اعتبار سے مضطرب ہے چوتھی یہ کہ عمل صحابہ کبار کے خلاف ہے لہذا ان وجوہ کے پیش نظر حضرت وائل کی حدیث راجح ہوگی اسکے باوجود امام نووی فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں کوئی دوسرے پر راجح ہو ۔ ابن خزیمہ ۔ ابو محمد بن قدامہ ۔ ابوبکر بن المنذر کی رائے ہے کہ یہ حدیث ابی ہریرہ منسوخ ہے اور اسکے لئے ناسخ سعد بن وقاص کی حدیث ہے کہ کنا نضع الیدین قبل الرکبتین ثم امرنا بالرکبتین قبل الیدین حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یحیی بن سلمہ بن کہیل اسکا راوی ضعیف ہے 900

۱۸ لہذا ناسخ نہیں ہوگی ۔ بہر حال ان کے نزدیک ناسخ نہیں لیکن دوسری جماعت نے نسخ کا قول کیا ہے دوسری حدیث 901

۱۹ ابن عباس کی ہے جو اسکے اندر جو دعا مذکور ہے یہ شوافع کے نزدیک بین السجدتین اور حنفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے تیسری حدیث حضرت حذیفہ کی ہے امام احمد کے نزدیک رب اغفر لی دو مرتبہ کہنا ~~واجب~~ فرض ہے اور اس کی زیادتی ~~واجب~~ مسنون ہے جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ کے نزدیک رات کی نوافل پر محمول ہے

902 الفصل الثالث :۔ عن عبدالرحمن بن شبل الخ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۰ حضرت عبدالرحمن کے متعلق علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں تحریر فرمایا ہے کہ ان کی یہی ایک روایت ہے جو مشہور ہے و باقی علاوہ اسکے کوئی روایت نہیں ہے لیکن واضح رہے کہ ان کی ایک اور روایت ~~[illegible]~~ کتاب الصیام کے اندر آرہی ہے اس حدیث کے اندر افتراش سبع کی طرح بیٹھنے کو منع فرمایا اور یہ مکروہ تحریمی ہے ۔ 903 دوسری حدیث کے اندر اقعاء کی حیثیت

۲۲ نماز کے اندر ممانعت فرمائی گئی ہے اور اقعاء کی دو صورتیں ہیں ۱ عقبین کو اپنے الیتین سے ملائے اور رکبتین کو کھڑا کرے اور بعض کے نزدیک کھڑا کرکے اپنے چھاتی سے لگائے اور یدین کو زمین پر رکھے لیکن بعض نے ان دو اجزاء کو کہا

903 ۲ صورت اقعاء کی یہ ہے کہ قدمین پر بیٹھے۔ حضرت امام احمد کے نزدیک دونوں صورتیں مکروہ ہیں لیکن بیہقی کے اندر دوسری صورت مذکور ہے ابن عباس کی حدیث کے اندر اور اس میں ہے ابن عباسؓ فرمایا یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اس حدیث کی بناء پر امام بیہقی نے جمع فرمایا اول صورت مکروہ اور ثانی مکروہ نہیں ہے اور یہی ہے کہ امام نووی اور ابن الصلاح وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے 84/22

باب التشہد 26

تشہد کو تشہد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شہادتین پر مشتمل ہے اور اس کے حکم میں اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں اور امام احمد کے نزدیک دونوں واجب ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ ان کے یہاں اول تو صرف واجب اور دوسرا واجب ہو کر رکن ہے امام شافعی کے نزدیک اول سنت اور ثانی واجب ہے اور ان کی کتابوں میں ہے کہ یہ سنن الجابر میں سے ہے اور اس کی ترک سے ان کے یہاں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے حنفیہ سے دو روایتیں ہیں ۱ دونوں واجب ہیں ۲ اول سنت اور ثانی واجب ہے

906 **الفصل الاول: عن ابن عمرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد الخ** 26

اس حدیث کے اندر دو مسئلے قابل ذکر ہیں۔ ایک اشارہ تشہد کے اندر دوسرے طریق اشارہ اول کا بیان ما قبل میں آچکا اور ثانی کے متعلق سنیئے:۔ طریق اشارہ کے اندر صحیح مالکیہ کی روایت امام مالک سے جس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ فرماتے ہیں اوجز المسالک مدینہ کے اندر مالکیہ کا جو عمل دیکھا وہ بسط ہے۔ امام محمد کے یہاں تحلیق ہے شافعیہ کے یہاں عقد ہے اور یہی ایک روایت حنابلہ کی ہے دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ بسط ہے۔ حنفیہ کا یہاں چونکہ تحلیق ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ابہام کے سرے کو سبابہ وسطی کے سرے سے لگائے دوسرے یہ ابہام کے سرے کو وسطی کے درمیانی پورے پر لگائے اور شافعیہ کے یہاں عقد ہے اس کی ان کے یہاں تین صورتیں ہیں ۱ تیئیس ۲۳ کا ۲ ترپن ۵۳ کا ۳ ابہام اور سبابہ دونوں کو چھوڑ دے رکھے۔ عقد تیئیس ۲۳ کا مطلب یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو وسطی کی جڑ سے لگائے اور ترپن ۵۳ کے عقد کا مطلب یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابہ کی جڑ سے لگائے۔ اور ان تمام صورتوں میں خنصر بنصر وسطی تینوں بند رہیں گی

909 **عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ الخ** 85/4

چونکہ یہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ تمام اکابر سے اکبر ہے اس کے لئے سلام سب سے زیادہ لائق ہونا چاہئے تو اس بناء پر اور اپنے اس زعم کے مطابق انہوں نے نماز کے اندر اللہ تعالیٰ پر سلام کو بھیجا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور علت بیان فرمائی **ان اللہ ہو السلام** یعنی وہ تو خود دوسرے پر سلامتی نازل کرنے والا ہے وہ تمہارے سلام کا محتاج نہیں ہے **السلام علی فلان** ابن ماجہ کی روایت کے اندر یہ زیادتی ہے السلام علی جبرئیل السلام علی فلان حضور نے دعا بتلائی کہ یہ پڑھا کرو تشہد کے اندر **التحیات** اس سے عبادات قولیہ مراد ہے اس کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ~~[illegible]~~ ۱ سلام مراد ہے ۲ عظمت ۳ بقاء مراد ہے ۴ سلامتی من الآفات ۵ ملک ۶ یہ مشترک معنوی ہے ان تمام معانی مذکورہ میں **الصلوات** اس سے عبادات بدنیہ مراد ہے بعض نے کہا ۱ مطلق نوافل مراد ہیں ۲ صلوات خمس مراد ہیں ۳ العبادات مطلقاً ۴ دعائیں مراد ہیں ۵ رحمت ۶ التضرع یہ سب اس کے معانی ہیں **الطیبات** وہ اچھا قول ہے کہ ذریعہ ثناء بیان کی جائے ۲ الاقوال الحسنۃ کا دعاء والثناء ۳ افعال حسنہ مراد ہیں ۴ عبادات مالیہ مراد ہیں **السلام علیک** یہاں ایک اشکال ہے کہ نماز کے اندر انسان کو خطاب جائز نہیں ہے لہذا یہاں حضور کو خطاب کیوں کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اب سوال پیدا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حیات نہیں ہیں لہذا صیغہ خطاب کے بجائے صیغہ 8

بصیغہ غائب استعمال کرنا چاہیے چنانچہ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ صیغہ غائب کب تک ~~وفات~~ ہوگا لیکن جمہور امت اور صحیح خطاب کیا تو پڑھتے کہ قائل ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ کرام سفر حضر ہر جگہ غرضیکہ جہاں بھی صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے تو درود شریف کے اندر صیغہ خطاب استعمال کرتے تھے لہذا معلوم ہوا کہ اس کیلئے قریب ہی ہے کہ آپ حیات ہوں۔ لیکن علامہ سعید کو اس کے اندر اشکال ہے کہ حضور کی حیات کے اعتبار سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس کا جواب یہ ہوگا کہ آپ کے خفاء نقل کرتے ہیں یا دوسرا جواب یہ ہوگا کہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ حی اور حی کو خطاب ہو سکتا ہے فقہاء نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کیلئے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ آگے بڑھیے خدا سے بڑھ سکتا ہے کہ تجلی ظاہر ہوئی اور حضور کی طرح ہو کر پہنچے تو ٹھہر گئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ آگے آپ ہی جائیے جبرئیل نے عرض کیا جب آگے بڑھتے تو بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ التحیات للہ والصلوات والطیبات پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور نے سوچا آپ نے کہا کہ اس سلام و رحمت کے اندر اپنی امت کو بھی شریک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو تو ~~[illegible]~~ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یہ کلام سنکر فرشتوں نے کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ تو یہ پورا کلام حکایۃ ہے اس کلام کی اور کلام حکائی کے اندر حکایت والے کلمات کی رعایت ہوتی ہے اس وجہ سے السلام علیک آج تک سب لوگ کہتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ تشہد کے بعد کونسی دعا پڑھے امام صاحب امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ دعا جو مشابہ بالقرآن ہو اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ دعا پڑھے جو مشابہ بکلام الناس نہ ہو اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ثم لیتخیر من الدعاء یہ حدیث تشہد ابن مسعود کی تھی دوسرا ہے تقریباً چوبیس صحابی سے مروی ہے دوم تشہد ابن عباس کا ہے اور تیسرا تشہد ابن عمر کا ہے امام صاحب امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک تشہد ابن مسعود مختار ہے امام شافعی کے نزدیک تشہد ابن عباس اور امام مالک کے نزدیک تشہد ابن عمر مختار ہے لہذا یہ سب اختلاف اختیاری ہے ورنہ یہ سب کے نزدیک جائز ہے کہ نماز میں جسکو پڑھیگا درست ہے اور یہ جو حضرت عمر نے فرمایا کہ ابن مسعود کے بعد وہ کلام تشہد ذکر وہ بھی سب غلط ہیں۔ شوافع کہتے ہیں کہ ابن عباس کے تشہد میں المبارکات کی زیادتی ہے جو ثواب کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے نیز حضرت ابن عباس احدث صحابہ میں ہیں اور ان کی حدیث کی سند اسناد حجازیہ میں ہے اور ابن مسعود کی حدیث کی سند کوفی ہے اور اسناد حجازیہ مقبول ہیں اسناد کوفی کے مقابلہ میں اور احدث ہی راجح ہوتی ہیں لیکن حافظ علامہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا سب ایسا ہی ہے کہ اسناد حجازی راجح ہوتی ہیں ہر ہر اور احدث صحابہ کا قول اکثر معتبر ہے احدث کے مقابلہ میں معتبر ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تمام اسانید صحیحہ خواہ حجازی ہوں یا کوفی سب معتبر ہیں۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے تشہد کے اندر الزاکیات کی زیادتی ہے اور وہ اسکو منبر پر لوگوں کو پڑھکر سناتے تھے اور سکھاتے تھے اس وجہ سے وہ راجح ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود کا تشہد راجح ہے اور وجہ ترجیح تعداد دس اول ابن مسعود کی حدیث متفق علیہ ہے بخلاف ابن عمر کی حدیث کے کہ وہ موقوف ہے اور ابن عباس کی حدیث منفرد بہ مسلم ہے دوم تشہد ابن مسعود کے اندر کسی کا اختلاف نہیں بخلاف تشہد ابن عباس و ابن عمر کے۔ سوم اکثر محدثین نے ابن مسعود کے تشہد کو راجح قرار دیا ہے امام ترمذیؒ فرمایا کہ وبہ قال اکثر اہل العلم۔ ابوبکر بزار نے فرمایا کہ بیس سے زیادہ طرق سے یہ مروی ہے اور راجح ہے چہارم اس کے اندر تعلیم ہے اسی طرح علامہ جمال زیلعی

٨٥/٨ اعتراض کیا کہ ابن عباس کی حدیث میں بھی تو تعلیمی واقع ہوا ہے لہذا ان کا تشہد کہنا بھی تعلیم ہوئی محقق ابن ہمام ٩٠٩
جواب دیتے ہیں کہ تعلیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم مع اخذ الکف ہے یعنی حضورؐ نے ابن مسعود کا باقاعدہ ہاتھ پکڑ کر تشہد
سکھایا ہے پنجم ابن مسعود کے تشہد میں تلقین ہے چنانچہ بھی وارد ہے لفظ لقنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ششم ابن مسعود
کی موافقت ابو سعید خدری، حضرت معاویہ وغیرہ نے کی ہے جبکہ ان کے اندر حضرت سلمان نے موافقت کی ہے اور سنن بیہقی
کے اندر اسکے قریب الفاظ موجود ہیں ہفتم اسکے اندر واو کا اضافہ ہے اور یہ استقلال کلام پر دلالت کرتا ہے
اور جملہ مستقلہ کے اندر الفاظ ثناء زیادہ پایا جاتا ہے ہشتم ابن مسعود کی حدیث میں السلام معرفاً ہے علامہ جمال زیلعی
اعتراض کیا کہ حدیث ابن عباس جو ابوداؤد شریف کے اندر ہے اسمیں بھی السلام معرفاً وارد ہوا اسکا جواب دیا
گیا کہ ترمذی وغیرہ میں معرفاً نہیں ہے بلکہ منکراً ہے تو گویا کہیں منکر اور کہیں معرف ہے بخلاف ابن مسعود کے تشہد کے ہر جگہ

١٤ الفصل الثانی: عن وائل بن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے اندر ایک جملہ آرہا ہے وحد مرفقہ ٩١١

~~اس حدیث شریف کے اندر~~ لیکن ابوداؤد شریف کے اندر وحد مرفقہ وارد ہوا ہے اب اسکی اندر اختلاف
ہے کہ وحد ایک کلمہ ہے یا واو الگ کلمہ اور حد الگ کلمہ ہے اگر ایک کلمہ ہے تو وَحّدَ ماضی کا صیغہ
باب تفعیل سے ہوگا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ واو الگ اور حد الگ کلمہ ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ
حد اسم ہے یا فعل علامہ اشرف فرماتے ہیں کہ اگر یہ اسم ہے تو پھر یا مرفوع ہوگا مبتدا ہونیکی وجہ سے
اور یا منصوب ہے تو وضع یدہ الیسری کے اندر وضع فعل کا مفعول ہوگا علامہ میرک شاہ فرماتے ہیں
کہ وفیہ نظر۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ شاید وجہ نظر یہ ہے کہ کسی نے اس احتمال کو بیان نہیں کیا اور جو
لوگ اسکو فعل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی منع کے ہیں۔

عن ابی هريرة قال ان رجلا الخ:۔ ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، ابن ابی شیبہ کے اندر ہے کہ اسکے سعد بن وقاص راوی 913

١٨ **عن ابن عمر:**۔ رکعتین سے اٹھتے ہوئے حنابلہ حنفیہ کے یہاں ٹیک نہیں لگائینگے شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں 914
١٩ ٹیک لگائینگے ان کا استدلال بخاری شریف کی ایک روایت سے ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ عذر پر محمول ہے

٢٢ **الفصل الثالث عن جابر:**۔ اس حدیث شریف کے اندر التحیات سے پہلے بسم اللہ کا ذکر ہے لیکن جمہور 916
ائمہ اسکے قائل ہیں کہ تشہد میں نہ پڑھے۔ امام بخاری، امام بیہقی، امام نسائی نے اسپر کلام کیا اور
فرمایا کہ یہ زیادتی ثابت نہیں ہے ایسے ہی حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں ہے ثم اول ما یقول التحیات للہ الخ
مولانا عبد الحی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت جابر ابن عمر وغیرہ حضرات سے مروی ہے لہذا جواز کا درجہ باقی رہیگا

عن نافع:۔ چونکہ التحیات کے اندر شہادتین بھی ہے اور سبابہ سے اشارہ توحید کی طرف ہوتا ہے اور
یہ شیطان کی غرض اصلی کے خلاف ہے اس وجہ سے وہ اسکو حدید سے بھی زیادہ سمجھتا ہے۔

٨٦ باب الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

١ حکم صلوٰۃ کے اندر اختلاف ہے۔ اس حکم کی ابتداء آیت کریمہ سے ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا ٩١٩
الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ۲ھ میں یہ آیت نازل ہوئی اور
بعض نے کہا کہ اسکا حکم لیلۃ المعراج کے اندر ہوا۔ ابن جریر طبری کے نزدیک درود مستحب ہے۔ جمہور کے نزدیک
عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اب محل فرض کے اندر اختلاف ہے امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے نزدیک

۸۶/۱ ۸۹/۱

919 خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں ہو۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز کے اندر پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ درود مسنون ہے۔ شعبی۔ اسحاق بن راھویہ کے نزدیک تشہد میں واجب ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پڑھنا عمر بھر میں فرض ہے اور مستحب جب بھی آپ کا نام نامی آئے درود پڑھنا واجب ہے خواہ ایک مرتبہ ایک مجلس کے اندر نام آئے یہی حنفیہ کی ایک جماعت کی رائے ہے۔ ابو الحسن کرخی کہتے ہیں کہ ایک مجلس کے اندر ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے ابو بکر بن بکیر مالکی فرماتے ہیں کہ اکثار صلوۃ بغیر تعیین کے فرض ہے امام شافعی کے نزدیک چونکہ نماز کے اندر درود شریف فرض ہے اسلئے ان پر امام طحاوی۔ ابن جریر۔ ۸ ابو بکر بن المنذر۔ خطابی وغیرہ نے اعتراض کیا اور ان کے فرض کے قول کو تفرد اور شذوذ کی طرف منسوب کیا لیکن اسمیں نظر ہے کیونکہ امام احمد۔ ابن مسعود۔ جابر اور دیگر صحابہ سے بھی یہی قول منقول ہے اسی طرح امام شعبی سے بھی وجوب (فرض) کا قول نقل کیا گیا ہے اور اعتراض امام شافعی کو تفرد کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ البتہ جمہور کے نزدیک صلوۃ کے اندر درود فرض نہیں ہے کیونکہ حدیث المسئی اور دوسری احادیث کے اندر یہ حکم ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے شافعیہ نے استدلال کیا ان تمام کے اندر کلام ہے البتہ ابن خزیمہ۔ ابن حبان نے حضرت ابو مسعود انصاری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے حضور سے سوال کیا کہ ہم اپنی نماز کے اندر کیسے درود بھیجیں تو آپ نے پورا مسئلہ بتلا دیا تو اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن اسکے اندر محمد بن اسحاق راوی متفرد ہے اور انکی تفاریق کے حفاظ توثیق کرتے ہیں نیز حجت ہے

919 **الفصل الاول:۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال الخ عن ابی ھریرۃ من صلی علی واحدۃ الخ** ۸۶

سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال جب ہوا جبکہ آیت کریمہ ان اللہ وملائکتہ الخ نازل ہوئی ہے اور لفظ سألنا سے معلوم ہوا یہ پوری جماعت ہے جسکے اندر کعب بن عجرہ۔ حضرت بشیر بن سعد۔ زید بن خارجہ۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو ھریرہ حضرات ہیں۔ لیکن ابو ھریرہ کی روایت میں شک ہے کہ انہوں نے خود سوال کیا یا کسی اور نے سوال کیا تھا تاہم یہ بھی سائلین میں سے ہیں بعض کی رائے ہے کہ نفس صلوۃ کے متعلق سوال تھا اور بعض کی رائے ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا لیکن اظہر یہ ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا **کیف نسلم علیک** اسکا مصداق وہ سلام ہے جو التحیات کے اندر ہوتا ہے ابن عبد البر نے یہ بھی احتمال نقل کیا کہ اس سے سلام تحلل مراد ہے **اللھم صل علی محمد الخ** اسپر اعتراض ہوا کہ ہم کو تو حکم ہے کہ تم درود بھیجو اور ہم اپنے درود میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو درود بھیج لہذا آیت کے حکم پر تو عمل نہ ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ ہم آپ کی شایان شان درود نہیں بھیج سکتے اسلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انکی شان کے مطابق ہماری طرف سے درود نازل فرما۔ **علی آل محمد** اسکے مصداق میں مختلف اقوال ہیں ع۱ من حرمت علیہم الصدقہ ع۲ کل مومن ع۳ فہر کی اولاد ع۴ اولاد فاطمہ ع۵ بنو مطلب بنو ھاشم ع۶ کل مومن تقی کا ورد فی الحدیث ہے

کما صلیت علی ابراھیم فائدہ ہے کہ علم معانی کا مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے اور وہ صلوۃ ابراھیمی ہے حالانکہ صلوۃ محمدی اسکی نسبت درجہ بڑھی ہوئی ہے اس اعتراض کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں:

جواب ۱:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افضل الانبیاء ہونے کی خبر ملنے سے پہلے اس درود کا حکم دیا تھا لیکن اسپر اشکال ہوگا کہ جب آپ کو بعد میں اسکا علم ہوگیا تھا تو اسپر تنبیہ کرنی چاہیے تھی۔

جواب ۲: آپ نے یہ تواضعاً فرمادیا تھا جواب ۳: تشبیہ اصل صلوٰۃ کی اصل صلوٰۃ کیساتھ ہے باقی کیفیت منعم علیہ کے شایانِ شان ہوگی صاحب مظہر اسی جواب کی طرف مائل ہیں جواب ۴: یہ تشبیہ خلّت کے اعتبار سے ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضور کو دوست اور خلیل بنا لیجئے اسی اثنا میں جواب ۵: آپ کا رتبہ تو خلّت (دوستی) سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اسکے طلب کی کیا ضرورت ہے اسکا جواب دیا کہ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے پاس دو ہزار روپے ہوں اور ایک ہزار اسکو کہیں سے اور مل رہے ہوں تو وہ اسکو لیگا یا کہدیگا کہ میرے پاس تو ایک ہزار کیا دو ہزار موجود ہیں یقیناً وہ ایک ہزار اور لے لیگا جواب ۶: یہ کاف تشبیہ کیلئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کیلئے کہ آپ نے جب ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل فرمایا تو اس کی وجہ سے حضور پر بھی نازل کیجئے بلکہ بطریق اولیٰ کیونکہ آپ تو ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں جواب ۷: اللّٰھم صل علی محمد پر کلام ختم ہوگیا اور آل محمد سے الگ کلام شروع ہوا تو مشبہ آل محمد اور مشبہ بہ ابراہیم علیہ السلام ہیں جواب حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کیا گیا ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ بعید ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اسکی کی کوئی وجہ نہیں ہے جواب ۸: تشبیہ صلوٰۃ ~~[illegible]~~ محمدی کی صلوٰۃ ابراہیمی کے ساتھ ہے اور مشبہ میں محمد اور آل محمد ہیں اور مشبہ بہ میں ابراہیم اور آل ابراہیم ہیں اور آل ابراہیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود داخل ہیں تو حضور بھی مشبہ بہ بن گئے ہیں جواب ۹: مشبہ بہ کا اقویٰ وافضل ہونا ہر جگہ ضروری نہیں ہے جیسے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کے اندر مشبہ نور الٰہی اور مشبہ بہ چراغ ہے جواب ۱۰: یہ من باب الحاق من یشتہر بما لا یشتہر ہے یعنی غیر مشہور کو مشہور کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف [illegible] وہ مذاہب اسلام کے ساتھ متعلق ہر [illegible] مذہب اسلام کے ساتھ قابل احترام و تعظیم تھے دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے جسکے اندر فضیلت جو حضور پر ایک درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اس پر اعتراض ہوگا کہ خود اس کے اندر درود ہی کی کیا خصوصیت ہے ہر نیکی کا ہر ایک کیلئے ثواب بیان ہے دس گنا زائد ملتا ہے اسکا جواب یہ فضیلہ ان دس حسنات کے علاوہ ہے دوسرا جواب یہ فضیلہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرتبہ درود بھیجنا بھی دوسری قسم کی دس حسنات سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا دس مرتبہ درود بھیجنا۔ دوسرا اشکال یہ فضیلہ کسی جگہ تو دس گنا و اللہ کا ذکر ہے اور کسی جگہ فضیلہ دس گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور کسی جگہ پر فضیلہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ درود نازل فرماتے ہیں جواب ۱: یہ فضیلہ اللہ تعالیٰ کے انعامات روز افزوں ہوتے ہیں پہلے دس تھے پھر ستر ہوگئے جواب ۲: یہ فضیلہ اشخاص کے اعتبار سے متفاوت ہے جواب ۳: یہ فضیلہ ستر والی روایت جمعہ کے دن درود پڑھنے پر محمول ہے اور دس والی روایت مطلق ایام پر محمول ہے

923 الفصل الثانی: عن ابن مسعود قال عنہ قال عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹

ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق اور اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو مشغول بعلم الحدیث ہیں دوسری روایت بھی ابن مسعود کی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے سلام پہنچاتے ہیں امت کی جانب سے اور حضور اسکو سنتے ہیں اور سننا زندہ کا خاصہ ہے معلوم ہوا کہ حضور زندہ ہیں اور دلیل ہے اس بات کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ و تابندہ ہیں چنانچہ علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور

۸۶ ۹ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنے جسد عنصری کے ساتھ اپنی اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہیں۔ دوسری حدیث 923
ابو ہریرہ کی ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ثابت ہوتی ہے حالانکہ اوپر کی حدیث میں معلوم
ہو چکا کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ اس حدیث کے علماء نے چند جوابات دئیے ہیں جواب ۱ یہ کہ
ردّ اللہ روحی کا مطلب یہ ہے کہ الا وقد ردّ اللہ روحی یعنی جو پہلے ہی اپنی قبر میں اللہ تعالیٰ نے میری روح کو لوٹا
دیا جواب ۲ یہ کہ ردّ اللہ روحی میں روح سے مراد فرشتہ ہے جواب ۳ یہ کہ روح سے مراد نطق ہے یعنی جب کسی کا
آپ کے پاس درود وسلام پہنچتا ہے تو جواب کیلئے آپ کو گویائی عطا کی جاتی ہے جواب ۴ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات کے مشاہدات میں مستغرق رہتے ہیں جب کسی کا درود وسلام پہنچتا ہے
تو آپ کو اس استغراق سے افاقہ عطا کیا جاتا ہے جسکو رد روح سے تعبیر کر دیا ہے ۱۲

وعنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲ وعن ابی بن کعب قال قلت الخ ۳ عن فضالۃ بن عبید 924

۱۲ اس حدیث کے اندر دو جملے ہیں ایک لاتجعلوا بیوتکم قبورا اسکا متعلق تو ما قبل میں گذر گیا اور ثانی جملہ ہے
لاتجعلوا قبری عیدا اسکے دو مطلب ہیں :- مطلب ۱ جیسے عید کے اندر آدمی مزین ہو کر آتا ہے ایسے ہی تم
بنا سنور کر میری قبر پر مت آؤ۔ مطلب ۲ جیسے عید ایک سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایسے ہی تم بھی
صرف دو مرتبہ زیارت مت کیا کرو بلکہ اور زیادہ زیارت کیلئے آیا کرو۔ دوسری حدیث ابی بن کعب کی ہے 929
۲۱ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر درود تمام اذکار سے افضل ہے جواب یہ ہے کہ اشخاص کے اعتبار سے یا احوال کے اعتبار سے
افضل ہے شیخ علی متقی فرماتے ہیں کہ کم از کم روزانہ کی مقدار تین سو مرتبہ ہے تیسری حدیث کے اندر دو رجل 930
۲۴ کا ذکر ہے اول رجل کے متعلق نام کا علم نہیں ہو سکا اور ثانی رجل جسکو حدیث کے اندر رجل آخر کہہ کر تعبیر کیا گیا اسکے
متعلق حضرت استاذ مولانا امیر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں۔

۸۷ الفصل الثالث :- عن ابی ھریرۃ قال ۲ وعن عمر بن الخطاب ۳ عن رویفع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 932

۳ اس حدیث کے اندر لفظ امّی وارد ہوا ہے یہ منسوب ہے ماں کی طرف کیونکہ آپ علوم رسمیہ کو پڑھے ہوئے نہیں تھے
یا منسوب ہے ام القریٰ کی طرف جو مکہ کا نام ہے اور آپ کی پیدائش مکہ کی ہے دوسری حدیث بھی حضرت عمرؓ الخ 938
۱۳ کی ہے یہ موقوف ہے اور مرفوع کے حکم میں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کا مقبول ہونا اور نہ ہونا درود پر موقوف ہے
اب رہا یہ مسئلہ کہ نفس درود شریف کے اندر بھی قبولیت اور عدم قبولیت کا احتمال ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ
درود ہمیشہ مقبول ہوتا ہے عدم قبولیت کا کوئی احتمال نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عدم قبول کا بھی احتمال ہے۔
تیسری حدیث رویفع کی ہے جسکے اندر المقعد المقرب وارد ہوا ہے اسکے مصداق علماء نے مختلف بیان کئے ہیں 936
۹ ۱ وسیلہ ۲ اجلاس علی العرش ۳ اجلاس علی الکرسی ۴ آپ کا وہ مقام اعلیٰ جو تمام انبیاء سے افضل ہے
۱۱ ۵ مقام محمود مراد ہے۔ باقی احادیث باب قابل تشریح نہیں ہیں۔

۱۳ باب الدعاء فی التشہد

الفصل الاول :- عن عائشۃ قالت الخ ۲ وعن ابی ھریرۃ الخ ۳ وعن ابی بکر الصدیق 939

۱۴ اس حدیث کے اندر حضور کی ایک دعا کا ذکر ہے جسکو آپ تشہد کے اندر پڑھا ہے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے
کہ ہر قسم کی دعا صلوٰۃ کے اندر پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں امام شافعی، امام مالک، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک

940 ہر قسم کی دعا مانگ سکتے ہیں امام صاحبؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں جو دعا ما یشبہ القرآن ہو وہ جائز ہے۔ دوسری حدیث ابوہریرہ ٨٧/١٧
کی ہے من فتنۃ المسیح الدجال دجال کو مسیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آن واحد میں تمام زمین کو قطع کرلیگا اس صورت میں
یہ مساحت سے مشتق ہوگا اور اگر مسح سے مشتق ہو تو یا اس وجہ سے کہ ایک داہنی آنکھ اسکی ممسوح ہوگی یا اس وجہ سے کہ وہ ممسوح
عن الخیر یعنی مقطوع من الخیر ہے۔ دجال دجل سے مشتق ہے اسکے معنی کذب کے ہیں فتنۂ محیا سے مراد عدم رضا بالقضاء اور
ہر قسم کا صبر ختم ہو جائے اور فتنۂ ممات سے مراد سکرات الموت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے فتنۂ قبر مراد ہے
اور اس حدیث کے اندر ان چار چیزوں سے جو تعوذ مانگا گیا ہے جمہور کے نزدیک مسنون ہے اور امام طاؤس کے نزدیک فرض ہے
942 اگر ترک کردیگا تو اعادۂ صلوٰۃ ہوگا۔ تیسری حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے آپ کا نام نامی عبد اللہ بن ابی قحافہ ٢٠١
ہے (رضی اللہ عنہ وارضاہ) انکی دعاء میں ظلماً کثیراً وارد ہوا بخاری کے اندر ظلماً کبیراً ہے امام نووی نے
فرمایا ہے کہ کبھی اسکو پڑھے اور کبھی اسکو پڑھے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرلے ۱۲
943 عن عامر بن سعد عن ابیہ قال الخ وعن سمرۃ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ
سلام کا ذکر ہے اندر کیا گیا ہے اس میں مسئلہ ذکر کیا دوسرا مسئلہ یہ کہ کتنے سلام ہیں ہے اور کیا قائل ہے ٤٢
امام صاحب امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک دونوں طرف سلام پھیرےگا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر منفرد ہے
تو تلقاء وجہ سلام پھیر لیگا اور اگر مقتدی ہے تو پھر اسکے بائیں جانب کوئی ہوگا یا نہیں اگر ہے تو دو سلام پھیرےگا
ورنہ نہیں یعنی صرف ایک سلام پھیرےگا اور اندر والی سلام کے اندر جیسے سلام الائمۃ الثلاثۃ رحمہم اللہ کے نزدیک
فرض ہے اور امام صاحب کے نزدیک واجب ہے امام احمد کی ایک روایت ایسی ہی حنفیہ اور شافعیہ کی ایک روایت
944 یہ کہ یہ سنت ہے۔ دوسری روایت حنفیہ اور حنابلہ کی یہ کہ واجب ہے دوسری حدیث سمرۃ بن جندب کی ہے ٢٢
جس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو جایا
کرتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ نماز کے بعد کوئی سنت ہوگی یا نہیں اگر ہے تو سنت میں مشغول ہو جانا
چاہئے اور اگر نہیں ہے تو امام مالکؒ اور امام احمدؒ ایسی ہی حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ وہ داہنیں یا بائیں
یا مقتدی کی طرف ہو جائے۔ اب رہی انحراف حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف جانب اولیٰ کو ثابت ہے شافعیہ کے
یہاں اولیٰ یہ ہے کہ داہنی طرف ہو جائے دوسرا قول یہ ہے کہ بایاں یعنی مقتدی کی طرف ہے اور حنفیہ کے یہی دو روایت
ہے بعض نے کہا کہ اقبل علینا بوجہہ والی روایت اس حدیث میں ہے جب آپ کوئی نصیحت کرتے تھے ۱۲

949 الفصل الثانی: عن معاذ بن جبل قال اخذ بیدی وعن عطاء الخراسانی عن المغیرۃ ٨٨/٢
فی دبر کل صلوٰۃ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اسکا مصداق سلام سے پہلے اور سلام سے فارغ ہو کر بعد دونوں
ہو سکتے ہیں علامہ ابن تیمیہ نے اول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ دبر حیوان جیسا کہ اسکے اندر داخل ہوتی ہے ایسی
953 ہی نماز کی بھی دبر ہے۔ صاحب ہدایہ نے مراد من السلام کو راجح قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث عطاء ٩
خراسانی کی ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکی پیدائش سنہ ۵۰ھ میں ہوئی اور
اس سن میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی لہذا یہ حدیث مرفوع نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث سے مسئلہ
یہ ثابت ہوا کہ تکثیر عبادت فی مواضع مختلفہ مستحب ہے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وعلیہ الجمہور۔ بعض نے کہا کہ یہ علم
957 اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا ربط محمول ہے بعد سنت و الجمعہ۔ الفصل الثالث عن انس و عن عائشۃؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک ١٥
جو ایک والوں سے تھے شعر [illegible] قبلہ لاابالی علی حدیثہ

باب الذکر بعد الصلوۃ ۸۸/۱۲

علامہ ابو اسحاق شاطبی نے کتاب الاعتصام میں فرمایا ہے یہ علی الاتفاق ہے استحباب یہ ہے جو ادعیہ بعد الصلوۃ ۸۸/۱۲
پڑھی جاتی ہیں وہ نہ مستحب ہیں اور نہ واجب اور نہ فرض بلکہ جائز کے درجہ میں ہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں
یہ ادعیہ احادیث سے ثابت نہیں بلکہ جتنی دعائیں حضور سے احادیث پاک کے اندر وارد ہیں وہ تمام قبل صلوۃ
کے اندر ہوتی تھیں نماز کے بعد نہیں ہوتی تھیں۔ حافظ عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے اس قول کو رد فرمایا
کیونکہ اکثر احادیث کے اندر دبر صلوۃ کے بعد ادعیہ کا ثبوت ہے چنانچہ فصل میں حضرت معاذ کی حدیث
گذری ایسے ہی اس باب کے اندر حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو امامہ وغیرہ کی احادیث کے اندر دبر صلوۃ
کا لفظ ادعیہ ماثورہ کیلئے منقول ہے اور دبر صلوۃ سے مراد بعد فراغ السلام ہے لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ حافظ علیہ الرحمۃ نے ابن قیم کا پورے کلام کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ ان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن
احادیث کے اندر دبر کل صلوۃ کا لفظ ہے ان کے اندر دونوں احتمال ہیں کہ نماز ختم کے پہلے اور سلام کے
بعد اور جب دونوں احتمال آگئے ہیں لہذا اطراف بعد السلام پر استدلال کرنا باطل ہے

959 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال الخ وعن عائشۃ الخ وعن ابی ہریرۃ وعن کعب بن عجرۃ**

اس حدیث پاک کے اندر لفظ بالتکبیر کے اندر علماء کے چند اقوال ہیں (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ۱۸
سے سلام پھیرنے کے بعد تکبیر کہتے تھے جب ان کو علم ہوتا تھا (۲) بعض نے کہا کہ اس سے تکبیرات انتقالات
مراد ہیں اس میں چونکہ چھوٹا سا تھا حضور مجھے نظر نہیں آتے تھے صرف تکبیر کے ذریعہ مجھے علم ہوتا تھا
(۳) اس سے مراد تکبیرات تشریق ہیں یعنی منی اور ایام حج کے اندر ان تکبیرات کے ذریعہ پہچانتا تھا
دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے اس سے بعض لوگوں نے اس مسئلہ پر استدلال کیا کہ نماز کے بعد صرف
اس دعا کے بقدر وقفہ ہونا چاہیے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اسکا مطلب اور محمل یہ ہے کہ حضور اکرم
علیہ الصلوۃ والسلام مستقبل القبلہ اس دعا کی مقدار کے وقفہ تک رہتے تھے اور اس کے بعد مقتدیوں کی
طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ما سوا اسکے تمام دعائیں مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھتے تھے۔
تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے فقراء المہاجرین اسکے مصداق میں حضرت ابو درداء اور حضرت ابوذر غفاری
بھی داخل ہیں جیسا کہ مسند احمد کے اندر تصریح ہے اہل الدثور دثر کی جمع جسکے معنی مال کثیر کے ہیں اور ۸۹/۱
نعیم مقیم میں مقیم کی قید سے نعیم دنیا سے احتراز کیا افلا اعلمکم جن فاء عاطفہ ہے اور عبارت کی
تقدیر ایسے ہے الا اعلمکم فاعلمکم کیا میں تم کو شئی نہ دوں اور نہ بتلاؤں تسبقون اس میں سبقت
زمانی اور سبقت معنوی دونوں مراد ہو سکتی ہیں لایکون احد افضل منکم اس جملہ پر دو اعتراض وارد ۳
ہوتے ہیں (۱) ما قبل کے اندر آپ نے فرمایا تھا کہ ایسی چیز بتلاؤں جسکے ذریعہ تم ان کو پالو۔ تو پالو
تم لوگوں سے مساوات سمجھ میں آتی ہے یعنی اس چیز کے کرنے سے تم ان کے مساوی ہو جاؤ گے اور اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ ان سے افضل اور بڑھ جاؤ گے اسکا جواب دیا کہ ادراک فضیلت کے منافی
نہیں ہے (۲) اعتراض یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ تم سے افضل کوئی نہیں مگر وہ شخص جو تم جیسے اعمال کرے
اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ان سے افضل ہو جائیگا حالانکہ وہ ان کے برابر ہونا چاہئے جب ان
جیسے عمل کرے گا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل التشبیہ والفرض ہے کہ فرض کرو کہ اگر تم سے

٨٩ ٣ کوئی پڑھنا چاہے تو وہ شخص پڑھ سکتا ہے وہ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ علاوہ کی سبیل الحذف ہے ای مثل ما صنعتم وزاد علیہ 959
٤ **ثلثا وثلثین** رہنے کے اندر دو احتمال ہیں ۔ احتمال اول: المجموعہ مجموعہ کے لئے ہو یعنی گیارہ ، گیارہ مرتبہ تسبیح گیارہ
مرتبہ تحمید گیارہ مرتبہ تکبیر چنانچہ سہیل بن ابی صالح نے یہی معنی سمجھے اور انہوں نے یہی نقل کر دیا لیکن اس
مطلب کے تو وہ خود متفرد ہیں حالانکہ البتہ ایک حدیث ابن عمر کی مسند بزار کے اندر آتی ہے جس کے اندر گیارہ والا
مطلب مذکور ہے لیکن حافظ اس کی سند کے متعلق فرماتے ہیں اسنادہ ضعیف ۔ احتمال ثانی یہ ہے کہ یہ علی التوزیع
والتقسیم ہو ۔ دراصل اسباب کے اندر روایات مختلف ہیں بعض کے اندر گیارہ ۔ بعض کے اندر تینتیس
بعض میں پچیس وارد ہوا ہے علامہ محی الدین شرح السنۃ میں فرماتے ہیں یہ مختلف اوقات کے اعتبار سے ہے
بعض نے کہا تخییر کیلئے ہے یعنی اسکو اختیار ہے کہ جتنی مرتبہ چاہے پڑھے ۔ بعض نے کہا احوال
اور اشخاص کے اعتبار سے آپؐ نے فرما دیا ۔ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے اس فضیلت کا وعدہ کیا گیا ہے
وہ کیا وہ اسی عدد پر منحصر ہے یا اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ فضیلت اسی عدد پر
منحصر ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں اس سے زیادہ پر بھی فضیلت ملے گی ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں
اگر وہ سنت ہونے کی غرض سے پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے تو فضیلت کا مستحق ہے اور اگر بغیر سنت کے خیال
کے بے خیالی میں انگلیاں گنتا پڑھتا ہے تو یہ فضیلت اسکو نہیں ملیگی جو کہ حدیث کے اندر لفظ وارد ہوا 966
ہے **معقبات** وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں یا اس وجہ سے کہ نماز کے بعد آتے ہیں ۔

٧٩ **الفصل الثانی: عن ابی امامۃ قال عن عقبۃ بن عامر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** 968

١١ **جوف اللیل الآخر** جوف یہ لیل کی صفت ہو گی یعنی آخری رات کے درمیان حصہ کے اندر مثلاً اگر رات بارہ گھنٹے
کی ہوتی ہے تو آخر کے چار گھنٹوں کا وسط مراد ہوگا ۔ یا جوف لفظ آخر کی صفت ہے آخری وقت کے درمیانی
حصہ مراد ہوگا ۔ دوسری حدیث حضرت عقبہ کی ہے جس کے اندر لفظ المعوذات کے مصداق میں قل اعوذ برب الفلق اور 969
١٢ قل اعوذ برب الناس کے علاوہ ہے ممکن ہے کہ تیسرا اخلاص ہو اور ہو سکتا ہے ایک روایت میں اسکے پڑھنے کا
حکم ہے اور ایسے ہی ابو نعیم نے بشر بن معاویہ کی روایت نقل کی ہے جس کے اندر ان تینوں پر تعوذ کا اطلاق
کیا گیا ہے حضرت سہارنپوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور قل یا ایہا الکافرون بھی ان دونوں کے ساتھ داخل ہے
تیسری حدیث کے اندر **ولد آدم** کے عتق کا ذکر ہے حالانکہ ان کو رقبہ بنانا ہی جائز نہیں ہے لہذا حضور نے
ان کے اعتاق پر فضیلت کا حکم کیسے مرتب فرما دیا ۔ جواب یہ ہے کہ اولاد عرب کو غلام بنانا مطلقاً جائز نہیں
بلکہ اسکے عدم جواز میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے لہذا
شافعیہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ حنفیہ پر اعتراض ہے اسکا جواب انہوں نے خود دیا ہے کہ کلام تشبیہ پر محمول ہے
١٣ یا اگر اشتباہ کی وجہ سے غلام بن جائیں تب ان کے اعتاق کا یہ حکم ہے ۔ آخر حدیث کے اندر جو جملہ 970
ان اعتق رقبۃ آیا ہے اس کی اگر ولد اسماعیل مراد ہے تو یہ من باب الاکتفاء ہوگا اور اگر یہ عام ہے
١٤ صبح اور عصر کے وقت میں فرق کی وجہ یہ ہوگی کہ صبح کا وقت کام کاج اور عصر تھکاوٹ کا ہوتا ہے ۔ 972

١٧ **الفصل الثالث: عن الازرق بن قیس عن علی قال عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ**

٤٦ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز اور سنن کے درمیان فصل ہونا چاہئے وصل مکروہ ہے دوسری حدیث حضرت علیؓ کی 974

974 جس کے متعلق مصنف نے فرمایا اسنادہ ضعیف وجہ یہ ہے کہ اس کے دو راوی صبیح عرقی، نہشل دونوں ضعیف ہیں ۹۰/۱

977 تیسری حدیث حضرت عمرؓ کی ہے جس کے اندر ہے فقال رجل منا لم یخرج اس رجل کے متعلق بعض نے حضرت ابوہریرہؓ نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ باب کا بیان مکمل ہو گیا اب ان افعال کا بیان ہے جو [illegible] ۹

باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوۃ وما یباح منہ

978 الفصل الاول:۔ عن معاویۃ بن الحکم قال بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹۰/۱۰

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام فی الصلوۃ جائز نہیں ہے چنانچہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عامداً عالماً متحریاً اگر کلام کرے اور نہ وہ اصلاح صلوۃ کیلئے ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ لیکن ائمہ اربعہ میں چند چیزوں کے اندر اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ مطلقاً کلام مفسد ہے خواہ اصلاح کیلئے ہو یا نہ ہو عامداً ہو یا ساہیاً۔ ناسیاً ہو۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جاہلاً کلام کرتا ہے یعنی اسکی تحریم کا اسکو علم نہیں ہے یا بھول کر یا سبقت لسانی کی بناء پر کلام کرتا ہے تو مفسد نہیں ہے اور اگر عامداً اور عالماً بتحریم الکلام کلام کرتا ہے تو مفسد ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ اصلاح صلوۃ کیلئے عمداً تھوڑا سا کلام بھی مفسد صلوۃ نہیں ہے حنابلہ اور حنفیہ کا مستدل وہ روایت ہے جو فصل ثانی کے اندر ہے ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئ من کلام الناس اور ابوداؤد کے اندر ہے ان ہذہ الصلوۃ لا یحل فیہا اور اسی قسم کے الفاظ دارقطنی میں ہیں اور ان کے اندر نفی کا صیغہ بولا گیا ہے جو اپنے عموم کی وجہ سے ہر قسم کو شامل ہے دوسرا استدلال حنفیہ کا ابن مسعود کی حدیث ہے جو اس متن والی حدیث معاویہ کے بعد ہے اور ایسے ہی ابن مسعود کی حدیث دوسری مسند حمیدی اور مسند احمد میں موجود ہے شافعیہ اور مالکیہ کا مستدل وہ حدیث ہے جو صفحہ ۹۲ کے اخیر صفحہ پر ابن سیرین سے مروی ہے ان کا دوسرا مستدل ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان اور تیسرا استدلال ان کا یہ ہے کہ سہواً سلام سے نماز باطل نہیں ہوتی وہو السلام کالکلام لہذا کلام کا حکم بھی یہی ہوگا۔ ہمارا پہلا مستدل تو یہ حدیث معاویہ اور دوسرا مستدل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے اسپر شافعیہ نے اشکال کیا ہے کہ اسکے اندر جو حبشہ سے واپسی کا ذکر ہے وہ واپسی ابن مسعود کی حبشہ سے مدینہ کی طرف ہوئی تھی اور ہمارا استدلال ابن سیرین کی حدیث جس کے اندر ذوالیدین کا ذکر ہے یہ حدیث بعد کی ہے لہذا ہماری حدیث موخر ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ناسیاً کلام کیا تھا لہذا ناسیاً کلام جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے جو عمداً کلام کیا وہ اصلاح صلوۃ کیلئے تھا وہ جائز ہے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت دو مرتبہ ہوئی پہلی مرتبہ جب ہجرت کر کے واپس آئے تو مکہ کی طرف واپسی ہوئی تھی اور دوسری مرتبہ مشرکین مکہ کی تکلیف پر ہجرت کی تو اسکے بعد واپسی مدینہ کی طرف ہوئی اور یہ مدینہ کا واقعہ ہے اسپر اشکال ہوا کہ آپ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کے اندر قدوم سے قدوم اخیر الی المدینہ مراد ہے غلط ہے کیونکہ ابن مسعود بدری ہیں اور بدر کا واقعہ ۲ھ میں پیش آیا اور حبشہ سے ہجرت کے چار یا پانچ سال بعد آئے تھے لہذا کیسے ہو سکتا ہے کہ ابن مسعود بدر سے چار پانچ سال بعد مدینہ آئیں اور پھر بدر کے اندر شریک بھی ہو جائیں۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی ایک حدیث ہے جسکے اندر ہے کنا نتکلم فی الصلوۃ فامرنا بالسکوت جب یہ آیت نازل ہوئی وقوموا للہ قانتین۔ اور یہ آیت مدنی ہے ایسے ہی زید بن ارقم انصاری اور مدنی ہیں لہذا ابن مسعود

کی حدیث کا محمل بھی یہی ہے جو زید بن ارقم کی حدیث کا ہے دوسرا جواب علامہ ابن ہمام نے نقل کیا کہ ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے کہ حبشہ سے صحابہ تین مرتبہ آئے ہیں سب سے پہلے مکہ کی طرف واپسی ہوئی اور دوسری مرتبہ کے متعلق فرماتے ہیں فلما سمعوا بمهاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہوں نے جب حضور کی ہجرت کا ذکر سنا تو وہ لوگ بھی مدینہ آگئے جسکے اندر تینتیس ۳۳ آدمی تھے آٹھ عورتیں تھیں جنمیں سے سات کو کفار نے قید کر لیا تھا اور دو کا انتقال ہو گیا تھا اور پھر اسکے بعد تیسری مرتبہ اور صحابہ آئے تھے [illegible] ابن مسعود ان لوگوں میں تھے جو ہجرت کی خبر سنکر فوراً مدینہ پہنچے اور پھر یہ لوگ بدر میں بھی شریک ہو گئے دوسرا اشکال ابن مسعود کی حدیث پر نقاش نے یہ کیا جب اس حدیث کے اندر دونوں احتمال ہیں کہ ان کا واقعہ مکہ میں ہو اور یا مدینہ میں ہو لہذا کس قرینہ کی بناء پر تم لوگوں نے مدینہ پر محمول کیا جواب یہ ہے کہ خود زید بن ارقم کی حدیث کے اندر فنهينا عن الكلام وارد ہوا ہے اور وہ مدنی ہیں لہذا یہ قرینہ ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تو آپؓ نے نماز کا اعادہ فرمایا تھا یہ قرینہ ہے کہ ابن مسعود کی حدیث منسوخ نہیں ہے دوسرا اشکال ابن زید بن ارقم کی حدیث ہے اسپر ان لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ بھی مکہ کا واقعہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا آپکا صراحۃً غلط ہے کیونکہ قوموا للہ قانتین مدنی ہے اور وہ خود مدنی ہیں اور کہتے ہیں کہ کنا نصلی خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کا جماعت سے پڑھنا مدینہ میں ہوا لہذا یہ خود دلیل ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اسپر ان لوگوں نے کہا کہ زید بن ارقم نے دوسروں کے فعل کو اپنی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا ہوگا جواب یہ ہے کہ صحابہ مدینہ میں آکر مشرف ہوئے ہیں لہذا یہ واقعہ مدینہ کا ہی ہے جو تھا اعتراض ان لوگوں نے یہ کیا کہ ذوالیدین کا واقعہ ابوہریرہ سے مروی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صلی بنا اور ان کا ایمان ۷ھ میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کا واقعہ بعد کا ہے اور زید بن ارقم کا پہلے ہے جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے اسی کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے تھے جیسا کہ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ خطبنا عتبة بن غزوان حالانکہ حضرت حسن وہاں موجود نہ تھے ان لوگوں نے کہا کہ روایت کے اندر تو بينما اصلی کے الفاظ وارد ہوئے لہذا معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے فعل ہی کو نہیں بلکہ خود اپنے فعل کو بھی بیان کیا جواب یہ ہے کہ دراصل روایات مختلف ہیں بعض میں تو بينما اصلی اور بعض کے اندر صلی بنا اور بعض میں ہے صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ بينما اصلی راوی کے ساتھ منفرد ہے۔ پانچواں اشکال یہ ہوا کہ عمران بن حصین ذوالیدین کے واقعہ میں موجود ہیں اور یہ متاخر الاسلام ہیں لہذا یہ حدیث مؤخر ہے علامہ شوق نیموی جواب دیتے ہیں کہ ان کی حدیث کے اندر دونوں ہی احتمال ہیں کیونکہ اسکے اندر صلی بہم اور یہ لکھا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ عمران بن حصین بھی ان ہی میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ صرف انہوں نے اسی کا نقل ہو اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال حنفیہ پر ذوالیدین کے واقعہ کا جواب یہ ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ہیں اور ذوالشمالین کا انتقال بدر کے اندر ہو گیا تھا لہذا اسکا یہ کہنا کہ یہ حدیث ۷ھ کے قریب کی ہے یہ غلط ہے بلکہ یہ واقعہ تو بدر سے بھی پہلے کا ہے مذہب رہا یہ کہ دونوں ایک ہیں اسکی دلیل کیا ہے؟ اسکی دلیل چند ہیں

90/10 ۲ زہری نے اپنی روایت کے اندر بجائے ذوالیدین کے ذوالشمالین کا نام ذکر کیا۔ ذوالشمالین نے حضور سے
کہا۔ اسپر اعتراض کر دیا زہری کو وہم ہو گیا جواب ہے کہ اصل اشتباہ عمران بن انس سے ہوا ہے
۲ ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے ذوالیدین ذوالشمالین ہیں ۳ ابن حبان نے ثقات کے
اندر لکھا ہے ذوالیدین ذوالشمال ہیں ۴ طبرانی کے اندر ہے ذوالیدین ذوالشمالین ہیں
ان لوگوں نے اعتراض کیا ذوالیدین بنو سلیم کے قبیلے سے ہے اور ذوالشمالین بنو خزاعہ کے قبیلے
سے ہے لہذا دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ سُلیم سے مراد سُلیم بن ملکان ہے اور وہ بنو خزاعہ
کا ایک بطن ہے مسند عدنی کے اندر نقل کیا گیا ہے ابو محمد خزاعی سے ذوالشمالین ہمارے اجداد
میں سے ہیں اور وہی ذوالیدین ہیں اور یہ عجب ہو گیا کہ سلیم سے سلیم بن ملکان مراد لیا جائے

981 عن ابی ہریرۃ نہی النبی عن عائشہ قالت عن ابی ہریرۃ قال عن ابی قتادہ قال عن سہل بن سعد 90/21
اس حدیث پاک کے اندر آنحضرت نے الخصر سے منع فرمایا اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں ۱ کوکھ پر ہاتھ
رکھنا ۲ مخصرہ کو پکڑنا ۳ آیت سجدہ کا اختصار کرنا تمام سورۃ تلاوت نہ کرنا پڑھ لے
۴ آیت سجدہ پر اکتفاء کرنا آگے پیچھے سے تلاوت نہ کرنا ۵ ارکان کے اندر اختصار کرنا اور
یہ تمام مکروہ ہیں اسوجہ سے اہل نار کے مشابہ ہے دوم اسوجہ سے ابلیس کا فعل ہے
982 دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے جس کے اندر نماز میں التفات یعنی ادھر ادھر دیکھنے سے ممانعت ہے
یعنی التفات کی چند صورتیں ہیں (۱) بگوشۂ عین سے دیکھنا یہ جائز ہے (۲) بتحویل الوجہ دیکھنا 21
983 یہ مکروہ ہے (۳) بتحویل الصدر دیکھنا احناف کے نزدیک حرام ہے تیسری حدیث کے اندر
984 آسمان کی طرف نظر کرنا جیسے شریعت کے نزدیک آسمان کی طرف نظر کرنا مکروہ ہے اور جمہور کے 22
نزدیک جائز ہے۔ چوتھی حدیث سے معلوم ہوا آپ اپنے کاندھے پر امامہ کو بیٹھا رکھا تھا نماز کے
اندر بلا تحقیق کہ کسی شی کو لادنا جمہور کے نزدیک جائز ہے احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے
وہ اس حدیث کا جواب ۱ دیتے ہیں یہ نوافل پر محمول ہے جواب ۲ حضور کی خصوصیت ہے جواب ۳
ازار کع وضعها وازا رفع اعادها کے اندر اعادہا کی ضمیر حضور کی طرف مجازاً ہے ورنہ آپکا یہ عمل کہاں
988 علامہ نووی نے ان کی تردید کر دی اور کہا اس طرح کو اٹھانا جائز ہے ان جوابات کی حاجت نہیں ہے
پانچویں حدیث سہل بن سعد کی ہے جس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا اگر دوران نماز میں کسی شی کے دفع کرنے کی ضرورت پیش 91/2
آجائے تو مرد کیلئے اشارہ بالتسبیح اور عورت کیلئے التصفیق (تالی بجانا) کافی ہے یہی مذہب ہے
ائمہ ثلاثہ کا۔ امام مالک فرماتے ہیں مرد و عورت دونوں کیلئے اشارہ تسبیح کے ذریعہ ہو گا التصفیق
کے ذریعہ اشارہ کرکے دفع نہیں کیا اس حدیث کا وہ جواب دیتے ہیں انما التصفیق للنساء کا
مطلب تو یہ ہے ~~[illegible]~~ تالی بجانا تو عورتوں کا کام ہے تو گویا یہ جملہ آپ نے استہزاء فرمایا ہے
حقیقۃ تو مقصود نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ابو داؤد شریف کے اندر وارد ہوا ہے
والتسبیح الرجال ولیتصفق النساء تو یہاں آپ نے امر فرمایا ہے لہذا اب وہ عورتوں کیلئے ہو گا
اب فصل ثانی سے احادیث کی علامت صرف راوی کے نام سے حدیث کے شروع میں لکھ دی جائیگی کیونکہ کلام تھوڑا ہے

خلاصہ بحث [illegible]

الفصل الثانی

989 عن عبد اللہ بن مسعودؓ مسئلہ:- نمازی کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے ۹۱/۴
اسحاق بن راہویہ۔ عطاء بن مخلد۔ امام مالک کی ایک روایت۔ حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ مکروہ ہے
دوسری روایت امام مالک کی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے اور نمازی اگر جواب دے تو اگر کلام کے
ساتھ جواب دے تو مبطل صلوٰۃ ہے اور اگر اشارہ کے ذریعہ جواب دے تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور
امام احمد سے ابن قدامہ نے جواز نقل کیا اور امام ابوداود نے منع نقل کیا ہے عن ابن عمرؓ:- اس حدیث کے
اندر حضور کا اشارہ سے جواب دینا ثابت ہے بعض نے کہا آپ کا اشارہ کرنا بیان جواز کیلئے تھا اور بعض نے کہا منع
کرنے کیلئے تھا عن ابی ھریرۃؓ اس حدیث سے معلوم ہوا اگر نماز کے اندر جمائی آجائے تو دفع کرنا چاہئے
علامہ زاھدی نے جمائی دفع کرنے کا طریقہ بیان کیا جمائی کے وقت اگر یہ تصور کرے کہ انبیاء کرام کو
جمائی نہیں آتی تھی تو اسکی جمائی رک جائیگی عن کعب بن عجرۃؓ اس حدیث سے تشبیک منع ثابت ہوا
994 کیونکہ ۱ فعل ابلیس ہے ۲ کسل مندی کی علامت ہے ۳ اختلاف کی طرف اشارہ ہے ھکذا قال العینی ۱۴
عن عدی بن ثابت عن ابیہ اس حدیث کے اندر عطاس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ ایک
999 دوسری حدیث کے اندر کہا گیا کہ عطاس پسندیدہ چیز ہے۔ علماء نے جمع کی صورت بیان کی کہ اس حدیث ۲۱
کے اندر عطاس کی کثرت اور شدید عطاس مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر نفس عطاس مراد ہے کیونکہ وہ نشاط
1000 اعمال کے ذکر کا سبب ہے عن مطرف بن عبد اللہ اس حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے اندر رونا ثابت ہے
رونا دو حال سے خالی نہیں ہے یا ذکر جنت کی وجہ سے ہے یا ذکر دنیا کی وجہ سے اول مفسد نہیں اور ثانی مفسد صلوٰۃ ہے ۲۳
1001 عن ابی ذرؓ:- نماز کے اندر مسح حصی کی اس حدیث سے ممانعت وارد ہوئی ہے علامہ نووی نے فرمایا ہے
اس پر اتفاق ہے کہ یہ مکروہ ہے خطابی فرماتے ہیں اتفاق نقل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ خطابی نے امام ۲۵
1003 مالک سے نقل کیا ہے لا باس بہ بلکہ خود امام مالک سے یہ فعل ثابت ہے عن ام سلمۃؓ:- نفخ فی الصلوٰۃ کے
اندر علماء کا اختلاف ہے ابن بطال نے امام مالک سے نقل کیا ہے قاطع نہیں ہے یہی امام احمد امام ابو یوسف ۲۶
اشھب مالکی کا مذہب ہے دوسرا قول ہے قاطع ہے تیسرا قول امام صاحب سے نقل کیا گیا ہے
اگر اس پھونک مارنے سے آواز پیدا ہوجائے تو قاطع ہے ورنہ نہیں اصل مذہب حنفیہ یہ ہے کہ اگر
حروف پیدا ہوجائیں تو قاطع ورنہ نہیں امام شافعی کے نزدیک اگر دو حروف کے بقدر آواز ہے تو قاطع ہے
1003 عن ابن عمرؓ:- آپ نے فرمایا الاختصار فی الصلوٰۃ راحۃ اس پر اشکال ہوا کہ اہل نار کیلئے راحت
کہاں ہے اسکا جواب دیا کہ وہ لوگ تھکے ہوئے ہوں گے تو تھکنے کی وجہ سے کوکھ پر ہاتھ رکھیں گے ۲۷
1004 عن ابی ھریرۃؓ:- سانپ اور اسی قسم کے جانوروں کو ضرب مختلف کے اندر مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۹۲/۱
بشرطیکہ وہ ضرب غیر متوالیہ ہوں اور اگر پے در پے ضرب مختلف کے ذریعہ تو نماز فاسد ہوجائیگی علامہ حلبی
1005 فرماتے ہیں اس صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی عن عائشہؓ:- اس حدیث پر دو اشکال ہیں ۲
پہلا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا آپ نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف بڑھے اور دروازہ
کھولا اور دروازہ قبلہ کی جانب میں تھا حالانکہ ثابت ہے کہ آپ دائیں یا بائیں کی طرف
چلے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ راوی کو شبہ ہوگیا اس طرف دروازہ مائل تھا یا دائیں جانب

حضرت عائشہ [illegible] مسجد [illegible] حضرت حفصہ [illegible]

١٣٢

٩٢
٣

1005 یا بائیں جانب اور آپ جاتے تھے بڑھا کر کھول دیا دوسرا احتمال یہ ہوا کہ اصل میں یہ بات اتفاق ہے اور بات یہ کہ آپ کے گھر کا دروازہ مسجد کے بائیں طرف تھا لہذا حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ان الباب کان

1006 فی القبلۃ کیسے صحیح ہے۔ حضرت اقدس مولانا سہارنپوری جواب دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں کے گھر کے درمیان ایک چھوٹا سا دروازہ تھا وہ اسکی مراد ہے عن طلق بن علی

٥ اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا کہ بناء علی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ولیعد الصلوٰۃ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ اولویت پر محمول ہے جواب ۲ خروج عن الخلاف پر محمول ہے۔

1008 عن عبد اللہ بن عمرو۔ اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ سلام واجب نہیں ہے اور جو لوگ

٧ اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے اندر افریقی ایک راوی ہے اسکے اندر اختلاف ہے لیکن ابن قطان نے اسکی توثیق کی ہے نیز اسکا شاہد ہے جعفر بن عوف مسند اسحٰق بن راھویہ اور ابوداؤد

1013 **الفصل الثالث:** عن نافع اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ کرکے سلام کا جواب دینا یہی جمہور کا

١٧ مذہب ہے لیکن حسن سعید بن المسیب۔ ابوہریرہ کے نزدیک کلام کرکے بھی جواب جائز ہے۔

باب السہو

(الفصل الاول)

١٨ چونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے تحت انسان سے نسیان واقع ہوتا رہتا ہے اسلئے نماز نہایت اہم امور میں سے ہے اسکے اندر بھی سہو ونسیان کا وقوع ہوسکتا ہے اس بناء پر مصنف نے ایک باب مستقل باندھا ہے۔ علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں ایک جماعت حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے اندر سہو سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس پر استدلال ایک شعر سے کیا۔ لیکن جمہور کے نزدیک نماز باطل نہ ہوگی۔ اور نسیان وسہو کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کس وقت سجدہ سہو کرے۔ امام محمد کے نزدیک بعد السلام کریگا یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ قبل السلام ہوگا یہی امام احمد کی ایک روایت ہے امام مالک کے نزدیک اگر کسی رکن کے اندر نقصان ہوا تو قبل السلام اور اگر زیادتی ہوگی تو بعد السلام سجدہ سہو کرے۔ اسحٰق بن راھویہ کے نزدیک جو صورتیں احادیث کے اندر ہیں ان پر تو ایسے ہی عمل ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے اور ان کے علاوہ میں اگر نقصان ہے کسی رکن میں تو قبل السلام اور اگر زیادتی ہے تو بعد السلام سجدہ سہو کرے۔ امام احمد سے امام ترمذی نے نقل کیا کہ احادیث کے اندر جو صورتیں جیسی ہیں ان پر تو عمل ایسے ہی ہوگا اور اسکے علاوہ میں قبل السلام سجدہ سہو ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک ہر صورت میں سلام کے بعد سجدہ سہو ہوگا لہذا اب باب کے اندر جتنی احادیث کے اندر سجدہ قبل السلام کا ذکر ہے ہمارے نزدیک اس سلام سے سلام قطع مراد ہوگا اور جہاں بعد السلام وارد ہوا اس کی مراد سلام سہو ہے

1016 ٢٣ عن عبد اللہ بن مسعود حنفیہ کے نزدیک رکعت رابعہ کے اندر اگر بیٹھ گئے تو نماز مکمل ہو جائیگی اور ظاہر بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رابعہ کے اندر قعدہ کرلیا ہوگا اور یہ فاصلہ کیلئے کافی ہو گیا

1017 ٢٦ عن ابن سیرین:۔ اس حدیث کے متعلق ما قبل میں گذر گیا کہ یہ شافعیہ اور مالکیہ کا مستدل ہے اس مسئلے میں کہ کلام ناسیاً اور اصلاح صلوٰۃ کیلئے تھوڑا سا کلام جائز ہے اور ہماری طرف سے جواب

1017 بھی گذر گیا ہے البتہ چند باتیں سنیئے۔ فصلی بنا پر یہ داخل ظہر یا عصر کی نماز ہے اور دوسری ایک روایت
کے اندر تیقن کیسے ہوا عصر کو اور دوسری میں تیقن کیسا کہ ظہر کو مصداق قرار دیا گیا وشبکٗ اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ آپ نے تشبیک فرمائی حالانکہ وہ ممنوع ہے جواب یہ ہے کہ تشبیک قصدی کی ممانعت ہے اور 27
آپ نے قصداً نہیں کی فقال لم انس ولم تقصر یہاں اشکال ہوا کہ حضور تو بھول گئے تھے لہذا لم انس آپ نے 93/4
کیسے فرما دیا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی آپ نے نفی فرمائی ہے

باب سجود القرآن

17 علماء کا اختلاف ہے اس بات کے اندر کہ قرآن میں کتنے سجدے ہیں (۱) حنفیہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں سورہ حج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے اور سورہ ص کا سجدہ ہے (۲) امام شافعی امام احمد ایک روایت کے اندر فرماتے ہیں کہ چودہ ہیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک سورہ حج کا دوسرا سجدہ داخل ہے اور سورہ ص کا سجدہ خارج ہے (۳) امام احمد کی دوسری روایت کے اندر ہے کہ پندرہ سجدے ہیں (۴) امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں سورہ حج اور مفصل کے سجدے خارج ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ اس کے اندر مشرح بن ھاعان ایک راوی ہے جو ضعیف ہے اور امام مالک کا استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یسجد فی شیء من المفصل الخ ہماری طرف سے جواب۱ یہ ہے کہ یہ حدیث نافی ہے اور جو ہمارا مستدل ہیں وہ مثبت ہیں اور مثبت راجح ہوتا ہے جواب۲ اس کے اندر ایک راوی حارث ابن عبید ابو قدامۃ الایادی ہے جو ضعیف ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ اس سجدہ کا کیا حکم ہے؟ اس کے اندر اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے امام مالک کی ایک روایت ہے کہ سنت مؤکدہ اور دوسری روایت ہے کہ افضل ہے ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ پر تو سجدہ کا حکم دیا کسی جگہ پر سجدہ نہ کرنے پر نکیر فرمائی اور کسی مقام پر سجدہ کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی لہذا جہاں صراحۃ حکم ہے اسکو کرنا تو واجب اور جہاں نکیر فرمائی ہے ترک پر تو اسکو بھی واجب کہا ہم [illegible] کریں اور جس جگہ فضیلت بیان کی ہے تو اہل فضل کا اتباع بھی واجب ہے۔ اب اشکال ہوا جب وجوب کو آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے تو پھر فرض ہونا چاہیے اسکا جواب یہ ہے کہ قطعی الدلالۃ نہ ہونے کی وجہ سے فرضیت نہیں ہوئی ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آدمی تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو قراۃ قرآن کرنے والا ہوگا یا سامع بالقصد ہوگا یا سامع بلا قصد ہوگا اول اور ثانی پر ائمہ اربعہ کے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور بلا ارادہ سننے والا اس میں علماء کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اس پر بھی واجب ہے اور اکثرین کے نزدیک واجب نہیں ہے

الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث پر اشکال ہوا کہ مسلمانوں کا سجدہ کرنا تو آپ کے اتباع میں ہے تو 93/17
1023 لیکن مشرکین نے سجدہ کیوں کیا اسکا جواب۱ بعض علماء نے یہ دیا کہ آپ جب نماز کے اندر والنجم پڑھ رہے تھے تو شیطان چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے اس لیے شیطان نے درمیان میں آکر یہ الفاظ آپ کی طرح کہلا دیئے تلک الغرانیق العلی۔ وان شفاعتھن لترتجی۔ لیکن دوسرے علماء نے اس کا جواب

۵۹

1023 ادا کر رہا ہو کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ شیطان کا غلبہ آپ پر ~~[illegible]~~ ہو جائے ان لوگوں میں علامہ عینی، قاضی عیاض، علامہ فخر الدین وغیرہ بھی ہیں لیکن حافظ فرماتے ہیں کہ ~~یہ~~ صحیح اس واقعہ کی حقیقت ثابت ہے اور توجیہ یہ ہے کہ چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے لہذا درمیان میں وقفے پا کر یہ جملے ابلیس ملعون نے۔ جو لوگ اس واقعہ کے قائل نہیں ان کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے اور مسلمین نے جب سجدہ کیا تو کفار ومشرکین پر سطوۃ الہی اور قدرۃ الہی کا اتنا غلبہ ہوا وہ لوگ بھی سجدہ میں گر پڑے۔ 93/18

1026 عن زید بن ثابت شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ مستمع پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ورنہ آپ ضرور سجدہ کرتے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے فی الفور سجدہ نہیں کیا اس کے بعد کیا ہوگا۔ 20

1027 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر لفظ عزائم عزیمۃ کی جمع ہے جیسا بمعنی موکد جیسا کہ فرائض اور واجب ہو لہذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سجدہ فرض نہیں اس کے یہ لازم نہیں آیا کہ واجب بھی نہ ہو اور شافعیہ کا استدلال اسی کی بنا پر ختم ہو گیا 20

1029 ~~[illegible]~~ الفصل الثانی عن عمرو بن العاص: یہ حدیث حنابلہ کا مستدل ہے ~~[illegible]~~ شافعیہ نے سورہ ص کا اور حنفیہ نے سورہ حج کا استثنا کیا ہے عن ابن عباس یہ حدیث مالکیہ کا مستدل ہے اور جواب ہو دو اپنے گذر گئے ہیں 24 94/4

1034 عن عائشۃ: اس حدیث سجدہ کے اندر جو دعا پڑھنا ثابت ہو رہا چنانچہ علماء کے نزدیک یہ ادعیہ سجدہ کے اندر جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک دعا تسبیح اولی ہے 3

1035

1036 عن ابن عباس اس حدیث کے اندر جو جاء رجل آیا ہے اس سے ابو سعید خدری مراد ہیں چنانچہ انہی سے حاکم کے اندر روایت موجود ہے درخت کا دعا پڑھنا یا سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر قوۃ نطق پیدا فرما دی ہوگی۔ یا اس میں کسی فرشتہ کو مقرر فرما دیا ہوگا جو اس کی جگہ پڑھتا ہوگا۔ 4

الفصل الثالث عن ابن مسعود اس حدیث کے اندر شیخا کی تفسیر امیۃ بن خلف سے کی ہے دوسرا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ ہے 9

1038 باب اوقات النہی (الفصل الاول) 94/12

حضرات ائمہ ثلاثہ امام شافعی امام احمد کے نزدیک اوقات نہی پانچ ہیں بعد الفجر، بعد العصر، طلوع شمس، استواء شمس، غروب شمس۔ امام مالک کے نزدیک چار ہیں استواء کو خارج مانتے ہیں ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اوقات نہی تین ہیں طلوع، غروب، استواء ان کا مستدل عقبہ بن عامر کی حدیث ہے اور امام مالک کی دلیل کے متعلق ابو الولید ابن رشد فرماتے ہیں کہ چونکہ امام مالک نے اہل مدینہ کا عمل دیکھا کہ وہ دوپہر کو نماز پڑھتے ہیں اس لئے انہوں نے استواء کو اوقات نہی میں شمار نہیں فرمایا ہم کہتے ہیں کہ حضور سے صراحۃ ثابت ہے لہذا کسی کے عمل کا اعتبار نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک طلوع، غروب، استواء ان تینوں حالتوں میں نوافل، ادا، قضاء وغیرہ کچھ نہیں پڑھ سکتا سوائے اسی دن کی عصر کے۔ اور باقی دو وقت یعنی بعد الفجر والعصر ان دونوں میں قضاء پڑھ سکتا ہے نوافل نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر نوافل پڑھے گا تو ہو جائیں گی ایسے ہی اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کی یا کوئی جنازہ آگیا تو اس میں سجدہ اور نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء نماز مطلقاً پانچوں وقت کے اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ قضاء کے سنن وغیرہ بھی جائز ہے اور

۹۴ ۱۲ امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ تمام نمازیں جائز ہیں جو ذوات الاسباب ہیں چنانچہ طواف اگر کوئی ان
اوقات میں کرے تو تحیۃ طواف اسی وقت کے اندر کر لیگا عن عقبۃ بن عامر ان نقبر فیہا موتانا یہ
۱۵ مراد ان نصلی ہے قرینہ مقال کی رو سے عن کریب الخ :— اس حدیث سے شافعیہ استدلال کرتے ہیں کہ عصر 1040
۲۶ کے بعد نماز کی قضاء کر سکتا ہے حنفیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں چونکہ قضاء نہیں ہے اسلئے ان کے نزدیک نہی 1043
والی روایات راجح ہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے چنانچہ
امام طحاوی نے فرمایا ام سلمہ نے حضور سے سوال کیا کہ ہم بھی قضاء کریں آپ نے منع فرمایا اور دوسرا جواب
۹۵ ۴ اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ مبیح ہے اور محرم کو ترجیح ہوا کرتی ہے مبیح پر **الفصل الثانی** 1044
عن محمد بن ابراهیم :— اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ سنت فجر کو نماز کے بعد طلوع شمس
سے قبل بھی پڑھ سکتا ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس کے پڑھ سکتا ہے ہماری طرف سے شافعیہ
کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور آگے ان کے نزدیک استدلال صحیح نہیں ہے
۷ **عن جبیر بن مطعم** :— اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ صلوۃ طواف اوقات مکروہہ میں 1045
بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ حضور نے فرمایا صلی ایۃ ساعۃ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مکروہ
وقت کے علاوہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات نہی راجح ہیں — نیز وہ محرم ہیں اور یہ مبیح
۹ **عن ابی هریرة** :— امام شافعی امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن استواء کے وقت نماز جائز ہے 1046
امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نہیں پڑھ سکتا امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے — شافعیہ اس حدیث
اور ایسے ہی ابو الخلیل کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے دوسری حدیث کا جواب تو
یہ ہے کہ یہ منقطع ہے اور ابو الخلیل وہ تابعی ہیں اور اول حدیث کا جواب یعنی ابو ہریرہ والی روایت
کا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر اسحاق بن عبد اللہ بن فروہ ایک راوی ہے جسکے متعلق امام ابن بلقینی نے
۱۱ تصریح کی ہے کہ وہ ضعیف ہے نیز اس مبیح پر محرم کو ترجیح ہوگی **الفصل الثالث عن ابی** 1048
بصرة الغفاری :— کان اجرہ مرتین دو مرتبہ کا ثواب اسوجہ سے ہے کہ ایک تو اس نماز کا پڑھنا
دوسرے یہ کہ اسپر محافظت کی **المخمص** بعض نے اسکو منزل کے وزن پر بعض نے مقدس اور بعض نے مقعد کے وزن
۱۷ پر اسکو ضبط کیا ہے **عن ابی ذر** :— اس حدیث شریف کے اندر مکہ کا استثناء کیا گیا ہے لیکن 1051
امام احمد اور امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ سب مواضع و مقامات برابر ہیں امام شافعی نے اپنا مسلک اس
حدیث سے ثابت فرمایا اور مکہ کی تخصیص کی ہے ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ مضطرب ہے
جواب ۲ ضعیف ہے اسکے اندر ایک راوی عبد اللہ بن مؤمل ہے جو ضعیف ہے

۱۹ باب الجماعة وفضلها

جماعت کی شرعی حیثیت کیا ہے اسکے اندر علماء کا اختلاف ہے (۱) امام احمد، اوزاعی، اسحاق
بن راہویہ، ابو ثور، ابن المنذر، ابن خزیمہ، ابن حبان کے نزدیک فرض عین ہے (۲) فرض کفایہ ہے
امام شافعی کا ایک قول حنفیہ اور مالکیہ میں بھی ایک روایت یہی ہے (۳) شافعیہ، مالکیہ، حنفیہ
کی دوسری روایت ہے کہ سنت موکدہ ہے (۴) امام طحاوی اور کرخی کا مختار یہ ہے کہ واجب ہے

جو لوگ کہتے ہیں کہ فرض عین ہے ان کے اندر اختلاف ہے کہ شرط صحت صلوۃ ہے یا نہیں۔ داؤد ظاہری کے نزدیک شرط ہے ۹۵
اور امام احمد کے نزدیک شرط صحت صلوۃ نہیں ہے۔ امام احمد کا استدلال ان روایات سے ہے جس کے اندر جماعت کے
ترک پر آپ ﷺ وعید فرمائی ہے۔ داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ ﷺ گھر جلانے کا ارادہ فرمایا یہ ارادہ
جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ فرض اور ~~[illegible]~~ شرط صحت صلوۃ ہو۔ جو لوگ وجوب و فرض کے قائل نہیں ہیں وہ دلیل اول
پیش کرتے ہیں حضرت ابو بکرہ کی روایت سے کہ انہوں نے منفرداً نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد دوسرا استدلال
روایات سے ہے کہ آپ ﷺ اس باب کی پہلی حدیث کے اندر صلوۃ جماعت کو افضل قرار دیا اور مفضول علیہ صلوۃ
منفرد ہے اور نفس فضیلت مفضول علیہ میں بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ فضیلت صلوۃ منفرد میں بھی ہے

1053 **الفصل الاول عن ابی ہریرۃ:** اس حدیث کے اندر جن لوگوں کے گھروں کو جلانے کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا ۲۰
ہے ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ کون تھے بعض کی رائے ہے کہ منافقین تھے۔ بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے
گھر اور ایسے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے صرف جلانے کا قصد کیا تھا جلایا نہیں اور اس تقریر
پر ان لوگوں کا استدلال بھی ختم ہو گیا جو نماز باجماعت کے فرض اور شرط صحت صلوۃ ہونے کے قائل ہیں۔

1054 ابن فرحون مالکی کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں سے مومنین مراد ہیں۔ **وعنہ قال:** یہ آنے والے ۲۳
اعمیٰ حضرت ابن ام مکتوم ہیں اس حدیث سے بھی ان لوگوں نے استدلال کیا جو وجوب کے قائل ہیں سنت کے
جو لوگ قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک افضل شئی کی طرف بلا رہا ہے

1056 **وعنہ قال:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو اور کھانا بھی تیار ہو تو پہلے کھانے ۲۷
سے فارغ ہو جائے پھر اطمینان سے نماز پڑھے لیکن ابوداؤد کی دوسری حدیث حضرت جابر سے مروی ہے
لا تؤخروا الصلوۃ لطعام ولا لغیرہ۔ ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا دفعیہ اس طرح ہے کہ ابن عمر
کی حدیث توقان نفس پر محمول ہے یعنی اگر نہایت جوش اور اشتہائے کھانے کی ہے تو پہلے اس سے فارغ
ہو جائے۔ اور حضرت جابر کی حدیث بغیر توقان نفس کی حالت پر محمول ہے۔ اور دوسرا دفعیہ یہ ہے
کہ ابن عمر کی حدیث اس وقت پر محمول ہے جبکہ کھانا سامنے آجائے اور دوسری حدیث اس وقت پر جبکہ سامنے نہ آئے

1058 **عن ابی ہریرۃ:** اگر اقامت صلوۃ ہو چکی تو ظاہریہ کے نزدیک اگر اپنی نماز شروع کر لیا تو نماز ۹۶ / ۳
نہیں ہوگی۔ ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اگر اپنی نماز شروع کر دی تو اسکو پوری کر کے جماعت کی نماز
میں ملجائے۔ البتہ سنت فجر کے اندر بھی اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اگر قعدہ کے ملنے کی امید ہو تو
سنت فجر ادا کرے ورنہ نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک اگر رکعت اولیٰ فوت ہونے کا احتمال ہے تو سنت کو ترک کر دے
ظاہریہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ لا صلوۃ الا المکتوبۃ کا مطلب ہے کہ
لا صلوۃ کاملۃ الا المکتوبۃ۔ اور فجر کا ہم نے جو استثناء کر دیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی بارے
میں تاکید وارد ہوئی ہے۔ حنابلہ۔ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک اقامت کے بعد ہر قسم کی نماز منع ہے

1059 اسکو چاہیے کہ جماعت ہی میں مشغول ہو جائے۔ **عن ابن عمر:** اس حدیث کے اندر جوان عورت کا جانا جائز نہیں ۴
البتہ بوڑھی عورت کے بارے میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر وعصر میں تو ممنوع ہے جانا جائز نہیں باقی میں جائز ہے
اور صاحبین کے نزدیک پانچوں نمازوں میں جائز ہے۔ المتأخرین کے نزدیک ہر نماز کیلئے جوان و بوڑھی سب کو

1059 آنا جائز ہے۔ امام مالک سے توفیق کا قول نقل کیا گیا ہے یعنی عجوز کیلئے جائز اور شابہ کیلئے جائز نہیں ہے ۹۶ / ۴
در اصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں آیا کرتی تھیں اسلئے جواز کے قائل ہیں
لیکن اب فساد زمان ہے لہٰذا اسکی وجہ سے اب بالکلیہ جواز کیلئے ممنوع ہے بدلیل کلام عائشہؓ لو قطعا

1063 **الفصل الثانی عن ابن مسعودؓ:** چونکہ عورت کیلئے تستر مناسب ہے اسلئے آپؐ نے صلوٰۃ فی ۸
مخدع کا ذکر فرمایا اور مخدع ایسے چھوٹے سے کمرے کو کہتے ہیں جو کمرے کے اندر سامان وغیرہ کی حفاظت کیلئے بنائی جاتی
ابن حزم ظاہری نے المحلی کے اندر اپنی سند کیساتھ اس حدیث کو ذکر کیا اور اسکے اندر اس لفظ کی تصحیف ہوگئی
1061 اور مخدعہا کے بجائے مسجدہا کا ذکر کر دیا **عن ابی ہریرۃؓ:** علامہ ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا ۸
ارشاد حتی تغتسل زجر شدید پر مبنی ہے غسلہا من الجنابۃ مثل غسل فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تمام بدن کو خوشبو
لگائی ہے تو تمام بدن کا غسل کرے جیسا جنابت کے اندر اور اگر تمام بدن کو نہیں بلکہ جس حصے کو لگائی ہے اسکو
1066 دھوئے **عن ابی بن کعبؓ:** اس حدیث کے اندر ہاتین الصلوتین سے فجر اور عشاء مراد ہے ۱۲
جیسا مسند احمد میں تصریح ہے **مثل صف الملائکۃ** قرب الٰہی اور بعد من الشیطان کے اندر تشبیہ دی گئی ہے ۱۵
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کی بنا پر ایک روایت کے اندر اسفار میں
نماز فجر پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ وہ تکثیر کا سبب ہے اور اس حدیث سے تکثیر کی فضیلت معلوم ہوئی
1068 **عن ابن عباسؓ:** جو لوگ فرضیت جماعت کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو لوگ ۱۹
سنۃ مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں وہ دو جواب دیتے ہیں ① خبر واحد ہے جواب ② نفی کمال پر محمول ہے

1070 **عن ثوبانؓ:** ابن خزیمہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ۲۲
ماقبل میں ایک گزر چکی کہ آپؐ نماز کے اندر یہ دعا پڑھتے اللہم باعد بینی وبین خطایای الخ اور اسکے اندر
آپؐ نے خود کا صیغہ استعمال کیا اور صرف اپنے لئے دعا فرمائی لہٰذا یہ حدیث موضوع ہے لیکن علامہ ابن
قیم نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ان ادعیہ کیلئے ہے جس میں امام اور
مقتدی دونوں شریک ہیں لہٰذا اسکو موضوع قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدس مولانا گنگوہی
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ دعا ہے جسکو وہ اپنے اوپر منحصر کرے جیسا کہ منقول ہے کہ
ایک اعرابی آیا اور اس نے یہ دعا پڑھی اللہم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا حضورؐ نے فرمایا اسکو
سنکر لقد تحجرت واسعا یعنی تو نے اللہ کی وسیع رحمت کے اندر تنگی پیدا کر دی ہے۔ حافظ عسقلانی
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ دعائیں ہیں جو صرف امام کیلئے مشروع ہیں مقتدی کیلئے مشروع
نہیں ہیں لہٰذا اس دعا کے اندر صرف اپنے آپ ہی کو خاص نہ کرے بلکہ مقتدی کو بھی شامل کرے
کیونکہ وہ خود اس دعا کو نہیں پڑھ سکتا اور جو دعائیں اسکے لئے بھی مشروع ہیں ان کو تو وہ
1072 خود بھی پڑھ لیگا **الفصل الثالث عن عبد اللہ بن مسعودؓ:** اس حدیث کے اندر ۲۶
آگے چلکر آپؐ نے فرمایا لترکتم سنۃ نبیکم اسی سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو قائل ہیں اسبات کے کہ جماعت ۹۷ / ۳
سنۃ مؤکدہ ہے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ سنۃ کے مؤکدہ و غیر مؤکدہ ہونے کی پہچان ...
اور عادات میں اصلی سنۃ مؤکدہ ہو ایسا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ما ثبت سنۃ ہے

90

1073 ۹۷

1074 عن ابی ہریرۃ :- اس حدیث کے اندر ابو معشر ایک راوی ہیں جو ضعیف ہے وعنہ قال :- جو شخص مسجد کے ۶
اندر آئے اور وہاں اذان ہو چکی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے نماز پڑھ لی یا نہیں اگر نہیں پڑھی
تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکو کوئی عذر یا خانہ پیشاب وغیرہ جیسا پیش ہوگا یا نہیں اگر کوئی عذر
ہے تو نکلے اور پھر واپس اس مسجد کے اندر آئے اور اگر کوئی عذر نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو
اسپر کسی دوسری مسجد کا انتظام موقوف ہوگا یا نہیں اگر موقوف ہے تو نکلنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے
اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اقامت شروع ہو گئی یا نہیں اگر شروع نہیں
ہوئی تو نکلنا جائز ہے اور اگر شروع ہو گئی تو ظہر و عشاء کے اندر نکلنا جائز نہیں بقیہ میں جائز ہے

1079 عن ام الدرداء :- اس حدیث کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) ان کا غصہ اس وجہ سے تھا ۱۴
کہ حضور کے زمانے میں جتنے امور تھے ان سب میں آج کل لوگ اختلاف کرنے لگے بس ایک جماعت ایسا
1082 امر ہے جو اب تک باقی ہے (۲) ایک جماعت کا امر باقی تھا اب اس میں بھی لوگ اختلاف کرنے لگے۔

عن بلال :- حضرت ابن عمر کے ناراضگی کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے مجاز رضع کے طور پر اپنا کلام حضور ۱۹
کے کلام کے مقابلہ میں پیش کیا تھا اور مقصود حضرت بلال کا یہ تھا کہ آج کل شر و فساد کا زمانہ ہے اسلئے
1084 ہم منع کریں گے فسبہ سبا اور یہ گالی تھی کہ حضرت ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا عن مجاهد: ۴۳
اس حدیث کا خلاصہ اسکی پہلی حدیث کے مثل ہے اسکے اندر فقال ابنٌ سے مراد حضرت عبد اللہ کے لڑکے ۲۴
جنکا نام واقد ہے وہ مراد ہیں بعض نے کہا کہ حضرت بلال مراد ہیں دونوں کا ذکر مسلم شریف میں ہے

باب تسوية الصفوف

۲۵ تسویۃ الصف کی تفسیر علامہ عینی نے تفسیر کی ہے ہی اعتدال القائمین فی سمت واحد اسکے حکم میں
اختلاف ہے امام صاحب - امام شافعی - امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے - ابن حزم ظاہری کے نزدیک
فرض ہے اگر ترک کر دیا تو نماز باطل ہو جائیگی - علامہ عینی فرماتے ہیں کہ واجب ہے لیکن چونکہ
صلوٰۃ کے اندر نہیں ہے اسلئے اسکے ترک سے فساد لازم نہیں آئیگی ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر اور حضرت بلال نے اور دوسرے بھی اسکے ترک پر نکیر فرمائی ہے اور نکیر ترک فرض پر ہوتی ہے
1085 ہماری طرف سے جواب ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے الفصل الاول عن نعمان بن بشير :- ۲۵
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے لیخالفن اللہ وجوهه اسکا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالی چہرے آگے
سے پیچھے کی طرف پھیر دیگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قلوب میں مخالفت پیدا کر دینگے جس کی وجہ سے ایک
1087 دوسرے سے اپنا چہرہ پھیر لیگا وعنہ قال :- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تسویۃ الصف کے معنی دو یہ ۹۸/۳
بیان کئے ہیں سد الخلل فی الصف اور دوسرے معنی وہ جو اوپر بیان کئے جا چکے ہیں گذشتہ اس حدیث
سے ابن حزم ظاہری نے وجوب پر استدلال کیا لیکن دوسرے الفاظ اسی حدیث کے اندر یہ بھی آرہے ہیں
فان اقامة الصفوف من حسن الصلوة اور اسی سے ابن بطال نے عدم وجوب پر استدلال کیا ابن بطال
پر اعتراض ہوا کہ مسلم شریف میں ہے من تمام الصلوة اور تمام شی کے بغیر شی مکمل نہیں ہوتی
اسکا جواب علامہ ابن دقیق العید نے یہ دیا کہ تمام کے دو معنی ہیں معنی عرفی - اور معنی واقعی ۔

٩٨/٣ اور معنی عرفی ہیں احراز الامر علی الشی لا یتعین علیہ وجود الشی اور معنی الشی یہ ہیں وہ امر جس پر شی کا 1087
معنی موقوف ہوں اور یہاں معنی عرفی مراد ہیں معنی وضعی تمام کے مراد ہیں لیکن علامہ عینی اور حافظ ابن حجر
نے اس جواب کو رد کردیا اور اسی وجہ سے یہ لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں ۔
عن ابو مسعود :۔ لا تختلفوا اسسے یعنی فرماتے ہیں کہ اختلاف ظاہر اختلاف باطن کا سبب ہوتا ہے 1088
٤ حتی کہ اطباء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی کوئی سرخ رنگ کا کپڑا پہن لے تو خون کے اندر دوران شروع ہو جاتا ہے
لیلنی اسکے اندر دونوں روایت ہیں ایک لیلینی اور ایک لیلنی اولو الاحلام والنہی اس کی مراد عقلمند و سمجھدار لوگ
عن عبد اللہ بن مسعود :۔ چونکہ حضور نے تسویۃ الصفوف کا حکم دیا تھا تو احتمال تھا کہ سیدھا کرنے 1089
٦ کے وقت شور و شغب ہو اسلئے منع فرمایا وھیشات الاسواق سے اور اسکے معنی شور وغل کے
٧ ہیں یہ مطلب حضرت گنگوہی نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت اقدس استاذی رحمہ اللہ نے اسکا اور ایک مطلب
یہ بیان کیا کہ آپ نے گفتگو منع فرمایا مسجد کے اندر بیع و شراء سے کیونکہ اسکے اندر شور و شغب ہوتا ہے
عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث کے اندر اول صف کو خیر الصفوف کہنے کی وجہ فرما دیا (۱) قرب امام کی وجہ سے 1092
١٢ (۲) تقدم مسجد ہونے کی وجہ سے کیونکہ وہ افضل جگہ ہے (۳) مسابقۃ الی الخیر ہے (۴) بکور الی المسجد اسکے اندر پایا جاتا ہے
٤ اور آخری صف شر الصفوف ان تمام فضائل کے اسکے اندر نہ ہونیکی وجہ سے ہے اور عورتوں کیلئے چونکہ تستر
ضروری ہے اسلئے ان کے واسطے بہتر یہ ہے کہ وہ آخری صف میں کھڑی ہوں **الفصل الثانی** عن 1093
١٣ انس قال :۔ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ جماعت کے اندر جب صف میں کھڑے ہو تو کندھوں اور مونڈھوں
کو برابر کر لینا چاہئے جس کی وجہ سے تسویۃ الصف ہو جائیگی عن ابن عباس :۔ یعنی تم میں سب سے
بہتر لوگ وہ ہیں جو نرم ہوں از روئے مونڈھوں کے اور نرم ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے مونڈھوں
کو سیدھا کیا جائے تو خود سیدھا کر لیتے ہیں سخت پتھر کے مانند نہیں ہوتے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر صف کے درمیان
٩٩/٩ الفصل الثالث فاصلہ ہو تو مونڈھوں کو نرم کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا آدمی درمیان کے خلل کو پورا کرے عن وابصۃ :۔ 1105
وابصہ کے اندر جو آتے ہیں راوی خود حضرت وابصۃ صاحب حدیث ہیں ۔ تمام علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ
مصلی کا تنہا صف کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ امام احمد ۔ اسحاق بن راھویہ اوزاعی ۔ ابن خزیمہ کی
رائے ہے کہ تنہا کھڑا ہونا حرام ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے نماز کا اعادہ کرنے کا
حکم دیا ۔ جمہور کا استدلال حضرت ابوبکرہ کی روایت سے ہے کہ وہ رکوع کیلئے پیچھے ہی سے جھک جاتے
تھے اور پھر بعد میں اگلی صف میں جاتے تو دیکھو وہ شروع نماز کے اندر تنہا صف کے اندر ہوتے تھے
پھر آخر میں آگے آتے اور حضور نے فرمایا زادک اللہ حرصا اور اس حدیث کا محل امام شافعی نے یہ
بیان کیا ہے استحباب پر محمول ہے یعنی آپ نے استحباباً اعادہ کا حکم دیا تھا ۔ بعض حضرات نے دعوی کیا کہ
وابصہ کی حدیث منسوخ ہے لہذا ان احادیث کیلئے جو اسکے خلاف ہیں یہ حدیث ناسخ ہوگی ہم کہتے ہیں کہ
منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور بعض نے جواب یہ دیا ہے کہ وہ پیچھے صف سے ہی رکوع
کیلئے جھکتے تھے اور رکوع کے بعد آگے جاتے تھے ۔ بعض لوگوں نے امام احمد سے نقل کیا کہ اگر تنہا پیچھے
صف میں کھڑا رہے تو یہ ممنوع ہے اور اگر آگے صف میں آجائے تو اب جائز ہے ۔

٢٠ ٩٩

باب الموقف

٩٩/٨ مصلی تین حال سے خالی نہیں یا تو امام ہے یا مقتدی یا منفرد ۔ منفرد تیسرا کوئی جگہ متعین نہیں ہے جس جگہ
چاہے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اب رہ گئے امام اور مقتدی یہ دونوں دو حال سے خالی نہیں یا تو امام کے
ساتھ صرف ایک مقتدی ہے یا اس سے زیادہ اگر ایک ہے تو اس کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک تو دائیں
جانب کھڑا ہوگا قاضی ابو الولید بن رشد نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ بائیں جانب کھڑا ہوگا۔ ابراہیم
نخعی کہتے ہیں کہ پیچھے کھڑا ہوگا اگر رکوع تک کوئی نہ آئے تو پھر اسکے قریب آجائے اور اگر کوئی رکوع سے پہلے
کوئی آگیا تو پیچھے ہی رہے گا اور اگر امام کے ساتھ مقتدی ایک سے زائد ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں
یا تو دو ہونگے یا دو سے زیادہ اگر دو ہیں تو امام آگے کھڑا ہوگا اور دونوں پیچھے کھڑے ہوں گے
اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ۔ ابن مسعود کے نزدیک امام ان دونوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا جمہور کی
دلیل الاثنان فما فوقھما جماعۃ ہے ایسے ہی اور دوسری احادیث ہیں اور اگر دو سے زائد ہیں تو تمام کا
اتفاق ہے کہ امام آگے کھڑا ہوگا۔ **الفصل الاول عن جابر:** ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر 1107
١٠ مقتدی پہلے سے کھڑا ہے اور پھر ایک اور آجائے تو مقتدی کو پیچھے ہو جانا چاہئے اور امام اپنی جگہ
پر کھڑا رہے اور یہی اولی ہے لیکن یہ بھی جائز ہے کہ امام آگے کو بڑھ جائے اور مقتدی اپنی جگہ پر ہی رہے
١٢ **عن انس:** ۔ اس حدیث کے اندر لفظ یتیم کے متعلق ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ علم ہے اور امام نووی 1108
فرماتے ہیں کہ یہ علم نہیں بلکہ ان کا نام ضمیرہ بن سعد الحمیری ہے ۔ یعنی صف مردوں کی ہوگی اور بڑوں
١٣ کے پیچھے بچے اور ان کے پیچھے خنثی اور ان کے بعد اناث ہوں گی **عن ابی بکرۃ:** ۔ اس حدیث 1110
١٥ کے اندر لفظ **لا تعد** وارد ہوا ہے اسکے ضبط میں مختلف اقوال ہیں لا تعدو عدو سے مشتق ہے جسکے
١٦ معنی دوڑنے کے ہیں و لا تُعِد اعادہ سے مشتق ہے یا و لا تَعُد عود سے مشتق ہے **الفصل الثانی** 1112
عن عمار: ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام اگر مقتدی سے بلند مقام پر کھڑا ہو تو دو حال سے خالی
نہیں یا تو بلا ضرورت ہے یا ضرورۃ ہے اگر بلا ضرورۃ کھڑا ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر ضرورۃ
کھڑا ہوتا تو امام احمد، لیث بن سعد، امام مالک اور امام شافعی کی ایک روایت ہے کہ جائز ہے
١٩ دوسری روایت امام شافعی کی اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ جائز نہیں **عن سھل بن سعد:** ۔ 1113
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ **فلان مولی فلانۃ** اس فلان کے اندر چند قول ہیں کہ یہ کون ہے
(۱) میمون (۲) باذام (۳) باقول (۴) صباح (۵) قبیصۃ المخزومی (۶) تمیم داری اور فلانۃ کا نام معلوم
٢٤ نہیں ہو سکا بعض نے ان کا نام علاثہ بتلایا اور بعض نے کہا عائشۃ الانصاریہ ہیں **عن عائشۃ:** ۔ 1114
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کچھ حائل ہو جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
امام بخاری کے نزدیک جائز ہے امام مالک سے بھی جواز نقل کیا گیا ہے اور امام شافعی کے یہاں تفصیل ہے
جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ اتحاد مکانی نہیں ہے اور امام کے انتقالات
کا حال معلوم نہیں رہتا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہاں اتحاد مکانی اور امام کے حالات کا
علم ہو جاتا تھا کیونکہ پردہ خوشہ نخل کا تھا قدر شمال ۔
٢٥ **الفصل الثالث** کی تمام احادیث محتاج توضیح و تشریح نہیں ہیں 1116

صؓ۹

باب الامامۃ

کون شخص احق ہے امامت کا اس مسئلہ میں علماء کے مختلف قول ہیں ۱ افقہ زیادہ مقدار ہے یہی مذہب ۱۰۰/۴
امام محمد۔ امام شافعی۔ امام مالک اور جمہور کا ہے ۲ اقرء مقدم ہوگا سب پر یہ مذہب ہے امام احمد۔ امام
ابو یوسف۔ اسحاق بن راھویہ اور بعض شافعیہ کا اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں باب کی پہلی حدیث سے
جسکے اندر ہے یؤم القوم اقرئھم جمہور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ لان اقرئھم کان اعلمھم دوسرا جواب
یہ ہے کہ قرأۃ کی حاجت نماز کے صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی ضرورت تمام ارکان میں پڑتی ہے

1117 **الفصل الاول عن ابن مسعود** اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے جب اعلم ہوگا تو اقرأ کو ۴
اس حدیث کے اندر احق قرار دیا اور اسکا جواب یہی ہے جو پہلے گذر چکا کہ صحابہ کرام کے اندر جو قاری ہوتا تھا
وہ عالم بھی ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ سمجھ کر قرآن پڑھتے تھے اب اس پر اشکال ہوتا ہے جب یہاں اقرئھم
سے اعلم مراد لیں تو آگے جو اعلم کا لفظ آرہا ہے اسکی وجہ سے کلام کے اندر تکرار ہو جائیگا اسکا
جواب دیا گیا ہے اقرأھم سے جو اعلم مراد لیا اس سے اعلم بالکتاب مراد ہے اور آگے جو اعلم ہے اس سے
اعلم بالسنۃ مراد ہے **الا باذنہ** اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ اسکا استثناء اقرب ہے یعنی ۹
تکرمتہ سے استثناء ہے بغیر اجازت مخصوص جگہ پر نہ بیٹھے اور لا یؤمن الرجل الرجل سے اسکا استثناء
نہیں ہے بلکہ وہ شرعاً ممنوع ہے لہذا اگر مالک مکان اجازت بھی دیدے امامت کی تو بھی ان کے نزدیک
امامت اسکی جائز نہیں ہوگی کیونکہ اسکی اجازت کا شریعت کی طرف سے کوئی اعتبار نہیں ہے
لیکن امام محمد۔ امام شافعی امام مالک کے نزدیک دونوں سے استثناء ہے لہذا اجازت کے بعد دونوں کام

1121 **عن انس:** حنفیہ کے نزدیک امامۃ الاعمیٰ مکروہ ہے شافعیہ کے یہاں اسکی افضلیت ہونے کے ۱۰/۹۲ الفصل الثانی
میں تین قول ہیں (۱) اعمیٰ کی امامت افضل ہے کیونکہ اسکے اندر خشوع ہوگا (۲) البصیر کی امامت افضل ہے
کیونکہ اعمیٰ کا نجاست سے پرہیز کرنا مشکل ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے (۳) دونوں برابر ہیں

1122 **عن ابی امامۃ:** اذانھم نماز کا تجاوز نہ کرنے کا معنی ہے کہ قبول کا محل نہیں ہوگا حضرت ۱۳
مولانا عبد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ کان کی تخصیص اسواسطے کی ہے کہ اسکا مستقر ہے ورنہ مقصود ہے
اسکی نماز اسکے پاس رہے گی قبولیت کیلئے آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جائیگی [illegible] زوج کا سخط
اور غصہ یا تو اپنی عادت کی بناء پر ہے یا بیوی کی جانب سے اول صورت میں وہ اسکی وعید میں داخل ہوگی
دوسری صورت میں اسکا مؤاخذہ نہیں ہے اور مگر ایسے ہی امام کے اندر ہے اگر مقتدی اپنی عادت کی بناء
پر ہے تو وہ لوگ اسمیں داخل ہیں اور اگر کسی حسد اور بغض کی بناء پر ہے تو وہ لوگ وعید میں داخل ہیں

1123 **عن ابن عمرؓ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ورجل اعتبد محررۃ لفظ محررۃ کے دو طرح ضبط کیا اول
اسم مفعول کا صیغہ اور تاء تانیث کیساتھ اور دوسرا میاں المحرر اسم مفعول اور ۃ کے ساتھ پہلی صورۃ ۱۴
میں موصوف محذوف ہوگا ای نفساً محررۃ یعنی غلام بنا لیا آزاد شدہ نفس کو اور ثانی صورت میں موصوف
محذوف ماننے کی ضرورت نہیں اور مطلب ہوگا کہ غلام بنا لیا یعنی آزاد کیئے ہوؤں کو **عن ابی ھریرۃ:** 1125
اس حدیث کے اندر تین اجزاء ہیں دو پہلے اجزاء محل کلام ہے آخری ثابت ہوا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھنا ۱۷
واجب ہے خواہ وہ کیسا ہی ہو ابن حزم ظاہری نے تمام صحابہ اور علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ فاسق

۱۰۰/۱۷ کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہی مذہب امام شافعیؒ امام صاحبؒ امام احمدؒ کا نقل کیا ۔ ابن حبیب مالکی کے نزدیک فاسق 1125
کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے ۔ اور جمہور کے نزدیک اہل بدعت کے پیچھے جائز ہے مگر مکروہ ہے

الفصل الثالث عن عمرو بن سلمة :۔ اس روایت کے اندر عمرو بن سلمہ نے اپنے آپ کو چھ یا سات سال 1126
۱۹ کا بتلایا اور ابوداؤد میں سات یا آٹھ تردد کیساتھ وارد ہے اور نسائی شریف میں جزم کے ساتھ آٹھ کا وارد ہوا
اور ابن جارود کی روایت میں چھ جزم کے ساتھ ہے اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا امامت صبی کے پیچھے صبی
نماز جائز ہے حسن بصری کی رائے بھی یہی ہے امام صاحبؒ امام احمد امام مالک سفیان ثوری کے نزدیک امامت
صبی کی جائز نہیں نوافل کے اندر جمہور سے دونوں روایتیں ہیں ۔ علماء بلخ کے نزدیک امامت مکروہ ہے
علامہ خطابی فرماتے ہیں ۔ حضرت حسن اس عمرو بن سلمہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے امام احمد سے اس کے
متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا لا ادری ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں ۔ شافعیہ نے اس حدیث پر تو
عمل کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر اور کبار صحابہ کو نہیں دیکھا ۔ ان کا کیا عمل تھا ۔ ابن عباس
[illegible] سے منقول ہے ۔ وہ غیر محتلم کو امام نہیں بناتے تھے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ
۲۶ حضور کو ان کے نماز پڑھانے کا علم نہیں تھا عن ابن عمر :۔ غلام کی امامت کے اندر بھی اختلاف ہے 1127
۱۰۱/۱ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں کر سکتا البتہ اگر احرار جاہل ہوں اور وہ قاری ہو تو جائز ہے

باب ما على الامام

۱۰۱/۲ الفصل الاول عن انس :۔ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔ حضور اقدس 1129
۲ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخف صلوۃ ہونے کا مطلب یہ ہے ۔ آپ ارکان کے اندر نقص یا کسی قسم کی کمی کرتے
ہوں بلکہ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ سنت قرأۃ کو ادا کرتے تھے ایسے ہی رکوع سجود کے اندر طمانینت
فرماتے تھے اور آپ یا تو حقیقۃ تخفیف فرماتے تھے یا آپ کی آواز میں چونکہ شیرینی تھی تو آپ کی تطویل
بھی لوگوں کو تخفیف محسوس ہوتی تھی ۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ۔ امام مقتدی کی وجہ سے تخفیف
کر سکتا ہے یا نہیں ۔ اس کے اندر تو اتفاق ہے ۔ مقتدیوں کو اس طوالت سے تشویش ہے تو تخفیف کر لی
چاہیے ۔ اور اگر یہ صورت پیش آ جائے ۔ امام رکوع کے اندر ہو اور اسکو معلوم ہو گیا ۔ کوئی آ رہا ہے
اور رکوع کے اندر تطویل کر دے تو اس کے اندر اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ تطویل کر دے امام اوزاعی
فرماتے ہیں ۔ مستحب ہے یہی شافعیہ کا مذہب ہے ۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں ۔ محاملی نے تجرید کے اندر نقل
کی ہے ۔ مکروہ ہے یہی مذہب امام صاحبؒ امام اوزاعی وغیرہ کا ہے امام محمد سے نقل کیا گیا ہے
۔ میں خوف کرتا ہوں ۔ کہیں شرک نہ ہو جائے ۔ امام احمد اور ابو ثور کہتے ہیں ۔ یہ کلام اختلاف
ہے اس وقت ہے جبکہ اطالۃ سے مقتدی کو تشویش ہو ورنہ جائز ہے بعض علماء نے یہ تفصیل بیان کی
۔ اگر وہ شخص اسکا ملنے والا ہے تو اس کے واسطے اطالۃ نہ ہونی چاہیے ورنہ اطالۃ کر سکتا ہے

عن ابی ھریرۃ :۔ علامہ عینی فرماتے ہیں ۔ امام کو مقتدی کا لحاظ کرتے ہوئے تخفیف کرنی چاہیے 1131
۵ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے عن قیس بن ابی حازم :۔ اس کے اندر ان رجلا کے متعلق حافظ
۶ فرماتے ہیں ۔ میں ان کے نام سے واقف نہ ہو سکا اور جس نے زعم کیا ۔ یہ ابو حزم بن ابی بن کعب ہیں اسکو غلطی واقع ہوئی 1132

الفصل الثالث

1139 عن عثمان بن ابی العاصؓ:۔ اس حدیث کے اندر ہے انی اجد فی نفسی شیئاً مطلب خود فرماتے ہیں کہ اپنے 101/7
الجواب نفس میں تکبر مراد ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وسوسہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ ان کو وسوسہ کا
مرض تھا عن ابن عمرؓ:۔ یہ نماز صبح کی تھی جیسا کہ مسند احمد میں تصریح ہے آپ اگر طوال مفصل اسکو دو [illegible]

باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق

16

1137 **الفصل الاول عن انسؓ:۔** آپ دو مرتبہ گھوڑے سے گرے ہیں ایک اس حدیث سے معلوم
ہوا اور یہ واقعہ ۵ھ کا ہے اور ایک مرتبہ قصہ ایلاء کے اندر جو ۹ھ میں پیش آیا۔ اس مسئلہ کے 18
اندر اختلاف ہے کہ اگر امام قاعد ہو تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے اسحاق بن راھویہ، ابن حزم ظاہری
امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھے امام احمد فرماتے ہیں کہ مذہب تو یہی ہے مگر
دو شرطوں کیساتھ ایک یہ کہ امام راتب ہو دوسرے یہ کہ مرض مرجو الزوال ہو اگر یہ شرطیں نہ پائی
جائیں تو کھڑے ہو کر پڑھے امام مالک فرماتے ہیں کہ جو قادر علی القیام ہو اسکو نماز پڑھنا قاعد
کے پیچھے مطلقاً جائز نہیں نہ قائماً اور نہ قاعداً۔ امام محمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ الجواب جمہور کا مذہب یہ
ہے کہ قائماً نماز پڑھے اس قاعد کے پیچھے۔ اب استدلال سنئے:۔ اسحاق بن راھویہ وغیرہ نے
استدلال کیا اس حدیث سے اور امام احمد نے جو دو شرطیں لگائی ہیں وہ اسی واقعہ کی وجہ سے
لگائی تھیں کیونکہ حضور کا مرض مرجو الزوال تھا اور امام راتب تھے۔ امام مالک استدلال کرتے ہیں
لا صلوۃ لقائم خلف القاعد اور ہمارا استدلال حضور کی نماز سے ہے جو آپ نے مرض الوفات کے
اندر بیٹھ کر پڑھائی اور تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر پڑھی چنانچہ حمیدی فرماتے ہیں وانما یوخذ
بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے یعنی مقدم ہے

راتب: امام کو جو مستقل امام ہو

1140 عن عائشہؓ:۔ اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ
کے تشریف فرما ہوئے اور ایک دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب بیٹھے تھے تو اس روایت 27
کی بنا پر لازم آیا کہ حضور امام تھے اور متن والی حضرت عائشہؓ کی روایت سے سمجھ میں آتا ہے
کہ حضرت ابوبکرؓ امام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماموم تھے لہٰذا اب دونوں کے اندر جمع علماء نے
اسطرح کیا ہے چونکہ آپ کا مرض کئی دن تک رہا تو کسی دن دائیں جانب اور کسی دن بائیں جانب
آپ تشریف فرما ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کا اور تمام لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کا
اقتداء فرمایا اس سے امام شعبی اور ابن جریر طبری نے استدلال کیا کہ مقتدی کی اقتداء مقتدی کو جائز
ہے اسی کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور ثمرۂ اختلاف دونوں کے
درمیان یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص پچھلی صف کے اندر آکر شریک ہوا اور رکوع میں جانے سے پہلے امام نے
سر اٹھا دیا لیکن مقتدیوں کی جماعت نے سر نہیں اٹھایا تو ان دونوں کے نزدیک واجد رکعت ہوگا
اور جمہور کے نزدیک واجد رکعت نہیں ہوگا ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ
1141 کی حیثیت مبلغ اور مکبر کی ہے عن ابی ھریرۃؓ:۔ امام نوویؒ نے تصریح فرمائی کہ اس حدیث کے 102/5
ظاہر سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے کیونکہ اس کے اندر اشد عذاب کی وعید ہے

ب۔ اس سبقت بالاقتداء سے نماز باطل ہوگی یا نہیں امام احمد، اہل ظاہر، ابن حزم کے نزدیک نماز 1141
باطل ہو جائیگی اور جمہور کے نزدیک نماز باطل نہ ہوگی یحول اللہ راسہ الخ ایک جماعت کے نزدیک معنی
مجازی مراد ہیں اس جملے کے اور وہ بلادۃ کے معنی ہیں یعنی وہ جاہل و احمق ہو جائیگا اس جماعت کے
اندر ابن التین اور ابن السراج ہیں اور دلیل ان لوگوں کی یہ ہے کہ اس امت کے اندر مسخ نہیں ہوگا
جمہور کے نزدیک اس جملے کے حقیقی معنی مراد ہیں اسی طرف ابن الجوزی، عسقلانی، عینی، ابن دقیق العید
مائل ہیں اور مسخ کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ النفی مسخ عام کی ہے مسخ خاص کی نفی نہیں چنانچہ ملا علی قاری
نے مرقاۃ کے اندر ایک قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بعض افراد پر مسخ واقع ہوا ہے

۸ **الفصل الثانی عن ابی ہریرۃ:۔** ہر رکعت پانے کے بعد واجد الرکعۃ ہے یا نہیں اسکے اندر اختلاف ہے 1143
علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ واجد الرکعۃ ہوگا لیکن ابن خزیمہ کے شاگرد
علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ واجد الرکعۃ نہیں ہے بعض لوگوں نے ابن خزیمہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے لیکن
یہ صحیح نہیں ہے **عن انس:۔** اس حدیث کے اندر وارد ہوا یدرک التکبیرۃ الاولی اسکے مصداق 1144
۱۰ تین ہیں (۱) امام کیساتھ تکبیر تحریمہ میں شریک ہو جائے (۲) پہلی رکعت کے اندر شریک ہو جائے (۳) رکوع
کے اندر اگر شامل ہو جائے لیکن یہ پچھلے دونوں اخیر کے مصداق اس وقت ہیں جبکہ وہ پہلے سے مسجد
میں نہ ہو اور اگر پہلے سے مسجد کے اندر موجود ہے تو ان دونوں اخیر کی صورتوں میں وہ تکبیرہ تحریمہ کا مدرک شمار
نہیں ہوگا **عن ابی سعید:۔** اس حدیث کے اندر دو رجل کا ذکر ہے ایک جاء رجل اور ایک قام رجل 1146
۱۲ دوسرا رجل تو حضرت ابوبکر ہیں لیکن اول کے متعلق تعلیق محمد کے اندر ہے کہ یہ حضرت علی تھے عبد ضعیف
نے بہت جگہ تلاش کیا تو کہیں اسکا پتہ نہ چلا اس حدیث سے تکرار جماعت ثانیہ ثابت ہوا لیکن اس مسئلہ
میں تفصیل ہے وہ مسجد جسکے اندر جماعت ثانیہ کا تکرار ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے اندر امام
راطب ہوگا یا نہیں اگر امام راطب (مستقل) ہے تو جماعت ثانیہ جائز نہیں اور اگر امام راطب نہیں ہے
تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد سے جواز معلوم ہوا نقل کیا گیا صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک
کی حدیث سے بھی ان کا مذہب ثابت ہوا ہماری طرف سے اس حدیث انس کا جواب یہ ہے کہ اسکی اسناد
مرفوعہ سے صحیح نہیں ہے اسکے اندر جماعت میں ایک مفترض اور ایک متنفل تھا اور ہمارا اختلاف فرض کے
اندر ہے اور ہمارا استدلال دوسری حدیث سے ہے کہ حضور مسجد میں تشریف لائے مع اپنے اہل کے دیکھا کہ
نماز ہو چکی تو آپ اپنے مکان تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی اور اس حدیث کے متعلق حافظ
نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات ہے۔ لیکن اگر مسجد شارع ہے تو اسکے اندر جماعت ثانیہ جائز ہے

الفصل الثالث عن عبید اللہ بن عبد اللہ:۔ اس حدیث کے اندر دو باتیں قابل ذکر ہیں ایک تو فاتاہ المؤذن 1147
۱۵ کا مصداق کون ہے وہ تو حضرت بلال ہیں دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان دو آدمیوں
میں جو حضور کو لیکر باہر گئے تھے صرف ایک کا ذکر کیا اور وہ عباس تھے دوسرے رجل کا نام کیوں نہیں لیا
اسکا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے چونکہ حضرت عباس تو متعین تھے اور دوسری جانب کوئی متعین نہیں
تھا کبھی حضرت علی کبھی حضرت فضل بن عباس کبھی اسامہ بن زید ہوتے تھے تو ان کو عباس کا علم تھا اسکے

۱۰۲/۱۵ ان کا نام ذکر کر دیا۔ لیکن حافظ علیہ الرحمہ اس جواب سے راضی نہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ حضرت عباسؓ تو 1147
متعین تھے اور دوسری طرف متعین نہیں تھا یہ غلط ہے بلکہ دوسری طرف حضرت علیؓ تھے اور حضرت عائشہؓ ان
سے کبیدہ خاطر تھیں اس لئے ان کا نام ذکر نہیں کیا چنانچہ اسماعیلی کے اندر ہے لم تطب نفسہا من علی۔

۱۰۳/۱ باب من صلّی صلوٰۃ مرّتین

اس باب کی تمام احادیث قابل تشریح کچھ بھی نہیں اور جو کچھ تشریح تھی وہ اس کے پہلے جلد ثانی کے اندر گذر گئی ہے
۲۰ البتہ باب کی آخری حدیث سے پہلے جو حضرت سلیمان مولی میمونہؓ کی روایت ہے اس کے اندر ہے کہ 1157
لا تصلوا الصلوۃ فی یوم مرتین اور یہ باب کی تمام احادیث کے خلاف ہے اس کا جواب امام ابوبکر احمد بن
الحسین بیہقی فرماتے ہیں کہ بنیت فرض دو مرتبہ نہ پڑھے یہ اس حدیث سے مقصود ہے واللہ اعلم۔

باب السنن وفضائلها

۲۳ سنن سنت کی جمع ہے عربی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین کو کہتے ہیں سنن سے وہ نمازیں مراد ہیں جو فرائض 1159
سے پہلے اور بعد میں پڑھیں اب اس کے اندر اختلاف ہے کہ فرائض کے پہلے رواتب ہیں یا نہیں۔ جمہور کے
نزدیک رواتب ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک رواتب نہیں ہیں پھر جمہور کے اندر اختلاف ہے کہ رواتب کے
اندر واجبات ہیں یا نہیں حسن بصریؒ کے نزدیک صرف نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں واجب ہیں لیکن اس کے
علاوہ اور کسی کے نزدیک کوئی واجب نہیں ہے پھر رواتب کی تعداد کے اندر اختلاف ہے امام احمدؒ کے نزدیک
دس ہیں یہی امام شافعیؒ کا مرجح مذہب ہے حنفیہ کے یہاں بارہ رکعتیں ہیں یہی ایک قول ہے حنبلی اور
امام شافعیؒ کی ایک وجہ ہے۔ امام احمد اور امام شافعیؒ کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعت اور ہمارے نزدیک
چار ہیں اس لئے ان کے یہاں دس اور ہمارے یہاں بارہ رکعات ہیں تمام دن کی رواتبات۔
امام احمد اور امام شافعی حفصہؓ ابن عمرؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں احفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رکعتین قبل الظہر ہماری طرف سے جواب ہے کہ اصل سنن کا انداز یہ ہے کہ گھر کے اندر پڑھے چنانچہ حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ گھر کے اندر سنن ظہر پڑھتے تھے جیسا کہ
اس باب کے اندر عبد اللہ بن شقیق کی حدیث سے واضح معلوم ہوا۔ لہذا حضورؐ سنتیں تو اپنے گھر پڑھ کر
آتے ہوں گے اور مسجد کے اندر اگر تحیۃ المسجد پڑھی ہوگی۔ اور ہمارا استدلال باب کی پہلی حدیث
حضرت ام حبیبہؓ کی جو ہے اس کی ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہمارا مستدل ہیں۔

۱۰۴/۹ **الفصل الاول:** عن عائشۃؓ: سنت فجر کے اندر حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت 1163
ہے اور علامہ شہاب قلیوبی فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ پر فجر کی سنت فرض ہے

عن عبد اللہ بن مغفلؓ: اس حدیث کے اندر یہ اختلاف ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان 1165
۱۱ نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں امام احمد، اسحق بن راہویہ، اصحاب حدیث اور ایک وجہ شافعیہ
کی یہ ہے کہ مغرب سے پہلے نوافل پڑھ سکتے ہیں یہی مالکیہ سے بھی نقل کیا گیا ہے لیکن امام صاحب، شافعیہ
اور مالکیہ کے نزدیک نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اصحاب حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جمہور زیادہ سے زیادہ مسنونیت کی نفی کر سکتے ہیں جواز کی نفی نہیں

1165 نہیں کرسکتے اور جو لوگ تاخیر مغرب کا ناجائز کہتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ تاخیر مغرب زیادہ ۱۰۴ / ۱۱
لازم نہیں آتی۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ اسکو مکروہ فرمادیتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے یا تو تاخیر
1166 مغرب یا تکبیر تحریمہ کا ترک لازم آئیگا عن ابی ھریرۃ! اس حدیث سے نماز جمعہ کے بعد سنن کا اثبات ہوا ۱۳
علامہ ابن قیم نماز سے پہلے سنن کے منکر ہیں۔ امام مالک۔ امام احمد۔ اور ایک قول امام شافعی کا بھی یہی ہے کہ سنن قبلیہ
ثابت نہیں کیونکہ ایک حدیث کے اندر ہے کہ آپ زوال کے بعد تشریف لاتے تھے مسجد کے اندر اور فوراً خطبہ کیلئے
منبر شریف لیجاتے تھے اور موذن اذان دیتا تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اوجز المسالک کے اندر حنفیہ کے
اس کے اندر دو روایتیں نقل فرمائی ہیں۔ ۱ چار رکعت جمعہ سے پہلے مؤکد ہیں ۲ دو رکعت مؤکد اور دو مستحب ہیں۔
حنفیہ کے نزدیک چار رکعت جمعہ سے پہلے مؤکد ہیں اور جس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا اسکا
جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں پڑھ کر تشریف لاتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے
کہ آپ نماز جمعہ سے پہلے طویل سنن پڑھتے تھے۔ البتہ سنن بعدیہ کے تمام قائل ہیں البتہ تعداد کے اندر
اختلاف ہے حنابلہ کے یہاں دو قول ہیں (۱) اقل تعداد دو رکعت ہے (۲) اکثر تعداد چھ رکعت ہے
شافعیہ کے یہاں دو مؤکد اور دو غیر مؤکد ہیں۔ مالکیہ کے یہاں دو رکعت بعد میں پڑھے وہ بھی اگر گھر میں
اگر پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔ حنفیہ کے یہاں چھ رکعات ہیں **الفصل الثانی** عن
1171 علی قال:۔ اس حدیث سے شافعیہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو سنت چار رکعت ہو اسکو دو ۲۰
تسلیم سے پڑھنا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں تسلیم سے تسلیم القطع مراد
1173 نہیں ہے بلکہ وہ سلام مراد ہے جو التحیات کے اندر ہوتا تھا عن ابی ھریرۃ! اس سے اربع کا ثبوت ۲۳
ہوا اور ما قبل حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان چھ رکعات کے اندر حضرتؐ بعد کی دو سنتیں بھی داخل ہیں
1177 **الفصل الثالث** عن عمر:۔ اس کے اندر صلوۃ السحر سے مراد بعض کے نزدیک صلوۃ تہجد ہے اور بعض ۱۰۵ / ۲
1182 کے نزدیک صلوۃ فجر مراد ہے اور اول راجح ہے عن کعب بن عجرۃ!۔ ایک جماعت کے نزدیک ۱۴
نوافل وسنن وغیرہ مسجد کے اندر مکروہ ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے البتہ افضلیت کے اندر اختلاف
ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام مالک اور سفیان ثوری کے نزدیک صلوۃ
نہار کا مسجد کے اندر اور صلوۃ لیلی کا گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ
والی نمازوں کا مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے مثلاً صلوۃ کسوف۔ صلوۃ خسوف وغیرہ ابن ابی لیلی
فرماتے ہیں کہ مغرب کی سنتوں کا گھر کے اندر پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ استحباب پر محمول ہے لیکن آج کل زمانہ کا مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے
کیونکہ کسل مندی اور تساہل اتنا ہے کہ گھر جا کر دوسرے کام کاج میں لگ جانے کا خطرہ ہے
1186 عن عمرو بن عطاء!۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جہاں فرض ادا کیا وہاں نوافل نہ پڑھے بلکہ دوسری ۱۹
جگہ پڑھنی چاہیئے یہی جمہور کا مذہب ہے۔ قاسم سے نقل کیا گیا ہے کہ گنجائش ہے۔

* * *

باب صلوۃ اللیل

۱۰۵ / ۲۵

تہجد کی نماز امت کے حق میں منسوخ ہے ۔ [illegible] فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ امت کے حق میں بھی ۲۵
اسکی فرضیت باقی ہے امام نووی فرماتے ہیں ھذا القول مردود بلکہ قیام لیل سنۃ اور مندوب ہے ابو بکر جصاص
فرماتے ہیں کہ مرغب فیہا ہے ۔ بعض ابن حازم کو تردد ہے سنۃ اور مندوب ہیں ۔ دوسرے بعض علماء کی رائے
ہے کہ سنۃ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ مندوب ہے ۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق بھی علماء کے دو اقوال
قول ہیں بعض کی رائے ہے کہ آپ پر فرضیت باقی رہی اور بعض کی رائے ہے کہ آپ سے بھی فرضیت منسوخ کر دی گئی
1188 علماء کی رائے ہے کہ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے **الفصل الاول عن عائشۃ** :
علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اقل عدد صلوۃ لیل کا اندر دو رکعت اور اکثر آٹھ رکعت ہے لیکن اسکے اندر مختلف روایا ۲۵
ہیں بعض کے اندر پانچ ۔ بعض میں سات اور بعض کے اندر گیارہ اور بعض میں تیرہ ہے لیکن تیرہ والی کے
متعلق جواب یہ ہے کہ اسکے اندر تین رکعت تو وتر اور دو رکعت سنۃ فجر کو بھی شامل کر لیا دوسری بات اس حدیث
کے اندر قابل ذکر یہ ہے **ثم اضطجع علی شقہ الایمن** یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اذان فجر کے بعد دو رکعت ۱۰۶ / ۱
خفیف سی سنۃ فجر کی پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ اس اضطجاع کا کیا حکم ہے
اسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) سنۃ مؤکدہ ہے یہ مذہب ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا
(۲) مستحب ہے یہ مذہب ہے حنابلہ کا اور ابن قدامہ نے حضرت ابو موسی اشعری و رافع بن خدیج ۔ انس بن مالک
اور صحابہ کی ایک جماعت سے یہ مذہب نقل کیا ہے ابن قیم ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یا تو وہ
یعنی اضطجاع کا حکم دیا کرتے تھے ابن قدامہ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ
یہی مالکیہ کا مذہب ہے
یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ ابن مسعود اسکا انکار کرتے تھے (۳) بدعۃ ہے حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ
ابن عمر ابن مسعود سے بھی یہی مذہب منقول ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ تلک ضجعۃ الشیطان
اور نخعی کی بھی روایت ہے
(۴) سنۃ فجر اور فرض کے درمیان فاصلہ کیلئے ہے (۵) خلاف اولی ہے یہ حسن البصری کا مذہب ہے
(۶) حقیقۃ سب کیلئے مستحب اور مقصود نہیں بلکہ ایسے شخص کیلئے مستحب ہے جس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو ۔
حضرت ابو بکر کا یہی مذہب تھا اور حنفیہ کا راجح مذہب بھی یہی ہے (۷) ابن حزم کا قول فرماتے ہیں کہ
فرض ہے یہ سات اقوال ہیں اور مشہور چھ ہیں چنانچہ علامہ شوکانی نے پہلے دو کو اکٹھا قرار دیا ہے
1195 عن ابن عباس : اس حدیث شریف کے اندر ہے کان اذا نام نفخ جب آپ سوتے تھے تو اونچی ۷ / ۱۱
سانس لیتے تھے اسپر اشکال ہوا کہ زور زور سے سانس لینا کھانے کی زیادتی کے سبب ہوتا ہے تو نعوذ باللہ
لازم آیا کہ حضور خوب زیادہ کھاتے پیتے تھے اسکا جواب دیا کہ کبھی بدن کے موٹے ہونے کی وجہ
سے بھی نفخ ہوتا ہے آگے چلکر اس حدیث کے اندر ہے فصلی ولم یتوضأ اسکی علت ما قبل میں
1201 گذر چکی کہ انکا العینان تنامان ولا ینام قلبی اوکما قال **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص** ۱۰۷ / ۲
1203 قیام عشر آیات سے مطلقاً قراۃ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے معانی پر بھی غور کرے **عن ابن عباس** : ۴
پہلی حدیث کے اندر بیان کیا تھا کہ حضور قراۃ کے اندر کبھی آواز کو بلند اور کبھی پست فرماتے تھے تو اس کو کوئی
یہ نہ سمجھے کہ رفع کے اندر آپ شاید خوب زور لگاتے ہوں گے تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس
حدیث کو مصنف لائے کہ رفع کی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ من فی الحجرۃ سن لیتے تھے اور حجرہ سے باہر کا

1204 خاص مجہرہ مراد ہے جہر یا محض بیت اس کا مراد ہے عن ابی قتادۃ :- رفع صلوٰۃ اولیٰ ہے یا خفض صلوٰۃ 107/5
اولیٰ ہے؟ امام غزالی نے احیاء العلوم کے اندر تحریر فرمایا ہے کہ اگر اسکو ریا کا شبہ ہے تو پھر خفض
اولیٰ ہے اور اگر ریا کا شبہ نہیں اور نیز مقتدیوں اور دوسرے لوگوں کو تشویش نہیں تو رفع اولیٰ ہے
اور مقصود اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آپ نے تعلیم دی توسط کی کیونکہ خیر الامور اوسطھا۔

1207 الفصل الثالث عن مسروق :- امام نووی فرماتے ہیں الصارخ بالاتفاق صارخ کے معنی چیخنے ~~والے کے~~
ہیں دیک کے ہیں کیونکہ وہ چیختا ہے اسلئے اسکو صارخ کہتے ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے وقت 13
چیختا ہے علامہ مجد الدین فیروزآبادی فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے بعد چیختا ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب
محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دیار کا دستور ہوگا ہمارے یہاں تو وہ سحر میں چیختا ہے
اس حدیث سے مقصود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے توسط کو بیان کرنا ہے کہ نہ ہمیشہ آپ بالکل
سوتے ہی رہتے اور نہ ہمیشہ آپ نماز میں مشغول رہتے تھے بلکہ دونوں کام اعتدال کیساتھ فرماتے تھے۔

باب ما یقول اذا قام من اللیل

1211 الفصل الاول عن ابن عباس :- اس حدیث پاک کے اندر جو دعا ذکر کی گئی ہے اسمیں لفظ نور کے معنی 25
علماء نے بیان فرمائے ہیں الظاہر بنفسہ والمظہر لغیرہ اور مراد اسکی یا تو مدبر، یا ناظم، یا منور اور اسکے علاوہ 25
اور بہت سے معانی ہیں اور لقاءک حق میں لقاء سے مراد رویۃ باری یا آخرت میں جانا مراد ہے
1216 الفصل الثانی عن شریق الھوزنی مولانا عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ ان دعاؤں کا نام 108/14
معشرات سبعہ صحیح ہے کیونکہ یہ سات دعائیں ہیں جو دس دس مرتبہ پڑھی جاتی ہیں ۔۔۔

باب التحریض علی قیام اللیل

الفصل الاول عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث پاک کے اندر شیطان کے عقد لگانے کے معنی میں دو
جماعت علماء کی ہیں ایک تو حقیقی معنی مراد لیتے ہیں کہ جیسے جادوگر گرہ لگاتا ہے ایسے ہی شیطان بھی
لگا دیتا ہے یا تو بالوں کا اور یا بالوں سے خارج اور اسکو حافظ نے راجح قرار دیا اس وجہ سے کہ تمام لوگوں کے
بال نہیں ہوتے۔ دوسرے بعض علماء اسکے معنی مجازی مراد لیتے ہیں اور وہ منع من الخیرات کے ہیں یعنی
شیطان اسکے سر پر بیٹھ جاتا ہے اور نیک کام سے نماز روزہ وغیرہ سے روک دیتا ہے بعض نے کہا کہ اس
سے وسوسہ مراد ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے بعض نے کہا کہ نماز سے غفلت بنا دیتا ہے اور بعض
نے کہا کہ ان تینوں گرہوں سے مراد تین چیزیں ہیں کھانا۔ پینا۔ سونا۔ ان تینوں میں مشغول کر دیتا ہے
علیک لیل طویل یعنی کہتا ہے کہ ابھی تو کافی رات باقی ہے لہذا سو جا اطمینان سے نماز پڑھنا 25
بعض لوگوں کے نزدیک یہاں نماز سے صلوٰۃ مکتوبہ یعنی عشاء کی نماز مراد ہے اس صورت میں نوم سے
مراد نوم قبل صلوٰۃ العشاء ہوگی اور جو لوگ اس صلوٰۃ سے صلوٰۃ التہجد مراد لیتے ہیں وہ نوم سے
نوم بعد صلوٰۃ العشاء مراد لیتے ہیں عن ابن مسعود :- اس حدیث کے اندر جس رجل کا 109/1
ذکر ہے اسکے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ لم اقف علی اسمہ البتہ سنن سعید بن منصور کے اندر ایک
ایسی حدیث گذری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود صاحب حدیث ہیں علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تعیین مشکل ہے

1221 اس حدیث کے اندر وارد ہوا بال الشیطان فی اذنہ بعض کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور مطلب ہے ٣
کہ شیطان اسکے کان میں پیشاب کرتا ہے اور اب اعتراض ہوگا اسکی تری تو محسوس نہیں ہوتی اسکا جواب دیا
اسکا پیشاب ہمارے تمہارے جیسا نہیں ہوتا بلکہ جیسا وہ خود کسی کو نظر نہیں آتا ایسے ہی اسکا بول و براز ہے
اور بعض لوگوں نے اسکے معنی مجازی مراد لیئے ہوئے تو احتمال بیان کیئے (١) وہ کان بند کر دیتا ہے تاکہ اذان وغیرہ
22 کی آواز سنائی نہ دے (٢) تحقیر کرتا ہے عن ام سلمۃ:۔ اس حدیث کے اندر آپؐ نے ارشاد فرمایا
"رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ" اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (١) بہت سی عورتیں دنیا کے اندر ٢
عمل کے لباس سے آراستہ ہوتی ہیں اور خوب اعمال کرتی ہیں لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آخرۃ کے اندر ثواب اور
اجر و جزاء سے بالکل ننگی اور محروم ہونگی (٢) جو عورتیں دنیا کے اندر ایسا لباس پہنتی ہیں جو نہایت
باریک ہو اور ان کا بدن اندر سے نظر آتا ہو تو وہ قیامت کے دن ننگی بدن اٹھائی جائینگی۔
23 عن ابی ھریرۃ:۔ اس حدیث کے اندر "نزول رب" سے اسکے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ کنایہ ہے نزول رحمت سے ٦
اور اللہ تعالیٰ کے قرض لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال کی حفاظت فرمائیں گے جو جیسا عمل کرے گا
25 عن عبد اللہ بن عمرو:۔ اس حدیث کے اندر تمام نمازوں میں احب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز کو
بتلایا گیا ایسے ہی روزہ وغیرہ کو احب اسپر اعتراض ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو خود ١٠
اسکے خلاف تھا آپ کبھی ہمیشہ کئی دنوں تک متواتر روزہ رکھتے تھے۔ کبھی متواتر کئی دن تک افطار کرتے
اسکے علماء نے دو جواب دیئے ہیں۔ جوابؐ احبیۃ اضافیہ مراد ہے یعنی بعض لوگوں کے اعتبار سے یہ عمل
افضل ہے اور بعض کے اعتبار سے نہیں ہے اسی کے اندر آپؐ بھی ہیں جواب ٢ احب الصلوۃ ہے یعنی احب الصلوۃ الی
36 **الفصل الثالث عن ابی ھریرۃ**:۔ اس حدیث کے اندر صلوۃ اللیل کو افضل قرار دیا گیا لیکن اسکے ١١
اندر علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنن رواتب افضل ہیں اور بعض کے نزدیک صلوۃ اللیل افضل ٢
اور بعض نے دونوں کے اندر جمع کر دیا صلوۃ اللیل افضل اسوجہ سے ہے کہ وہ و الطف نفل ہیں اور سنن رواتب
37 افضل اسوجہ سے ہے کہ اسکے اندر تاکد ہے عنہ قال جاء رجل:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا نماز آدمی
برے افعال سے مثلاً سرقہ وغیرہ اور قرآن بھی اسکی تائید کرتا ہے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر اور اسکا ٣
مطلب ١ تو یہ ہے کہ نماز کا فائدہ یہ ہے کہ وہ برے افعال سے روکتی ہے جبتک آدمی نماز کے اندر مشغول رہے
مطلب ٢ اس سے وہ نماز مراد ہے جو اپنی شروط و آداب کیساتھ ادا کی جائے تو وہ برے افعال سے روک دیتی ہے

بابُ القصد فی العمل ١٠

اس سے پہلے جو باب باندھا تھا اسکے اندر تحریض تھی قیام اللیل پر لیکن چونکہ احتمال تھا شاید افراط و تفریط
لوگ شروع کر دیں اسلئے اب یہاں سے دوسرا باب باندھ کر بتلاتے ہیں کہ اعتدال اختیار کرنا چاہیئے
اور مصنف نے قصد فی العمل کا ذکر کیا لیکن یہ شامل ہے قصد فی الوقت کو بھی۔ اور قصد فی الوقت
کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص وقت عبادت کیلئے مقرر کرے اور روزانہ اسکے اندر پابندی سے اپنا
وظیفہ پورا کرے۔ اور قصد فی العمل کا مطلب ہے کہ ہمیشہ عمل پر مداومت رکھے یہ نہیں کہ ایک
دن تو تمام اوقات عبادت کے اندر مشغول رکھے اور اگلے دن عبادت کا خیال بھی نہ آئے۔

الفصل الاول ۱۱۰

1247 ۱۱۰/۴۸ عن عمرؓ — حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تفسیر ہے قرآن پاک کی آیت کی وجعلنا اللیل
والنہار خلفۃ لمن اراد — اور حدیث پاک کے اندر جو لیل کی تخصیص کروائی گئی ہے یہ صورت اتفاقیہ ہے صحابہ کرام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر رات کو پڑھتے تھے ورنہ اگر کوئی شخص اپنے دن کا وظیفہ کو رات کے
48 اندر پڑھے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے عن عمران بن حصین حنفیہ کے نزدیک بیمار شخص جب
۲۰ لیٹ کر نماز پڑھیگا اور شافعیہ کے نزدیک پہلو پر لیٹا کر پڑھے۔ حنفیہ کے پاس مستلقیاً نماز
پڑھنے پر کوئی دلیل نہیں محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے شافعیہ کا استدلال نہیں کرسکتے
کیونکہ یہ حدیث مخصوص ہے حضرت عمران بن حصین کے متعلق ارشاد فرمائی گئی کیونکہ ان کو بواسیر کا مرض
تھا اور وہ مستلقیاً نماز پر قادر نہیں تھے لہذا نہ آپ کے پاس روایت اور نہ صحابہ کا بلکہ صرف قیاس
کی طرف رجوع ہوگا اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ مستلقیاً نماز پڑھے کیونکہ توجہ الی القبلۃ اسی سے
49 حاصل ہوگی اگرچہ علی جنب نماز پڑھنے سے بھی منع نہیں کرتے وعنہ قال — اس حدیث
۲۱ کے اندر نہ تو فرض پر محمول کرسکتے ہیں اور نہ نفل پر۔ فرض پر تو اس وجہ سے محمول نہیں ہوسکتا کہ وہ یا تو
بغیر عذر کے پڑھیگا یا مع عذر کے اول صورت میں فرض نماز صحیح نہ ہوگی اور ثانی صورت میں اسکو پورا
ثواب ملیگا نصف اجر کا کوئی مطلب نہیں ہے اور نوافل بھی اسکا محمل نہیں بن سکتی اگرچہ وہ بلا عذر بیٹھکر پڑھنے
کی صورت میں صحیح ہیں اور نصف اجر اسکو ملیگا لیکن اسکے بعد آپؐ جو فرمایا ومن صلی نائماً تو اسکی وجہ
سے نوافل کے اندر اشکال پیدا ہوگیا کیونکہ نوم کی حالت میں نوافل ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں لہذا اس حدیث
کا محمل نوافل بھی نہیں ہوسکتی اب اسکے اندر اختلاف ہوگیا کہ اس کا محمل کیا شئی بنیگی؟ علامہ
خطابی فرماتے ہیں کہ میں نے اسکا محمل نوافل قرار دیا تھا مگر حضورؐ کے قول ومن صلی نائماً نے اسکو
غلط کردیا لہذا اسکا مصداق مریض متحامل النفس ہے یعنی وہ مریض جو مشقت سے نماز پڑھ سکتا ہے
کھڑے ہوکر اب اس پر اعتراض ہوا کہ وہ اگر بیٹھ کر پڑھے تو اسکو پورا اجر ملتا ہے حالانکہ حدیث کے
اندر نصف فرمایا گیا اسکا جواب علامہ کاشمیریؒ نے دیا کہ اسکو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا ثواب
دو چند ملیگا اور بیٹھکر پڑھنے کا ثواب اس دوچند کا نصف یعنی ایک چند ملیگا۔ حضرت گنگوہیؒ
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل نوافل ہیں اور جو نائماً سے اشکال ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن
کے نزدیک نائماً نماز پڑھنا جائز ہے ایسے ہی ایک جماعت شافعیہ اور مالکیہ کی بھی ہے اور حنفیہ کے اندر
بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوا کہ جائز ہے تیسرا جواب
اس حدیث کے محمل کے متعلق یہ ہے کہ ابوبکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ یہ نائماً نہیں ہے
بلکہ اسکے اندر تصحیف ہوگئی یہ اصل میں بایماءٍ تھا یعنی اگر اشارہ سے پڑھے تو نصف اجر قاعد ملیگا

53 ۱۱۱/۶ **الفصل الثالث** عن سالم بن ابی الجعد اس حدیث کے اندر آپؐ فرمایا اقم الصلوۃ یا بلال ارحنا بہا
اس جملہ کے علماء نے تین مطلب بیان فرمائے مطلب۱: اذان کہو اور اقامت کہو تاکہ ہم نماز کے
ذریعہ راحت حاصل کریں مطلب۲: اذان و اقامت کہو تاکہ ہم نماز پڑھکر اسکی ذمہ داری سے
سبکدوشی حاصل کرکے راحت پائیں مطلب۳: ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ یہ استراحت

ماخوذ نہیں بلکہ رواہ الی البیت ماخوذ ہے۔ نماز پڑھکر جب اپنے گھر جاتیں حافظ نے اس مسئلہ کو پسند نہیں کیا

باب الوتر

اس باب کے اندر چند مسائل ہیں۔ المسئلۃ الاولیٰ :- وتر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک سنت ہے یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے امام نوویؒ نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے اور صرف حضرت امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کسی شخص نے امام صاحب کی موافقت کی ہو قول بالوجوب کے اندر۔ علامہ عینی فرماتے ہیں ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ ابن العربی مالکی نے اصبغ اور سحنون مالکی سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابن حزم وغیرہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جو شخص وتر کی نماز ترک کرے اسکو تادیب کی جائیگی اور اسکی تعدیل کے اندر جرح ہوگی بعینہٖ یہی قول ابن قدامہ نے مغنی کے اندر امام احمد سے نقل کیا ہے۔ مجاہد سے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا کہ وتر واجب ولم یکتب ایسے ہی ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب اور ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابو عبیدہ وغیرہ صحابہ کرام سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابو بکر رازی حنفی بھی وجوب کے قائل ہیں۔ لہذا صرف امام صاحب کی طرف قول بالوجوب کو منسوب کرنا نہایت غلط ہے

اب وجوب پر استدلالات سنئے۔ اسی باب کے اندر ابن عمرؓ کی حدیث بادروا الصبح بالوتر اور دوسری روایت کے اندر ہے اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔ ایسے ہی حضرت انسؓ کی روایت بادروا الصبح بالوتر اور حضرت جابرؓ کی حدیث من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل۔ یہ تمام احادیث وجوب پر دال ہیں کیونکہ ہر ایک کے اندر آپؐ امر فرما رہے ہیں والامر للوجوب۔ حضرت خارجہؓ کی حدیث ان اللہ زادکم صلوۃ فصلوھا تو آپؐ نے امر فرمایا اور قاعدہ ہے کہ زیادتی مقدر پر ہوتی ہے اور وہ فرائض ہیں کیونکہ سنن کے اندر تقدیر نہیں ہے اور مزید کا مزید علیہ کی جنس ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ دلیل ظنی سے زیادتی ہے لہذا مزید اگرچہ فرض نہیں ہو سکتا لیکن کم از کم واجب ضرور ہوگا۔ کسی نے کہا کہ سنن رواتب بھی تو مقدر ہیں اور ان کے اعداد متعین ہیں لہذا وتر کی زیادتی سنن رواتب مقدرہ پر ہو سکتی ہے اور اس صورت کے اندر وتر بھی سنت ہوگا۔ اسکا جواب ابو مسعود کاسانی صاحب بدائع دیتے ہیں کہ حضورؐ اس حدیث پاک کے اندر آپؐ نے فرمایا ان اللہ زادکم الوتر اور الوتر پر الف لام تعریف داخل ہے جو تقدم علم کو چاہتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وتر پہلے سے معلوم و متعین شی ہے اور یہ جب ہوگا جبکہ سنن رواتب کے اندر داخل ہو لہذا پہلے سنن کے اندر داخل ہے اور اب آپؐ کے قول سے وجوب کا ثبوت ہوا ایسے ہی حضرت بریدہؓ کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ اور یہ وعید واجب ہی پر ہو سکتی ہے سنن کا اتنا بلند درجہ نہیں ہے

نشا غیبہ کا دستور ال ہے مؤطا امام مالک کے اندر ایک حدیث ہے ~~حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول~~ وتر جس کے اندر ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ وتر واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ نے اور مسلمین نے وتر پڑھا ہے کئی بار انہوں نے یہ سوال اور ابن عمرؓ نے یہی جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر

واجب نہیں ورنہ وہ جواب کے اندر فرماتے کہ صلوٰۃ واجب ہے۔ ابن الملکؒ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے نفی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ سمجھا کہ اگر میں واجب کہدونگا تو وہ اسکو فرض سمجھیگا۔ دوسرا استدلال شافعیہ کا اس حدیث سے ہے جسکے اندر ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سے فرائض کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ پانچ ہیں۔ اس نے کہا کہ ھل علیّ غیرھن آپؐ نے فرمایا کہ لا الا ان تطوع۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تطوع کے اندر داخل ہے۔ جواب ۱: یہ ہے کہ تطوع سے مراد یا تو غیر فرائض مکتوبہ ہے۔ جواب ۲: یہ اعرابی کا واقعہ وتر کے واجب ہونے سے قبل کا ہے۔ تیسرا استدلال شافعیہ کا ابن عمر سے مروی ہے کہ سواری پر وہ وتر پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ سنت ہے۔ اسکا جواب مولانا گنگوہیؒ نے دیا کہ جب روایات کے ذریعہ وجوب ثابت ہو گیا تو اب ابن عمر کی حدیث کو عذر پر محمول کیا جائیگا۔ لیکن ابن عمر سے روایات مختلف ہیں۔ بعض سے معلوم ہوا کہ انہوںؓ نے وتر راحلہ پر پڑھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وتر زمین پر پڑھا ہے لہذا جمع ان کی روایات کے اندر یہ ہے کہ راحلہ پر وتر پڑھنا وجوب سے قبل کا واقعہ ہے۔ المسئلۃ الثانیۃ: — رکعات وتر کتنی ہیں؟ امام شافعی امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ اقل وتر ایک رکعت ہے اسکے بعد جتنا چاہے اضافہ کرے امام محمد۔ سفیان ثوری۔ عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک تین رکعت ہے حضرت انس۔ ابن مسعود۔ ابی بن کعب اور جمہور سلف و خلف کا اجماع ہے کہ تین رکعت ہے۔ ابو العالیہ سے سوال کیا گیا کہ وتر کے بارے میں آپ کا خیال ہے جواب دیا کہ جیسے دن کا وتر ہے ایسے ہی یہ رات کا وتر ہے اور دن کا وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے کہ جیسے وہ تین رکعت ایسے ہی وتر کی رکعات بھی ہیں اور تین رکعت پر ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں۔ ۱۔ ابن عباس کی حدیث ص ۱۰۶ پر گذر چکی بت عند خالتی میمونۃ اس کے اخیر میں ہے ثم اوتر بثلاث اور حضرت عائشہ کی حدیث بھی ماقبل میں گذر چکی جس میں وتر کے ثلاث رکعات ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے ایسے ہی ایک روایت مستدرک حاکم کے اندر ہے کہ یوتر بثلاث رکعات اور اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں ایسے ہی وہ ساری روایات جو قراءۃ فی الوتر کے باب میں ہیں وہ سب ہمارا مستدل بن سکتی ہیں چنانچہ انہی روایات میں ایک روایت عبد العزیز بن جریج کی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا قراءۃ کے متعلق انہوںؓ نے فرمایا کہ پہلی رکعت کے اندر سبح اسم ربک اور دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد آپ پڑھتے تھے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تین رکعات ہونے کے متعلق بیس صحابہ سے روایات مروی ہیں لہذا وہ بیس کی بیس ہمارے دلائل ہیں

المسئلۃ الثالثۃ: — تینوں رکعت متصلاً پڑھے یا کچھ فصل بھی ہو سکتا ہے؟ شافعیہ کے یہاں فصل اور وصل دونوں جائز ہے یعنی دو رکعت ایک تحریمہ اور ایک رکعت ایک تحریمہ اور تینوں رکعت ایک ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک فصل جائز نہیں اور وصل واجب ہے۔ شافعیہ ہم پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے ایک روایت ہے کہ سات رکعت۔ پانچ رکعت اور

111 ۸
تین رکعت نفل نہ پڑھو ورنہ صلوۃ مغرب کے مشابہ ہو جائیگی۔ ابن حجر اس کی تاویل اپنے مذہب کے مطابق
کرتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے اندر ایک تشہد آخر میں سلام کیلئے ہوتا ہے
وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے بلکہ دو تشہد کے بعد سلام ہونا چاہیے یعنی دو رکعت پر سلام اور
پھر ایک رکعت پر سلام ہونا چاہیے ہم اس اعتراض اور اس تاویل کا جواب دیتے ہیں کہ اسکا
مطلب تو یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے جب کوئی شفعہ نہیں ہوتا وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے
بلکہ وتر سے پہلے چند رکعات تطوع زائد پڑھ لینی چاہیے۔ **المسئلۃ الرابعۃ:** کیا کیا
سورتیں مستحب ہیں امام شافعی امام مالک کے نزدیک پہلی میں سبح اسم ربک الاعلی اور ثانی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون
اور تیسری میں قل ہو اللہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تینوں پڑھے اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک
1254 تیسری میں صرف قل ہو اللہ احد پڑھے۔ **الفصل الاول عن ابن عمرؓ:** یہ حدیث پاک شافعیہ کا ۸
مستدل ہے عدم وجوب ثلث رکعۃ پر اور ہم اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان دو رکعت کے ساتھ
55 ایک رکعت اگر اور ملالے تو حاصل وتر بنجائیگی۔ **وعنہ قال:** اس حدیث سے بھی شافعیہ نے وتر کے ایک ۹
رکعت ہونے پر استدلال کیا اور ہماری طرف سے مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے جواب دیا کہ الوتر رکعۃ کا مطلب ہے
رکعۃ مع الشفعتین اللتین ~~[illegible]~~ قبلہا۔ علامہ زرقانی نے اسکو بعید سمجھا لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ یہ
جواب بعید نہیں بلکہ اسپر قرینہ موجود ہے جو اگلی حدیث میں گذر گیا وہ لفظ ما قد صلی ہے۔
56 **عن عائشۃؓ:** اس حدیث سے بھی شافعیہ نے استدلال کیا پانچ رکعت پر تسلیم واحد۔ ہماری طرف سے علامہ ۱۰
کشمیریؒ نے جواب دیا کہ حدیث پاک میں لا یجلس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ درمیان میں قعدہ وغیرہ نہیں کرتے
تھے بلکہ ایک بار قعدہ فرما کر سلام پھیر دیتے تھے بلکہ اسکا مطلب ہے کہ لا یجلس للتسلیم ورنہ قعدہ تو
فرماتے تھے اور اسکی دلیل علامہ شوق نیموی نے بیان فرمائی کہ ابو داؤد شریف کے اندر ابن عباسؓ کی روایت
میں بھی اسکا ذکر ہے کہ آپ نے پانچ اور سات رکعات وتر پڑھے اور اسکے اندر ہے کہ ولا یسلم فیہن الا
آخرہن اس سے معلوم ہوگیا کہ لا یجلس کا مطلب ہے لا یجلس للتسلیم۔ مصنف نے اس حدیث کو متفق علیہ
57 کہا حالانکہ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ مفاریدِ مسلم میں سے ہے۔ **عن سعد بن ہشام:** ۱۲
حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کی عادت شریفہ کے متعلق فرمایا کان القرآن یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا۔ دوسری
بات اس حدیث سے معلوم ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد کی ~~[illegible]~~ نماز بلا قعدہ کے
پڑھتے تھے صرف آخر کے اندر قعدہ فرماتے تھے حالانکہ یہ مذہب حنفیہ کے خلاف ہے اسکا جواب حضرت علامہ عینیؒ
~~[illegible]~~ نے دیا کہ ان آٹھ رکعت کے اندر چھ رکعت تو حضرت عائشہؓ نے تہجد کی نماز کو چھوڑ دیا
اور باقی وتر کی رکعت مراد ہیں اسی وجہ سے تو فرمایا اور ثامنہ کے اندر قعود سے مراد وتر کا پہلا تشہد ہے
اور نویں رکعت کا قعود وتر کا دوسرا تشہد ہوگا اب کوئی اشکال نہیں تو جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حدیث پاک
کے اندر صرف وتر کے قعود کا ذکر ہے تہجد کے قعود کا ذکر نہیں ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ
عینی کے اس جواب کا ماخذ نسائی شریف کی یہی روایت ہے اسکے اندر یہ الفاظ ہیں وکان لا یسلم
فی رکعتی الوتر الخ اس سے معلوم ہوگیا کہ وتر کے قعدہ اور سلام کو بیان کرنا مقصود ہے

1259 **عنه قال:** اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وتر کی قضاء کب تک ہے اس کے اندر چند اقوال ہیں: ۶۱/۲۲

اول: امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک صبح تک نماز وتر کا وقت ہے اور صبح کے بعد ساقط ہو جائے گی

دوم: ابراہیم نخعی کے نزدیک طلوع شمس سے پہلے تک وقت رہتا ہے اور کبھی بعد میں طلوع صبح اور

سوم: حماد بن سلیمان حسن بصری کے نزدیک زوال الشمس سے پہلے پہلے تک وقت ہے یہی امام شعبی سے نقل کیا گیا ہے

چہارم: سعید بن جبیر کے نزدیک دن میں قضاء نہیں بلکہ اگلی رات کے آنے کے بعد وتر کی ادائیگی قضاء ہے یعنی اگر شنبہ کی رات کے وتر چھوٹ گئے تو یکشنبہ میں دن کے اندر تو قضاء نہیں کر سکتا البتہ اس دن غروب کے بعد سے عشاء کے وقت تک کر سکتا ہے اور اس دن اگر وتر پڑھ لیا تو پھر شنبہ کے دن کے وتر ساقط ہو جائیں گے

پنجم: نماز صبح تک وقت ہے اور پھر صلوۃ صبح کے بعد سے طلوع شمس تک قضاء نہیں کر سکتا بلکہ طلوع شمس کے بعد سے غروب تک قضاء کر سکتا ہے اور غروب کے بعد نہیں کر سکتا پھر غروب کے بعد سے عشاء تک قضاء کر سکتا ہے اور اس کے بعد ساقط ہو جائے گی۔ یہ مذہب امام اوزاعی کا ہے۔

ششم: دن کے اندر اندر قضاء کر سکے اور اس کے بعد قضاء نہیں کر سکتا یہ بھی امام اوزاعی کی طرف منسوب ہے۔

ہفتم: ہمیشہ جب چاہے قضاء کر سکتا ہے نہ دن کی توقیت اور نہ رات کی تعیین یہی شافعیہ کا فتویٰ ہے اور امام صاحب کا مذہب ہے البتہ دونوں کے اندر فرق یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ترتیب نہیں اور ہمارے نزدیک وتر اور بقیہ نمازوں کے اندر ترتیب ہے

61 ہشتم: اگر سہواً یا نوم کی وجہ سے ترک کر دیئے تو قضاء ہے علاوہ ازیں اگر عمداً ہو تو قضاء نہیں ہے۔ **عن عائشہؓ:** اس حدیث کے اندر وانتہی وترہ الی السحر کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں مطلب اول یہی صحیح اور اقرب ہے ۲۴ کہ آپ شروع زمانے کے اندر تو وتر کبھی شروع رات میں کبھی وسط لیل میں اور کبھی آخر لیل میں پڑھتے تھے لیکن ۲۵ اس کے بعد آخر عمر میں ہمیشہ آپ کا وتر آخر لیل میں ہوتا تھا۔ مطلب ثانی یہ ضعیف اور بعید مطلب ہے کہ آپ بعض اوقات تمام رات وتر پڑھتے رہتے یعنی انتہا اس کا صبح تک پہنچ جاتا تھا۔

64 **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن ابی قیس:** یہ حدیث دلیل ہے اس مسئلہ پر کہ وتر کی رکعات تین ہیں ۱۱۲/۵ اور حنفیہ کا دوسرا مسئلہ کہ وتر متصلاً ہونا چاہئے منفصل نہیں اس پر بھی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے

65 **عن ابی ایوب:** اس حدیث کو علماء نے موقوف قرار دیا ہے چنانچہ امام نسائی نے موقوف کو راجح قرار دیا ۷ ابو حاتم، دارقطنی، بیہقی نے بھی موقوف قرار دیا اور حافظ کی بھی یہی رائے ہے لہذا یہ موقوف ثابت ہوا ابو ایوب کا مذہب ہے

66 **عن علی:** اس حدیث کے اندر ہے فاوتروا یا اہل القرآن یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ۹ آتا ہے لہذا وتر کے واجب ہونے پر دلیل قائم ہو گی لیکن اس پر اشکال ہوا کہ صرف حفاظ پر وتر واجب ہونا اس حدیث سے لازم آیا فلا ولا علی غیر الحفاظ اور غیر اہل القرآن پر بھی وتر واجب ہے۔ اس کا جواب مولانا عبد الحق صاحب نے دیا کہ اہل القرآن سے حفاظ مراد نہیں بلکہ عام ہے اور تمام مصدقین یعنی مومنین مراد ہیں۔ علامہ کشمیری اس جواب پر راضی نہیں بلکہ انہوں نے اس حدیث کی دوسری تاویل کی اور کہا کہ اس کا طرف حفاظ مراد ہیں اور وتر سے مراد صلوۃ اللیل ہے یعنی صلوۃ اللیل حفاظ کے لئے زیادہ لائق ہے اور یہی رائے مستحق ہیں۔

67 **عن خارجة بن حذافة:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت طلوع ۱۱ فجر تک ہے چنانچہ ائمہ ثلاث کا یہی مذہب ہے اور اسی پر ابن المنذر اور ابن رشد حنفیہ نے اجماع نقل کیا ہے

1267 امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ وتر اور عشاء کا وقت ایک ہے البتہ ہمارے یہاں نماز اور وتر کے درمیان ترتیب ۱۱۲ ۱۱
ہوگی یہی ایک وجہ امام شافعی کی ہے لیکن اس وجہ کو امام شوکانی نے تضعیف کردی اور عراقی نے بھی
تضعیف کردی ہے۔ یہ امام شافعی کی وجہ نہیں ہے یہ اختلاف تو ابتداء وقت کے اندر تھا ایسے ہی آخر وقت
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے حافظ ابن عبد البر نے مطلق کہا وقت جواز صلوۃ صبح تک ہے اور وقت اختیار
طلوع صبح تک ہے شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ یہ ضابطہ کے اصل شروع سے فرق ہے کیونکہ بعد
طلوع الفجر ان کے یہاں نہیں پڑھ سکتا ہے الا یہ کہ بھول جائے۔ یہ ضابطہ ایک وجہ ہے جیسا شیخ کی
77 تیسری وجہ شافعیہ کی یہ ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے

الفصل الثالث

عن ابن عباس :- اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں ایتار واحدہ پر۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ۲۷
فرماتے ہیں کہ ان کے سوال کرنے سے خود معلوم ہوگیا کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا غیر مشہور ہے ایک مرتبہ سعد
بن وقاص نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ابن مسعود کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ کبھی کافی نہ ہوگی نیز بتیراء سے
82 آپ نے منع فرمایا ہے عن نافع :- اگر کسی شخص نے شروع لیل میں وتر پڑھ لیے اور اسکے بعد اسکو خیال ۱۱۳ ۱۰
ہوا کہ رات کو تہجد پڑھیگا تو آیا اسکے بعد پھر وتر کو پڑھے یا نہ پڑھے حضرت عمر، علی، عثمان، ابن عباس،
ابن مسعود، اسامہ بن زید، ابوہریرہ، ابن عمر ان سب کے نزدیک وتر دوبارہ پڑھیگا اور نقض وتر
کریگا اور دلیل پیش کرتے ہیں اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔ لہذا آخر رات پڑھنا ضروری ہے
لیکن یہ جمہور کے خلاف ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اکثرین کی رائے یہی ہے کہ وتر کا نقض نہ کرے اور
وجہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا لا وتران فی لیلۃ اور پہلے مذہب کے بناء پر لازم آئیگا دو وتر ان کو
ایک رات میں پڑھنا وہ لوگ کہنے لگے کہ جو وتر اس نے شروع لیل میں پڑھے وہ وتر کہاں رہے
ہم کہتے ہیں کہ آخر لیل میں جو آپ نے شفعہ ملانے کیلئے کہا یہ ملانا کیسے معتبر ہوگا۔ اور ان لوگوں نے
جو حدیث پیش کی اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایسے شخص پر محمول ہے جو آخر لیل میں وتر پڑھنا چاہے اسکو
84 چاہیے کہ آخر لیل میں وتر پڑھے عن ام سلمۃ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ وتر کے بعد
دو رکعت پڑھتے تھے لیکن دوسری احادیث مشہورہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی آخری نماز وتر ہوتی تھی ۱۴
چنانچہ اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے اب ان دونوں قسم کی احادیث کے
اندر علماء کی دو جماعتیں ہوگئیں ایک اہل تاویل اور ایک اہل ترجیح جو لوگ دونوں کے اندر ترجیح
کا مذہب اختیار کرتے ہیں ان میں قاضی عیاض مالکی بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رکعتین بعد الوتر کی روایت
مردود اور ضعیف ہے۔ علامہ نووی اہل تاویل میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں قاضی جی کے قول کی تردید کردی اور
فرمایا کہ بین الروایات ترجیح کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جبکہ دونوں میں جمع ناممکن ہو اور آپ نے
جو دو رکعت پڑھی وہ بیان جواز کیلئے پڑھی تھی۔ اب یہ کہ ان دونوں رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ امام مالک نے ان دونوں
رکعتوں کا انکار کردیا امام احمد فرماتے ہیں کہ نہ میں پڑھتا ہوں اور نہ کسی کو روکتا ہوں۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
یہ بمنزلہ سنت کے ہیں کیونکہ وتر صلوۃ مستقلہ ہے اور مستقل نماز کیلئے جیسا کہ سنتیں ہوتی ہیں ایسے
ہی یہ دونوں سنت ہیں وتر کی۔ دوسرا اختلاف ہے کہ ان کو بیٹھکر پڑھنا اولیٰ ہے یا کھڑے ہوکر؟

1284 حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ کے نزدیک بیٹھکر پڑھنا اولیٰ ہے لیکن ۱۱۳/۱۲
دوسرے بعض علماء نے فرمایا کہ کھڑے ہوکر پڑھنا چاہیئے کیونکہ نفل نماز کا ثواب قائم کی نماز سے نصف
درجہ کم ہوتا ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ جب حضور سے ثابت ہوا تو یہ نصف ثواب کے حکم میں داخل نہیں

باب القنوت ۲۰

قنوت کے معنی مختلف ہیں جو ماقبل میں گزر گئے اور یہاں اس سے مراد وہ مخصوص دعاء ہے جو بعد محل مخصوص
کے اندر پڑھی جاتی ہے قنوت کے پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک سنت ہے اور قنوت
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے چنانچہ سوید بن غفلہ سے ایک روایت دارقطنی کے اندر منقول ہے اور کانوا
یفعلون ذالک اور اس سے مداومت معلوم ہوتی ہے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے محقق ابن الہمام
نے مفصل کلام کیا اسی مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ وتر کے اندر قنوت پڑھے گا یا نہیں؟ امام مالک کے
نزدیک نہیں پڑھیگا جمہور کے نزدیک پڑھی جائیگی تیسرا اختلاف اسی مسئلہ کے اندر ہے کہ تمام سال
پڑھیگا یا بعض اوقات کے اندر حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک سارے سال پڑھیگا امام شافعی و مالک کے
کہ رمضان کے آخری نصف کے اندر پڑھے ہیں ایک روایت امام احمد کی ہے اور شافعیہ کی ایک جم
ہمارے موافق ہے اور ~~[illegible]~~ امام مالک کے نزدیک آخر رمضان کے نصف میں پڑھے یہ ان کی ایک روایت
دوسری روایت مالکیہ کی ہمارے موافق ہے اور تیسری روایت ان سے یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے ۔ چوتھا
اختلاف روایات کے اندر ہے کہ قنوت ~~[illegible]~~ کن کن نمازوں میں پڑھے امام مالک امام شافعی
کے نزدیک فجر کی نماز دوسری رکعت کے اندر رکوع کے بعد پڑھے گا پورے سال اور رمضان کے آخری نصف
کے اندر وتر کی نماز میں بھی وتر کی تیسری رکعت کے اندر رکوع سے پہلے پڑھے امام احمد اور امام صاحب
کے نزدیک اس نماز کے اندر نہیں پڑھیگا بلکہ صرف وتر کے اندر پڑھی جائیگی پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
کونسی دعا پڑھیگا امام صاحب کے نزدیک سورۃ الحفد والخلع پڑھیگا اور یہی مالکیہ کا مختار ہے
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھے گا ہمارا استدلال حضرت عمر بن خطاب
کے فعل سے ہے نیز ابی بن کعب کے مصحف کے اندر ہمارا قنوت موجود ہے بصورت دو سورتوں کے
ہے اور دونوں قنوت کو جمع کرتے ہیں نیز شافعیہ کے یہاں قنوت بعد الرکوع اور ہمارے یہاں قبل الرکوع ہے

89 **الفصل الاول عن عاصم الاحول** یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اس مسئلہ کے اندر کہ قنوت قبل الرکوع
ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے حلیہ کے اندر روایت نقل کی ہے جس کے اندر قبل الرکوع کا ذکر ہے اور بعد الرکوع تو ۲۵
92 قنوت نازلہ کا ذکر ہے **الفصل الثانی عن ابی مالک الاشجعی** اس حدیث کے اندر قنوت کو امر ۱۱۴/۴
محدث (بدعت) قرار دیا حالانکہ حضور سے پڑھنا ثابت ہے ملا علی قاری نے جواب دیا کہ مواظبت اسکی
93 بدعت ہے **الفصل الثالث عن الحسن**: اس حدیث کا مطلب ہے کہ حضرت ابی بن کعب
رمضان شریف کے اندر بیس روز تو تراویح پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ ہوتا تو آپ ۷
نماز پڑھانا چھوڑ دیتے تھے اور پیچھے رہتے تھے ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ انکا یہ گمان حضور کی
اقتداء کے اندر ہوتا تھا بعض نے کہا کہ کسی عذر کی وجہ سے تھا ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ وہ عذر تخلی بالنوافل ہے

باب قیام شہر رمضان

۱۱۲ ۱۰ تراویح کے شروع ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے جو فرض ہے اس سلسلے کے اندر دو روایتیں ہیں
(۱) مشروع نہیں (۲) مردوں پر مشروع ہے عورتوں پر مشروع نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بیس رکعت ہے
امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک اس کی رکعات بیس ہیں وکل ترویحۃ بتسلیمتین حضرت شیخ الحدیث
کی تحقیق کے مطابق امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے لیکن علامہ نووی اور ابن قدامہ نے نقل کیا ان کے نزدیک
چھتیس رکعتیں ہیں اور ابن [illegible] کا مشہور بھی یہی تھا۔ جمہور کا استدلال سائب بن یزید کی روایت
سے ہے کہ حضرت عمر و عثمان کے زمانہ میں سب بیس رکعات پڑھتے تھے یہی بیان اور ان سے امام مالک نے
روایت نقل کی ہے کہ بیس رکعت ہے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تو سنت مؤکدہ ہے اور
بارہ رکعات مستحب ہیں کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت
سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ مولانا عبد الحی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا استدلال اس حدیث سے کرنا صحیح نہیں
کیونکہ دوسری جگہ حضور کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین لہذا عمر و عثمان کی سنت بھی ہم
پر واجب ہے آج کل غیر مقلدین نے بھی اس مسئلے کو خوب اچھال رکھا ہے کہ رکعات تراویح آٹھ ہیں
اور بارہ رکعات مسنون نہیں اور اسی حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ عائشہ
کی حدیث تراویح کے باب کی نہیں بلکہ باب صلوۃ اللیل سے متعلق ہے انہوں نے اعتراض کیا کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح ثابت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن ابن عباس
نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے اور حضرت عمر و علی اور
حضرت عثمان سے بھی ثابت ہے کہ ان کے زمانے میں بیس رکعات پڑھی گئی ہیں۔ حضرت امام صاحب
سے سوال کیا گیا کہ تراویح کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ بیس رکعت ہے اور اگر کوئی اعتراض
کرے کہ حضرت عمر کا فعل ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے تھے بلکہ سب حضور کے فعل
1295 وعمل کی اقتدا فرماتے تھے **الفصل الاول عن زید بن ثابت** اس حدیث کے اندر اختلاف ہے
۱۱ کہ تراویح کا منفرداً پڑھنا اولیٰ ہے یا جماعۃً پڑھنا اولیٰ ہے امام محمد امام احمد اسحاق بن راہویہ
عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک جماعۃً پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ شعار اسلام یہی ہے اور اس کا اظہار اولیٰ
1300 امام مالک امام شافعی کا مذہب ہے کہ منفرداً پڑھنا اولیٰ ہے **الفصل الثانی عن زید بن ثابت** ۱۱۵ ۲ ۳ع
علماء نے بیان کیا کہ مدنی کے واسطے اپنے گھر کے اندر اور آفاقی کے واسطے مسجد نبوی کے اندر پڑھنا اولیٰ ہے
1301 نہ معلوم پھر کبھی نصیب ہو یا نہ ہو **الفصل الثالث عن عبد الرحمن** : اس حدیث کے اندر اس جملہ
۷ نعمت البدعۃ سے غیر مقلدین نے تراویح کے بدعت ہونے پر استدلال کیا علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بدعت کی
دو قسمیں ہیں ایک حسنہ اور ایک بدعت غیر حسنہ جو بدعت کسی اصل کے تحت داخل ہو وہ حسنہ اور جو داخل
نہ ہو وہ سیئہ ہے اور یہ تحت اصل داخل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے
علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس بدعت سے بدعت لغوی مراد ہے ورنہ نفس جماعت بدعت نہیں بلکہ وہ
حضور سے ثابت ہے **والتی تنامون عنها** الخ یعنی آخر رات میں تراویح کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے
۷ ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ ابتداء شب سے لے کر انتہاء شب تک پڑھنا زیادہ افضل ہے

١١٥/٨ عن السائب بن یزید :- بات یہ ہے کہ اندر روایات مختلف ہیں بعض میں گیارہ۔ بعض تیرہ 1302
اور بعض کے اندر اکیس اور کسی میں تئیس ۲۳ تک عدد رکعات کو بیان کیا گیا ہے اور جمع ان روایات
کے اندر ایسے ہوگا کہ جو لوگ قیام کو طویل کیا کرتے تھے وہ رکعات کے اندر کمی کرتے تھے اور جو رکعات کو زیادہ
کرتے تھے وہ قیام کو کم کرتے تھے عن عائشة :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے اعمال کو 1305
١٢ پندرھویں شعبان کی رات میں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور ایک روایت سے معلوم ہوا کہ
دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن بھی اعمال کا رفع ہوتا ہے دونوں کے اندر علماء نے جمع کیا کہ پندرھویں رات
کو تو تمام سال کے مجموعہ اعمال کا رفع ہوتا ہے اور پیر۔ جمعرات کو ہفتہ کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے
دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دخول جنت اعمال پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ مشیۃ الٰہی پر
موقوف ہے حالانکہ قرآن پاک کہتا ہے تلك الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون اس سے معلوم ہوا
کہ اعمال پر دخول مرتب ہوتا ہے علامہ ابن قیم نے جواب دیا کہ اعمال اسباب کے درجہ میں ہیں اور اسباب
پر مسببات کا وجود موقوف نہیں اور علت تامہ اللہ تعالیٰ کی رضی اور مشیۃ ہے جس پر معلول کا وجود موقوف ہے

باب صلوٰة الضحیٰ

١١٥/٢٤ اس کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے ٦ چھ اقوال ہیں (١) مستحب ہے (٢) بغیر سبب کے مشروع نہیں
(٣) بالکل مستحب نہیں عبد الرحمن بن عوف اور ابن مسعود سے مروی ہے (٤) کبھی کرنا اور کبھی ترک مستحب ہے
(٥) مواظبة فی البیوت مستحب ہے (٦) بدعت ہے یہ ابن عمر کا مذہب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک مستحب ہے
حضرت ابن عمر سے جو بدعت کا قول منقول ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ حضور سے ثابت ہے لہذا بدعت کہنا
کیسے صحیح ہے اسکا جواب١ دیا کہ ان کو علم نہیں ہوتا کہ حضور سے ثابت ہے جواب٢ ابن عمر نے مساجد کے
اندر کھلم کھلا پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے **الفصل الاول عن ام ہانی** :- جو لوگ صلوٰة ضحیٰ کا 1309
٢٥ انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے جو حضور کا نماز پڑھنا ثابت ہے یہ بسبب ہے اور وہ سبب
شکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی تو اس فتح مکہ کے شکریہ میں حضور نے نماز پڑھی تھی اور اتفاق
سے ضحیٰ کے وقت میں واقع ہوگئی۔ اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ چاشت (ضحیٰ) اور اشراق
یہ دونوں الگ ہیں یا ایک ہیں۔ اکثر حضرات صوفیاء کرام کی رائے ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں کیونکہ
امام ترمذی نے شمائل کے اندر حضرت علی سے ایک روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے
متعلق نقل کی کہ یصلی اربعاً اذا کان الشمس ههنا من وقت العصر و یصلی اربعاً اذا کان الشمس ههنا
من وقت الظهر تو اس روایت کے اندر تصریح وارد ہوگئی کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں ۔۔۔

عن معاذة :- اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ حضور چار رکعتیں پڑھتے تھے 1310
٢٦ اور مسلم و بخاری کی ایک روایت کے اندر وارد ہوا کہ حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ میں نے سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی صلوٰة الضحیٰ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اب ان دونوں کے اندر جمع کرنا
اور تطبیق دینے کے اندر علماء کے تین مسلک ہوگئے۔ مسلک اول :- اسکو ابن عبد البر نے اختیار
کیا اور فرمایا کہ یہ روایت معاذة کی غلط اور صحیحین کی روایت صحیح ہے مسلک ثانی :- امام نووی

1310 دخول کے اندر جب کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادتاً چاشت کے وقت اکثر اپنے اہلی بیت کے پاس ہوتے تھے اور ۱۱۵/۲۶
حضرت عائشہ کے پاس نہیں ہوتے تھے تو ممکن ہے حضرت عائشہ نے نفی فرما دی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں
کہ نفی سے مواظبت کی نفی مراد ہے اور جہاں اثبات کا ذکر ہے وہاں اثبات احیاناً مراد ہے

مسلک ثالث:۔ یہ روایت حضرت معاذہ کی مثبت ہے اور صحیحین کی روایت حقیقت میں بالکل نافی ہے
11 اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔ عن ابی ذر:۔ اس حدیث پاک کے اندر لفظ سلامی سلامۃ کی جمع ہے ۱۱۶
انگلی کے پوروے کو کہتے ہیں اور یہاں وہاں کل اعضاء کے جوڑ مراد ہیں اور ہر جوڑ کا صدقہ واجب ہے اور ان کے ۱
یعنی کہ انسان کے اندر تین سو ساٹھ ۳۶۰ جوڑ ہوتے ہیں لہذا ہر ایک کا صدقہ واجب ہے اور ان کام کیلئے حضور نے بتلادیا
کہ چاشت کی نماز ان تمام جوڑوں کے صدقہ کیلئے کافی ہے حدیث شریف کے اندر دو رکعت صلوۃ ضحی کی بیان
کی گئی ہے ایک جانب کی تو یہ تحدید ہوگئی لیکن دوسری جانب کی تحدید کو بیان نہیں کیا گیا چنانچہ ابن جریر
اور حضرت زید بن حسن البصری ابو سعید خدری وغیرہ سے جو روایات مروی ہیں ان میں تحدید نہیں ہے علامہ باجی
اور علامہ سیوطی نے اسی کو راجح قرار دیا کہ کوئی تحدید نہیں ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ چاشت کے محصور
ہونے پر کوئی روایت دال نہیں السیاحی علامہ عراقی نے نقل کیا ہے صرف علامہ رویانی نے حصر نقل کیا ہے
اور علامہ نووی اور علامہ واضحی نے ان کا اتباع کیا ہے دوسری جانب چاشت کتنی ہو جانب آخر کے اندر بھی
تحدید اور حصر ہے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے یہاں
عدد رکعات محصور ہیں چنانچہ تمام ائمہ اربعہ کا سب رکعات پر اجماع ہے کہ اقلہا رکعتان۔ البتہ اکثر کے اندر اختلاف
ہورہا ہے کہ اس کا کتنا عدد ہے مالکیہ کے یہاں آٹھ رکعت ہیں لیکن مالکیہ میں قاضی ابوالولید باجی
نے حصر کو غلط قرار دیا ہے۔ حنابلہ کے یہاں آٹھ ہیں۔ شافعیہ سے دو روایتیں ہیں ایک آٹھ کی
اور ایک بارہ کی اور اول ہی معتبر ہے حنفیہ کے یہاں اقل رکعت دو ہیں اور اوسط آٹھ ہیں اور اکثر
بارہ رکعات ہیں وأوسطہا افضلہا۔ اوسط پر چار الرشد اول حضرت ام ہانی کی حدیث سے ہے
اور بارہ پر چار الرشد اول حضرت انس بن مالک کی حدیث سے ہے عن زید بن ارقم:۔ اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کا نام ہی صلوۃ الاوابین ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ جو بعد المغرب ادا کی جاتی ہے وہ ہے

13 **الفصل الثانی عن ابی الدرداء:۔** اس حدیث قدسی کے اندر جو چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اس کے
متعلق بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے صلوۃ ضحی مراد ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے فجر کی سنۃ اور فرض مراد ہیں ۵

20 **الفصل الثالث عن ابی سعید:۔** اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھتے تھے اور
نہ ہمیشہ ترک کرتے تھے لیکن ممکن ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھتے ہوں لیکن کبھی گھر کے اندر اور کبھی مسجد کے اندر پڑھتے ۱۷
ہوں تو اس صورت میں یہ ابو سعید کا مقولہ ان کے علم پر موقوف رہیگا اور یا یہ کہ اس حدیث سے عدم مداومت
و مواظبت کو بیان کرنا مقصود ہے اور آپ نے مداومت اسلئے نہیں کی کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔

باب التطوع (الفصل الاول) ۲۰

22 **عن ابی ہریرۃ:۔** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال حضور سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ ۲۰
حضور سے پہلے کوئی بھی جنت میں نہیں جائیگا علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ قرب کی وجہ سے آپ کے

1322 دخول اوّل کیسا تو تعبیر کر دیا لیکن اس جواب کو رد کر دیا گیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ جواب کا مدعا علم 116 ۲۰
ہے اور یہ اس کیلئے نفس الامر میں جو واقع ہوا خود بیان کئے ہیں۔ جو ان بعض شارحین کی رائے ہے کہ آپ بعض دفعہ داخل
ہوتے ہیں خادم ہونے کی حیثیت سے داخل ہوتے تھے تاکہ حضور کے آنے سے پہلے تیاری کر لیں۔ اس حدیث
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تحیۃ الوضوء مستحب ہے البتہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ ذوات الاسباب میں سے ہے یا نہیں
شافعیہ نے اس کو ذوات الاسباب میں سے قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے اوقات مکروہہ کے اندر بھی تحیۃ الوضوء جائز ہے
اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کر سکتا کیونکہ ذوات الاسباب میں سے نہیں ہے
لیکن حنفیہ کے یہاں تحیۃ الوضوء کیلئے ایک شرط ہے کہ اعضاء کے اندر جفاف ہو۔ عن جابر:۔
اس حدیث کے اندر نماز استخارہ کا ذکر ہے استخارہ باب استفعال کا مصدر ہے اور مشتق ہے خیرہ یا خیر سے
خیرہ پسندیدہ شی کو کہتے ہیں فی الامور اس کے ساتھ بخاری شریف کے اندر لفظ کلہا کی زیادتی ہے۔ ابن
عارف بن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ فی الامور عام مخصوص منہ البعض ہے حرام۔ مکروہ۔ کار خیر کے
اندر استخارہ نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ استحباب کے قائل ہیں ان دونوں رکعتوں کے اور بعض نے وجوب کا قول کیا ہے

24 **الفصل الثانی عن علی قال:۔** اس حدیث کے اندر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صدق ابوبکر یہ حضرت 117 ۳
علی نے اس وجہ سے فرمایا کہ حدیث کے بارے میں حضرت علی کی عادت تھی باب التشدد میں تھا اندر داخل ہونے سے جیسا کہ وہ
جب کسی سے حدیث سنتے تو اس پر قسم لیتے تھے لیکن ابوبکر سے قسم نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے صدق ابوبکر
اب یہ اشکال ہوگا کہ حضرت علی قسم کیوں لیتے تھے جبکہ علماء کا اتفاق ہے کہ الصحابۃ کلہم عدول اس وجہ سے
بعض علماء نے استحلاف والی روایت کو باطل اور ضعیف قرار دیا ہے جواب یہ ہے کہ استحلاف
والی روایت صحیح ہے اور آپ قسم لیتے تھے صحابہ کا کذب لازم نہیں آتا بلکہ احتیاطاً ایسا کیا
27 کرتے تھے **عن عبد اللہ بن ابی اوفی:۔** اس حدیث پاک سے صلوٰۃ الحاجت کا ثبوت ہوا جس کو نماز حاجت 9
بھی کہتے ہیں دو رکعت ہے اور مستحب ہے حنفیہ کے ہاں۔ اس کے متعلق تین روایتیں ہیں ۱۔ دو رکعت مستحب ہے
۲۔ چار رکعت مستحب ہے ۳۔ بارہ رکعت جس میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر عمل کیا اور مجرب پایا

باب صلوٰۃ التسبیح

۱۴

28 صلوٰۃ التسبیح والی حدیث میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن الجوزی۔ ابن تیمیہ۔ ابن عبد الہادی نے انکار کیا
ہے اس کے بر خلاف ابو موسیٰ المدینی۔ ابو بکر آجری۔ ابن المنذر وغیرہ حضرات نے اس حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے
تیسری جماعت کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے ابن العربی بھی اسی طرف مائل ہیں۔ علامہ نووی۔ ابن حجر
کے کلام میں تعارض ہے بعض جگہ تو انہوں نے حسن کہا ہے اور دوسری جگہ اسی حدیث کو معلول بالشذوذ قرار دیا ہے
حضرت مولانا عبد الحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے علامہ
شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے بلکہ کثرت طرق کی بناء پر صحیح لغیرہ بھی ہو سکتی ہے اور صلوٰۃ التسبیح
کے احادیث کے اندر دو طریقے مذکور ہیں ایک اس روایت کے اندر اور ایک عبد اللہ بن مبارک کی حدیث کے اندر اور
اس کے اندر ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ سے پہلے پندرہ بار اس کو قرأۃ کے بعد دس بار اور بعد رکوع کرے اور باقی صورت وہ
ہے جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے اور اس حدیث کے اندر ثناء کے بعد قرأۃ سے پہلے یہ پندرہ بار پڑھنے کا

۱۱۷/۱۴ ذکر نہیں الا قراءۃ کے بعد سجدہ دوم کا ذکر ہے اور رکعت کا اور ابو ہریرہ کے بعد اٹھنے سے پہلے بیٹھ کر اس پر پڑھے 1328
اور اسکے بعد دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جاتا ذکر اس حدیث کے اندر ہے ابن المبارک کی حدیث میں اسکا ذکر نہیں اسکو
دوسرے صاحب قنیہ نے ابن المبارک کی روایت کو راجح قرار دیا کیونکہ وہ ظاہر مذہب کے مشابہ ہے اسکے اندر جلسہ استراحت
لازم نہیں آتا اور اس حدیث کے اندر اللزوم آتا ہے مگر صاحب بحر اور اکثر حضرات شراح نے اسی طریقہ کو اختیار کیا
یعنی والی حدیث ابن نمیر کے اندر ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں یہ نماز خلاف قیاس ہے لہذا کبھی وہ اسکو اور کبھی دوسرے طریقے
کو اختیار کرے علامہ کشمیری نے بھی اسی کو پسند فرمایا **عن ابی ھریرۃ**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نماز 30
۲۳ کا حساب ہوگا اور صفحہ ۲۹۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حساب دماء خون وغیرہ کا ہوگا
دونوں کے اندر علماء نے جمع ایسے کیا حقوق العباد کے اندر سب سے پہلے حساب دماء کا ہوگا اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے
حساب نماز کا ہوگا **فیکمل بہا ما انتقص** یہ تکمیل یا تو باعتبار کمیت کے ہوگی یعنی اگر اسنے اپنی زندگی کے
۲۵ اندر فرائض کو کم کردیا اور تمام کی ادائیگی نہیں کی تو نوافل کو ملا کر فرائض کی مقدار پوری کردی جائیگی اور یا باعتبار
کیفیت کے تکمیل ہوگی یعنی اگر خشوع و خضوع کے اندر کمی ہوگی تو نوافل کے ذریعہ اسکو پورا کردیا جائیگا۔ اجزاء کی
باجی فرماتے ہیں کہ خشوع کا مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ آگے زکوۃ کا ذکر ہے اور وہاں خشوع و خضوع مراد نہیں ہے

۱۱۸/۲ باب صلوۃ السفر

انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایک سفر کی اور ایک حضر کی۔ اور چونکہ حضر اکثری حالت اور سفر بہت کم واقع ہوتا 33
تو پہلے اکثر کے احکام کا تذکرہ تھا اب اقل کے احکام مذکور ہوتے ہیں۔ سفر ماخوذ ہے سفر یسفر (ض)
سے جسکے معنی کھولنے کے ہیں کیونکہ احوال رجال کو یہ کھولتا ہے۔ ابو الولید ابن رشد نے نقل کیا ہے کہ قصر کرنا
نماز کے اندر مشروع ہے۔ حضرت عائشہ سے ایک روایت کے اندر ہے کہ قصر خائف کیلئے جائز ہے اور غیر خائف
کیلئے جائز نہیں ہے۔ قصر کے حکم میں بھی علماء کا اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک واجب ہے اشہب نے امام مالک
سے نقل کیا کہ واجب ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوری۔ حماد بن سلیمان کا۔ امام شافعی سے منقول ہے کہ قصر
رخصت ہے۔ امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے کہ سنت ہے دوسری روایت ہے کہ افضل ہے۔ تیسری روایت
ہے کہ میں عافیت طلب کرتا ہوں۔ جو لوگ سنت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں آیت کریمہ واذا ضربتم
فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ سے کہ قصر پر فرمایا کہ کوئی گناہ نہیں ہے علماء احناف نے جواب
دیا کہ آیت کے مورد میں خود اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ اس قصر کیفیت مراد ہے اس صورت میں اسکا
محمل صلوۃ الخوف ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس قصر کمیت مراد ہے اس صورت میں صلوۃ السفر پر محمول ہے
تو آیت کے اندر جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال غلط ہے دوسرا جواب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں پر محمول ہے
جو قصر کے اندر گناہ ہی سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے استدلال کیا کہ حضرت عائشہ سے روای ہے کہ کل ذلک قد فعل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قصر الصلوۃ واتم اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اسکا راوی ابراہیم بن ابی یحیی ہے جو کہ متروک ہے
ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اس میں عمرہ رمضان کا ذکر ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ آپ نے کبھی بھی عمرہ
رمضان کے اندر نہیں کیا لہذا اتمام کا قول سیرۃ مطہرہ کے خلاف ہے۔ حضرات حنفیہ کے استدلال مختلف احادیث
سے ہیں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ نماز پہلے دو رکعت فرض تھی لیکن ہجرت کے بعد چار ہوگئی مگر صلوۃ سفر ہجرت کے

۱۱۸

1333 بعد دو ہی رکعت بھی ہوئیں اسی سے حضرت عمر فرماتے ہیں الصلوة الفطر رکعتان وصلوة الاضحی رکعتان وصلوة الجمعة رکعتان ٢
وصلوة السفر رکعتان الخ ایسے ہی حضرت ابن عمر اور ابن عباس کا قول ہے کہ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة
السفر رکعتین وہی تمام غیر قصر اور ایسے ہی مختلف روایات ہمارا مستدل بن سکتی ہیں۔ نیز اگر اتمام جائز ہوتا تو حضور
بیان جواز کیلئے ضرور کرتے بلکہ حضرت عثمان نے اتمام کیا تو ان پر لوگوں نے نکیر کی اور ان کا تاویل کرنا دلیل ہے اتمام حضور
1333 سے ثابت نہیں ورنہ تاویل کی کیا ضرورت تھی

الفصل الاول عن انس:۔ مقدار سفر جس میں قصر ثابت ٢
ہوتا ہے اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے امام صاحب۔ ابن مسعود، شعبی، نخعی، عثمان بن عفان، سفیان ثوری
ان تمام کے نزدیک سیر وسط کے ساتھ تین دن تین رات کی مسافت قطع کرنے سے قصر ~~[illegible]~~ ہوتا ہے۔ امام احمد اور
امام شافعی امام مالک ان تینوں کے نزدیک چار برید کا قصد کرنے سے قصر کی اجازت ہے اور چار برید امام شافعی کے
یہاں اڑتالیس میل کا اور امام مالک کہتے ہیں اچھیالیس میل کا ہوتا ہے لیکن واضح رہے یہ سب اقوال
متقارب ہیں چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں اھ ص ۵۹ سطر ۳ تو ہمارا مذہب زائد ہے اور حقیقۃ
اگر دیکھا جائے تو ان کے یہاں مقدار سفر ہم سے زیادہ ہے ظاہریہ کے نزدیک تین میل کی مسافت کے قصد سے بھی
قصر کی اجازت ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور نے ذوالحلیفہ میں قصر کیا اور وہ مدینہ سے
تین میل پر ہے ہماری طرف سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور نے تو مکہ کا قصد کر رکھا تھا راستے میں وہاں قصر کی
صرف وہیں تک کا قصد نہیں تھا اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک ایک میل کی مسافت کے قصد سے بھی قصر جائز ہے

35 **عن یعلی بن امیة:۔** اس حدیث کے اندر قصر کو حضور نے صدقہ فرمایا اس سے شوافع نے عدم وجوب پر استدلال کیا
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ صدقہ بھی کبھی کبھی واجب ہوتا ہے نیز حضور نے فاقبلوا امر کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے ٤

37 **عن ابن عباس:۔** اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ کتنے ایام کی اقامت کی نیت سے آدمی اتمام کرے گا
اس میں مختلف اقوال ہیں (۱) ابن مسیب فرماتے ہیں وضع رحال اگر کر دیا تو نماز کا اتمام کرے (۲) اگر ٩
ایک دن ایک رات کے قیام کی نیت کرے تو اتمام کرے یہ مذہب ہے ربیعہ کا (۳) تین دن تین رات کے اقامت کی
نیت سے یہ بھی سعید بن المسیب کی ایک روایت ہے (۴) چار رات چار دن کے قیام کی نیت سے امام احمد اور
امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے (۵) چار دن سے زیادہ کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے ابن رشد نے امام احمد اور
داود ظاہری سے نقل کیا ہے (۶) بائیس نمازوں کی نیت کرنے سے مقیم بن جاتا ہے ابن قدامہ فرماتے ہیں امام
احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے (۷) دس دن اور دس رات کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے یہ مذہب ہے حضرت علی کا
(۸) بارہ دن و رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے یہ مذہب ہے ابن عمر کا (۹) تیرہ دن و رات کی نیت
سے مقیم ہو جاتا ہے یہ مذہب ہے بعض سلف کا (۱۰) پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے حنفیہ کا مذہب ہے
ابن مسیب اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے امام مزنی کا بھی یہی مسلک ہے (۱۱) سولہ دن و رات کی اقامت
سے یہ مذہب ہے لیث بن سعد کا (۱۲) سترہ دن کی اقامت سے امام شافعی کی ایک روایت ہے (۱۳) دوسری
روایت امام شافعی کی ہے کہ پندرہ دن و رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے (۱۴) اسحاق بن راھویہ کے
نزدیک انیس دن رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے (۱۵) بیس دن کی اقامت کی نیت سے یہ ابن حزم
کا مذہب ہے (۱۶) امام احمد کا مذہب ہے اکیس دن کی اقامت کی نیت سے اسے اتمام واجب ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ

1337 118/9 بنیادی ارادے کی نیت سے مقیم بنتا ہے وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن روایات مختلف ہیں بعض کے اندر انیس اور بعض میں اٹھارہ اور بعض میں سترہ دن کا ذکر ہے۔ اسمیں علماء نے جمع کیا جو لوگ انیس والی روایت سے استدلال کرتے ہیں اس روایت کے اندر راوی نے یوم الدخول والخروج دونوں کو شمار کرلیا۔ اور جسکے اندر اٹھارہ ہے اسمیں یوم الدخول والخروج کو ایک شمار کیا اور جسکے اندر سترہ ہے اسکے اندر دونوں دن کا اعتبار نہیں کیا۔ ہمارا استدلال ابن عمر کی وہ روایت ہے جسکو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے

39 اور آپ نے پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے اتمام صلوٰۃ فرمایا عن ابن عباس۔ اسپر تمام کا اتفاق ہے احناف

14 کے اندر جمع بلا عذر جائز نہیں اور عذر کی صورت میں جمع صوری جائز ہے اور جمع صوری کہتے ہیں ظہر کی نماز کو آخری وقت کے اندر اور عصر کی نماز کو اول وقت کے اندر پڑھے اور اسکے مقابل جمع حقیقی ہے ظہر کی نماز کے وقت میں عصر کی نماز کو پڑھنا۔ یہ تو حضر سے متعلق تھا۔ سفر کے اندر بھی اختلاف ہے عرفہ اور مزدلفہ کے اندر بالاتفاق جائز ہے اور ان دونوں کے علاوہ میں اختلاف ہے جسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

۱ حسن بصری، امام صاحب، ابن سیرین، مکحول، نخعی کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے ۲ امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ، اشہب مالکی کے نزدیک یجوز کما یجوز القصر ۳ یجوز اذا جدّ به السیر یعنی جب جلدی ہو اور تیزی سے چل رہا ہو تو جائز ہے یہ امام مالک کا مذہب ہے ۴ یجوز اذا اراد قطع الطریق ابن حبیب مالکی کا مذہب ہے اور قطع طریق کا مطلب ہے مسافر چل رہا ہو اور اگر کہیں بیٹھ گیا اور سواری سے اتر گیا تو اب جائز نہیں ہے ۵ مکروہ ہے یہ روایت ہے امام مالک کی ۶ جمع تاخیر جائز ہے جمع تقدیم جائز نہیں یہ ابن حزم کا مذہب ہے۔ امام شافعی کا استدلال ان روایات سے ہے جسکے اندر جمع وارد ہوئی حضرت معاذ کی روایت بھی ان کا مستدل ہے کیونکہ اسکے اندر جمع کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں جتنی روایات سے آپ استدلال کرتے ہیں ان میں حضرت معاذ والی روایت کے علاوہ جتنی احادیث ہیں اور صراحۃً ان کے اندر جمع وارد ہوا ہے وہ صحیحین کی روایات نہیں اور جو صحیحین کی روایات ہیں ان سے صراحۃً جمع معلوم نہیں ہوتا اور حضرت معاذ والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اسکے متعلق ابن حبان نے لکھا ہے وہ غیر محفوظ ہے امام ابوداود نے اسکو منکر قرار دیا ہے۔ حاکم ابو عبداللہ صاحب مستدرک نے اسکو موضوع قرار دیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں قتیبہ اسکے ساتھ متفرد ہیں۔ نیز اسکے اندر خالد مدائنی ایک راوی ہے جس سے گڑبڑ واقع ہوئی ہے نیز اسکے معارض طبرانی کی روایت ہے جو خود حضرت معاذ سے مروی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے ظہر کو آخر وقت کے اندر اور عصر کو اول وقت کے پڑھا ہے اس سے خود معلوم ہو گیا حضرت معاذ کی دوسری روایت کے اندر بھی جمع صوری مراد ہے ہمارا استدلال آیت کریمہ ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا سے ہے کہ نماز فرض کی گئی ہے اپنے اپنے وقت کے اندر۔ ابن مسعود کی روایت کے اندر ہے آپ نے کبھی جمع نہیں کیا الا مرتین۔ ان لوگوں نے اعتراض کیا جمع نہ ہونے کی صورت میں حرج لازم آئیگا اور شریعت کے اندر حرج مدفوع ہے ہم کہتے ہیں اسمیں حرج نہیں ہے نیز حائضہ کے سلسلہ میں سب جمع صوری کے قائل ہیں نیز شیخ ابن عربی بھی جمع صوری کے قائل ہیں۔ لہذا جن روایات کے اندر جمع وارد ہوا ہے ان تمام میں جمع صوری مراد ہے

۲۱

۱۱۸/۱۵ عن ابن عمرؓ :- راحلہ پر کونسی نماز جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے اس کے اندر اختلاف ہے نوافل کے 1340
اندر بلا عذر شہر کے جائز نہیں ہے نوافل کے اندر ابو یوسفؒ۔ ابو سعید اصطخریؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے الاحوذی
یہی مذہب انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ جمہور کے نزدیک حضر میں نوافل جائز نہیں امام مالک فرماتے ہیں اس سفر کے اندر نماز
جائز ہے جس کے اندر قصر کی اجازت ہو۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا گیا اگر قبلے کی طرف متوجہ ہو کر
نماز شروع کرے اور پھر جس طرف چاہے پھیر لے تو جائز ہے اور وتر علی الراحلہ کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے

۲۴ **الفصل الثانی عن معاذ بن جبل** :- یہ حدیث شافعیہ کا مستدل ہے جمع بین الصلوتین کے اندر 44
اور اس کے جوابات ماقبل میں گذر گئے نیز اس حدیث کو ابن حزم نے معلول قرار دیا اور اگر ہم اس کی
صحت کو تسلیم کریں تو حضرت گنگوہیؒ جواب دیتے ہیں جمع کی تین صورتیں ہیں ایک یہ جمع دونوں
کا ظہر کے وقت میں ہو دوسرے یہ دونوں کا جمع عصر کے وقت میں ہو تیسرے یہ ہر ایک کا جمع اپنے اپنے وقت
کے اندر ہو جس کو جمع صوری کہتے ہیں جب جمع کے اندر تینوں احتمال ہیں تو ان میں ایک کو متعین کر لینا
ترجیح بلا مرجح ہے۔ نیز صریح آیت ان الصلوٰۃ کانت الخ کے خلاف حدیث محتمل کو راجح قرار دینا
صحیح نہیں ہے

۱۱۹/۶ **الفصل الثالث عن عائشۃ** :- اس حدیث سے معلوم ہوا نماز پہلے دو دو رکعت فرض تھی 48
چنانچہ ابو بشیر دولابی فرماتے ہیں بارہ ۱۲ ربیع الاول منگل کے روز چار رکعت فرض ہوئی۔ علامہ سہیلی
فرماتے ہیں چار رکعت ہجرت کے ایک سال بعد فرض ہوئی حدیث شریف کے اندر جو جملہ آیا ہے اقرت صلوٰۃ
السفر علی الفریضۃ الاولی اس پر اشکال ہوا اس سے سمجھ میں آتا ہے صلوٰۃ سفر شروع سے دو ہی رکھی ہیں
حالانکہ قرآن کی آیت لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے پہلے سے چار ہیں
اور پھر ان کے اندر قصر کا حکم لگایا جا رہا ہے جواب۱ :- پہلے معلوم ہو چکا آیت کریمہ کے اندر صلوٰۃ الخوف
مراد ہے جواب۲ :- مآل کے اعتبار سے کہہ دیا یعنی مدینہ کے اندر اگرچہ رکعات چار تھیں لیکن جب
آیت نازل ہوئی اور قصر ہوا تو اب اسکا مآل وہ ہوا جو ابتدائے مکہ میں تھا **تاولت کما تاول عثمان**
۸ یہ تشبیہ مطلق تاویل کرنے کے اندر ہے ورنہ فی نفسہ حضرت عائشہ کی تاویل اور ہے حضرت عثمان کی تاویل اور ہے
حضرت عائشہ کی تاویل۱ تو یہ ہے کہ قصر اور اتمام دونوں کو جائز قرار دیتی تھیں۔ تاویل۲ چونکہ وہ ام المومنین
تھیں لہذا قصر اسوجہ سے نہیں کرتی تھیں اسفر کے اندر جس گھر کے اندر بھی جاتی تھیں اسکو اپنے بیٹے کا گھر
سمجھتی تھیں۔ اور حضرت عثمان کی تاویل یہ ہے اعراب چونکہ اسوقت جمع تھے وہ لوگ نماز
سیکھتے تھے تو اگر دو رکعت ان کے سامنے پڑھی جاتی تو جب وہ گھر جاتے تو سمجھتے ظہر و عصر و عشاء کی
دو ہی رکعت ہے تو گویا تعلیماً للاعراب آپ نے ایسا کیا اس کا جواب امام طحاوی نے اشکال کے طرز پر یہ دیا
کانت الاعراب احوج من زمنہ الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے زمانے تو عرب لوگ
تعلیم کے زیادہ محتاج تھے بہ نسبت حضرت عثمان کے زمانے کے۔ دوسری تاویل حضرت عثمان کی یہ بیان کی گئی
کہ حضرت عثمان نے قیام کا ارادہ کر لیا تھا اسلئے اتمام کیا اسکا جواب دیا گیا اگر انہوں نے نیت کر لی تھی
تو یہ کوئی پوشیدہ بات نہ تھی اور تاویل کی ضرورت ہی پیش آتی نیز حدیث کے اندر ممانعت ہے ہجرت
کے بعد تین دن سے زیادہ مکہ کے اندر قیام نہ کرو تو حضرت عثمان حدیث اور ارشاد نبوی کے خلاف کیسے

119 ۸ کر سکتے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث کے اندر ان لوگوں کا استثناء ہے جنہوں نے مکہ کے اندر گھر وغیرہ 1348
بنا رکھا ہو اور حضرت عثمان نے بھی مکہ کے اندر تاہل کیا تھا۔ تاویل ثانی میں ان کی بیان کی گئی کہ انہوں نے قصر
و اتمام دونوں کو جائز قرار دے رکھا تھا اسی کو ابن بطال نے نقل کیا اور حضرت گنگوہی نے حق قرار دیا ہے

عن ابن عباس:۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ وفی الخوف رکعة اسی بناء پر امام ترمذی نے فرمایا کہ اس 49
۸ حدیث کے ترک پر اجماع ہے ہم کہتے ہیں کہ ترک کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ مطلب ہے فی الخوف رکعة مع الامام

۱۵ باب الجمعة (الفصل الاول)

جمعہ کے اندر میم پر سکون کسرہ اور ضمہ تینوں جائز ہیں اور ضمہ افصح لغات ہے اور اگر بفتح المیم ہے تو جامع کے معنی
میں ہے اور اگر بضم المیم ہے تو مجموع کے معنی میں ہے کیونکہ اس کے اندر خیر کو جمع کیا جاتا ہے جمعہ کی وجہ تسمیہ کے
اندر اختلاف ہے (۱) لانہ جمع فیہ خلق آدم و حوا وصح الوجہ (۲) حضرت آدم اور حضرت حوا میں اجتماع اس
دن ہوا (۳) خیرات اور برکات کا اجتماع ہوتا ہے (۴) قصی ابن کلاب کے پاس قریش اس دن میں جمع
ہوتے تھے ——— (۵) کعب بن لوی جمع کر کے وعظ کرتے تھے (۶) اسعد بن زرارہ اکٹھے کر کے نماز پڑھتے تھے

۱۵ عن ابی ھریرة:۔ ثم ھذا یومھم الذی فرض علیھم آنحضرت کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن کی فرضیت ہے اب اعتراض وارد ہوتا ہے کہ 54
یہود و نصاریٰ کو کیا سوال تعیین اس کے اندر وہ لوگ اختلاف کریں اور بجائے جمعہ کے دن عبادت کرنے نصاریٰ کے
یکشنبہ کے دن اور یہود شنبہ کا دن عبادت کیلئے اختیار کریں اسکا جواب۱ علامہ عینی نے دیا کہ عبادت اگرچہ
جمعہ کے دن فرض ہوئی لیکن انکو اپنے خیال ہوئی کہ شنبہ اور یکشنبہ کو جمعہ سمجھا جواب۲ اگرچہ انہیں یوم
جمعہ کی تعیین کا علم تھا لیکن انہوں نے تعیین اختیاری سمجھی جواب۳ علی حنفی کہتے ہیں کہ انکو حکم دیا گیا تھا
لیکن اپنی شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالفت کی جواب۴ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ انکو جمعہ کا
حکم تھا لیکن ہم نے جو دن اختیار کیا وہ صحیح واقع ہوا اور انکو انہوں نے جو دن اختیار کیا وہ غلط واقع
ہوا عن ابی ھریرة:۔ اس حدیث پاک کے اندر ان نعمتوں کا ذکر ہے جو جمعہ کے دن ملا کرتی ہیں اس میں ایک نعمت
اخراج آدم کو بھی ذکر کیا لیکن اس کے نعمت ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ نعمت
نہیں ابن العربی فرماتے ہیں کہ یہ نعمت ہے کیونکہ یہ سبب ہے نسل عظیم کا مساجد و معابد انبیاء کرام اور سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود کا حضرت گنگوہی کا رجحان بھی اسی طرف ہے ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة
اس جمعہ سے اگر ایک جمعہ مراد ہے اور مثل ایام الدنیا مراد ہے تو آدم کا قیام کم ہوگا اور اگر جمعہ سے مختلف جمعے
مراد ہیں اور مثل ایام الاخرہ ہیں تو قیام طویل ہوگا ایسے ہی اگر ایک جمعہ مراد ہے اور مثل ایام الاخرہ تو بھی قیام طویل ہوگا

عن ابی بردة:۔ اس بات کے اندر اختلاف ہے کہ اس ساعة کا وجود ہے یا نہیں ایک جماعت کی 58
۲۵ رائے ہے کہ یہ ساعة اٹھالی گئی اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اسکا وجود ہے پھر اسکے اندر بھی دو جماعتیں ہیں
کہ سال بھر کی طرف ایک جمعہ کے اندر ہے یا ہر جمعہ کے اندر ساعة ہوتی ہے بعض کے نزدیک صرف ایک جمعہ کے
اندر اور دوسری جماعت کے نزدیک ہر جمعہ کے اندر ساعة ہوتی ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وہ ساعة مجہول
یا متعین دونوں قول ہیں اور وقت معین کے اندر بعض نے استیعاب کا قول کیا اور بعض نے وقت محدود بتلایا
جس کے اندر مختلف اقوال ہیں ان میں دو قول زیادہ مشہور ہیں اول جس وقت خطیب کے لئے کھڑا ہو نماز کے ختم

1358 یہ ہے تک۔ ثانی عصر کے بعد غروب شمس تک پہلے قول کو امام بیہقی۔ ابن العربی۔ امام نوویؒ نے اختیار کیا اور دوسرے قول کو امام احمد۔ حضرت ابوھریرہ۔ عبداللہ بن سلام اور مشائخ حنفیہ نے نقل کیا قول اول کے قائلین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قول ثانی والے فصل ثانی کی پہلی حدیث کو مستدل بناتے ہیں ۱۹/۲۵

الفصل الثانی

62 **عن ابی ھریرةؓ** :- یہ حدیث تفسیر ہے آیت کریمہ والسماء ذات البروج والیوم الموعود وشاھد ومشہود کی یعنی آیت کریمہ کے اندر الیوم الموعود سے قیامت کا دن اور شاھد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ مراد ہے یوم جمعہ کو شاھد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ بنفسہ وہ لوگوں پر حاضر ہوتا ہے اور یوم عرفہ کو مشہود اس وجہ سے کہتے ہیں کہ لوگ اسکے پاس جاتے ہیں وہ خود ان کے پاس نہیں آتا۔ اس حدیث سے جمعہ کا افضل ہونا معلوم ہوا اور عبداللہ بن قرطؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم نحر افضل ہے اور ایک روایت کے اندر یوم عرفہ کے افضل ہونے کا ذکر ہے لہذا پہلے تو عرفہ اور نحر والی روایت کے اندر جمع اور جمعہ والی روایت کے اندر جمع درکار ہے نحر اور عرفہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ نحر والی روایت کے اندر لفظ ~~افضل~~ اعظم وارد ہوا ہے اور یوم عرفہ والی روایت کے اندر لفظ افضل صراحۃً وارد ہوا ہے لہذا جس کی صراحۃً فضیلت معلوم ہوئی وہ راجح ہوگا اور یوم عرفہ اور جمعہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ یوم عرفہ افضل ایام سنۃ کے اعتبار سے اور یوم جمعہ افضل ہے ایام اسبوع کے اعتبار سے ۱۲/۱۸

الفصل الثالث

63 **عن ابی لبابةؓ** :- اس حدیث کے اندر آسمان۔ زمین۔ ہوا۔ جبال ان تمام کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ ڈرتے ہیں جمعہ کے دن سے اور جمعہ کے دن سے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے خوف سے ڈرتے ہیں کہ قیامت اس دن میں واقع ہوگی اور جبال۔ ہوا۔ ارض سے مراد اس کے رہنے والے ہیں یا فی نفسہ ان تمام اشیاء کے اندر ادراک کی قوۃ ہے اس وجہ سے وہ ڈرتے ہیں۔ ۱۲/۲۲

66 **عن ابی الدرداءؓ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا درود بطور کشف یا بواسطہ ملائکہ کے پہنچتا ہے چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ ملائکہ اس کام کیلئے مقرر ہیں ایک مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اپنی قبور کے اندر باحیاۃ ہیں نیز شہداء وصالحین بھی باحیاۃ رہتے ہیں اب اشکال عقلی اس پر متوجہ ہوگا کہ حیاۃ انبیاء اور حیاۃ شہداء وصالحین میں کیا فرق رہا کیونکہ حیاۃ برزخیہ تو تمام کو حاصل ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے بعض علماء کی رائے ہے کہ حیاۃ دنیوی صرف انبیاء کرام ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاۃ سب کو حاصل ہے لیکن دونوں کی حیاۃ میں فرق ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام کی حیاۃ اقوی اور دوسرے لوگوں کی حیاۃ اقوی نہیں ہے یہ فرق بعض کی رائے ہے کہ اس سے رزق معنوی مراد ہے ممکن ہے کہ دیدار الہی اور تجلیات معنویہ ہو۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے رزق حسی مراد ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ کی رائے ہے کہ اس سے رزق حسی ہی مراد ہے ۱۲/۳

67 **عن عبداللہ بن عمروؓ** :- فتنہ قبر سے مراد سوال قبر وغیرہ ہے انبیاء کیساتھ شہداء کا الحاق کیا ۶

باب وجوبها

اس کے اندر اختلاف ہے کہ جمعہ کہاں واجب ہوا حافظؒ نے اپنا مذھب ثابت کرنے کیلئے فرمایا کہ ہجرت کے بعد جمعہ واجب ہوا ہے لیکن علامہ سیوطی۔ ابو حامد شافعی کی رائے ہے کہ سورۃ جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے مکہ کے اندر جمعہ واجب ہوا۔ ابن حجر مکی نے اسی کو اختیار کیا علامہ [illegible] نے بھی اسی کو اختیار کیا ۱۲/۱۲

(۱۲)

الفصل الاول

۱۲۱/۱۲ عن ابن عمر و ابی هریرۃ :- لینتھین اللہ علی قلوبھم اس کے علاوہ چند مطالب بیان فرمائے (۱) اپنے لطف و کرم سے محروم فرما دینگے 1370
۱۳ (۲) کافر بنا دینگے (۳) ان پر کفر و بدبختی کی علامت لگا دینگے جس سے انکو فرشتے پہچان لینگے

الفصل الثانی

۱۲۲/۱۵ عن ابی الجعد الضمری :- ان کا نام عمرو بن بکر ہے اور من ترک ثلث جمع کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل تین جمعہ 1371
چھوڑ دے۔ مطلب۲ سال بھر کے اندر تین جمعہ غیر متوالیاً ہوں لیکن اول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت کے
اندر متوالیات کی قید آئی ہے تھاونا کی قید لگا کر اعذار کو نکال دیا مثلاً مرض۔ سفر۔ وغیرہ کی وجہ سے ترک کر دے

۱۲۶ عن سمرۃ بن جندب :- اس حدیث کے اندر نصف دینار کی قید اتفاقی ہے اور مقصود مطلقاً صدقہ کرنا ہے اور 74
۱۷ اس سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائیگی گناہ ختم ہوگا عن عبد اللہ بن عمرو :- جو شخص شہر کے اندر مقیم اور 75
۱۸ تندرست آزاد ہو ایسے شخص پر بالاتفاق تمام کے نزدیک جمعہ واجب ہے اس کے علاوہ میں علماء کا اختلاف ہے
کہ اگر شہر سے باہر ہو تو جمعہ واجب ہے یا نہیں اس کے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) اگر شہر سے ایک میل باہر ہے
تو اس پر جمعہ واجب ہے حنفیہ کے نزدیک (۲) دو میل اگر باہر ہے تو جمعہ واجب ہے (۳) اگر تین میل دور ہو تو واجب ہے
یہ لیث بن سعد کا مذہب ہے (۴) ربیعۃ الرائے کے نزدیک چار میل اگر دور ہے تو واجب ہے (۵) زہری کے نزدیک
چھ میل (۶) مجاہد سے مروی ہے کہ اگر دس میل ہے تو جمعہ واجب ہے (۷) جس شخص پر واجب ہے جو نداء کو
سنے یہ مذہب ہے امام شافعی۔ امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے امام مالک سے بھی اسی
مذہب کو نقل کیا

اس کے اندر بھی اختلاف ہے کہ اہل قری پر جمعہ واجب ہے یا نہیں۔ حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اہل شہر پر جمعہ
واجب ہے اور اہل قری پر واجب نہیں ہے یہی مذہب حضرت علی۔ حذیفہ۔ حسن بصری۔ ابن سیرین کا ہے
امام بخاری، امام شافعی کی رائے کمال یہ کہ قری کے اندر جمعہ ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز اور نمازوں
کی طرح نہیں بلکہ بہت سے شرائط اور قیود کیساتھ مقید ہے چنانچہ خود امام شافعی اور امام احمد نے جمعہ
چالیس آدمیوں کی قید لگا دی ہے لہذا اسکا حکم بھی اور جملہ نمازوں کی طرح نہیں ہوگا۔ حضرات شافعیہ کا
مستدل ۱: یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت ابن عباس کی حدیث وارد ہوئی ہے ان اول جمعۃ جمعت فی الاسلام
بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ لجمعۃ جمعت بجواثی قریۃ من قری البحرین
یعنی حضور کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ وادی جواثی کے اندر ادا کیا گیا جو بحرین کا ایک گاؤں ہے
مستدل ۲: عبد الرحمن بن کعب کی حدیث ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضور کے مدینہ آنے سے پہلے ہم کو حرۃ بنی بیاضہ
کے اندر ھزم نبیت میں اسعد بن زرارہ نے نماز پڑھائی ہے اور حرۃ بنو بیاضہ بھی ایک گاؤں ہے
مستدل ۳: یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عمر کی خدمت میں خط لکھا کہ ہم اور ہم جیسے جو بستی میں ہیں
کیا جمعہ پڑھیں تو جواب میں حضرت عمر نے لکھا تھا کہ جمّعوا حیث کنتم۔ جہاں بھی تم ہو جمعہ ادا کرو

۱۲۱/۱۸ یہ تین مستدل حضرات ~~حنفیہ~~ شافعیہ کے ہیں اور حضرات حنفیہ کرام کے استدلالات سنئے: حضرات حنفیہ کا مستدل ۱
حضرت جابر کی حدیث جو مشکوٰۃ ص ۲۲۵ پر اوپر سے نہایت طویل حدیث ہے اسکے اندر ہے ثم اذن بلال
ثم اقام فصلی الظہر ثم اقام فصلی العصر الخ تو یہ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے اور اسکے باوجود حضور نے نماز ظہر ادا فرمائی
جس سے معلوم ہوا قری کے اندر جمعہ نہیں ہے۔ مستدل ۲ حضرت علی فرماتے ہیں لا جمعۃ ولا تشریق الا فی
مسجد جامع اور ایک روایت کے اندر ہے لا جمعۃ ولا تشریق ولا اضحیٰ ولا فطر الا فی مسجد جامع او کما قال
اسپر اشکال ہوا کہ یہ تو حضرت علی کا قول ہے حضور کا ارشاد نہیں ہے اسکا جواب محقق ابن ہمام نے دیا کہ صحابی
کا قول فیما لا یدرک میں مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا یہ مرفوعاً ثابت ہے۔ مستدل ۳ حضور جب مکہ
سے چلے اور قباء کے اندر چوبیس ۲۴ روز قیام فرمایا تو ایک دفعہ بھی آپ نے جمعہ نہیں پڑھا بلکہ بنو سالم کے
اندر آکر جمعہ ادا فرمایا جو کہ مدینہ کے اندر اور نواحی کے اندر ہے۔ مستدل ۴ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف مقامات کے اندر مختلف غزوات کے اندر جمعہ منقول نہیں ہے لہذا جواثی کی کیا خصوصیت
کہ اسکے قریہ ہونے کے باوجود جمعہ ہوگیا یقیناً وہ بلد ہوگا چنانچہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن
پاک بار بار پکار کر قریہ کا اطلاق بلد پر کر رہا ہے کہتا ہے القریتین عظیم۔ اور اس سے مکہ۔ طائف
عظیم الشان دونوں شہر مراد ہیں ایک جگہ وارد ہوا ہے واسئل القریۃ اور اس سے مراد شہر ایلہ ہے
علامہ ابن الاثیر جزری فرماتے ہیں کہ اسکے اندر بھی جواثی کے اندر قلعہ موجود ہے۔ علامہ زمخشری نے شہر بحرین کا
اہم جواثی شہر تھا لہذا ابن عباس کی حدیث سے ہمارا استدلال ہے نہ کہ شافعیہ کا۔ ان کا دوسرا مستدل عبد الرحمن
بن کعب کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حرہ بنو بیاضہ اور ہزم النبیت مدینہ کے اندر ہے چنانچہ طبرانی
کے اندر ایک روایت ہے ابو نعیم نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے جسکے اندر تصریح ہے کہ وہ مدینہ کے اندر ہے
نیز ابن عبد البر نے بھی مدینہ کے اندر ہونے کی تصریح کی ہے۔ تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت عمر کا قول
جمعوا حیث کنتم سے ہے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تو گورنر تھے اور ان کا دفتر جب کسی مقام پر جائیں گے تو
شہر کے اندر ہوگا یا قصبہ اور گاؤں کے اندر ان کا دفتر قائم ہوگا یقیناً ان کا دفتر اور قیام شہر کے اندر ہوتا تھا
لہذا حیث ما کنتم کا مطلب ہے اجمعوا حیث ما کنتم من الامصار۔ نیز جب ہم لوگ چالیس کے عدد کے
77 ساتھ مقید کرتے ہیں تو اگر ہم مصر کے ساتھ مقید کر لیں تو کونسا جرم ہے **عن طارق بن شہاب**
۲۱ اس حدیث کے اندر بتا دیا گیا کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے داؤد ظاہری کے نزدیک غلام پر جمعہ واجب ہے امام احمد
سے بھی یہی ایک روایت ہے اور اوزاعی حسن بصری کہتے ہیں کہ عبد مخراج ادا کرے اسپر جمعہ واجب ہے
80 **الفصل الثالث عن جابر:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر پر جمعہ نہیں اوزاعی کے نزدیک واجب ہے ۲۶

باب التنظیف والتبکیر

(الفصل الاول) ۱۲۲/۱

81 **عن سلمان:** اس حدیث کے اندر خوشبو کو مقید کر دیا ہے بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ گھر والی کی خوشبو ۲
لگانا جائز ہے نیز اشارہ کر دیا کہ دوسرے سے چھین کر اور غصب کر کے نہ لگائے **ثم ینصت**
ایک جماعت کے نزدیک انصات مسنون ہے جمہور کے نزدیک سنت واجب ہے اور یہ دونوں روایت منقول
ہے ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص کے لئے تسبیح وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے آگے چلکر

۱۲۲/۲ فرماتے ہیں غفرلہ ما بینہ وبین الجمعۃ الاخری اس جمعہ اخری سے مراد جمعہ ماضیہ اور جمعہ آتیہ دونوں کا احتمال ہے لیکن اگلی 1381
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جمعہ آتیہ مراد ہے **وعنہ قال:** — ومن مس الحصی فقد لغا اسکا مطلب ۱ 83
۷ یہ ہے کہ اسکا اجر باطل ہو جائیگا مطلب ۲ اس نے ایک غلط اور لغو کام کیا مطلب ۳ اسکی یہ جمعہ کی نماز ظہر کی نماز بن جائیگی
الفصل الثانی عن معاذ بن انس: — اس حدیث کے اندر آیا ہے کہ جو شخص نماز کی جماعت کے اندر لوگوں 91
۲۳ پر پھاند کر آگے جائیگا **تو اتخذ جسرا** حافظ ابو الفضل عراقی نے اسکے متعلق بیان فرمایا کہ اتخذ مجہول
کا صیغہ اگر پڑھا جائے تو مطلب ہوگا کہ وہ پل بنا یا جائیگا اور لوگ قیامت کے دن اس پر چلیں گے اور
اسکو روندیں گے اور معروف کے صیغہ کی صورت میں مطلب ہوگا کہ اس نے اپنے اس عمل کی وجہ سے جہنم کا راستہ
اختیار کیا۔ اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے کہ تخطی جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
بشرطیکہ آگے فرجہ نہ ہو اور اگر آگے فرجہ اور گنجائش بیٹھنے کی ہے تو جائز ہے۔ حنابلہ کے نزدیک
مطلقاً مکروہ ہے خواہ امام ہو یا مؤذن ہو اور فرجہ نہ ہونے کی شرط ان کے یہاں بھی مشروط ہے۔ مالکیہ فرماتے
ہیں کہ اگر امام کا ابھی تک اپنے حجرہ سے خروج نہیں ہوا اور آگے فرجہ ہے تو جائز ہے اسکے بعد بھی جائز
نہیں اور فراغ امام کے بعد بھی جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بلا ایذاء قبل خروج الامام تو جائز ہے اور اسکے
بعد جائز نہیں ہے **عن معاذ بن انس** حبوۃ کے معنی گوٹ مارنے کے ہیں اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے 93
۲۴ حافظ عراقی عدم کراہۃ کی طرف مائل ہیں علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ امام ابو داود
فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے بھی اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے عبادہ بن نسی کے۔ اب جو لوگ عدم
کراہۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب ۱ ہیکہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اسکے اندر سہل بن
معاذ۔ ابو مرحوم عبد الرحیم بن میمون دو راوی ہیں اور دونوں ضعیف ہیں جواب ۲ ملا علی قاری فرماتے ہیں
کہ حضور نے اسکے اندر ممانعت کسی ذاتی خرابی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ علت خارجیہ کی بناء پر ہے اور وہ یہ کہ
اس حالت کے اندر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جواب ۳ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ دو چیزیں ہیں ایک احتباء
الحبوۃ۔ اور ایک احتباء۔ حضور نے اس حدیث کے اندر احتباء الحبوۃ سے منع فرمایا یعنی امام خطبہ کی
حالت کے اندر وہ حبوہ اختیار کرے۔ اور احتباء ممنوع نہیں اور نہ مکروہ ہے یعنی پہلے ہی سے اگر
وہ ایسے بیٹھا ہوا ہو تو اجازت ہے کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہ صحابہ سے مروی ہے

۱۲۳/۱۱

باب الخطبۃ والصلوۃ

جمہور علماء کا اتفاق ہے جمعہ کے واسطے خطبہ واجب ہے اور بغیر خطبہ کے جمعہ صحیح نہیں ہے۔ داود ظاہری۔
حسن بصری۔ عبد الملک مالکی کے نزدیک بغیر خطبہ کے بھی جمعہ صحیح ہے۔ امام صاحب کے نزدیک خطبہ کے
اندر ذکر طویل کا ہونا ضروری نہیں تسبیح تحمید وتہلیل بھی ایک مرتبہ کافی ہے صاحبین کے نزدیک ذکر طویل
کا ہونا ضروری ہے۔ اسحاق بن راہویہ۔ اوزاعی۔ ابن القاسم مالکی۔ داود ظاہری کا مذہب بھی
یہی ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک دو خطبوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام صاحب کا استدلال فاسعوا الی
ذکر اللہ الخ سے ہے کہ یہ ذکر عام ہے۔ البتہ خطبتین کے مسنون ہونے کے امام صاحب بھی قائل ہیں
الفصل الاول عن النبی: — جمہور کے نزدیک زوال الشمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے ظاہریہ بھی 1401
۱۱

١٢٦

1401 امام احمد کی رائے جسکے زوال سے پہلے جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے ان لوگوں کا استدلال سہل بن سعد کی ایک ١٢٣ ١١
حدیث سے ہے کہ اور دوسرا استدلال ایک اور روایت سے ہے جسکے اندر ہے ما والا نجد للحیطان فیئاً یعنی ہم جمعہ
کی نماز پڑھ کر ایسے سوا پہرے پر پہنچتے تھے کہ دیواروں کا سایہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ~~ان روایات~~ اس حدیث کا جواب
علامہ نووی نے دیا کہ اس قسم کی احادیث کا مقصود استعجال شدید کو بیان کرنا ہے اور سہل بن سعد کی حدیث کا
جواب دیا کہ قیلولہ کا اصل وقت دوپہر ہے تو اس نام کو اس وقت سے ہٹا کر دوسرے وقت کے قیلولہ پر کر دیا
14.05 تو گویا حدیث کے اندر استعمال اسکی بنا یا مجاز ہے عن جابر ؓ — اس حدیث سے بین الخطبتین جلوس
ص١٢٣ ثابت ہوا ہے یہ جلوس ائمہ ثلثہ کے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے عن ام ھشام ٢٠
ق اس حدیث سے سورہ ق کے پڑھنے کا ثبوت ہوا امام شافعی امام احمد کے نزدیک اسکا پڑھنا جمعہ کی
12 نماز میں واجب اور ہمارے نزدیک مستحب ہے عن ابی ھریرۃ ؓ — کون مدرک جمعہ ہے اور کون نہیں اسکے
اندر اختلاف ہے۔ مجاہد۔ طاؤس۔ عطاء کے نزدیک اگر کسی کا خطبہ فوت ہو گیا تو جمعہ فوت ہو گیا ٢٢
حماد بن سلیمان۔ حکم۔ امام [illegible]۔ امام نخعی کے نزدیک اگر خطبہ کا جزء پا لیا تو جمعہ پا لیا۔ امام
شافعی امام مالک امام احمد کے نزدیک اگر ایک رکعت پالی تو جمعہ پڑھے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرے اور ان
کا مستدل متفق علیہ کی آخری حدیث ابو ہریرہ کی ہے [illegible] ہے۔ اسکا جواب جمہور نے دیا کہ اسکے اندر ایک
راوی یاسین زیات ہے جو کہ ضعیف ہے۔ امام نسائی نے اسکے متعلق لکھا ہے کہ وہ متروک ہے۔
13 **الفصل الثانی عن ابن عمرؓ** — جمہور کے نزدیک منبر پر خطبہ دینا مستحب ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ ١٢٤ ١
15 مکہ کے اندر منبر پر خطبہ نہ دے بلکہ باب کعبہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دے **الفصل الثالث عن جابرؓ** — ٥
خطبہ کے اندر قیام حنفیہ۔ حنابلہ بعض مالکیہ۔ ابن القصار۔ ابن العربی۔ عبد الوہاب وغیرہ کے نزدیک
مستحب ہے یہی شافعیہ کی ایک وجہ ہے۔ امام شافعی اور اکثر مالکیہ کا مذہب ہے کہ قیام واجب ہے

1420 باب صلوة الخوف ص١٢٦ ١٤

صلوة الخوف کے مشروع ہونے اور نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ علامہ مزنی۔ حسن بن زیاد اور
واذا امام ابو یوسف کے نزدیک مشروع نہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوة اور اسکے
اندر حرف حضور کو خطاب ہے لہذا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جمہور علماء خلفاً عن سلف قائل ہیں
کہ نماز خوف مشروع ہے صاحب بدائع۔ محقق ابن قدامہ نے استدلال کیا کہ صحابہ نے حضور کے بعد متعدد
مواقع اور غزوات کے اندر صلوة الخوف پڑھی ہے اور تمام علماء کا اسی پر اجماع ہے۔ اب اس کے
اندر بھی اختلاف ہے کہ اسکی مشروعیت کب ہوئی۔ جمہور کی رائے ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کے اندر
مشروعیت ہوئی البتہ اس غزوہ کے وقوع میں چند قول ہیں ۴ھ، ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ اور بعض کی
رائے ہے کہ غزوہ بنو نضیر کے اندر اسکی مشروعیت ہوئی ہے ابن قیم اور حافظ عسقلانی کا رجحان ہے
کہ غزوہ عسفان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے لہذا یہ [illegible] غزوہ ذات الرقاع سے قبل واقع ہوا
اس کی صورتیں بھی علماء نے مختلف ہی بیان کیے۔ ابن القصار فرماتے ہیں کہ اسکی دس صورتیں مروی ہیں
حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس نماز کی سترہ صورتیں حدیث سے مروی ہیں۔ ابن العربی نے چوبیس

صورتیں بیان کیں۔ ان صورتوں میں کونسی صورت مختار ہے اس کے اندر بھی ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہ کی صورت زیادہ مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ امام لشکر کے دو حصے کرے ایک دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور ایک گروہ نماز پڑھے اور ایک رکعت سے فارغ ہو کر جب کھڑا ہو جائے تو پیچھے والی جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری کرے اور امام کھڑا ہو انتظار کرتا رہیگا اور جب اس جماعت کی نماز پوری ہو جائے تو یہ دشمن کے مقابل جائے اور دوسری جماعت آئے اور امام دوسری رکعت اس کو پڑھا دیگا اور بیٹھ کر انتظار کریگا اور یہ جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری کرلے اور امام اس جماعت کے ساتھ سلام پھیر دیگا۔ حضرت شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو امام اور قبلہ کے بیچ میں دشمن ہوگا یا نہیں اگر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو امام اور دشمن کے درمیان پردہ حائل ہوگا یا نہیں اگر پردہ حائل ہے یا دشمن درمیان میں نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں انکے یہاں وہی صورت مختار ہے جو اوپر حنابلہ کی گذری اور اگر امام اور قبلہ کے درمیان دشمن ہے اور کوئی چیز حائل نہیں تو امام لشکر کی دو صف کرے ایک آگے اور ایک اسکے پیچھے اور ارکان نماز شروع کرائے تو رکوع تک دونوں صفیں امام کے ساتھ شریک رہینگی اور سجدہ کے اندر آگے کی صف چلی جائیگی اور پیچھے کی صف کھڑی رہیگی اور دونوں سجدوں کے بعد کھڑے ہو جائینگے امام اور صف اول کھڑی ہو جائیگی اور صف ثانی سجدہ کریگی اور سجدہ کرنے کے بعد صف ثانی آگے آ جائیگی اور صف اول پیچھے ہو جائیگی اور رکوع تک دونوں شریک رہینگی اور سجدہ کے اندر صف اول چلی جائیگی اور صف ثانی کھڑی رہیگی اور پچھلی صف کے سجدے کے بعد دوسری صف سجدہ کریگی اور پھر دونوں ایک ساتھ سلام پھیرینگے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ایک یہی صورت مختار ہے جو حنابلہ کی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ حنابلہ کے یہاں امام انتظار کریگا اور امام مالکؒ کے نزدیک انتظار نہیں کریگا بلکہ جماعت ثانی کے نماز پوری کرنے سے پہلے ہی سلام پھیر دیگا اور امام مالکؒ کا اول قول بعینہ وہی ہے جو حنابلہ کا ہے البتہ دوسرے قول میں یہ فرق کیا ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام لشکر کے دو حصے کرے ایک دشمن کی طرف چلا جائے اور ایک حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھائے اور پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا واپس آئے اور امام اسکو دوسری رکعت پڑھائے رکعت کے بعد امام سلام پھیر دیگا اور یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں جائیگی اور پہلی جماعت اپنی دوسری رکعت آکر پوری کریگی اور سلام پھیر کر چلی جائیگی اور دوسری جماعت واپس آکر بلا قرأت کے اپنی دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے

امام احمدؒ نے اپنے مذہب پر سہل ابن ابی حثمہ کی روایت سے استدلال کیا۔ اور حضرت صالح بن خوات کی حدیث بھی ان کا مستدل ہے۔ امام شافعیؒ نے اول دو صورتوں کے اندر تو ان دونوں حدیثوں سے استدلال کیا اور ان کے یہاں جو تیسری صورت ہے کہ امام اور قبلہ کے درمیان دشمن بلا پردہ و حائل کے ہو تو ایسے وقت میں ان کا استدلال حضرت جابر کی حدیث سے ہے ~~استدلال کیا~~ امام مالکؒ کا استدلال اسکی روایت سے ہے جسکو یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے صالح بن خوات سے روایت کیا اس روایت کے اندر امام احمدؒ کے مستدل صالح بن خوات والی میں فرق یہ ہے کہ ایک میں سلام کے اندر انتظار کا ذکر ہے اور ایک میں ذکر نہیں ہے حضرت امام محمدؒ کا استدلال جسکو ابوبکر جصاص اور صاحب ہدایہ نے بیان کیا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی

1420 ۱۲۲/۱۴

حدیث ہے جسکی تخریج امام ابوداؤد نے کی ہے تنبیہ اور دوسرا مستدل سالم بن عبد اللہ کی حدیث ہے لیکن وہ ضعیف
کے نزدیک ابن مسعود کی حدیث سے استدلال قوی نہیں فیما نحن فیہ چنانچہ محقق ابن ہمام نے یہ اعتراض کیا کیونکہ ابن مسعود
نے جو صورت نماز کی بیان کی اسمیں اور امام صاحب والی صورت کے اندر فرق ہے اسکے جواب میں محقق ابن ہمام فرماتے
ہیں کہ امام محمد نے کتاب الآثار کے اندر ابن عباس کی ایک حدیث ذکر کی ہے جسکے اندر جو صورت بیان کی گئی ہے
وہ بعینہ امام صاحب والی صورت ہے لہذا ابن مسعود کی حدیث کا محمل بھی وہ حدیث ہوگی اگرچہ ابن عباس والی
حدیث مرسل ہے لیکن صحابی کا قول فیما لا یدرک بالرائے کے اندر مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا وہ حدیث بھی حکماً مرفوع ہے
اب احادیث دو قسم کی چونکہ موجود ہیں لہذا ترجیح کے اندر بھی اختلاف ہوگیا امام احمد و شافعی نے صحت کے اعتبار
انکی حدیث کو ترجیح دیکر اپنا مذہب ثابت کردیا اور امام مالک نے عمل کے اعتبار سے اپنی دلیل کو ترجیح دی
امام صاحب کے یہاں ترجیح کا پہلا ذریعہ قرآن پاک پر نظر ڈالنا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اختیار کردہ صورت کو
قرآن کے مطابق پایا ارشاد فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفة اخرى الخ ہمارے مذہب کی تائید ہے نیز
36 حضرت امام صاحب نے اپنی اس صورت کو جمیع الصحابہ سے سیکھا جو کوفہ کے اندر مقیم تھے

الفصل الاول

۱۴ عن سالم بن عبد اللہ :— یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اسکے اندر ہے اقام کل واحد منہم فرکع لنفسہ الخ اسکے
دو مطلب ہو سکتے ہیں مطلب۱ دونوں طائفوں نے اسی وقت ساتھ اپنی اپنی نماز پوری کر لی مطلب۲ علی التعاقب
دونوں نے ادا کی یعنی ایک طائفہ دشمن کے مقابلہ میں چلا گیا اور دوسرے نے ادا کی اور پھر وہ چلا گیا اور اس طائفہ نے
آکر اپنی نماز پوری کی اسی کو ابن حجر وغیرہ حضرات نے راجح قرار دیا ہے اور دلیل روایت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث
ہے کیونکہ اسکے اندر یہ التعاقب ذکر ہے التمہید مالکی ہے ابن عبد البر۔ امام اوزاعی نے بھی اسی کو اختیار
کیا۔ اب اس حدیث کے اندر دو مسئلے اور ہیں ایک یہ کہ جب میدان کارزار خوب گرم ہو تو ایسے وقت نماز
کیسے پڑھی جائیگی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رجالاً رکباناً ماشیاً جیسے چاہے پوری کرلو۔ امام صاحب فرماتے ہیں
نماز موخر کی جائیگی اسی کو ابن ابی لیلیٰ و مکحول نے اختیار کیا۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث پاک سے
جسکے اندر یہ فرمادیا فان کان خوف ہو اشد من ذلک صلوا رجالاً قیاماً الخ اور امام صاحب کا استدلال غزوہ خندق
جسکے اندر یہ نماز بعد میں قضاء فرمائیں لیکن یہ استدلال موقوف ہے اس بات پر کہ غزوہ خندق سے پہلے
صلوۃ الخوف کا حکم ہوگیا ہو لیکن اسکے اندر اختلاف ہے محقق ابن ہمام وغیرہ کی رائے ہے کہ حکم بعد میں ہوا
صاحب ہدایہ۔ ابوبکر جصاص۔ ابن العربی وغیرہ کی رائے ہے کہ غزوہ سے پہلے صلوۃ الخوف کا حکم ہوگیا تھا
مسئلہ دوسرا مسئلہ صلوۃ الطالب کا ہے یعنی ایک شخص بھاگا جارہا ہو اور دوسرا شخص اسکو پکڑنے کیلئے پیچھے
بھاگ رہا ہو تو ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور اس نماز کا نام صلوۃ الطالب ہے طالب کہتے ہیں پیچھے بھاگنے
والے کو اور مطلوب وہ شخص ہے جسکو پکڑنے کیلئے وہ بھاگ رہا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلوب تو کیف ما کان
نماز پڑھ سکتا ہے اور طالب یعنی جو شخص پکڑنے کیلئے بھاگ رہا ہے اسکے اندر تفصیل ہے جو ابھی امام صاحب
کے مذہب کے ذیل میں آئیگی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مطلوب کیلئے راکباً نماز جائز ہے ماشیاً نماز
جائز نہیں ہے اور طالب کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمین پر اتر کر پڑھنا پڑیگی یہی امام شافعی
کی ایک روایت ہے اور امام مالک کی بھی ایک روایت ہے دوسری روایت ان دونوں کی یہ کہ زمین پر اترنے کی ضرورت نہیں

1427 **عن یزید بن رومان** اس روایت کے اندر عمن صلی سے مراد سہل بن ابی حثمہ ہیں جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں مصنف نے بخاری کی تخریج کے اندر ذکر فرمایا۔ علامہ حافظ ابن حجر کا رجحان فتح الباری کے اندر اس بات کی طرف ہے کہ اس سے مراد صالح بن خوات کے والد خوات بن جبیر ہیں چنانچہ ابن مندہ نے جو روایت صالح بن خوات سے نقل کی ہے اس کے اندر عمن صلی کے بجائے عن ابیہ ہے۔ **ذات الرقاع** اس غزوہ کی وجہ تسمیہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان لوگوں کے جھنڈوں کے اندر کپڑے کے پھٹے ہوئے ٹکڑے اور چیتھڑے بندھے ہوئے تھے اسلئے ذات الرقاع کہتے ہیں (۲) زخموں کی وجہ سے اپنے اعضاء پر پٹی اور کپڑے بندھے ہوئے تھے (۳) وہاں کی زمین مختلف الالوان کی تھی۔ **عن جابر:** یہ واقعہ مشکوٰۃ ص ۵۲ پر بھی آرہا ہے اور اس آنے والے مذکر کا نام غورث ابن الحارث ہے چنانچہ مستدرک حاکم، بخاری، مسند احمد کے اندر ان کے نام کی تصریح ہے۔ اصحاب سیر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ مسلمان ہوا یا نہیں دونوں ہی قول ہیں۔ اس روایت کے اندر بیان کیا گیا فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع رکعات وللقوم رکعتان۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ حضور سے جتنی صورتیں مروی ہیں ان تمام کے اندر یہ صورت نسبتاً زیادہ اغرب ہے کہ آپ کی چار رکعت ہو جائیں اور اکثر مقتدیوں کی دو ہی رکعت ہو لہذا احتمال یہ ہے کہ آپؐ جب نماز پڑھا رہے ہوں گے تو آپ مقیم ہوں گے اور صحابہؓ مسافر ہوں گے۔ شوافع کہتے ہیں کہ یہی اندر دلیل ہے صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل کے جواز کی یعنی گویا حضورؐ کو چار رکعت نفل پڑھی ہوگی اور مقتدیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہوگا۔ اس پر اعتراض ہوا کہ پہلے یہ تو ثابت کرو کہ حضور نے دو رکعت پر سلام پھیرا ہوگا حالانکہ اس کا ذکر کہیں بھی نہیں۔ بعض احناف جیسے اندر حضرت گنگوہی بھی ہیں فرماتے ہیں یہ آپ کے ساتھ خاص ہے آپ کی فضیلت کی وجہ سے۔ بعض نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتمام اور قصر کے اندر اختیار تھا تو آپؐ نے اپنے لئے اتمام اختیار کیا اور صحابہ کیلئے قصر اختیار کیا لیکن اس تاویل کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے اتمام تمام عمر کبھی نہیں کیا جیسا کہ ابن قیم اور علامہ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ نماز آپؐ حضر کے اندر پڑھا رہے ہوں گے اسلئے آپؐ نے چار رکعت پڑھیں اور صحابہ کی رکعتان کا مطلب ہے کہ وللقوم رکعتان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دو حضورؐ کے ساتھ اور دو علیحدہ پڑھی ہوں گی لیکن اس تاویل پر بھی لوگوں نے اشکال کر دیا کہ صلوٰۃ الخوف حضر کے اندر حضورؐ سے ثابت نہیں ہے ۔ ۱۲۴/۱۹

23 **وعنہ قال:** یہ حدیث شوافع کا مستدل ہے اور یہ صلوٰۃ الخوف غزوۂ عسفان کے اندر پڑھی گئی ہے۔ ۱۲۵/۴

24 **الفصل الثانی عن جابر:** یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل کا ثبوت ہوا اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام شافعی کے استاد کا نام اسکے اندر معلوم نہیں ہو سکا۔ نیز اس کی دوسری روایت کے اندر ایک راوی عنبسہ بن سعید ہے اور وہ راوی متکلم فیہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکرہ کی روایت کے اندر اسی قسم کا مضمون موجود ہے لہذا اب جواب ہوگا کہ یہ حضورؐ کے خصائص میں سے ہے۔ جواب ۳: علامہ حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز جب دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت تھی اسوقت کا یہ واقعہ ہے اور بعد میں آپؐ نے منع فرما دیا۔ وفیہ ما فیہ ۱۱

25 **الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ** اس حدیث کے ظاہر سے ابن عباسؓ اور ان کے متبعین نے استدلال کیا ہے کہ صلوٰۃ الخوف ایک رکعت ہے لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ شقوق لہم رکعۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہوئی تھی ۱۲

باب صلوٰۃ العیدین

۱۳۵
۱۸ 1426

عید دراصل عود تھا واو ساکن ماقبل مکسور واؤ کو یا سے بدل دیا عید ہوگیا اسکی جمع اعیاد آتی ہے قیاس کے موافق اسکی جمع اعواد ہونی چاہیے لیکن اس صورت میں التباس ہوگا اس اعواد سے جو عود کی جمع ہے اسوجہ سے اعیاد جمع آتی ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ کے اندر مختلف قول ہیں (۱) کیونکہ یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے (۲) خوشی لوٹ کر آتی ہے (۳) تفاؤلاً کہ حضور اسکو عید کہتے تھے۔ یہ تینوں وجہ تسمیہ علامہ نووی نے بیان فرمائی۔ نماز عید کے مشروع ہونے کے وقت کے اندر بھی اختلاف ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ۱ھ میں شروع ہوئی اور بعض نے ۲ھ بتلایا اور بعض نے کہا اس شعبان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے جسکے بعد والے رمضان کے اندر آپؐ نے پہلا روزہ رکھا تھا۔ بعض نے دونوں کو جمع کیا کہ ہجرت ربیع الاول کے اندر ہوئی ہے بنا اگر ہجرت کا مہینہ اس ربیع الاول سے پہلے جو محرم گذرا ہے اس کو اگر سنہ ہجرت کی ابتداء ہے تو اس حساب سے لوگوں نے ۱ھ کہدیا اور جن لوگوں نے آئندہ محرم سے ہجرت کے سن ابتداء ہوئی تو انہوں نے ۲ھ بتلایا۔ صلوٰۃ عید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسکے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے (۱) فرض عین ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک (۲) فرض کفایہ ہے امام احمد کا مذہب اور شافعیہ کی ایک وجہ ہے (۳) سنۃ مؤکدہ ہے امام شافعی امام مالک کا مذہب ہے (۴) واجب ہے امام صاحبؒ کا مذہب ہے (۵) سنۃ کفایہ ہے یہ مروی ہے بعض مالکیہ سے۔ حنفیہ نے وجوب پر استدلال کیا کہ آپؐ نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے چنانچہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ ثم داوم صلی اللہ علیہ وسلم حتی مات اور مداومت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے اور جو لوگ عدم وجوب کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اعرابی کی حدیث سے جسکو آپؐ نے پانچ فرائض بتلائے تھے اور اس نے سوال کیا کہ هل علی غیرهن تو آپؐ نے جواب دیا کہ لا الا ان تطوع اور اس کا جواب یہ ہے کہ اعرابی نے فرائض کا سوال کیا تھا اور آپؐ نے فرائض کے متعلق جواب دیا ہے اور ہم وجوب کے قائل ہیں۔

مداومت عدم وجوب
عند الحنفیہ نبوی
۱۲

الفصل الاول

۱۸ 26

عن ابی سعید: اس باب پر علماء کا اجماع ہے کہ سب سے پہلے نماز پڑھی جائیگی اور اسکے بعد خطبہ ہوگا چنانچہ حضرت ابن عمر، عثمان، ابن زبیر سے مروی ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں نے نماز عید ادا فرمائی اور اس کے بعد خطبہ دیا۔ حافظ عراقی نے فرمایا کہ یہ ثابت نہیں ہے آگے امیر المومنین نے مفصل کلام کیا۔ اب اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ نماز عید سے پہلے کس نے خطبہ دیا اور سب سے پہلے خطبہ دینے والا کون ہے اسکے اندر مختلف قول ہیں ۱ حضرت امیر معاویہ ۲ حضرت عثمان غنی ۳ زیاد ۴ مروان۔ اگر حضرت عثمانؓ کا خطبہ کو نماز پر مقدم کرنا ثابت ہوجائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جماعت کے اندر کثرت تاخیر سے ہوتی ہے اور حضرت معاویہ نے اتباعاً للعثمان ایسا کیا۔ اور مروان کے مقدم کرنے کی وجہ اسکی شرارت ہے کہ وہ صحابہ کرام کو خصوصاً حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا تو صحابہ کرام یہ بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور اٹھکر چلے جاتے تھے تو اس نے خطبہ کو مقدم کردیا اور نماز کو موخر تاکہ نماز کے انتظار تک تو یہ لوگ بیٹھے رہیں گے **عن جابر:** علامہ ابو اسحاق شاطبی کتاب الاعتصام کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر نے اجماع نقل کیا ہے اس بات پر کہ صلوٰت مسنونہ کیلئے اذان و اقامت نہیں ہے البتہ بعض صحابہ مثلاً ابن الزبیر، معاویہ، عمر بن عبد العزیز سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اذان و اقامت کے نماز عید کیلئے قائل تھے اور سب سے پہلے کس نے احداث اذان کیا اسکے اندر بھی علماء نے چند قول نقل کئے (۱) حضرت معاویہ (۲) حجاج بن یوسف (۳) مروان بن الحکم (۴) زیاد۔

۱۲۵ / ۱۸ جمہور سے اجماع نقل کیا گیا ہے کہ اذان و اقامت نہیں ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہم 1426
سے اذان و اقامت ثابت نہیں ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ الصلوٰۃ جامعۃ کہہ سکتے ہیں یا نہیں
مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے۔ علامہ دسوقی مالکی نے بھی کراہت نقل کی ہے۔ علامہ شوکانی نے استحباب نقل کیا ہے
ملا علی قاری نے تو اس کے استحباب پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے **عن ابن عمر:** بعض روایات سے معلوم ہوا 28
۲۲ حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کیا حالانکہ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوا کہ ان سے تقدیم صلوٰۃ ثابت ہے لہذا ان
روایات کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور صحیحین کی حدیث راجح ہوگی جو [illegible] فرمایا
عن ام عطیہ: اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے کیونکہ حائضہ کو مصلے سے
علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسجد کے اندر سے دفع کرنے کا حکم ہے، بخاری کی طرف سے جواب
۱۲۶ یہ ہے کہ عورتوں کو دفع کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا ہے تاکہ لوگوں سے اسکا خلط نہ ہو **عن عائشة:** اس حدیث 32
۱ کے اندر دو جاریہ کا ذکر ہے اول کا نام حمامہ تھا اور دوسرے کا نام قاضی عیاض نے ابن عباس سے نقل کیا ہے زینب ہے
عن انس: ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شیء کا عید الفطر کے دن کھانا نماز سے پہلے مستحب ہے نیز میٹھی
چیز ہو اور وتر ہو اور تمرات ہوں تو مستحب ہے اور عید الاضحی کے دن نماز کے بعد کھانا مستحب ہے **عن البراء:** 35
۶ اس مسئلہ کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ نماز سے پہلے اضحیہ کا ذبح جائز نہیں اور وہ ذبح اضحیہ کے اندر شمار
نہیں ہوگا۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ طلوع شمس کے بعد فوراً اسکا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی قبل الصلوٰۃ
ان کے نزدیک جائز ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبل ذبح الامام بھی جائز ہے یا نہیں۔ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں
امام شافعی امام احمد کے نزدیک اگر نماز کے بعد اتنی دیر گذر جائے جس میں امام ذبح کر سکتا ہے تو جائز ہے
محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ یہی مذہب امام احمد سے نقل کیا گیا ہے لیکن ان کا ظاہر مذہب ہے کہ اہل حضر
کیلئے جائز نہیں اور اہل قریٰ کے متعلق ان کا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اتنی دیر انتظار کریں جتنی دیر
میں امام نماز اور ذبح کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اقرب الائمہ کا انتظار کرے

الفصل الثانی

عن بریدة: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الاضحیٰ کو نماز کا انتظار کرنا چاہیے اسکے بعد نماز سے فارغ ہو کر 40
۱۵ اپنی قربانی میں سے اگر کھائے لیکن جس شخص پر قربانی واجب نہیں اسکا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک اسکو بھی انتظار کرنا
چاہیے اور نماز کے بعد اگر کھائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اسکو انتظار کی ضرورت نہیں ہے پہلے بھی کھا سکتا ہے
عن کثیر بن عبد اللہ: اس حدیث سے عیدین کی تکبیرات کے عدد کا علم ہوا اسکے اعداد اور حکم دونوں میں 41
۱۶ علماء کا اختلاف ہے۔ ہادویہ ایک فرقہ رافضی کا ہے ان لوگوں کے نزدیک عیدین کی تکبیرات فرض ہیں
جمہور کے نزدیک سنت ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں اور اعداد کے متعلق امام شافعی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت کے اندر تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت کے اندر پانچ تکبیریں
ہیں قیام من السجود والی تکبیر کے سوا۔ امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سات تکبیر تحریمہ کے ساتھ
تکبیریں ہوں گی اور دوسری رکعت میں پانچ ہوں گی کالشافعی۔ امام صاحب کے نزدیک دونوں رکعتوں کے
اندر تین تکبیریں زائد ہیں۔ امام مالک امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور دوسرا استدلال جعفر بن محمد کی حدیث
حنفیہ نے سعید بن العاص کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے اندر ہے کہ آپ اضحی اور فطر کے اندر چار تکبیرات کہتے تھے

۱۲۶/۱۶ جسمیں تکبیر تحریمہ اور دوسری رکعت کے اندر تکبیر من قیام الی السجود کو شمار کیا گیا ہے یہی مذہب حضرت ابو موسیٰ اشعری 1441
حذیفہ۔ سعید بن العاص۔ ابو مسعود۔ عقبہ بن عامر۔ حضرت عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کا ہے۔ امام احمد نے تو یہ فرمایا
جبکہ تعداد تکبیر کے اندر روایات متعارض ہیں اسلئے عمل صحابہ کو دیکھا جائے گا۔ اور ہم نے ابن مسعود کے
عمل کو دیکھا اور وہ متفق علیہ ہے اسود سے ہم نے اسی کو اختیار کر لیا اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان تکبیرات کے
اندر رفع یدین ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک رفع یدین ہے اور امام مالک کی ایک روایت ہے کہ رفع
یدین نہیں۔ اور دوسری روایت ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع کے اندر اختیار ہے اور تیسری روایت ان کی یہ ہے
کہ رفع یدین ہے عن جابر ؓ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی ابتداء حمد سے ہوگی یہی علامہ ابن قیم 46
نے نقل کیا ہے کہ ابتداء حمد سے ہوگی تکبیرات سے نہیں ہوگی۔ البتہ درمیان کے اندر تکبیرات کہی جائیں گی بعض ۲۳۹
لوگ کہتے ہیں کہ عیدین اور استسقاء کے خطبہ میں ابتداء بالتکبیر ہوگی اور بعض نے کہا کہ عیدین کے اندر تکبیر اور
استسقاء کے اندر استغفار سے ابتداء کرے **عن ابی عمیر** ؓ۔ ان کا نام عبد اللہ ہے اس مسئلہ کے 50 ۱۲۷/۲
اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص نماز عید کے بعد آئے تو قضاء کرے یا نہیں امام احمد۔ امام سفیان ثوری اور
حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ قضاء ہوگی امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر زوال کے بعد آئے تو قضاء نہیں ہے امام شافعی
فرماتے ہیں کہ اگر غروب کے بعد قضاء نہیں ہے **الفصل الثالث عن ابی سعید** ؓ۔ اس حدیث کے آخر میں 52
ہے کہ ابو سعید خدری نے فرمایا کہ لا تاتون بخیر یعنی تم کو بغیر اس عمل کے بھلائی نہیں ہوگی بلکہ نقصان ہوگا کیونکہ ۸
تمہارے فعل کے اندر حضور کے فعل سے مخالفت ہے اور فتنہ ہے آگے جابر فرماتے ہیں کہ ثم انصرف اسکے دو مطلب ہیں
مطلب ۱: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی اور واپس آ گئے مطلب ۲: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ منبر سے نماز کی طرف متوجہ ہو گئے

باب فی الاضحیۃ ۱۴

اضحیہ کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی۔ امام احمد۔ اسحق بن راھویہ۔ ابو ثور۔ ابن المنذر فرماتے ہیں ۱
کہ سنت مؤکدہ ہے امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب مقیم حر ہو امام مالک سے مقیم کی
قید منقول نہیں ہے بعض کے نزدیک فرض علی الکفایہ ہے۔ حنفیہ کی دلیل وجوب یہ ہے کہ حضور نے اسپر مواظبت فرمائی ہے
الفصل الاول عن عائشہ ؓ۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ یطأ فی سواد اسکا مطلب علامہ خطابی 54
نے بیان فرمایا کہ اسکے کھر سیاہ ہوتے تھے ویبرک فی سواد اور اسکے بیٹھنے کی جگہ بھی سیاہ تھی وینظر فی سواد ۱۷
یعنی اسکی آنکھیں بھی سیاہ ہوتی تھیں یہ تفسیر ان تینوں جملوں کی علامہ خطابی نے فرمائی ہے شیخ عبد القادر جیلانی
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان جملوں کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے اسکا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ
یہ کنایہ ہے اس کے موٹا ہونے سے یعنی وہ اتنی موٹی اور چوڑے بدن والی تھی کہ دھوپ سے اسکا سایہ اتنا
لمبا وسیع ہوتا تھا کہ اسکا چلنا۔ بیٹھنا۔ دیکھنا سب اس سائے کے اندر ہوتا تھا اور دیگر علماء نے اسکے معنی
یہ بیان کئے کہ اسکے یہ اعضاء یعنی قدم۔ بیٹھنے کی جگہ یعنی نیچے کا پیٹ اور آنکھیں سب سیاہ تھیں ومن امۃ محمد
امت محمدی کی جانب سے قبول کا مطلب یہ نہیں کہ ایک قربانی تمام کیلئے کافی ہے بلکہ مطلب ہے کہ اس کے ثواب میں ۱۹
تمام کو شریک فرما اور ہر ایک کو اسکا ثواب بخش دے اس سے علماء نے استدلال کیا کہ ایک شخص کا عمل اپنا ثواب
~~مردوں~~ دوسرے کو پہنچا سکتا ہے خواہ وہ دوسرے زندہ ہوں یا مردہ ہوں نیز جمہور کے نزدیک تمام قسم کے اعمال حسنہ کا ثواب

1455 پہنچتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک صدقات بدنیہ اس سے مستثنی ہیں ان کا ثواب میت تک پہنچتا ہے **عن جابرؓ**
اس حدیث سے معلوم ہوا ہر آدمی کو مُسِنّہ ذبح کرنا چاہیئے اور مسنہ عام ہے ابل، بقر، غنم تینوں کو
شامل ہے البتہ یہ ہے کہ ہر ایک کے مسنہ عمر کے اعتبار سے جداگانہ ہیں ابل کے اندر پانچ سال کا جو ہوگا اسکو مسنہ
کہتے ہیں اور بقر کے اندر جب دو سال کا ہو جائے اور غنم کے اندر جب ایک سال کا ہو جائے اور دوسرے سال میں
داخل ہو تب وہ مسنہ کہلائیگا۔ اس بات پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مسنہ کے ذبح کرنے سے قربانی ادا ہو جائیگی
لیکن اگر اسپر کوئی شخص قادر نہیں ہو تو کیا وہ بھیڑ کا بچہ ذبح کر سکتا ہے یا نہیں اسکے اندر علماء کا اختلاف ہے
عطاؒ فرماتے ہیں مطلقًا وہ جائز ہے خواہ وہ بھیڑ کا بچہ ہو یا بکرے کا یہی اوزاعی کا مذہب ہے۔ امام زہریؒ اور
حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مطلقًا جائز نہیں ہے یعنی نہ بھیڑ کا جائز ہے اور نہ ~~مطلق~~ بکرے کا جائز ہے جمہور کے نزدیک
بھیڑ کا بچہ تو جائز ہے لیکن بکرے کا بچہ جائز نہیں۔ اول کی جواز کی دلیل تو یہ حدیث پاک ہے اسکے اندر جذعۃ من الضان
بھیڑ کے بچہ کی اجازت دی ہے اور ثانی کے عدم جواز کی دلیل عقبہ بن عامرؓ کی حدیث ہے اور پھر جذعۃ من الضان
کے اندر امام شافعیؒ کے یہاں ایک سال سے زائد ہونا چاہیئے اور حنفیہ کے یہاں چھ ماہ کا ہو۔ زعفرانی نے نقل
کیا ہے سات مہینہ کا ہونا کافی ہے ابوبکر بن العربی نے نقل کیا ہے اگر دوسرے مسنات میں داخل کر لیا جائے
اور فرق معلوم نہ ہوتا ہو اور لمبا ہونے میں برابر ہے تو کافی ہے خواہ کتنی عمر ہو ورنہ کافی نہیں ہے **عن عقبۃ بن
عامرؓ**۔ اس حدیث کے اندر لفظ **عتود** وارد ہوا بعض کے نزدیک ایک سال کا بچہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں چھ
ماہ کا ہوتا ہے اب یہاں آپ ﷺ نے چھ ماہ کے بچہ کو ذبح کر لینا حکم کیسے دیدیا اسکا جواب دیا یہ حضرت عقبہ ابن عامرؓ کی خصوصیت
ہوگی اسپر اشکال ہوا ان کی خصوصیات میں کیسے ہوگی جبکہ بخاری شریف کے اندر یہی قول آپ ﷺ نے حضرت ابوبردہؓ
کے متعلق فرمایا تو اگر عقبہ کی خصوصیت مانیں تو ابوبردہ کی خصوصیت نہیں ہو سکتی اور اگر ابوبردہ کی خصوصیت
تسلیم کریں تو عقبہ کی خصوصیت نہیں ہوگی اسکا جواب دیا گیا دونوں کے خصائص میں سے ہوگا اسپر اشکال ہوا
پھر خصوصیت کے معنی کہاں باقی رہے وہ بھی فوت ہو جائیں گے حافظؒ فرماتے ہیں اسکا جواب یہ دیا جا سکتا ہے
ایک ہی مجلس کے اندر دونوں کو آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہوگا یا اولًا ایک کیلئے خصوصیت تھی پھر دوسرے کیلئے بھی کر دی گئی

57 **عن ابن عمرؓ**۔ اس سے معلوم ہوا عیدگاہ کے اندر ذبح کرنا چاہیئے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں یہ صرف امام کیلئے ہی ۲۳
مسنون ہے ~~جمہور کے نزدیک~~ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں تمام لوگوں کیلئے سنت ہے امام کی خصوصیت نہیں ہے

58 **عن جابرؓ**۔ اس حدیث سے ثابت ہوا ابل اور بقر سات آدمیوں کیلئے کافی ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ کا یہی ۲۴
مذہب ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں ایک تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے خواہ وہ سات ہوں یا کم ہوں یا زائد ہوں
ابن عمرؓ سے منقول ہے ایک بقرہ یا ابل سات لوگوں کی طرف سے کافی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک ہی کی طرف سے کافی ہو
سعید بن جبیرؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں اجزور (ابل) دس کیلئے اور بقرہ سات کیلئے کافی ہو سکتا ہے
اور ایک حدیث سے ان کا استدلال ہے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہاں اونٹ کے دس کیلئے کافی ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے ایک اونٹ دس بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ دوسرا استدلال ان لوگوں کا ابن عباسؓ
کی روایت ہے اسکا جواب (۱) یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے جواب (۲) وہ حدیث صحیح کے معارض ہے جواب (۳) دو قسم کی
روایتیں ہیں لہذا احتیاط کا تقاضا سات کے اندر ہے جواب (۴) وہاں اونٹ کے اشتراک بالعشرہ کا مطلب ہے اسکی قیمت کے

۱۲۷

۲۵ اختیار ہے ۔ حنفیہ اور جمہور کا مستدل یہی حدیث ہے حضرت جابر کی عن ام سلمۃ :۔ عشرۂ ذی الحجہ کے اندر قربانی 1459
کا ارادہ کرنے والے کیلئے تقلیم کے حکم میں اختلاف ہے ۔ امام احمد اسحاق بن راہویہ ۔ داود ظاہری ۔ ربیعۃ الرائے
کی رائے ہے کہ یہ نہی تحریم کیلئے ہے اور ایسے شخص کیلئے تقلیم اظفار حرام ہے ۔ امام مالک امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
حنفیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بلا کراہۃ والحرمۃ لیکن حنفیہ کی فروع کے اندر مسئلہ ہے کہ ترک تقلیم مندوب ہے علامہ شامی نے
دوسرے علماء کا اجماع نقل کیا ہے عن ابن عباس :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا عمل تمام اعمال سے افضل ہے 1460

۲۷ حتی کہ فرائض سے بھی افضلیت معلوم ہوئی حالانکہ فرائض سے افضل نہیں ہے اسکا جواب ہے کہ یہ حدیث تحریض پر
محمول ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عشرۂ رمضان افضل ہے یا عشرۂ ذی الحجہ دونوں قول ہیں
لیکن اصح یہ ہے کہ عشرہ رمضان کی لیالی افضل ہیں کیونکہ ان کے اندر شب قدر ہے اور عشرۂ ذی الحجہ کے ایام یوم عرفہ کی وجہ سے افضل ہیں

۱۲۸
۳۰ **الفصل الثانی عن جابر قال** :۔ اس حدیث کے اندر لفظ موجوئین کے متعلق ابوموسیٰ المدینی فرماتے ہیں کہ 61
ان جانوروں کو کہتے ہیں جنکے خصیتین نکال دیئے جائیں یعنی خصی کو کہتے ہیں ۔ علامہ جوہری فرماتے ہیں کہ املحین کے
رنگین کے رنگ تو جو دی جائے ان کو کہتے ہیں علیٰ ملۃ ابراہیم کی زیادتی باوجود آپ کے نبی مستقل ہونے کے
اسوجہ سے ہے کہ اس اضحیہ کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے نیز آپ ان کی اولاد میں سے ہیں اب اس مسئلہ
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نبوت سے پہلے کسی شریعت کے پابند تھے یا نہیں بعض نے کہا کہ پابند تھے
اور بعض نے انکار کردیا ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ آپ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے **عن علی** :۔
اگر اکثر حصہ کان وغیرہ کا کٹ جائے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے **عن البراء** :۔ عیب قلیل مانع نہیں اور کثیر مانع ہے 65

۱۲ منقی کے باب میں مانع کثیر یہ ہے کہ اگر تندرست جانور والی گیا تو وہ چلے تو چل نہ سکے یہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک ہے

۱۲۹
۳ اور حنفیہ کے نزدیک اگر پیر نہ رکھ سکے تو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے **الفصل الثالث عن نافع** :۔ 73
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الاضحی کا زمانہ تین دن ہے یہی ائمہ ثلثہ ۔ حضرت عمر ۔ علی ۔ ابن عباس ۔ انس بن مالک
مروان ۔ امام شافعی ۔ عطاء بن ابی رباح ۔ حسن بصری کا مذہب ہے ابن سیرین فرماتے ہیں الیوم النحر کے اندر اندر
وقت ہے ۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ہلال المحرم تک اضحیہ کا وقت ہے اور جائز ہے

۸ باب العتیرہ

عتیرہ یہ بھی ایک ذبیحہ ہے اضحیہ کی طرح رجب کے اندر عشرۂ اولیٰ میں ذبح کرتے تھے ایسے ہی جاھلیۃ کے اندر کفار بتوں کیلئے
ذبح کرتے ان کا خون بتوں کے سروں پر ڈالتے تھے **الفصل الاول عن ابی ھریرۃ** :۔ اس حدیث پاک کے اندر 77

۸ ایسے دو چیزوں سے منع فرمایا ایک عتیرہ اور ایک فرع اول کے متعلق گذر گیا ثانی کے متعلق علماء نے دو تفسیریں کیں
ایک خود حدیث پاک کے اندر ہے کہ ان کا جانور سب سے پہلے جو بچہ دیتا تھا اسکو وہ اپنے شیطانی بتوں کیلئے
ذبح کرتے تھے دوسری تفسیر علماء نے بیان کی وہ سنت جاہلیت تھی کہ اگر ایک اونٹنی کے بچے پیدا ہو جائیں تو ایک
ذبح کرونگا اسکو بھی فرع کہتے ہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک اب یہ دونوں منسوخ ہیں شروع اسلام میں جائز اور
اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے تشبہ کی وجہ سے منسوخ کردیا گیا امام شافعی کے نزدیک اب بھی مستحب ہے

۱۳ **الفصل الثالث عن عبد اللہ بن عمرو** :۔ اس حدیث پاک کے اندر ایک لفظ وا اھلوا منیحۃ ہے منیحۃ اس کو کہتے 79
تھا جس شخص کے پاس بہت سے جانور ہوتے تھے وہ ایک جانور دودھ وغیرہ سے نفع کیلئے دوسرے کو دیدیتا تھا تاکہ وہ نفع حاصل
کرے اس جانور کو منیحہ کہتے ہیں چونکہ وہ اسکا مملوک نہیں ہے اسوجہ سے [illegible] ۔

صلوۃ الخسوف

ایک کسوف ہے ایک خسوف اول شمس کیلئے ہو اور خسوف قمر کیلئے استعمال ہوتا ہے بعض دفعہ اس کا عکس کردیا بتلایا اور بعض نے کہا ہے کہ الکلاھما۔ کسوف شمس کب ہوا اس کے اندر چند اقوال ہیں اول ۵ھ میں ہوا ثانی ۶ھ میں ہوا ثالث ۱۰ھ میں ہوا البعض کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوا ۵ھ اور ۱۰ھ میں علامہ نووی اور بہت سے علماء سے مروی ہے کہ کئی مرتبہ کسوف و خسوف ہوا۔ محققین کی رائے ہے کہ صرف ایک مرتبہ ہوا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام صاحب کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ ہے۔ ابو عوانہ فرماتے
1481 ہیں یہ واجب ہے اور قاضی ابو زید دبوسی سے بھی وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے **الفصل الاول:-** 18

اس فصل کی دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صلوۃ خسوف کے اندر قراءۃ میں جہر فرمایا اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابو یوسف امام احمد اسحٰق ابن راہویہ ابن المنذر ابن العربی کے نزدیک جہر بالقراءۃ ہوگا ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جہر و سر کے درمیان اختیار ہے امام محمد امام شافعی امام مالک فرماتے ہیں کہ سراً قراءۃ ہوگی اور ان لوگوں کی دلیل اس فصل ثانی کی نمبر ۱ عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے۔ اس پر اشکال وارد ہوا کہ ابن عباس بچہ ہونے کی وجہ سے دور تھے ~~[illegible]~~ اس لئے حضور کی آواز ان کو پہنچی نہیں ہوگی لیکن اس اشکال کو ابن عبدالبر نے رد کر دیا ہے کیونکہ امام شافعی والی روایت کے اندر صراحتہ موجود ہے کہ میں حضور کی پہلو میں کھڑا تھا۔ امام ابو حنیفہ اور احمد وغیرہ کی دلیل حضرت عائشہ کی روایت ہے اس حدیث کا جواب جمہور نے دیا کہ حضور کا یہ گمان ہے جہر فرماتے تھے تو چونکہ عائشہ اخیر میں تھیں اور کبھی کبھی آیتیں آواز سنتی تھیں اس لئے یہ سمجھیں کہ آپ جہر فرما رہے ہیں اور دوری کی وجہ سے مسلسل قرآن کی آواز نہیں آ رہی ہے حالانکہ حضور مسلسل جہراً قراءۃ نہیں فرما رہے تھے بلکہ گاہے گاہے فرماتے تھے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس نماز کے اندر کتنے رکوع ہیں اس کے اندر مختلف روایتیں ہیں ایک سے لیکر پانچ تک اقوال ہیں اور دو امام محمد سفیان ثوری ابراہیم نخعی داؤد ظاہری علی ابن عباس ابن عمر عبداللہ ابن زبیر ابو بکرہ نعمان ابن بشیر عبدالرحمن ابن سمرہ ان حضرات کے نزدیک ایک رکوع ہے ائمہ ثلاثہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ دو رکوع ہیں۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ تین رکوع ہیں۔ حضرت علی قتادہ ابن عباس سے مروی ہے کہ چار رکوع ہیں۔ ابی بن کعب کا قول ہے کہ پانچ رکوع ہے۔ امام شافعی وغیرہ ابن عباس عائشہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور جو تین رکوع کے قائل ہیں وہ جابر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور حضرت قتادہ وغیرہ کا مستدل ابن عباس کی حدیث ہے پانچ والوں کا مستدل ابی ابن کعب کی حدیث ہے۔ حضرات حنفیہ کا مستدل ۱ نعمان ابن بشیر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کوئی تفصیل نہیں ہے مستدل ۲ عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے تیسرا مستدل سمرہ ابن جندب کی روایت ہے مستدل ۴ عبدالرحمن ابن سمرہ کی روایت ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ روایات فعلیہ عموماً مختلف ہیں اور روایات فعلیہ متعارض ہے اور قول و فعل میں جب تعارض ہو جاتا ہے تو قول کو ترجیح ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس میں ایک رکوع ہونا چاہئے اور ان کے علاوہ جن احادیث میں ایک رکوع سے زیادہ وارد ہوا ان تمام کا جواب یہ ہے کہ آپ نے نماز کے اندر قیام نہایت طویل فرمایا تھا اور

1481 آپ پر کیفیات اور عجیب حالات کا غلبہ تھا جس میں آپ کبھی کبھی آگے کو چلے جاتے تھے جس سے صحابہ نے سمجھا کہ ۱۲۹/۱۸

83 آپ آگے بڑھ رہے ہیں عن عائشة :- اس حدیث کے اندر ایک لفظ وارد ہوا ہے الفزع وفزع الخلق ۱۳۰/۲

کہ آپ سجدہ سے اٹھے اور انجلاء شمس ہو گیا تھا سب بیان سے ایک مسئلہ معلوم ہوا وہ یہ کہ انجلاء شمس دو حال سے خالی نہیں یا تو نماز کے اندر ہو گا یا نماز کے بعد اگر نماز کے بعد ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر نماز کے اندر ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلی رکعت میں ہو گا یا دوسری رکعت میں اگر پہلی رکعت کے اندر انجلاء ہوا تو مالکیہ کے نزدیک صلوٰۃ نافلہ کی طرح اس نماز کو بھی ہر رکعت میں ایک ایک رکوع ہو گا اور اگر دوسری رکعت میں انجلاء ہوا تو اس کے بارے میں مالکیہ سے دو روایت ہے (۱) دو دو رکوع ہر رکعت میں ہوں گے (۲) آخری رکعت ایک رکوع کے ساتھ ادا کرے۔ حنفیہ کے نزدیک چونکہ اس نماز میں بھی ایک ایک ہی رکوع ہے لہذا انجلاء اور عدم انجلاء دونوں صورتوں میں مسئلہ ایک ہی ہو گا۔

فخطب الناس :- اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ اس نماز کے اندر خطبہ ہے یا نہیں اس حدیث سے ۳ معلوم ہوا کہ خطبہ ہے چنانچہ یہی مذہب امام شافعی اسحاق بن راھویہ۔ ابن جریر طبری ~~کے نزدیک~~ وغیرہ کا ہے حضرت امام صاحب۔ امام مالک امام احمد کے نزدیک خطبہ نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ کسوف اور خسوف جب ہوتا ہے جبکہ کوئی بڑا آدمی مرتا ہے چنانچہ اس وقت حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہوا تھا تو ان کے اس زعم کو ختم کرنے کیلئے خطبہ فرمایا تھا۔

84 عن ابی موسیٰ :- اس حدیث کے اندر فرمایا گیا ہے فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فزعا یخشی الخ اس سے ۶ معلوم ہوا کہ آپ قیامت کے آنیکے خوف سے ڈر گئے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت بیان فرمائی تھیں اور ان میں کوئی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی تھیں پھر ڈرنے کا کیا مطلب ہے اس کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں جواب ۱ :- یہ واقعہ علامات کے بتلانے سے پہلے پیش آیا تھا۔ جواب ۲ یہ بھی احد من آیات الساعۃ ہو گا جواب ۳ :- یہ کلام بطور تمثیل۔ تشبیہ۔ تخییل پر مبنی ہے جواب ۴ :- یہ راوی نے اپنا خیال اور عندیہ بیان کیا فصلی باطول قیام الخ امام احمد امام شافعی ۷ اسحاق بن راھویہ کا مذہب ہے کہ سجود کے اندر اطالۃ ہو گی یہی مالکیہ کا مذہب ہے اور ائمہ اربعہ کا مختار بھی ہے اطالۃ السجود کرے عن جابر :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک شرط ہے ائمہ اربعہ کے یہاں جماعت کیلئے امام الحی کا ہونا ضروری

باب فی سجود الشکر ۱۳۱/۴

سجدہ خارج از صلوٰۃ کی چار قسمیں ہیں سجدۂ سہو۔ سجدۂ تلاوت۔ سجدۂ شکر۔ سجدۂ مناجاۃ۔ سجدۂ سہو۔ اور تلاوت دونوں جائز ہیں بلکہ بعض کے نزدیک مسنون اور بعض کے نزدیک واجب ہے اور سجدۂ شکر امام شافعی امام احمد کے نزدیک مسنون ہے امام مالک امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے دوسری روایت حضرت امام محمد کی عدم کراہت کی ہے۔ آج کل حنفیہ علماء کا مختار یہ ہے کہ سجدۂ شکر مشروع اور مستحب ہے یہی صاحبین کا مذہب ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ النعمتیں بعض متوالی ہیں اور بعض متجدد ہیں۔ تعالیٰ کیلئے سجدہ شکر ہوتا ہے اور چوتھی قسم سجدۂ مناجاۃ یہ علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں رکھتا ہے

۱۳۰ ۱۳۱/۱۳

باب الاستسقاء

استسقاء کے معنی ہیں لغۃ کے اندر طلب السقیا اور اصطلاح شرع کے اندر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بارش کا ضرورت کے وقت طلب کرنا کھیتوں اور باغات کیلئے۔ اور بارش کے بند ہونے کا سبب بعض زکوٰۃ ہوتا ہے۔ یہ نماز سنہ ۶ھ میں شروع ہوئی اور ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک جائز ہے لیکن مسنون و مستحب نہیں ہے علامہ نووی فرماتے ہیں استسقاء کی تین صورتیں ہیں نماز کے ذریعہ۔ مطلق دعا کے ذریعہ۔ اور نماز مکتوبہ کے بعد دعا کے ذریعہ۔ نیز اس نماز کے اندر جمہور کے نزدیک تحویل رداء ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک تحویل رداء نہیں ہے اس باب کی مناسبت اگلا باب ایام کا باندھا

۱۳۳/۱۳

کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض و ثواب المرض

1523 جنائز جمع ہے جنازہ کی بکسر الجیم جس کے معنی میت کے ہیں اور بفتح الجیم اس سریر کو کہتے ہیں جس پر میت کو اٹھایا جائے اور بعض حضرات نے اسکا عکس بیان کیا ہے یہ ماخوذ ہے جنز بمعنی ستر سے باب ضرب سے جس کے معنی جمع کرنے ہیں کیونکہ اس سریر پر میت کو اور اس میت پر کفن کو جمع کیا جاتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب الصلوٰۃ کے آخر پر باب بالدعا حالات زندگی کے تمام شعبوں میں یہ اول شعبہ ہے اور تمام زندگی کے احکامات کے بیان کرنے کے بعد آخر میں اس باب کو منعقد کیا جانا تھا لیکن اس باب کے اندر اہم جزء نماز ہے اسلئے اس باب کو کتاب الصلوٰۃ کے ساتھ ذکر کیا اور آخر میں ذکر اسلئے کیا۔ یہ آدمی کی آخری نماز ہوتی ہے اور چونکہ موت اور اسکی نماز سے پہلے آدمی کو مرض لاحق ہوتا ہے اور اسکے مناسبات سے عیادۃ ہے اسلئے عیادۃ کا باب منعقد ہوا ہے کیا عیادۃ اصل میں عوادۃ تھا واو ما قبل مکسور تھا واو کو یاء سے بدل دیا عیادۃ ہو گیا

1523 **الفصل الاول عن ابی موسیٰ:**۔ اگر بھوکے کے پاس کھانا ہو اور مرنے کا خطرہ ہو تو اگر دوسرے شخص کے ۱۲
24 پاس کھانا ہے تو اسکو کھلانا فرض ہے کفایہ ہے۔ عیادۃ جمہور کے نزدیک مستحب ہے عن ابی ھریرۃؓ: ۱۴
اس حدیث کے اندر سلام کرنے کو حق مسلم قرار دیا گیا سلام کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو تنہا ہوگا یا جماعت ہوگی اگر تنہا ہے تو اسکو سلام کرنا سنت ہے اور بعض نے کہا واجب ہے اور اگر جماعت ہے تو سنت کفایہ ہے اور جس شخص کو سلام کیا گیا وہ بھی دو حال سے خالی نہیں اگر تنہا ہے تو جواب دینا فرض عین ہے اور اگر جماعت ہے تو فرض کفایہ ہے اگر ایک نے جواب دیدیا تو سب کیطرف سے ادا ہو جائیگا علامہ نووی نے فرمایا سب کا جواب دینا اولیٰ ہے دوسرا حق اسکے اندر عاطس (چھینکنے والا) کو جواب دینا یرحمک اللہ کیساتھ بیان کیا گیا بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ کے نزدیک اسکی الحمد للہ کا جواب یرحمک اللہ کیساتھ دینا فرض ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں فرض کفایہ ہے شافعیہ اور مالکیہ کی ایک جماعت کی رائے ہے سنت کفایہ ہے تیسرا حق اس حدیث پاک کے اندر اجابۃ داعی کو بیان کیا گیا بعض شافعیہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اجابۃ کو واجب کہا ہے علیہ الشیخ ابن الحسن کا یہی مذھب ہے ابن حزم نے جمہور صحابہ اور تابعین سے یہی نقل کیا ہے۔ جمہور ائمہ اربعہ حضرات کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مستحب ہے بعض
26 شافعیہ نے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے **عن البراء بن عازب:**۔ اس حدیث پاک کے اندر منجملہ اور
حقوق کے ایک حق ابرار المقسم کو بیان فرمایا اسکے مصداق میں علماء کے چند قول ہیں (۱) اگر آدمی قسم کھائے ۱۸
کہ فلاں کام کروں گا لیکن کسی وجہ سے اسپر وہ قادر نہ ہوسکا تو دوسرے مسلمان کا حق ہے کہ وہ اسکی امداد کرکے وہ ۱۹
کام کروا دے تاکہ وہ اپنی قسم سے بری ہو جائے (۲) قسم کھائی کسی آدمی نے کہ میں یہ کام کراؤں گا فلاں شخص سے تو اس شخص کو

۱۳۳

۱۰۹ چاہیے اور وہ اسکی قسم کی لاج رکھے اور اسکا وہ کام کر دے دوسرا حق نصر المظلوم ہے جو واجب ہے ایک 1526
بات قابل لحاظ یہ ہے کہ حضور نے کسی حدیث کے اندر مسلمان کے ذمہ پانچ حق اور دوسری حدیث کے اندر چھ
اور تیسری حدیث کے اندر سات حق بیان فرمائے گویا ہر مرتبہ ایک عدد کی زیادتی فرمائی اسکی دو وجہیں
(۱) روزآنہ احکام کے اندر اضافہ ہوتا رہتا تھا تو پہلے کم تھے بعد میں اور زیادہ ہوگئے (۲) مخاطب کے احوال کے اعتبار
سے آپ نے بیان فرمایا عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے سوال اور پھر بندہ کے جواب
کے بعد بندہ نے یہ قول کہا وانت رب العالمین اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (۱) آپ رب ہیں اور
۲۵ تمام صفات کمال کو جامع ہیں تو مرض جو صفت نقص ہے وہ آپکے اندر کیسے جمع ہوسکتی ہے (۲) سارے عالم کے
آپ رب ہیں اور تمام کی نگہداشت رکھتے ہیں تو اگر آپ بیمار ہو جائیں گے خدانخواستہ تو پھر عالم کی نگہداشت کون
کریگا لہذا آپکا مریض ہونا محال ہے آگے جاکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو لوجدتنی عندہ
۲۶ اسکے معنی ملا علی قاری نے بیان فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای لوجدت رضائی عندہ چونکہ جب مرد بیمار
ہوتا ہے تو اپنے آپ کو نہایت حقارت اور مسکنت کی حالت میں سمجھتا ہے اور یہ حالت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے
تو اسلئے اسکے پاس رہتے علامہ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے اندر فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے
ای لوجدت ذکری عندہ کیونکہ جب آدمی مریض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے عن ابن عباس :- 29
۳ علامہ زمخشری ربیع الابرار کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شیخ کبیر ~~[illegible]~~ قیس بن ابی حازم ہیں
حافظ فرماتے ہیں کہ یہ اگر قیس بن ابی حازم ہیں تو یہ غیر مخضرمی ہیں کیونکہ جو شیخ کبیر قیس بن ابی حازم مخضرمی
ہیں ان کا انتقال حضور کے سامنے نہیں ہوا بلکہ وہ بعد تک زندہ رہے ہے آپ نے فرمایا فنعم اذاً یعنی اللہ
کرے ایسا ہی ہو چنانچہ ابو البشر دولابی وغیرہ کی روایات کے اندر ہے فاصبح الاعرابی میتاً۔
عنہا قالت :- اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا بعض کے نزدیک اس تربہ 32
۸ سے تراب مدینہ مراد ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے غبار المدینۃ شفاء ہے بعض کی رائے ہے کہ مطلق
زمین مراد ہے کیونکہ ارض کے اندر جاذبیت ہوتی ہے اور ہر شخص کیلئے اسکے وطن کی زمین مناسب ہوتی ہے
عن ابن عباس کلمہ کا اطلاق اسم فعل حرف تینوں پر آتا ہے اس حدیث کے اندر کلمات اللہ سے مراد اسماء اللہ ہیں 35
۱۶ اور کتاب اللہ مراد ہے اور تامہ صفت لاکر اشارہ فرمایا کہ وہ تام ہیں باب شفاء کے اندر بلکہ ہر باب کے اندر تام ہیں اور
لغۃ ھامۃ کہتے ہیں ہر اس دابہ کو جو ذی سم ہو اور لامۃ کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں یہاں مراد جامع الشر ہے
اور لامۃ معنی میں ملمۃ کے ہے مگر ھامۃ کی مناسبت سے لامۃ کہدیا عن ابی سعید :- نصب کے معنی تعب کے 37
۲۰ ہیں اور وصب کے معنی مرض کے ہیں اور ھم کے معنی غم کے ہیں اور غم اس رنج کو کہتے ہیں جو فی الحال تکلیف کی
وجہ سے پہنچے اور حزن کہتے ہیں اس کو جو متوقع تکلیف کی وجہ سے پہنچے اور ھم کہتے ہیں گذشتہ تکلیف کی وجہ سے
۱۳۵ جو رنج پہنچے عن انس :- اس حدیث کے اندر طاعون کو مطلقاً شہادۃ قرار دیا لیکن یہ حدیث مقید ہوگی ان قیود 1545
۸ کیساتھ جنکا ذکر دوسری حدیث عائشہ کے اندر وارد ہوئی ایک اشکال وارد ہوگا ابن ماجہ کے اندر ایک حدیث
وارد ہوئی جسکے اندر ہے کہ طاعون زنا وغیرہ کی وجہ سے پھیلتا ہے یعنی طاعون معصیت کا اثر ہے تو جب
معصیت کا اثر ہے تو شہادہ کا سبب کیسے بنے گا اسکا جواب ہے کہ گنہگار کیلئے شہید ہونا منافی ہیں ایک

۱۳۰

۱۳۵ ۸ آدمی گنہگار بھی ہو سکتا ہے اور اس کی باوجود شہادت اسکو مل سکتی ہے البتہ وہ اپنی معصیت کی وجہ سے شہید بار کے برابر نہ ہوگا 1545
۹ **عن ابی ھریرۃ** :- اس حدیث پاک کے اندر پانچ آدمیوں کو شہید قرار دیا گیا۔ شہید کی تین قسمیں ہیں ایک وہ 46
جو شہید ہو آخرۃ اور دنیا دونوں کے حکم میں یہ وہ شخص ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ مارا جائے دوسرا وہ
شہید ہے جو دنیا کے حکم میں ہے آخرۃ کے اعتبار سے شہید نہیں یہ وہ شخص ہے جو بغیر اخلاص کے اللہ کے راستہ میں شہید ہوا
تیسرا وہ شخص جو شہید فی حکم الدنیا والاخرہ دونوں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں
کے ماسوا ہیں اور حدیث کے اندر جو پانچ کا ذکر ہے ان میں چار بھی اسی قسم کے اندر داخل ہیں ایسے شہیدوں
کی تعداد متعدد روایات کے اندر مختلف وارد ہوئی ہیں جو بیس سے زیادہ لوگ اس میں داخل ہیں
مبطون کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں اسکو جس نے مارا ہو۔ طاعون کہتے ہیں جو ہوا کے فاسد ہونے
کی وجہ سے زہریلا مادہ پھوڑا وغیرہ میں نکل آتا ہے اس پر اشکال وارد ہوا ہے آنحضرت نے تو طاعون کا
سبب دوسرا بیان کیا ہے وہ وخز جنون (جنوں) کا چوکا ہوتا ہے اسکا جواب علماء ممکن ہے کہ فساد ہوا کی وجہ
کی وجہ سے ہو جواب ۲ طاعون کے دو سبب ہیں ایک اطباء والاجراء نے بیان کیا اور دوسرا
سبب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والا ہو مبطون کی تفسیر بعض نے مرض اسہال کے ساتھ کی اور بعض نے کیا ہے مطلق پیٹ
کی بیماری والا۔ **عن عائشۃ قالت** اس حدیث کے اندر طاعون والی جگہ سے نکلنا منہی عنہ قرار دیا ہے 47
۱۰ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ اسود بن ہلال وغیرہ کے نزدیک نکلنا جائز ہے ایک جماعت کے نزدیک نہی تنزیہی ہے
جمہور کے نزدیک نہی تحریمی ہے کیونکہ صفحہ ۱۳۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جسکے اندر طاعون سے بھاگنے والے کو مثل جنگ سے بھاگنے والے کے قرار دیا گیا
الفصل الثانی عن زید بن ارقم اس حدیث سے معلوم ہوا اگر آنکھوں میں درد ہو تو شخص اس درد 51
۱۹ کی وجہ سے عیادت کرنا مسنون ہے لیکن طبرانی کی ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے الا ثلاث ۔ رمد ۔ ضرس کی
وجہ سے آپ نے عیادت کی دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے حافظ فرماتے ہیں البیہقی نے کہا ان رمد ۔ ضرس والا
۱۳۶ ۱۴ قول یحییٰ بن کثیر کا ہے **عن جابر بن عتیک** اس حدیث کے اندر وارد ہوا المراۃ تموت بجمع اسکے مصداق 61
میں علماء کے چند قول ہیں (۱) وہ عورت جو حمل کی حالت میں مرجائے (۲) جو عورت بکر کی حالت میں مرجائے (۳)
جو عورت نفاس کی حالت میں مرجائے **عن سعد** اس حدیث کے اندر سائل خود حضرت سعد ہیں لو فلاوہ 62
۱۶ حضور کے جواب کا یہ مطلب ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب ہوتا ہے اسکی آزمائش زیادہ ہوتی ہے پھر اسکے کم پھر
۱۳۷ اسکے کم غرضیکہ تقرب جتنا کم ہوگا اتنا ہی ابتلاء کم ہوگا۔ **الفصل الثالث عن انس** :- 74
۱۴ اس یہودی غلام کا نام عبد القدوس بتلایا جاتا ہے ۔ مسند احمد کے اندر اسکی خدمت کی تفسیر منقول ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی اور جوتے وغیرہ سیدھے کرتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا ذمی کی عیادت
جائز ہے اور اسکی عیادت کرنی چاہیئے ابن بطال فرماتے ہیں اگر اسلام کی امید ہو تو عیادت کرنی چاہیئے
حافظ فرماتے ہیں اسکا ہونا ضروری نہیں بغیر امید اسلام کے بھی جواز ہے مطلقاً ماوردی فرماتے ہیں اگر اس کا
ذمی سے کسی قسم کا تعلق ہے تو عیادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے فقال لہ اسلم الخ اس سے معلوم ہوا بچہ کا
اسلام مقبول ہے یہی مذہب حضرت امام صاحب و امام بخاری کا ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اسلام صبی مقبول نہیں ہے
۲۰ **عن عطاء بن ابی رباح** اس عورت کا نام بعض نے ام زفر اور بعض نے شقیرہ بتلایا ہے 72

٦٣١/٥ **عن ثوبان:** بخار کے قطعة من النار ہونیکا مطلب ہے کہ اسکے اثرات جہنم کی گرمی کے اثرات کے مشابہ ہے 1582
فلیطفئها عنه بالماء الخ یعنی پانی وغیرہ سے غسل کرکے اس کی گرمی کو زائل کرنا چاہئے اسمیں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ علاج
ہر بخار کیلئے ہے یا خاص بخار کیلئے ہے دونوں قول ہیں علامہ ابن قیم کی رائے یہی ہے کہ یہ خاص بخار کیلئے ہے جو
اہل عرب کو ایک خاص موسم میں ہوتا تھا ایسے ہی اس پانی کے اندر بھی اختلاف ہے کہ جس سے ٹھنڈا کیا جائیگا یہ خاص ہے
یا عام پانی مراد ہے بعض نے کہا کہ زمزم کا پانی مراد ہے اور بعض نے مطلقاً پانی مراد لیا ہے اور یہی صحیح بھی ہے
١٩ کیونکہ زمزم کی صورت میں یہ حکم مکہ والوں کیلئے خاص ہوگا **عن انس:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض 87
کی عیادت تین روز بعد کرنی چاہئے لیکن یہ ایام کی قید معتبر نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اسکا ایک
راوی مسلمة بن علی متفرد ہے ابو حاتم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے حافظ فرماتے ہیں
کہ اسکا ایک شاہد معجم طبرانی کے اندر موجود ہے مگر اسکے اندر بھی متروک راوی موجود ہے جمہور کا مذہب یہی ہے
٢١ کہ عیادت ہر زمانے میں مستحب ہے **عن ابن عباس:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض ہوئے تو 89
ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ اس پر صحابہ میں اختلاف ہوا حضرت عمر نے فرمایا کہ حضور نے یہ بیہوشی کی
حالت میں فرمایا حقیقةً منگانا مقصود نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ کرام فرماتے تھے کہ حقیقةً آپ نے دوات
قلم منگانا ہے جب یہ اختلاف بہت بڑھ گیا تو حضور نے فرمایا قوموا عنی الخ اور مقصود اس حدیث
کا یہ ہوا کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا چاہئے لیکن اس سے وہ شخص مستثنی ہے جو مونس ہو
١٣٨/٢٢ **عن ابن عباس:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اذا اشتهى احدكم الخ کہ اگر کسی مریض کو کسی چیز کی خواہش 92
ہو تو اسکو وہ چیز دیدینی چاہئے حالانکہ حکماء کے نزدیک اس کی خواہش پر عمل کرنا ممنوع ہے بلکہ
جو چیز ڈاکٹر بتلائے وہی کی اجازت ہے تو اسکا جواب ۱ اشتہاء سے اشتہاء صادق مراد ہے اور اشتہاء صادق
صحت کے اندر ہوا کرتی ہے بعض مرض والی اشتہاء آپ کے قول میں معتبر نہیں ہے جواب ۲ [illegible] جو اشتہاء
توکل کے اندر مضبوط ہو آپ کا قول اس کیلئے ہے جواب ۳ وہ مریض مراد ہے جو دنیا سے چلنے کا ارادہ کرتا ہے
جواب ۴ یہ حکم عام ہے ہر مریض کیلئے کیونکہ جب اسکو اسکی طبیعت کے موافق غذا ملیگی تو وہ مرض کی مدافعت
کریگی **عن عبد اللہ بن عمرو:** اس حدیث کے اندر غیر وطن میں مرنے والے کی فضیلت کے اندر آپ نے فرمایا 93
٢٦/١٣٩/١ قیس له من مولده الى منقطع اثره الخ جتنا سفر اسنے کیا تو گھر سے لیکر منتہائے سفر تک کے درمیان کا جتنا
فاصلہ ہے اتنا ہی حصہ اسکو جنت کے اندر ملیگا اب اشکال وارد ہوا کہ دنیا کی حقیقت جنت کے سامنے
کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی لہذا جو حصہ دنیا کا اسنے قطع کیا اگر وہ آخرت میں ملیگا تو یہ فضیلت میں شمار
نہ ہوگا اسکا جواب ۱ یہ ہے کہ قبر کے اندر اتنی وسعت ہو جائیگی جتنی زمین اسنے قطع کی ہے جواب ۲ سفر
کی حالت میں جو اسنے عمل کیا اسکی مقبولیت کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے جواب ۳ جنت جتنی اسکو ملیگی اسکے
اندر اتنی ہی وسعت اور ہو جائیگی واللہ اعلم

باب تمنی الموت وذکرہ

١٣٩/٩ ص/١١ **الفصل الاول عنه:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو موت کی تمنی اس وجہ سے نہ کرنی چاہئے کہ 99
جب زندہ رہیگا تو اپنے اعمال خیر سے نفع کمائیگا اسپر اعتراض ہوا کہ کبھی اسکا عمل ارتداد سے بھی تو بدل جاتا

1599 اس صورت میں تو نقصان اور خسارہ ہی رہے گا اسکا جواب حافظ ابن حجر رحمہ نے دیا کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے جو آدمی ہمیشہ م 139/11
ایمان اور عمل صالح کیساتھ زندگی گزارے گا اور یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر عمر میں اسکے ایمان کو ہی دولت یقین سے
دوسرا اشکال ہوا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ آدمی کی عمر خیر کا اضافہ کرتی ہے حالانکہ اسکے خلاف بھی ہو جاتا ہے
جوابؒ حدیث شریف میں مومن سے مومن کامل مراد ہے لیکن تیسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ علم تو آپؐ نے عام بیان فرمایا
اور تمنی موت سے ہر شخص کو روکا گیا ہے لہذا مومن کامل کیسے مراد ہو سکتا ہے جوابؒ اگرچہ کلام عام کیا گیا
ساتھ آپؐ نے فرمایا لیکن اسکے ساتھ تو جملہ لگی ہوئی ہے یعنی عمل کی قید اس جملہ میں لگی ہوئی ہے جوابؒ اگرچہ وہ
اپنی عمر کے اندر اعمال خیر و شر دونوں کرتا ہے لیکن اسکے اعمال خیر اعمال شر کیلئے کفارہ بن جائینگے
حضورؐ نے جو تمنی موت سے منع فرمایا ہے وہ مطلقاً نہیں بلکہ تمنی دو حال سے خالی نہیں یا تو دنیا کے مصائب اور
پریشانی کی وجہ سے تمنی کرتا ہے یا معصیت اور گناہ کرنے کے ڈر کی وجہ سے تمنی موت کرتا ہے اول ناجائز ہے
1601 ثانی کے اندر گنجائش ہے عن عبادۃؓ اس حدیث پاک کے اندر لقاء سے مراد بعث ہے اور کبھی لقاء
کا اطلاق بعث کے علاوہ موت اور رؤیت پر بھی ہوتا ہے یہ معنی علامہ خطابی نے بیان کیے ہیں ابن الاثیر جزری 15
فرماتے ہیں کہ لقاء سے مراد دار آخرۃ کی طرف رغبت اور اللہ کی طرف مائل ہونا اور دنیا سے اعراض کرنا
لیکن آگے چلکر حدیث شریف کے اندر ہے انا نکرہ الموت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لقاء سے مراد موت ہے
اور اس صورت میں ابن الاثیر والا مطلب غلط ہو جائیگا اسکا جواب دیا کہ الموت سبب لقاء کو بیان کرنا
03 مقصود ہے کہ موت لقاء کا سبب ہے عن ابی قتادۃؓ اس حدیث کے اندر بیان فرمایا کہ فاجر آدمی کے 139/19
مرنے سے عباد و بلاد و شجر و دواب سب راحت پاتے ہیں عباد تو اسوجہ سے راحت پاتے ہیں کہ وہ
اسکے ظلم و جور اور اسکی وجہ سے اللہ کے حقوق ادا نہیں کرتے اور نہ عباد اس وجہ سے کہ وہ بھی ظلم سے
بچے اور شجر و دواب کے متعلق علامہ داودی اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ راحت اسوجہ سے پاتے ہیں
ان ظالمین کے ظلم و جور اور ان کی نحوست اور سزا میں بارش بند ہو جاتی تھی جسکی وجہ سے نہایت تکلیف میں
رہتے تھے اب اسکے مرنے پر بارش ہوگی تو انکی مصیبت ختم ہو گئی۔ قال ابو الولید الباجی فرماتے ہیں کہ
وہ لوگ درختوں کو بلا ضرورت کاٹ دیتے تھے اور جانوروں کو مارتے تھے اسلئے اب وہ راحت پا گئے
07 **الفصل الثانی عن ابی ہریرۃؓ** علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف کے اندر جو وارد ہوا م 140/2
ھاذم اللذات یہ بالدال المھملۃ ہے جسکے معنی مزیل کے ہیں۔ علامہ سہیلی روضۃ الانف میں تحریر
فرماتے ہیں کہ ھاذم بالذال المعجمۃ قاطع کے معنی میں ہے اور بالدال المھملۃ مزیل کے معنی میں ہے اور یہ آخری
معنی یعنی ~~بالمعجمۃ~~ دال مہملہ والی صورت کے اندر یہاں مراد ہیں حافظ نے رد فرما دیا کہ مزیل کے معنی مراد
08 لینے میں کوئی اشکال ہی نہیں یعنی گویا حافظ کے نزدیک دونوں قرأتیں صحیح ہیں عن ابن مسعودؓ اس حدیث
کے اندر فلیحفظ الرأس وما وعی وارد ہوا اسمیں وما وعی سے آنکھ کان ناک۔ حاصل راس کی مراد ہے 3
09 اور آگے چلکر ماحوی سے مراد قلب ہے عن عبد اللہ بن عمروؓ اس حدیث پاک کے اندر موت کو تحفہ مومن قرار دیا م 6
10 اور تحفہ کہتے ہیں کہ جو بطور تکریم کے کسی شخص کو دیا جائے چونکہ موت بھی ابدی نعمت کیلئے پہلا زینہ ہے
اور بقاء دائمی اور ہر قسم کی نعمتوں کا حصول موجود ہے اسلئے موت کو تحفہ بیان کیا گیا عن بریدہؓ اس حدیث 140/7

1610 پاک کے اندر فرمایا گیا کہ مومن مرتا ہے پیشانی کے پسینہ کیساتھ تو اسکے معنی و مطلب میں علماء کے چند قول ہیں ۱۱/۲
(۱) یہ اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ وہ موت کی سختیاں برداشت کرتا ہے اور پریشانی کی وجہ سے اسکی پیشانی
پر پسینہ آجاتا ہے (۲) مومن آدمی جب سے لیکر موت تک برائے نیکی اعمال پر ڈٹا رہتا ہے اور اسی حالت میں مر
جاتا ہے (۳) مومن کی علامت کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی پیشانی پر مرنے کے وقت پسینہ آجاتا ہے
(۴) مومن خود اسی موت کی تکلیف سے پسینہ آجاتا ہے (۵) بعض نے یہ قول فرماتے ہیں کہ جب وہ مرتا ہے اور
سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے کہ ~~[illegible]~~ تو حیا کی وجہ سے پسینہ
11 پیشانی پر آجاتا ہے عن عبید اللہ بن خالد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچانک موت کا واقع ہونا اللہ تعالیٰ ۱۱ A
کی ناراضگی کی پکڑ ہے لیکن خود اس حدیث کے اندر معلوم ہو گیا کہ یہ مومن کیلئے نہیں بلکہ کافر کیلئے ہے اور
مومن کیلئے رحمت ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اور رحمۃ للمومن سے مراد مومن کامل ہے کیونکہ ایک جگہ
وارد ہوا ہے کہ اخذۃ الاسف للفاجر کے مقابل مومن کامل ہے لیکن یہاں عام مومن مراد ہے اور
جس روایت میں فاجر کا لفظ ہے اس سے کافر مراد ہے اور مومن کیلئے اخذۃ الاسف اسوجہ سے نہیں ہے
کہ حضرات انبیاء کرام مثلاً حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم وغیرہ کی موت اچانک واقع ہوئی امام نووی نے
12 ایسا ہی نقل کیا اگرچہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابراہیم کے متعلق کہنا صحیح نہیں ہے عن انس اس حدیث سے ۱
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جسکی وہ امید رکھتا ہے اور اس چیز سے امن دیتے ہیں جس کا
وہ خوف کرتا ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رجاء اولیٰ ہے یا صرف خوف
بعض حضرات کے نزدیک رجاء اور ایک کے نزدیک خوف اولیٰ ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ شروع عمر میں تو
خوف اولیٰ ہے تاکہ عبادت کرے اور گناہوں سے بچے اور آخری عمر میں رجاء اولیٰ ہے امام نووی نے مطلقاً رجاء کو اولیٰ
13 قرار دیا ہے الفصل الثالث عن جابر اس حدیث پاک کے اندر ہول المطلع سے مراد سکرات
14 الموت موت کی سختیاں مراد ہیں عن ابی امامۃ اس حدیث پاک میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے رونے ۱۳
پر حضور نے فرمایا اعندی تتمنی الموت کے چند مطلب ہیں (۱) تم جیسا محبوب بیٹھا ہو اور تم مرنے کی ۱۵
تمنا کرتے ہو یعنی محبوب اور کے پاس اس کی محبوب بیٹھی ہوتی ہے تو وہ مرنے کی تمنی نہیں کیا کرتا لہذا تم کیسے کرتے ہو
(۲) میرے منع کرنے کے باوجود تم موت کی تمنی کرتے ہو ایک اشکال وارد ہوا حضرت سعد بن ابی وقاص
تو حضور کی نصیحت اور آخرت کے ذکر اور موت کے ذکر سے روئے اور یہ رونا تو جائز ہے لہذا حضور نے یہ
نکیر کیوں فرمائی؟ جواب ہے کہ حضور کے موجود رہتے ہوئے یہ رونا ~~[illegible]~~ اور تمنی خلاف تھی

باب ما یقال عند من حضرہ الموت ۲۴

16 الفصل الاول عن ابی سعید اس حدیث پاک کے اندر حضور نے تلقین کا امر فرمایا علامہ قرطبی نے نووی ۲۴
سے نقل کیا ہے کہ یہ امر استحباب کیلئے ہے اور بعض احناف نے لکھا ہے کہ وجوب کیلئے ہے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے
کہ یہ امر کو وجوب کیلئے لینا جائز ہے کیونکہ استحباب پر اجماع ہے علامہ شبیر عثمانی فرماتے ہیں کہ امر وجوب
کیلئے ہے کیونکہ استحباب پر کوئی قرینہ نہیں ہم کہتے ہیں کہ اجماع خود قرینہ ہے ابن حبان ابن قیم
حضرت صدر یہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یعنی لقنوا موتاکم سے مراد من حضرہ الموت ہے اور محقق ابن ہمام

١٣١ ٢ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اسکے حقیقی معنی مراد ہیں۔ عنها قالت امام نووی فرماتے ہیں کہ نظر بھی 1619
روح کے ساتھ چلی جاتی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جب نظر چلی گئی تو آنکھیں بند کر دیں
٦ عن عائشة ۔ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے اس لئے کہا جائیگا کہ باب کے عنوان میں 20
عبارت محذوف ہے اصل میں تھا باب ما یقال عند من حضره الموت وما یتبعه **الفصل الثانی**
٨ **عن معقل بن یسار** قراءت سے مراد قراءت علی المحتضر ہے لیکن کہا گیا کہ قراءۃ علی المیت مراد ہے 22
قول اول راجح ہے چنانچہ قال ابن حبان ۔ یسین پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر مبدا اور معاد کا ذکر
ہے تو اس کے پڑھنے سے اُنس پیدا ہوگا اور اُنس حیات کا اندر ہوتا ہے اس لئے کبھی یہی کلام ہوا اب
سورہ یسین کی قراءت محتضر پر ہوگی یا میت پر عمل سلف بھی یہی ہے ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے
عن حصین بن وحوح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو زیادہ وقت تک گھر میں نہ رکھنا چاہئے 25
١٢ رکنے کی وجہ یہ ہے کہ گھر والوں پر تحیر اور جزع اور نہ پھٹنے کا احتمال ہے نیز لاش کے تعفن سے لوگوں کو تکلیف ہو کر دی
جائے یہاں سے ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ میت پاک ہے یا ناپاک علماء سے دونوں قول منقول ہیں مالکیہ کے
نزدیک میت پاک ہے اور حنفیہ کا مشہور قول ہے کہ ناپاک ہے بعض علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ پاک ہے
ورنہ پھر غسل سے کیسے پاک ہوگا۔ **الفصل الثالث عن ابی هريرة** اس حدیث پاک کے اندر 27
١٦ آپ نے فرمایا ارنی السماء التی فیها حکم اللہ الخ بعض لوگوں نے اسکو تشبیہ کا مؤید قرار دیا اور بعض نے کہا کہ اس کے
٢١ اندر مضاف محذوف مانا ہے ای السماء التی فیها حکم اللہ۔ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنے ناک پر ایک
کپڑا رکھ لیا جب کافر کی بری حالت کو سنا اب یہ کہ اس وقت تو کوئی بدبو وغیرہ نہیں تھی پھر آپ نے اپنی ناک
پر کپڑا کیوں رکھا جواب یہ دیا کہ آپ کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہے تو وہاں کی بدبو محسوس ہوئی اس لئے کپڑے
کو اپنی ناک پر رکھ لیا۔ جواب ٢ گھناؤنا پن بیان کرنے کیلئے آپ نے ایسا فرمایا۔

باب غسل المیت

١٣٢ ١٩ میت کو غسل دینا ائمہ ثلثہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابن ہمام نے اس پر اجماع نقل کیا۔ مالکیہ کے یہاں
دو قول ہیں ایک سنت کفایہ دوم فرض کفایہ نیز حضرت کے عمل سے بھی غسل ثابت ہے امام نووی فرماتے
٢٠ ہیں کہ تکفین بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ **الفصل الاول عن ام عطية** ان کا نام نُسیبہ 34
بنت الحارث ہے نحن نغسل ابنته اس سے مراد حضرت زینب ہیں مسلم کے اندر ایسا ہی ہے لیکن ابن
ماجہ کے اندر واقع ہوا کہ یہ صاحبزادی ام کلثوم ہیں۔ ابن عبد البر نے جمع کیا کہ چونکہ ام عطیہ غاسلہ
میت تھیں لہذا دونوں کے غسل میں ہوں گی۔ اب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ
پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک مرتبہ غسل فرض ہے۔ امام مالک کے یہاں
انقاء شرط ہے لیکن اگر غور کی نظر کی جائے تو سب کے نزدیک انقاء ضروری ہے ائمہ ثلثہ کے
نزدیک تثلیث مسنون ہے امام مالک کے نزدیک کوئی عدد مسنون نہیں لیکن اگر ان کی کتابوں کو
دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے یہاں وتر مسنون ہے حنابلہ کے یہاں تسبیع سے زائد مکروہ ہے
حسن بصری کے یہاں تین مرتبہ دھونا فرض ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کافور ڈالنا مسنون

1634 فقال اشعرنها شعار کہتے ہیں اس کپڑے کو جو متصل ہو بدن کے فضفرنا شعرها اس حدیث سے معلوم ہوا ۲۲
عورت کے بالوں کی مینڈھیاں باندھی جانی چاہیئے چنانچہ یہی امام شافعیؒ کا ہے اور اسی حدیث سے ان کا استدلال ہے
ہمارے نزدیک مینڈھیاں باندھی نہیں جائینگی اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ حضورؐ کے امر سے نہیں باندھی
35 بلکہ ان عورتوں نے خود اپنی رائے سے باندھی تھی۔ **عن عائشۃ:** اس حدیث پاک کے اندر حضورؐ کے
کفن مبارک کا ذکر ہے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لیس فیها قمیص ولا عمامة امام شافعی و امام احمد اسکا ۲۳
مطلب بیان فرماتے ہیں کہ اس کے اندر یہ دونوں چیزیں بالکل نہ تھیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اسکا ۲۴
مطلب یہ ہے کہ ان تین اثواب کے اندر یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں بلکہ یہ ان سے خارج ہیں تو گویا ان
کے نزدیک پانچ کپڑے تھے۔ کفن مسنون کے اندر ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی امام محمد امام احمد
فرماتے ہیں کہ تین کپڑے ہیں امام مالک کے نزدیک پانچ عدد ہیں۔ ھادی بالله ایک شیعہ ہے وہ
کہتا ہے کہ سات کپڑے ہونے چاہیئے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک وہ تینوں کپڑے یہ ہیں کہ ~~دو لفافہ~~
دو لفافے۔ ایک ازار۔ امام صاحب کے نزدیک تین یہ ہیں۔ ازار۔ لفافہ۔ قمیص۔ امام مالک
فرماتے ہیں کہ ایک ازار دو لفافے ایک قمیص ایک عمامہ۔ حضرت امام شافعی و امام احمد کا استدلال یہ
حدیث ہے کہ تین کپڑے بتلائے گئے اور قمیص و عمامہ کی نفی فرمادی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دو
کی نفی مطلقاً نہیں بلکہ ان ثلاثة اثواب میں سے ہونے کی نفی کرنی مقصود ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے لڑکے
واقد کو عمامہ اور قمیص کفن کے اندر دیا تھا۔ ھادی بالله کا استدلال ابن الرشید کی ایک روایت سے ہے
ہمارا مستدل وہ ہے جو امام مالک نے بیان فرمایا ہے چنانچہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ آپ کو حُلّہ یمانیہ اور
قمیص کے اندر کفن دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے اندر قمیص کفن کو دینا ثابت ہے اور
اس حدیث پاک کا جواب ۱ یہ ہے کہ یہاں اس قمیص کی نفی ہے جسکے اندر آپ کو غسل دیا گیا تھا یعنی آپ کو نئی قمیص
کفن کے اندر دی گئی تھی جواب ۲ پہلے جواب کا عکس ہے یعنی جدید قمیص کی حدیث پاک کے اندر نفی ہے کہ آپکے کفن میں پرانی
قمیص تھی نئی قمیص نہیں تھی جواب ۳ اس سے اس قمیص کی نفی ہے جسکے اندر آستین وغیرہ ہو **عن عبد الله**
37 **بن عباس** اس حدیث پاک کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ محرم اگر مرجائے تو اسکے سر کو کفن سے ڈھانکا نہیں
جائیگا چنانچہ یہی مذہب شافعیہ و حنابلہ کا ہے اور یہ حدیث مستدل ہے ہمارے یہاں اسکے سر کو ڈھانکا ۲۵
جائیگا اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ ان رجل کی خصوصیت ہے

الفصل الثانی

39 **عن علیؓ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن کے اندر غلو نہ کرنا چاہیئے اور اوپر حضرت جابرؓ کی حدیث گذری ۱۲۴
جسکے اندر ہے کہ کفن کی تحسین کرنی چاہیئے ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب ۱ یہ ہے کہ تحسین باعتبار ۳
کیفیت کے ہے اور اس حدیث کے اندر غلو باعتبار کمیت کے مراد ہے جواب ۲ لاتغالوا کا مطلب یہ ہے کہ
آدمی کو اسکی حیثیت کے مطابق کفن دینا چاہیئے یہ نہیں کہ غریب آدمی کو کمخواب اور اطلس کے کپڑوں میں کفن
40 دینے لگو **عن ابی سعید:** اس حدیث کے اندر المیت یبعث فی ثیابه التی یموت الخ سے معلوم ۴
ہوا کہ آدمی جس کپڑے کے اندر مرتا ہے اسی میں وہ قیامت کے دن اٹھیگا اور ایک حدیث شریف کے اندر
وارد ہوا کہ ننگا قیامت کے دن مبعوث ہوگا دونوں میں تعارض کو دفع کرنے کیلئے علماء نے چند جواب دیے

ع ت
[illegible]
عبدالغفور بستوی

۱۴۴

1640 جواب۱ :- بعض کا اعتبار سے ہے یعنی بعض لوگ ننگے اور بعض لوگ اپنے کپڑوں میں مبعوث ہوں گے ۵
جواب۲ :- جس وقت مبعوث ہوں گے تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور پھر جو دوبارہ ہوں گے اور سب سے پہلے خلیل اللہ ابراہیم
علی نبینا و علیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا جواب۳ :- بعث اور چیز ہے اور حشر اور چیز ہے ایک کے
اندر عریاں ہوں گے اور ایک کے اندر ملبوس ہوں گے جواب۴ :- کپڑوں کے ساتھ اٹھنا شہید کی خصوصیت ہے
جواب۵ :- کپڑوں سے مراد اعمال ہیں اور عرب کے اندر کپڑوں پر اعمال کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اس جواب
پر اعتراض ہوگا کہ جب کپڑوں سے اعمال مراد ہیں تو حضرت ابو سعید نے کپڑے کیوں پہنے ان کا عمل اس جواب کے
خلاف ہے ؟ اس کا جواب دیا کہ انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے اور کپڑوں سے اس کے حقیقی معنی سمجھے
جیسے حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود کے اندر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ظاہر پر عمل کیا تھا۔
43 **عن ابن عباس** :- اس حدیث سے معلوم ہوا شہید کو غسل نہیں دیا جائیگا بلکہ ان کے خون ہی کے ۷
اندر ان کو دفن کر دیا جائیگا چنانچہ اکثر ہی اور جمہور کا یہی مذہب ہے - حسن بصری کے نزدیک غسل واجب ہے
اور جو شخص کہ بحالت جنابت شہید ہوا ہو اسکو امام صاحب کے نزدیک غسل دیا جائیگا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس
44 کو بھی بغیر غسل دفن کر دیا جائیگا **الفصل الثالث عن سعد بن ابراہیم** اس حدیث پاک کے اندر ۹
حضرت عبد الرحمان بن عوف نے حضرت مصعب بن عمیر کے متعلق جو فرمایا وہو خیر منی یہ تواضعاً فرمایا کیونکہ
حضرت ابن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مصعب بن عمیر اس درجہ کے صحابی نہیں ہیں۔

باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا ۱۵

نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں پہلی ہجرت کے اندر ہوئی ہے مکہ میں شروع نہیں ہوئی تھی۔
48 **الفصل الاول عن ابی ہریرۃ** اس حدیث پاک کے اندر لفظ اسرعوا کے متعلق محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں
48 یہ امر بالاجماع استحباب کیلئے ہے۔ ابن حزم ظاہری کے نزدیک وجوب کیلئے ہے ۱۵

۱۹
حضرت ابو سعید کی اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوتے ایک جنازہ دیکھنے کے وقت کھڑا ہونا اور دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان جائے جنازہ کیساتھ تو اس کے رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے اور دونوں مسئلوں
کے اندر علماء کا اختلاف ہے - مسئلہ قیام کے متعلق امام احمد - امام اوزاعی - اسحاق بن راھویہ امام محمد بن حسن
شیبانی فرماتے ہیں کہ کھڑا ہونا مستحب ہے - امام نعمان بن ثابت - امام محمد بن ادریس امام مالک بن انس کے
نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے - بعض مالکیہ مثلاً سحنون مالکی و ابن حبیب مالکی وغیرہ کے نزدیک قیام اور قعود کے
اندر اختیار ہے - جو لوگ قیام کے استحباب کے قائل ہیں وہ اس حدیث اور متعدد روایات سے استدلال
کرتے ہیں لیکن دراصل باب کے اندر قیام کی علت میں اختلاف ہے بعض احادیث سے معلوم ہوا آپ ملائکہ کی
وجہ سے قیام کرتے تھے اور بعض کے اندر آپ نے فرمایا الیست نفساً - بعض کے اندر ہے موت گھبراہٹ کی چیز ہے
بعض کے اندر ہے قیام اسلئے کہ یہودی کا جنازہ سر سے بلند نہ ہو - بہرحال جمہور ائمہ اسکے منسوخ کے قائل ہیں اور
دلیل میں حضرت علی کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے اندر ہے کہ آپ نے ہم کو قیام کا حکم دیا اور پھر
آپ بھی بیٹھ گئے تو فرمایا بالجلوس لیکن اس کا جواب استحباب والے یہ دیتے ہیں کہ امر بالجلوس کا
مطلب ہے کہ امر بالجلوس بعد وضع الجنازۃ ہے مشکوۃ ص ۱۴۶ پر ایک حدیث آرہی ہے اس سے بھی استدلال

1648 کیا جا سکتا ہے لیکن اسکا جواب بھی وہ لوگ یہی دینگے ایسے ہی ایک حدیث ابو موسیٰ اشعری کی ہے لیکن اسکا ۱۴۷ / 69
ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے دوسرا مسئلہ قعود بعد الوضع کا ہے امام محمد اور طحاوی کے
نزدیک میت کو اتارنے سے پہلے قعود جائز نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
اسمیں بھی اختلاف ہے کہ حتی توضع سے وضع عن الاعناق مراد ہے یا وضع فی القبر مراد ہے بعض کے
نزدیک قبر کے اندر رکھنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک کاندھوں سے اتارنا مراد ہے علامہ ابن تیمیہ
52 ابن قیم، ابن حجر، عینی کے نزدیک یہی راجح ہے اور یہی اصح ہے وعنہ :- نجاشی حبشہ کا
بادشاہ تھا اصحمہ نام تھا اور ان کا ترجمہ عطیہ کے معنی میں ہے یہ مسلمان تھے ان پر حضور نے ۲۶
نماز جنازہ مدینہ پاک کے اندر پڑھی اور ان کا جنازہ حبشہ کے اندر تھا جس سے مسئلہ مستنبط ہوا
کہ نماز غائبانہ جائز ہے چنانچہ یہی مذہب ہے امام شافعی امام احمد کا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اسکے
جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے امام ابو حنیفہ امام مالک فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز غائبانہ جائز نہیں ہے
ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ جنازہ جس جگہ ہے اگر وہ قبلہ کی جانب ہے تو نماز غائبانہ جائز ہے ورنہ نہیں
بعض علماء کے نزدیک میت جس دن مری ہے اس دن جائز ہے اسکے بعد جائز نہیں ہے۔ علامہ
خطابی، ابن تیمیہ، ابن قیم کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر ایسے شہر کے اندر اس کا انتقال ہوا جہاں اسکی
نماز نہیں پڑھی گئی تو جائز ہے اور اگر اس پر نماز پڑھی جا چکی تو جائز نہیں ہے علامہ رویانی شافعی نے
اس مذہب کو اختیار کیا جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور عدم جواز
والے اس حدیث کا جواب① دیتے ہیں کہ یہ نماز غائبانہ پڑھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ آپ نے اس
جنازہ کا مشاہدہ فرمایا ہے علامہ ابن دقیق العید نے اس پر اعتراض فرمایا کہ آپ نے جو مشاہدہ
فرمایا ہے محض احتمال ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ دلیل موجود ہے چنانچہ ابن حبان نے
عمران بن حصین سے ایک روایت نقل کی ہے جسکے اندر ہے کہ لا نری الا انہ بین یدیہ یعنی آپ کے
سامنے ہم نے اسکو نہیں دیکھا یہ قرینہ اور شاہد ہے مشاہدت کی کہ وہ مکشوف ہوا تھا لیکن صحابہ
کرام کو نظر نہ آیا نیز ابن عباس سے بلا سند ایک روایت کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ آپ کیلئے مکشوف
ہوا تھا لہذا حضور کے نماز پڑھ لینے پر دوسروں کی نماز کو قیاس نہیں کیا جائیگا یہ قیاس مع الفارق ہے
جواب②:- نجاشی کے خصائص میں سے ہے کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی غائبانہ اور اسکے علاوہ کسی اور
پر نہیں پڑھی منہ پر اشکال ہوا کہ دوسری روایات کے اندر معاویہ بن معاویہ لیثی، اور زید بن حارثہ
اور جعفر بن ابی طالب پر بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور ان کا جنازہ کسی اور مقام پر تھا لہذا آپ کا خصوصیت
کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اسکا جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کے جنازہ کا تو آپ پر کشف ہو گیا تھا اور ہمارا
خصوصیت کا دعویٰ کرنا کشف کے نہ ہونیکی صورت میں تھا لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے نیز حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب ستر قراء پر نماز نہیں پڑھی جواب③:- علامہ خطابی وغیرہ نے اس
حدیث کا جواب یہ دیا کہ ایسی جگہ پر اگر وہ شخص مرا ہے جہاں اس پر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو تو ایسے شخص کی
غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے علامہ قرطبی نے اس جواب پر اعتراض کیا کہ یہ بعید ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہو کہ

۱۴۴/۲۶

1652 جہاں رسیر نماز نہ پڑھی جاسکے لیکن اس موقف کو بھی رد کر دیا گیا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ نجاشی پر حضرات
صحابہ جو حبشہ کے اندر موجود تھے انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ جواب نمبر ۵:۔ علامہ قرطبی نے جواب دیا کہ آپ نے
یہ نماز تالیف قلوب کیلئے پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کے اندر ہر شخص جو مسلمان ہے
53 اس کے ہر قسم کے حقوق کی رعایت کی جاتی ہے عن عبد الرحمن بن ابی لیلی اس حدیث پاک کے اندر صلوٰۃ
جنازہ کی تکبیروں کا ذکر ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف تکبیر کے متعلق تین سے لیکر نو تک رہا ۲۷
چند اقوال سنئے ۔ (۱) ابن عباس، انس، جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک تین تکبیریں ہیں
(۲) ائمہ اربعہ۔ جمہور علماء۔ حضرت عمر۔ ابن عمر۔ ابن ابی اوفی۔ زید بن ثابت کے نزدیک چار تکبیریں ہیں
(۳) زید بن ارقم۔ حذیفہ۔ اصحاب معاذ بن جبل، شیعہ۔ ظاہریہ کے نزدیک پانچ تکبیریں ہیں (۴) ابوبکر
ابن المنذر، حضرت علی کے نزدیک چھ تکبیریں ہیں (۵) اہل بدر پر چھ تکبیریں اور دوسرے صحابہ پر پانچ تکبیریں
اور بقیہ صحابہ پر چار تکبیریں کہی جائیں گی (۶) حضرت علی سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے اندر نو تکبیریں ہیں
54 لیکن یہ تمام اختلاف سلف کے اندر تھا اب تمام کے نزدیک چار تکبیریں ہیں عن طلحۃ بن عبد اللہ مار و دار اہم سنگوالیں ۱۳۵/۲
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ پڑھی جائیگی چنانچہ امام شافعی اور احمد اسحق بن راہویہ
کے نزدیک بطور قراءت کے پڑھی جائیگی حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نہیں پڑھی جائیگی اور اس حدیث کا جواب
یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ سنیت ثابت ہو سکتی ہے حالانکہ آپ وجوب کے قائل ہیں جواب نمبر ۲:۔ اس حدیث
کیا ہو ابن عباس خود ہیں اور یہ مذہب الجنس کا ہے جواب نمبر ۳:۔ یہاں سورۃ فاتحہ پڑھنا بطور دعاء کے تھا
56 بطور قراءت کے ثابت نہیں کیا عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ ۸
جائز ہے امام شافعی و احمد و اسحق کا یہی مذہب ہے یہی امام مالک کی ایک شاذ روایت ہے دوسری روایت
امام مالک کی عدم جواز کی ہے یہی مذہب ہے امام محمدؒ اور مسند احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ میں صحیح اسناد
وارد ہوا ہے کہ جس نے نماز مسجد کے اندر پڑھی اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ شوافع اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے استدلال صحیح نہیں
کیونکہ اس کے اندر ایک راوی صالح مولی التوأمہ ہے جو کہ مختلط ہے اسکا جواب ہے حافظ ابن حبان فرماتے
ہیں کہ ان کو اختلاط ۱۲۵ھ میں ہوا اور ان سے روایت کرنے والے ابن ابی ذئب ہیں جو کہ ان کے قدیم اصحاب
میں سے ہیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے لہذا استدلال صحیح ہے البتہ اس حدیث کے الفاظ
میں اختلاف ہے بعض کے اندر فلا شئ له اور بعض میں فلا شئ علیه اور کسی میں فلیس له شئ اور بعض میں فلا اجر له
وارد ہوا ہے بعض علماء نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے فلا شئ له صحیح ہے اسکا جواب ۲ یہ ہے کہ احناف جواب
دیتے ہیں کہ اگر یہ آپ کی سنت مؤکدہ ہوتی تو اس حدیث میں جو صحابہ کی نکیر عائشہؓ پر وارد ہوئی وہ نہ ہوتی
نیز مسجد نبوی کے باہر ایک جگہ تھی جہاں نماز جنازہ ہوا کرتی تھی اگر یہ سنت ہوتی تو آپ ہمیشہ نماز مسجد کے اندر
پڑھتے البتہ کبھی کبھی آپ نے پڑھی ہے بیان جواز کیلئے زیادہ سے زیادہ جواز ثابت ہو سکتا ہے یہی امام ابو یوسف
کا مسلک ہے فرماتے ہیں کہ آپ نے پڑھی ہے مسجد کے اندر نماز جنازہ افضل ہے یا جائز اگر افضل ہے تو ہم
تسلیم نہیں کر سکتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے ہے اور اگر آپ جواز کے قائل ہیں تو ہم بھی
جواز کے قائل ہیں البتہ ہم کراہت کے قائل ہیں اب رہا مسجد کے اندر کی اختلاف ہے بعض نماز ...

۱۲۵ ۸ اور بعض نے ترجیح دی ہے کہ تحقیق ابن ہمام کا رجحان تنہا ہی کی طرف ہے اور یہی صحیح ہے عن ابن عباس 1656
۱۱ من رأی هذا بعض نے ان کا نام طلحہ ابن براء اور بعض نے حبیب ابن عاصم بتلایا ہے اور اس حدیث سے 58
ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے امام شافعی احمد ابن وہب کا امام مالک کی ایک روایت
شاذہ بھی یہی ہے ابن القاسم نے جمہور کا قول نقل کیا ہے یہی مذہب نقل کیا امام محمد نے امام کا اور ابراہیم نخعی کا قول
نماز دوبارہ جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ دیا کہ آپ کے خصائص میں سے ہے ابن حبان نے اس کی تصریح کی کہ حضور
کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے اصحاب بھی ان پر پڑھتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ... نہیں کہ ان کو روکنا اصالۃً
ثابت ہوتا ہے اور ... ان پر ... اصالۃً نہیں ہوتا تبعاً ہو سکتا ہے اور خصوصیت کی دلیل آگے کی روایت
۱۴ ابو ہریرہ کی حدیث میں موجود ہے وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ان هذه القبور مملوءة ظلمة الخ کہ اللہ تعالیٰ حضور کے 59
قبر پر نماز پڑھنے کی وجہ سے اسمیں نور پیدا کر دیتا ہے اور نور کا پیدا ہونا حضور ہی کی نماز سے ہے لہذا
آپ ہی کی خصوصیت ہے علامہ سیوطی نے انموذج اللبیب میں اور بعض علماء نے نقل کیا کہ آپ پر بغیر تکفین
کے جنازہ کی نماز پڑھنی فرض نہیں تھی اسلئے آپ نے پڑھی دوسرا مسئلہ صلاۃ علی القبر میں کب تک
قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے شافعیہ کے یہاں تین قول ہیں (۱) ابداً پڑھ سکتا ہے (۲) تین دن تک پڑھ سکتا ہے
(۳) ایک مہینہ تک ... اور حنفیہ کے یہاں اگر اس کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی گئی تو قبر پر نماز اس وقت
۱۲۶ ۱ تک جائز ہے جب تک کہ تفسخ اور انفساخ نہ ہو سکے اور یہ اکثر تین دن تک ہوتا ہے عن جابر 65
اس حدیث باب کے اندر احد کے شہداء کے متعلق حضور کا یہ فعل وارد ہوا کہ یجمع بین الرجلین فی ثوب واحد
اس کے مطلب کے اندر علماء کا اختلاف ہے علامہ نووی نے بیان کیا کہ ثوب واحد سے مراد قبر واحد ہے اور یہ
مجازی معنے اختیار کیا کہ دو آدمیوں کو شریک کرنا ایک کفن میں جائز نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ
اس میں ثوب حقیقی مراد ہے اور دونوں میت کے درمیان آپ نے گھاس وغیرہ رکھ دیا ہوگا بعض نے کہا کہ وہ
دونوں اپنے اپنے لباس میں تھے اور پورا ہو سکتا اور ان دونوں کو ایک کفن میں لپیٹ دیا ہوگا بعض نے کہا کہ
فی ثوب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک کپڑا لیا گیا اور دونوں کو ... اور ان کے ... میں کفن دیدیا ہوگا
۳ اس مطلب کو علامہ انور شاہ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا دوسرا جزء اس حدیث میں وارد ہے ولم یصل علیھم
اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ نماز جنازہ شہید کو پڑھی جائیگی یا نہیں امام صاحب امام اوزاعی
حسن بصری داؤد ظاہری سعید بن مسیب کا مذہب ہے کہ پڑھی جائیگی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے کہ نہیں پڑھی جائیگی
اور مستدل یہ حدیث ہے احناف کا مستدل ابوداؤد کی روایت ہے جس کے اندر ہے صلی علیہم اور یہ مثبت ہے
اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اس پر اشکال ہوا کہ ان کی روایت بخاری کی ہے اور آپ کا
مستدل ابوداؤد کی روایت ہے لہذا ان کا مستدل راجح ہو گیا اشکال ۲ یہ کہ ان کی روایت متصل اور
آپ کی روایت مرسل ہے اول اشکال کا جواب یہ ہے کہ مستدرک حاکم کے اندر ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے
نماز پڑھی اور اسکی سند بالاتفاق حسن ہے اور ہمارے استدلال کیلئے اتنا کافی ہے اور دوسرے اشکال
کا جواب یہ ہے کہ ہمارے یہاں مراسیل معتبر ہے اور اس حدیث جابر کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر اپنے
والد کا جنازہ لیکر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے ان کو معلوم نہیں کہ حضور نے شہداء پر نماز پڑھی یا نہیں

1665 ہونا ثابت ہوا استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مغیرہ ابن شعبہ کی حدیث میں بھی لفظ یصلی علیہ واقع ۴
ہوا اس پر انھوں نے استدلال کیا کہ وہاں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے ہم کہتے ہیں کہ یصلی علیہ سے نماز جنازہ مراد ہے
67 **الفصل الثانی عن المغیرۃ** ۔ اس حدیث پاک کے اندر بیان کیا گیا ہے جنازہ کی کس جانب
میں چلے اور اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کس طرف چلنا اولیٰ ہے۔ امام بخاری سفیان ثوری کے نزدیک ۵
ہر طرف چلنے میں اختیار ہے امام محمد کا مذہب پیچھے چلنا اولیٰ ہے امام شافعی کے یہاں آگے چلنا اولیٰ ہے
امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں۔ لیکن مذہب اگر ماشی ہے تو آگے چلنا اولیٰ ہے اور اگر راکب ہے
تو پیچھے چلنا اولیٰ ہے یہی امام مالک کی ایک روایت ہے ابوالحسن فرماتے ہیں کہ خود میں تو آگے چلیں
اور دوسرے پیچھے چلنا اولیٰ ہے امام بخاری اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقصود جنازہ کی مشایعت
ہے اور وہ ہر طرف سے حاصل ہو سکتی ہے حنفیہ کا استدلال ابن مسعود کی حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے لیکن
کہا ہے کہ روایت میں ابو ماجد راوی ضعیف ہے تو ہم نے ہی آ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ بھی رسول
اور صحابی کے بیان منقول نہیں ہے کتاب الجنائز کے [illegible] میں حضور نے سیدنا علی کا اثر میں جو
منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک حق اتباع جنازہ ہے اور دوسرے معنی میں جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے
ابوبکر و حضرت علی پیچھے چل رہے تھے ان سے پوچھا گیا کہ آپ پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ابوبکر و عمر جنازہ
کے آگے چلتے تھے آپ نے جواب دیا کہ وہ دونوں ایک جگہ [illegible] تھے اور لوگ ان کے آگے نہیں چل
سکتے تھے تو ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں جہاں عوام اور بھی زیادہ پیچھے ہو جاتے اس لئے کہ معلوم ہوا کہ اصل
افضلیت پیچھے چلنے میں ہے۔ دوسرا جزء حدیث پاک کا ہے والطفل یصلی علیہ ۔ اس مسئلہ کے اندر کہ ۸
اختلاف ہے کہ طفل سقط پر نماز پڑھی جائیگی یا نہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ چار ماہ گذر جانے کے بعد
نماز پڑھی جائیگی سعید بن جبیر کا مذہب کہ نماز نہیں پڑھی جائیگی لیکن مذہب یہ ہے اگر وہ زندگی میں نماز
پڑھتا تھا تو اس پر نماز پڑھی جائیگی ورنہ نہیں۔ سعید بن جبیر حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
[illegible] واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان پر نماز نہیں پڑھی گئی ہم کہتے ہیں کہ اس بارے میں
روایات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر نماز نہیں پڑھی اور بعض سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھی گئی
اور یہی صحیح بھی ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ جس روایت کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا وہ حدیث منکر ہے اور
نیز ان کے لیے فضیلت نبوۃ کافی ہے ایک جواب یہ ہے کہ حضور نماز کسوف کے اندر مشغول تھے لہذا جس حدیث
کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی اور جس کے اندر وارد ہوا ہے کہ نماز
پڑھی اس کا مطلب ہے کہ صحابہ نے نماز پڑھی ہے ایک جواب یہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر
لہذا نماز کا پڑھنا راجح ہوگا نہ پڑھنے پر۔ سعید بن جبیر کا استدلال ایک یہ تھا کہ بچہ مغفور لہ ہوتا ہے
لہذا نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کے تحت تو نبی پر بطریق اولیٰ نماز نہ
پڑھنی چاہیے کیونکہ وہ اپنی نبوت اور قرب خداوندی کے باوجود معصوم و مغفور لہ ہوتا ہے حالانکہ نبی
پر تمام کے نزدیک نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تیسرا جزء اس حدیث کے اندر ہے والسقط یصلی علیہ
تو تمام پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز ہے بشرطیکہ استہلال یا آثار حیات اس کے اندر پائے گئے ہوں امام احمد و داؤد ظاہری کے نزدیک اگر ۶

مرقاۃ

١٤٦/١٢ چار ماہ کا حمل ہے تو پڑھی جائیگی عن ابی ھریرۃ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جنازہ کو کیسے اٹھایا 1670
جائیگا امام شافعی، ابو ثور کے نزدیک بین العمودین اٹھایا جائیگا یعنی ایک آدمی اپنے مونڈھے پر دونوں طرف سے
اسکے پائے رکھ لے اور دو آدمی پیچھے کھڑے ہو کر اس جنازہ کی ایک ایک لکڑی کو پکڑ لیں ~~ہے~~ امام صاحب
حسن بصری امام احمد کے نزدیک تربیع افضل ہے امام مالک کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور یہ اختلاف افضلیت
١٤٧/٢ کے اندر ہے عن نافع ابی غالب موت انس بن مالک جب رجل کے جنازہ کی نماز پڑھی ان کا امام 79
عبد اللہ بن عمیر یا عبد اللہ بن عمر ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک راس رجل کے قریب کھڑا ہو ~~یہی ایک روایت~~
~~مالک و حنفیہ سے ہے اور دوسری روایت امام صاحب~~ اور عورت کے جنازہ میں کمر کے قریب کھڑا ہو گا یہی ایک روایت
امام صاحب اور امام مالک سے ہے دوسری مشہور روایت امام صاحب کی یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کے سینہ کے قریب
کھڑا ہو اور امام مالک کی دوسری روایت یہ ہے کہ وسط رجل اور منکبین مرأۃ کے پاس کھڑا ہو حسن بصری
١٥ کے نزدیک اختیار ہے **الفصل الاول عن جعفر بن محمد** اس حدیث سے معلوم ہوا حضرت حسن 84
کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے اور اس سے پہلے محمد بن سیرین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان کے نزدیک کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ وہاں انہوں نے کھڑے ہونے پر نکیر فرمائی ہے تو دونوں حدیثوں
کے اندر تعارض ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بعد میں جب مسئلہ محقق ہو گیا تب انہوں نے رجوع کر لیا پہلے ان کا
مذہب جواز قیام کا ہو گا **عن مالک بن ھبیرۃ** اس حدیث کے اندر لفظ اوجب کا مفعول مذکور نہیں 87
٢٠/٤ مولانا شیخ عبد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مفعول جنۃ ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اوجب المغفرۃ لہ

باب دفن المیت

الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ حضور کی قبر اطہر میں چادر ڈال 94
٦ گئی ہے چنانچہ علامہ بغوی، ابن حزم ظاہری کے نزدیک ڈال جائیگی امام نووی نے جمہور سے نقل کیا کہ چادر نہیں
ڈالی جائیگی اور اس حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ آپ کے غلام نے وہ چادر از خود ڈالدی تھی تاکہ اسکو
کوئی دوسرا شخص استعمال نہ کرے۔ وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ یہ حضور کیساتھ خاص تھا ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ
کہا جاتا ہے کہ نکالدی گئی حافظ فرماتے ہیں کہ نکالدیا تھا حافظ عراقی اپنے الفیہ میں فرماتے ہیں
وفرشت فی قبرہ قطیفۃ ۔ وقیل اخرجت وھذا اثبت **عن سفیان** اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ 95
٧ حضور عالی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مسنم ہے چنانچہ امام صاحب امام احمد فرماتے ہیں کہ قبر مسنم ہونی چاہئے
بلکہ بعض شافعیہ کا بھی یہی مختار ہے ملا علی قاری نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا قاضی حسین شافعی فرماتے ہیں کہ
اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبر مسطح افضل ہے دوسرا قول ان کا تسنیم ہے حضرت
امام مالک سے ابن تیمیہ نے تسطیح کا قول نقل کیا ہے۔ جمہور علماء کا مذہب تسنیم ہے اور اس حدیث سے وہ
استدلال کرتے ہیں امام شافعی کا مسطح ہونے کی صورت میں استدلال ابو الھیاج اسدی کی حدیث سے ہے جسکے
اندر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ مذکور ہے ولا قبرا مشرفا الا سویتہ الخ ہم کہتے ہیں کہ قبر کے مسنم ہونے کی صورت
میں بھی قبر کے اندر کوئی بلندی نہیں ہوتی **عن جابر** جمہور کے نزدیک تجصیص (پختہ بنانا) اور بناء قعود۔ استناد 97
٩ یہ سب چیزیں مکروہ ہیں امام مالک کے نزدیک جلوس مکروہ نہیں بلکہ پیشاب وغیرہ کی غرض سے قعود مکروہ ہے۔ حنفیہ کا مسلک قعود کے

1697 بارے میں مختلف ہے احناف بہتوں نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے اور طحاوی نے امام مالک سے نقل کیا ہے اور عینی فرماتے ہیں ۱۲۸ ۹
امام طحاوی کا قول راجح ہے پس شاہ صاحب نے دونوں کے اندر تطبیق دی کہ مطلقاً قعود مکروہ تنزیہی اور میت کے
1700 پاخانہ کے لیے قعود مکروہ تحریمی ہے **الفصل الثانی عن عروۃ** : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
انتقال کے بعد اہل مکہ و مدینہ کے اندر اختلاف ہوا اہل مکہ بعض نے کہا کہ قبر مبارک کے اندر لحد ہوگا اور اہل مدینہ نے کہا ۱۳
کہ شق ہوگا فیصلہ یہ ہوا کہ گورکن کو بلایا جائے جن میں سے ایک لحد بناتے تھے ایک شق بناتے تھے اول کا نام
ابو طلحہ انصاری اور دوسرے کا نام ابو عبیدہ ابن الجراح تھا چنانچہ ان دونوں کو بلانے کے لیے ایک ایک آدمی گیا
کہ جو پہلے آجائے وہی اپنا عمل کرے چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری پہلے آگئے اور انہوں نے لحد بنائی۔ اس بات پر
علماء کا اتفاق ہے کہ لحد افضل ہے اور زمین کے گرنے کی صورت میں شق افضل ہے۔ حضرت شیخ بذل
01 میں احناف کے یہاں لحد پر قدرت ہوتے ہوئے شق بنانا مکروہ ہے **عن ابن عباس** : اس حدیث کے
اندر اللحد لنا والشق لغیرنا کے علماء نے چند مطلب بیان فرمائے (۱) اللحد للمسلمین والشق لغیر المسلمین (۲) اللحد ۱۵
لاہل المدینۃ والشق لغیر اہل المدینۃ (۳) اللحد للمعشر المسلمین والشق لغیرہم اول معنی سب سے راجح ہیں
03 **عن ہشام** : اس حدیث کے اندر وارد ہوا **اعمقوا** یعنی قبر کو گہرائی سے بناؤ اب اسکے
اندر اختلاف ہے کہ کتنی گہرائی ہونی چاہیے حنفیہ کے نزدیک سینہ کے بقدر امام شافعی کے یہاں ایک انسان ۱۶
کے قد اور ایک بسطہ کے بقدر عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ناف تک اور امام مالک کے یہاں توسط افضل ہے
05 **عن ابن عباس** : سُلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیل کے معنی ہیں جنازہ کو قبر کی پائنتی کی طرف رکھکر میت
کو سر کی جانب سے قبر میں داخل کرنا یہ امام شافعی امام احمد انس بن مالک کے نزدیک مستحب ہے امام صاحب حضرت ۲۱ نزدیک
علی محمد بن حنفیہ۔ اسحاق بن راہویہ کے قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائیگا امام مالک سے ایک روایت امام
شافعی کے موافق ہے اور دوسری روایت کے اندر فرماتے ہیں کہ اختیار ہے امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور
08 ہم کہتے ہیں کہ روایات کے اندر اختلاف ہے **عن جعفر بن محمد عن ابیہ** ثلث حثیات مستحب ہے اور
رش علی القبر ابو حامد غزالی کے نزدیک جائز نہیں ~~امام شافعی~~ جمہور کے نزدیک جائز ہے و سنن بیہقی کے اندر ۲۵
حدیث ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر المطہر پر رش ہوا لیکن خالی پانی کے ایسا کیا جاتا ہے
09 نیز مٹی کے اندر تاکہ انتشار نہ ہو **عن جابر قال** : اس حدیث کے اندر تجصیص اور قرآن آیات پر لکھنے
سے منع کیا گیا کیونکہ اسمیں اہانت ہے اور بنانا جائز ہے البتہ نقش علامت لگانا جائز ہے کتبہ کے ۲۷
11 اندر بعض کے نزدیک جواز ہے اور بعض نے اسکے لگانے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے **عن المطلب** ۱۲۹
بن وداعۃ : مہاجرین کے اندر سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا آپ کے عزیزوں ۳
میں سے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر قبر کے سرہانے لگایا گیا اور عمر بن شبہ کی حدیث
کے اندر ہے کہ رجلین کے پاس رکھا تھا یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت راجح ہے اور جمع یہ ہوگا کہ ایک
پتھر سرہانے اور ایک رجلین کے قریب رکھا ہوگا چنانچہ عمر بن شبہ کی روایت کے اندر دو پتھروں
کا ذکر ہے کہ دو پتھر آپ نے اٹھائے تھے ایک آگے اور ایک رجلین کے قریب رکھا۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں
کہ قبر پر علامت لگانے کی دلیل یہ حدیث ہے اور اگر علامت قبر پر لگائی جائیگی حضرت البخاری فرماتے ہیں دونوں طرف علامت

۱۱ عن عائشة: اس حدیث سے مصنف کا مقصود تعظیم میت کو بیان کرنا ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر میت 1714
کسی کا موتی نگل جائے تو کیا پیٹ کو پھاڑ کر وہ نکالا جائیگا یہ اس حدیث کے تحت یہ مسئلہ بھی
ضمنیہ ہے علماء نے بیان کیا ہے وہ اسکے اندر داخل نہیں بلکہ وہ نکالا جائیگا اور اگر اپنا موتی نگل جائے
تو اسکے اندر دونوں قول ہیں **الفصل الثالث عن انس**: اس حدیث کے اندر جس صاحبزادی 15
۱۲ کا ذکر ہے وہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں آپ نے فرمایا **لم یقارف اللیلة** اسکے معنی میں چند مطلب بیان
۱۳ فرمائے ہیں مطلب ۱: جس شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ ان کی قبر میں اترے مطلب ۲: جس شخص نے جماع
اپنی بیوی سے نہ کیا ہو وہ قبر میں اترے اول صورت کے اندر آپ نے بتلا دیا۔ قبر میں میت کو اتارنے والا متقی
اور پرہیزگار ہونا چاہیے اور ثانی صورت کے اندر مطلب کی توضیح یہ ہوگی۔ اس دن حضرت عثمان نے اپنی
باندی سے جماع کر لیا تھا حضور کو ناگوار ہوئی تو اسپر آپ نے تنبیہ فرمائی۔ یہ معنا مناسب ہیں ابعدیہ۔ حضرت
عثمان نے جماع ایسی حالت میں کیوں کیا جبکہ وہ بیمار تھیں بلکہ مرنے کی حالت تھی جواب یہ ہے کہ چونکہ ان
کا مرض طویل ہوگیا تو آپ کو ضرورت ہوگی اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ آج انتقال فرما جائیں گی اسلئے جماع فرمالیا
دوسرا سوال پیدا ہوگا۔ حضرت ابو طلحہ تو نامحرم تھے ان کو قبر اطہر کے اندر کیسے اتارا اسکا جواب حضرت شیخ
مظاہر الحق نے دیا۔ محرم کو اتارنا مستحب ہے اور ترک استحباب لعذر ممنوع نہیں ہے **عن عمرو بن العاص** 16
۱۵ اس حدیث پاک کے اندر حضرت عمرو بن العاص نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔ نائحہ یا نار کو میری قبر پر نہ لانا
کیونکہ یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں آگے چلکر فرمایا۔ اقیموا حول قبری اسکا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ
۱۶ دفن کے بعد کچھ دیر ٹھیر کر میرے لئے تثبیت کی دعا کرو تاکہ مجھے اطمینان اور انسیت پیدا ہو اس سے استدلال
کیا جا سکتا ہے اسبات پر۔ مردہ قبر کے اندر سنتا ہے **عن ابن ابی ملیکة** یہ واقعہ اسوقت کا ہے 18
۲۰ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کیلئے تشریف لے جارہی تھیں جب مکہ پہنچی تو اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان کے
مزار پر تشریف لے گئیں اور یہ دونوں شعر پڑھے — وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيْمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى
قِيْلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا ۔ فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَمَالِكًا ۔ لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا ۔ دراصل یہ دونوں
شعر تمیم بن نویرہ کے ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے اور مالک کو حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد بن الولید نے قتل کر دیا تھا اس شعر کے اندر شاعر نے اپنے اور اپنے بھائی
مالک بن نویرہ کی باہمی محبت اور دونوں کی مفارقت کے تاثرات عجیبہ کا اظہار کیا ہے دونوں شعروں کا ترجمہ
اور مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں اپنی زندگی کے اندر ایسے متقارب اور مصاحب رہتے تھے جیسے جذیمة الابرش
بادشاہ کے دونوں ندیم (جو چالیس سال تک ساتھ رہے تھے) زمانہ کی ایک مدت تک یہاں تک کہا گیا۔ یہ
دونوں کبھی جدا اور متفرق نہیں ہوں گے (یعنی لوگوں نے ہم دونوں بھائیوں کے متعلق یہ قیاس آرائیاں کی) پس جبکہ ہم دونوں
جدا ہوگئے تو گویا میں اور میرا بھائی مالک ایک زمانے تک جمع رہنے کے بعد ایسے ہو گئے۔ ایک رات بھی
ساتھ نہیں گذاری (جذیمة الابرش کے دونوں ہمنشینوں میں ایک کا نام مالک اور ایک کا نام عقیل بتلایا گیا ہے
اور لطول اجتماع کے اندر لام کو بعد کے معنی میں لیا گیا جیسے اقم الصلوة لدلوک الشمس کے اندر لام بعد کے معنی
میں ہے یہ تو اس شعر کا ترجمہ اور مطلب ہوا اب حدیث کے اندر جو مسئلہ مختلف فیہ ہے اسکو سنئے۔ حضرت عائشہ

۱۵۰
صفحہ

1718 فرماتی ہیں لو حضرتک ~~[illegible]~~ یعنی اگر میں تمہارے جنازہ کے اندر حاضر ہوتی تو تم کو یہاں سے منتقل نہ ہونے دیتی بلکہ اسی جگہ دفن کرتی۔ اس سے معلوم ہوا نقل جنازہ جائز نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب حنابلہ اور مالکیہ کا ہے۔ زینت قرض صحیح کی وجہ سے انتقال جائز ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں قبل الدفن جنازہ کا منتقل کرنا حرام ہے دوسری روایت ہے کہ مکروہ ہے مگر یہ کہ مدینہ یا مکہ کے قریب ہو اور بعد الدفن مطلقاً ناجائز ہے۔ امام صاحب کے یہاں قبل الدفن تھوڑی دور انتقال جائز ہے اور بعض حنفی علماء کے نزدیک قبل الدفن بھی جائز نہیں لیکن اصح یہی ہے کہ ایک میل یا دو میل تک انتقال جائز ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نبی اور ولی کی قبر اور ایسے ہی مکہ یا مدینہ کی طرف منتقل کرنے کے اندر گنجائش ہے اور بعد الدفن علماء کے نزدیک بھی [illegible]

۱۴۹
۲۳

باب البکاء علی المیت ۱۴۹

۲۷

22 **الفصل الاول عن انس قال:** اس حدیث کے اندر ابو السیف قین وارد ہوا ان کا نام حضرت براء بتلایا جاتا ہے یہ حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ کے خاوند ہیں۔ حضرت ابراہیم کی عمر کے اندر اختلاف ہے سولہ ۱۶ یا ۱۸ ماہ۔ اور بعض لوگوں نے سات ماہ اور بعض روایت کے اندر آتا ہے کہ ستر دن کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آگے حدیث میں وارد ہوا وانت یا رسول اللہ آپ بھی ایسا عمل فرماتے ہیں اور حالانکہ اصل عبارت یہ ہے الناس یبکون وانت تبکی یا رسول اللہ اور راوی نے تعجب کے طور پر فرمایا۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ رونا جائز ہے یا نہیں بطور نوحہ کے رونا جائز ہے البتہ نوحہ جائز نہیں ہے نیز اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر کسی کو کوئی غم ہو جائے تو اس کو رونا چاہئے یا ہنسی خوشی رہنا افضل ہے محققین کے نزدیک اقتداء رسول اللہ میں ہے اور یہی افضل ہے البتہ بعض صوفیاء نے ہنسی خوشی رہنے کو افضل کہا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

۱۵۰

23 **عن اسامۃ بن زید:** اس حدیث کے اندر جن صاحبزادی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت زینب ہے ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی میں لفظ ما مصدریہ اور موصولہ دونوں ہو سکتا ہے۔ آگے حدیث میں چند صحابہ کے نام کے بجائے وارد ہوا رجال۔ اس کے اندر حافظ فرماتے ہیں کہ عبادہ ابن صامت اور ~~[illegible]~~ اسامہ اور عبد الرحمن ابن عوف بھی شامل ہیں۔

24 **عن عبد اللہ بن عمرؓ:** اس حدیث میں وارد ہوا ولکن یعذب بهذا او یرحم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے نوحہ کرنا چونکہ ممنوع ہے تو اگر نوحہ کرے تو اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے لیکن یہی زبان اگر رحم کا سبب بنے گی جیسے کہ پڑھے انا للہ الخ اور تلاوت کلام مجید بطور سے کی جائے۔ دوسرا جملہ حدیث میں وارد ہوا ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ۔ اس مسئلہ کے اندر تمام کا اتفاق ہے جبکہ [illegible] اور اگر کوئی نے اس کو وجہ سے عذاب نہیں ہوتا لیکن حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کا مسلک [illegible] ہے کہ اس وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ اور امام شافعی کے نزدیک نوحہ وغیرہ کی وجہ سے بھی عذاب نہیں ہوتا کیونکہ قرآن شریف میں آتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری۔ لہذا میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے اس جملہ کا محمل منافقین کو بتلایا اور کہا کہ عذاب کا مورد منافقین ہیں اور ابن عمرؓ نے اس جملہ کو عام سمجھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ

[illegible]

١٥٠
١٢

1724 ایک یہودی کو گیا تھا ان کا گھر والا اور یہ سمجھو کہ آپ نے خاص اس فرد واحد کا شبہ یہ حل فرمایا
بعض لوگوں نے ابن عمر اور ان کے مقابل امام شافعی وغیرہ دونوں کے مسلک میں یہ جمع کیا کہ جب نوحہ کرنا
اس کی عادت ہو تو وہ عذاب کا سبب ہے ورنہ نہیں۔ بعض لوگوں نے جمع یہ کیا کہ اگر اس نے وصیت
کی تو عذاب ہوگا ورنہ نہیں اسکو اختیار کیا علامہ مزنی اور ابراہیم حربی نے اور ابو اللیث سمرقندی نے
عام علماء سے یہی مذہب نقل کیا۔ داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ نوحہ کے سبب عذاب اس وقت ہے جبکہ اس نے
نوحہ سے منع نہ کیا ہو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ میت کو عذاب دینے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں وہ جو
جو برے کام کرتا تھا اور اسکے گھر والے ان برے کاموں کو یاد کر کے بلند آواز سے روتے
تھے تو قیامت میں فرشتے اس میت کو وہی اعمال یاد دلا کر عذاب دیتے مثلاً اگر دنیا کے اندر
اس نے شہروں کو برباد کیا بچوں کو یتیم کیا عورتوں کو بیوہ کیا اور اب گھر والے اسکو اس طرح یاد کر رہے
کہ یا حامل النسوان یا مخرب البلدان یا موتم الولدان تو فرشتے اسکو کہتے کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو
یتیم بنایا شہروں کو خراب کیا عورتوں کو بیوہ بنایا اور عذاب دیتے۔ اس مطلب کو علامہ ابن حزم
ظاہری نے بیان کیا محمد ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گھر والوں کے رونے
سے اسکو رنج ہوتا ہے اور اس رنج کو عذاب سے تعبیر کیا اسی کو قاضی عیاض نے اور ابن القیم نے۔ ابن تیمیہ نے راجح قرار دیا
بعض لوگوں نے اسکا مطلب یہ کہا کہ وقت البکاء اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے مطلب یہ بیان کیا
28 اسکا مقصود تو یہ ہے **عن النبی قال** اس حدیث کے اندر عند القبر جس عورت کا تذکرہ ہے ٢١
ذکر ہے اسکا نام نہیں معلوم فرماتے ہیں کہ اتقی اللہ واصبری اسکا جملہ دوا دیا نقل کیا اسکے قائل
حضرت نقل ابن عباس میں جیسا کہ معجم طبرانی کے اندر ہے اور انما الصبر عند الصدمة الاولی کا مطلب
29 یہ ہے کہ صبر کامل تو آدمی کو اس وقت کرنا چاہئے جس وقت مصیبت پہونچی ہو **عن ابی ھریرۃ** اس حدیث ٢٢
سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اگر تین لڑکے مر جائیں تو اسکو جہنم سے خلاصی دلا دیتے ہیں لیکن آپ نے
ارشاد فرمایا الا تحلة القسم اسکے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا کہ قرآن
پاک میں مراد ہو کر وان منکم الا واردها کان علی ربک حتما مقضیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم
کے اندر ہر شخص جائیگا تو حضور نے اسکی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالی اپنی قسم کو پورا کرنے
واسطے جہنم میں ذرا سی دیر کیلئے داخل کریگا اب اعتراض وارد ہوا کہ قرآن پاک کے
اندر تو قسم کا ذکر نہیں اسلئے تحلة القسم آپ نے کیسے فرمادیا اسکا جواب یہ ہے کہ تقدیر سے جواب
اس آیت کے پہلے ایک آیت ہے فوربک لنحشرنهم الخ اس آیت سے استخراج ہے جواب حدیث پاک
کے اندر قسم سے مراد تو کید کلام ہے چنانچہ یہ کلام مؤکد ہے حتما مقضیا کے ذریعہ جواب وان منکم سے
جو جملہ پیدا ہوا یہی قسم کا مقصود ہے لہذا یہ جملہ قسم کا قائم مقام ہے۔ اب یہ کہ ان واردها کا مطلب
کیا ہے یعنی ہر شخص کا جہنم پر گذرنے کا کیا مطلب ابن عباس فرماتے ہیں ورود سے مراد داخل ہے یعنی وہ جہنم
کے اندر داخل ہوگا لیکن وہ جہنم اسپر برد و سلام ہو جائیگی۔ ابن مسعود فرماتے ہیں ورود سے مراد
مرور ہے امام نووی نے اسی کو اصح الاقوال قرار دیا ہے بعض نے کہا ورود سے مراد جہنم ہے

الفصل الثانی

1735 عن ابن عباس اس حدیث کے اندر قربان فرمانے کی چیز ہے جسکے معنی آگے جانے والے کے ہیں اسکی ۱۵۱/۷
دوسرا کا ترجمہ ہے جو حج جاتے ہیں۔ ... اس کا مطلب ہے جسکے لئے اگر کوئی کچھ نہ ہو یا کوئی شرع
37 تو اسکے لئے میرا انتظار کافی ہے کیونکہ مجھ جیسا غم کس کے دن پر کیسے ہو سکتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود ۱۲
اس حدیث کے اندر تعزیہ (ماتم پرسی) کی فضیلت بیان کی گئی ہے ماتم پرسی جائز کیا بلکہ مستحب ہے امام ۱۲
شافعی امام احمد کے نزدیک مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد تین دن تک جائز ہے اور بعض شافعیہ نے مطلقاً
ماتم پرسی کو جائز کہا ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ امام صاحب سفیان ثوری کے نزدیک دفن کے
39 پہلے پہلے ماتم پرسی جائز ہے ~~[illegible]~~ عن عبد اللہ بن جعفر میت کے گھر کھانا دینا مستحب ہے
بلا اختلاف البتہ دوسرا دیہات کو انکے یہاں جاکر کھانا مکروہ ہے الفصل الثالث عن ام سلمة ۱۵
44 اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرجہ اللہ مرتین اس مرتین کا تعلق یا تو قال ۱۵۲/۸
سے ہے یعنی حضور نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔ یا اسکا تعلق اخرجہ سے ہے اللہ تعالی نے شیطان کو دو مرتبہ نکالا
ایک مرتبہ اسوقت جبکہ وہ اسلام لائے تو اس کے ایمان نے [illegible] اللہ تعالی اس شیطان کو نکالدیا
اور دوسری مرتبہ اسوقت جبکہ وہ انتقال کرنے لگے اسوقت بھی اسکا وسوسہ نہ چلا اور وہ محو نکالدیا گیا

باب زیارة القبور (الفصل الاول) ۱۵۴/۲

مردوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے جیسا امام نووی نے تصریح کی ہے اسی پر عبدری حازمی نے استحباب پر اجماع
نقل کیا ہے لیکن اس اجماع کے اندر نظر ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے اختلاف نقل کیا ہے ایک جماعت کے
نزدیک منع منہ ہے چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ابن بطال مالکی نے امام شعبی سے نقل کیا ہے اگر حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرماتے تو میں اپنی لڑکی کی قبر کی زیارت کرتا اسکے مثل ابن سیرین اور
نخعی وغیرہ سے منقول ہے اور وہ لوگ اسکو مکروہ سمجھتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اتفاق نقل
کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ سلف ~~کا اختلاف تھا~~ کے بعد جمہور علماء آئے ہیں انہوں نے اسپر اتفاق کیا ہے
62 عن بریدة اس حدیث پاک کے اندر آپ نے زیارت کا امر فرمایا چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک یہ امر ۲
مرد و عورت سب کو شامل ہے اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا پہلے آپ نے منع فرمایا تھا اب امر کے بعد
سے منسوخ ہوگیا چنانچہ اس حدیث کے اندر ناسخ و منسوخ دونوں مذکور ہیں بعض کے نزدیک عورتیں داخل نہیں ہیں
ابو اسحاق شیرازی نے مہذب کے اندر لکھا ہے ابن حنیفہ والکیا ہراسی کا قول ہے۔ صاحب حنفیہ شرح [illegible]
کی ایک روایت ہے کہ مکروہ ہے۔ علامہ [illegible] فرماتے ہیں سب کیلئے جائز ہے یہی حنفیہ کا مشہور قول
اور مالکیہ کا قول ہے امام احمد سے بھی یہی منقول ہے علامہ نووی نے صاحب مستظہری سے نقل کیا اگر نوحہ
کی غرض سے عورتیں جائیں تو ~~مکروہ~~ ممنوع ناجائز ہے اور اگر بغیر نوحہ کی غرض سے جائیں تو مکروہ ہے
آگے چلکر آپ نے فرمایا ونھیتکم عن لحوم الخ ایک جماعت نے مدینہ میں آکر اپنے فقر و فاقہ کا اظہار کیا ۳
تو اسوقت حضور نے فرمادیا تھا تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت مت رکھا کرو اسکے بعد پھر آپ نے زیادہ
دن تک رکھنے کی اجازت دیدی اس میں بھی اختلاف ہے تین دن کی ابتداء کب سے ہے بعض نے یوم النحر اور بعض نے یوم [illegible]
کو مبتدا بنایا اور بعض نے کہا مبتدا اور [illegible] ان تین میں داخل نہیں اور بعض نے کہا داخل ہے کل مجموعہ تین دن ہے

1762 تیسری چیز آپؐ نے حدیث پاک کے اندر بیان فرمائی کہ میں نے تم کو نبیذ کے برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا چنانچہ شروع کتاب کے اندر ایک حدیث گذری جس کے اندر دباء، مزفت وغیرہ سے ممانعت وارد ہوئی تھی وہیں کی طرف اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ پہلے ممنوع تھی اور اب تمکو اسکے استعمال کی اجازت ہے لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ نہی منسوخ ہے یا نہیں۔ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے ذریعہ ان چاروں برتنوں کی نہی منسوخ ہوگئی ہے اور ان کا استعمال جائز ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ان چاروں کے اندر نہی موجود ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے لہذا ان کے استعمال کی اجازت نہیں ان چار کے علاوہ جائز ہے ۱۵۲/۳

63 **عن ابی ھریرۃ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی قبوروں کی زیارت کرنی چاہیے اور دوسرا مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا اسلام ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ کے ابوین شریفین ناجی نہیں ہیں ملا علی قاری۔ حضرت گنگوہی کا رجحان اسی طرف ہے لیکن جمہور علماء خلف وسلف کا قول ہے کہ ناجی ہیں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے علامہ سیوطی نے چھ رسالے تحریر فرمائے ہیں۔ قاضی پانی پتی وغیرہ۔ علامہ شامی۔ حافظ ابن ناصر دمشقی۔ حافظ عسقلانی وغیرہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ ابوین شریفین ناجی ہیں۔ جو لوگ عدم نجاۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرۃ طلب کرنے کی اجازت نہیں دی مسلم شریف کے اندر ایک روایت ہے جس کے اندر ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے آپؐ نے فرمایا کہ جہنم میں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کے باپ کہاں ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ان ابی وابوک فی النار اس سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ آپ کے والدین جہنم کے اندر ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارا استدلال یہ ہے کہ ابوین شریفین فترۃ والوں میں سے ہیں اور ان سے صرف توحید مطلوب ہے اور دوسری کسی شی میں مواخذہ نہیں ہے حضرت عبداللہ کا اٹھارہ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا اور جس زمانے میں ان سے حمل ٹھہرا اسی سے ہی والدہ بھی کہیں باہر نہیں گئی ہیں ہمیشہ ایک ہی جگہ مقیم رہی ہیں تو کسی غیر مذہب ماحول سے کوئی اثر ان لوگوں کو نہیں پہنچا۔ استدلال ۲ خطیب بغدادی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ کے ابوین شریفین کو زندہ کیا گیا ہے اور انکو مسلمان کیا گیا اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن کچھ بعید نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مغفرت طلب کرنے سے ممانعت تھی اور مغفرت کی بنا جرم پر ہے اور ان لوگوں کا کوئی گناہ نہیں لہذا استغفار کی کوئی ضرورت نہیں اور ان ابی وابوک فی النار کا جواب ۱ یہ ہے کہ راوی نے غلط فہمی کر کر اس جملہ کو بڑھا دیا تفسیر کیلئے تاکہ مطلب نہیں جواب ۲ چچا پر باپ کا اطلاق عرب میں کیا جاتا ہے لہذا لفظ اب سے مراد آپؐ کے چچا ابو طالب ہیں وہ بالاتفاق جہنمی ہیں جواب ۳ آپ نے یہ جملہ الدین کے احیاء سے پہلے فرمایا ہوگا اور احیاء کے بعد وہ اسلام لے آئے ۵ فترۃ

64 **عن بریدۃ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جاکر السلام علیکم کہنا چاہئے یعنی لفظ السلام مقدم اور علیکم مؤخر ہو اور بعض روایت کے اندر جو مثل علیک السلام وارد ہوا ہے اس طرح سے میت بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا اس لئے آپؐ نے فرمایا وانا ان شاء اللہ بکم اگرچہ ہر شخص کو موت کا لاحق ہونا ضروری ہے لیکن آپؐ نے تحسین کلام یا تبرکاً ذکر فرمایا

۱۵۴ ۱۷ فرمایا یا کہا ان فاعل کے اعتبار سے فرمایا۔ الفصل الثالث عن محمد بن النعمان اس کے راوی مجہول 1768
ہیں اور یہ نقل کرتے ہیں اس روایت کو یحییٰ ابن علاء سے اور وہ بھی متروک ہیں اور وہ نقل کرتے ہیں
۲۶ اس کو ابو ہریرہ سے۔ عن عائشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کی زندگی میں جو معاملہ اس کے 1771
ساتھ ہوتا تھا بعد مرنے کے اس کی قبر سے بھی وہی معاملہ کرنا چاہئے اگر کوئی عورت کا نامحرم شخص ہے
اور وہ اس سے پردہ کرتی ہے تو مرنے کے بعد اس نامحرم شخص دار کی قبر پر بھی پردہ کر کے جانا چاہئے
جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ کے عمل سے معلوم ہوا۔ فاعلی علیہا ثیابی فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اطہر
کا ادب اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ آپ کی حیات طیبہ میں ضروری تھا ۱۲ والد ماجد مدظلہ

۱۵۵ ۱ کتاب الزکوٰۃ 1772

قرآن و حدیث کے اندر صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے نیز زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد ہے اسی لئے مصنف نے
قرآن پاک کا اقتدا کرتے ہوئے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الزکوٰۃ کو فرمایا یکے بعد دیگرے منعقد فرمایا
زکوٰۃ لغت میں اس کے معنی النماء و التطہیر کے ہیں کیونکہ زکوٰۃ کی وجہ سے مال کے اندر برکت اور زیادتی
ہوتی ہے اور وہ حرام مال سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ نہ دی جائے تو زکوٰۃ والا مال
اس کے لئے حرام ہے اور جب زکوٰۃ نکالی تو مال حرام سے اس کا مال پاک ہو گیا نیز گناہ سے بھی وہ
پاک ہو جاتا ہے ایسی طرح رذیلہ بخل سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی مشروعیت میں اختلاف ہے
ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ قبل الہجرۃ ہے اور ابن الاثیر جزری اور جمہور کی رائے بعد الہجرۃ
ہے البتہ اس سن مشروعیت کو امام نووی نے جزم کیا کہ ۲ھ مسلمہ قرار دیا ہے اور ابن الاثیر
جزری نے ۹ھ مسلمہ بتلایا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ ۹ھ درست نہیں ہے کیونکہ وفد عبد القیس کی
حدیث میں زکوٰۃ کا ذکر ہے اور وہ واقعہ ۹ھ سے پہلے کا ہے لہذا معلوم ہوا کہ ۹ھ سے پہلے
مشروعیت ہوئی۔ ملا علی قاری نے امام نووی اور ابن الاثیر جزری و جمہور ان دونوں کے
قولوں میں یہ جمع فرمایا کہ فرضیت مجملہ ہجرت سے پہلے اور فرضیت تفصیلیہ ہجرت کے بعد ہوئی

۱ **الفصل الاول عن ابن عباس** اس حدیث کے اندر اشکال یہ ہے کہ اندر 1772
یہود و نصاریٰ کی طرح مشرکین بھی ایسے تھے پھر اہل کتاب کا ذکر کیا تو مشرکین کے متعلق بھی
آپ کو فرمانا چاہئے تھا علامہ طیبی جواب دیتے ہیں کہ اہل کتاب اشرف ہیں اس لئے اشرف
کے ذکر پر اکتفاء فرمایا جو تغلیباً مشرکین کو بھی شامل ہے دوسرا استدلال اس حدیث
سے کیا گیا کہ کفار اصول کے مخاطب ہیں فروع کے نہیں اس سے مسئلہ تبلیغ کے ماتحت میں
کہا گیا۔ **فترد علی فقرائهم** فقراء کی ضمیر کے اندر اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ ۵
ضمیر مسلمین کی طرف راجع ہے شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اغنیاء کی طرف راجع ہے یعنی اغنیاء کے فقراء
کو دیا جائیگا گویا دوسرے اعتبار سے یعنی مطلب یہ کہ جس شہر کا ہو اسی شہر والوں کو دیا جائیگا
چنانچہ اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ نقل زکوٰۃ جائز نہیں ہے اسی مسئلہ
میں علماء کا اختلاف ہے لیکن مشہور امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ نقل زکوٰۃ جائز ہے حافظ ابن

۱۵

۱۵۵/۵ 1772 ابھال للقدر یا لیکن امام وقت جائز دیکر الگ ہے البتہ اگر دو سال قبل یا اس سے زیادہ محتاج ہیں
یا پھر بیر گا دیا کہ الف علم یا خشیہ داود قول کو جائز ہے مالکیہ حنابلہ شافعیہ کے یہاں اصح قول کے
اندر جائز نہیں ہے لیکن اگر ادا کر دیا تو الگ کے نزدیک ادا ہو جائیگی شافعیہ کے نزدیک دا النوکی امام
احمد کے دونوں قول ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ اس زکوٰۃ کا اندر اختلاف ہے جو اہل شرکے کا عمل
۶ 1773 ہو اور اگر جا عمل ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک نقل جائز ہے عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے
اندر وارد ہوا کہ کلما آرات لیکن مسلم کے اندر کلما برات وارد ہوا یعنی جب تشبیہ کا تقدان کی ہو جائیں
اور اصح روایت یہی ہے لیکن جمہور کی قرات ارات ہے جملہ ثانی اس حدیث کے اندر یہ ہے کلما رضی علیہ
۱۲ اولاها رد علیه اخراها اور مسلم کے اندر یہی الیعنی ہی وارد ہوا لیکن اس کے اندر اشکال یہ ہے کہ
اول کا اندر پہنچے پھر دوبارہ ورد اور کی ابتدا ہو گا مگر رد اول ہی ہو گا لہذا قاضی عیاض فرماتے ہیں
کہ اصل میں یوں ہونا چاہیئے کہ کلما مرت علیه ~~اولاها~~ اخراها رد علیه اولاها۔ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ صحیح ہے یا تو مقصود یہ ہے کہ دوسری مرتبہ اور جو ہو گا وہ
اسی طرح یعنی عکس اول ہو گا یا مقصود یہ ہے کہ اس سے مقصود کثرت مرور بیان کرنا ہے کیفیت
۱۵۶/۴ 1777 نفس الامر بیان کرنا مقصود نہیں ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر
انبیاء پر صلوۃ جائز ہے چنانچہ ایک جماعت اس کی قائل ہے لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے
دوسرا مسئلہ علاوہ ازیں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینے آتا ہے تو اسکو دعا دینی کا کیا حکم ہے ظاہریہ
۷ 1778 کے نزدیک واجب ہے جمہور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ امر ندب کیلئے ہے عن ابی ھریرۃ
اس حدیث کے اندر حضور نے حضرت عمر کو عامل بنایا وصولی کیلئے ابن جمیل کے پاس گئے ان کا نام میں حافظ
نے تین قول نقل کئے ہیں (۱) اسلام ابیض (۲) عبد اللہ (۳) حمید۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ یہ منافق تھا
اسلئے اس نے صدقہ سے انکار کیا اور پھر حضور نے اس پر نکیر فرمائی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان
تھا اور حضور نے اسکے لئے کثرت مال کی دعا کرائی تھی اور پھر اس کثرت پر شکر کے بجائے
زکوٰۃ کو بھی روک دیا اور دوسرا شخص جسکے پاس حضرت عمر گئے وہ حضرت خالد بن الولید تھے انہوں نے بھی
۱۰ انکار کیا لیکن حضور نے ان کے متعلق فرمایا قد احتبس ادراعه۔ اسکے دو مطلب ہیں (۱) انہوں نے
صدقہ فی سبیل اللہ تھا تو صدقہ یا تو پہلے ہی ادا کر دیا ہے لہذا وہ مستحق نہیں ہے (۲) اگر بالفرض
جو کچھ تھا وہ سب اللہ کے لئے وقف کر دیا اور اب وہ حد نصاب میں نہیں رہے لہذا مستحق کیسے ہوا فامّا
تیسرے شخص حضرت عباس ہیں ان کے متعلق جو کچھ حضور نے فرمایا اسکے بھی دو مطلب ہیں
(۱) حضرت عباس سے آپ نے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے لی تھی اسلئے آپ نے فرمایا واما العباس
۱۰ فھی علی (۲) حضرت عباس نے حضور سے زکوٰۃ کی مہلت مانگی تھی تو اسکو آپ نے فرمایا کہ وہ
میرا ذمہ ہے اور وہ میرے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہیں لہذا ان سے مطالبہ کو مستحسن نہ کر لیا جائے
1779 عن ابی حمید الساعدی اس حدیث کے اندر ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ بتلایا جاتا ہے علامہ
۱۱ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کو حضور نے قبیلہ بنی ذبیان کا صدقہ لینے کا عامل بنایا تھا

1779 اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا کہ نبی علیہ السلام نے عمر کا عامل بنایا تھا تو خود فرماتے ہیں کہ دونوں کا عامل بنایا 154/11
ہوگا اس حدیث سے علامہ خطابی نے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کل امر یتوسل به الی محظور فهو محظور یعنی جو امر کسی حرام
شئ کی طرف وسیلہ ہو وہ خود حرام ہو جاتا ہے چنانچہ قاعدہ ہے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں اب یہ کہ یہ قاعدہ 18
اس حدیث سے کیسے مستنبط ہوا یہ ایسے ہوا کہ ہدیہ لینا سبب ہے عامل کی مساہلت کرنے کا صدقہ میں اور مساہلت
حرام ہے اور اسکا سبب ہدیہ ہے لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی خطابی نے کہ ہر دخیل فی العقد
کو دیکھنا چاہیے کہ اسکا حکم عند الانفراد وہی ہے جو عند الاقتران ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ عقد بھی جائز ہے ورنہ نہیں
اور یہ بات بھی حدیث سے معلوم ہوئی کہ یہاں ہدیہ عمل کے ساتھ ہے عمل ہوگا تو ہدیہ بھی ملیگا اور اگر عمل ہی
نہ رہیگا تو ہدیہ بھی ختم ہو جائیگا لہذا عند الانفراد اسکا ہدیہ کا حکم اور ہے اور عند اقتران العمل ہدیہ کا حکم اور
ہے لہذا یہ جائز نہیں

اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ حیلہ جائز ہے یا نہیں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے اور حنابلہ و مالکیہ کے
نزدیک جائز نہیں ہے علامہ خطابی نے اس جملے سے اسی عدم جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے **الفصل الثانی**

1781 **عن ابن عباس** ؓ ۔ والذین یکنزون الذهب والفضة الخ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے ہر قسم کو شامل ہے تو اس کے
عموم سے ان لوگوں کو خوف ہوا نیز صحابہ کے اندر حضرت ابوذر کا مذہب بھی یہی تھا کہ کسی کا ایک پیسہ اور مال بھی 22
رکھنا جائز نہیں حتی کہ وراثت کے آنے سے پہلے ہی اسکو خرچ کرنا چاہیے لیکن وہ بقیہ صحابہ ان کے خلاف تھے
تو حضور نے اس حدیث کے اندر ان کی اس پریشانی اور خوف کو ختم فرمایا اس طریقے پر کہ ہر خزانہ نہیں ہے اسکا
مال زکوٰۃ جب نکل گیا تو اب وہ اس خزانے کے اندر اور اس آیت کے عموم سے بالکل نکل گیا۔ چنانچہ اگر اسکے
1782 عموم میں تمام مال داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ میراث کو کیوں فرض فرماتے **عن جابر بن عتیک** ؓ ۔
رکیب مبغوضون اس سے عمال مراد ہیں چونکہ ان کی ٹولیاں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں اسلیے جمع تصغیر استعمال 26
فرمایا اور مبغوضون اسلیے فرمایا کہ مال سے طبعی محبت ہر شخص کو ہوتی ہے لہذا مال کے چھیننے والے سے ہر کوئی 27
بغض رکھتا ہے وان ظلموا فعلیہم یعنی اگر بالفرض والتقدیر یا تمہارے زعم کے مطابق اگر وہ ظلم کریں تو 157
بھی تم لوگ دیدو اور اسکے ظلم سے حقیقۃً ظلم مراد نہیں ہے ایسی صورت میں تو قطعاً جائز نہ ہوگا اور ایک مسئلہ یہ کہ اگر 1
عامل زکوٰۃ کے اندر زیادہ مال لے لے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے اور فسق سے حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوگا
1784 البتہ مستحق عزل ہوگا اور شافعیہ کے ہاں مطلق فسق سے معزول ہو جائیگا **عن بشیر بن الخصاصیۃ**
اس حدیث کے اندر آپ نے مالداروں کو ان کے مال کے کتم سے منع فرمایا ہے چند وجوہ سے (۱) چونکہ مال سے محبت 4
زیادہ ہوتی ہے تو وہ محبت کی وجہ سے اپنے زعم میں ذرا سے مال کے لینے کو بھی اعتداء سمجھتے تھے
(۲) مال کا کتم خیانت ہے اور یہ جائز نہیں (۳) جب مستقل فرماتے ہیں کہ اجازت کتم کے بعد ان لوگوں
1786 کو ہمیشہ کیلئے عادت ہو جاتی ہے اسلیے ہم نے منع فرمایا **عن عمرو بن شعیب** ؓ اس حدیث کے
اندر وارد ہوا لا جلب ولا جنب یہ جملہ باب الزکوۃ کی طرح باب الرہان کے اندر بھی وارد ہوا ہے 7
باب الزکاۃ کا مطلب یہ ہے کہ جلب کہتے ہیں کہ ساعی زکوٰۃ لینے کیسے جائے اور ایسی جگہ اترے جہاں 8

1786 ان لوگوں کا مال زکوۃ دور ہو اور اس جگہ سے کہے کہ اپنا مال میرے پاس یہاں لاؤ تو آپ نے اسکو منع فرمایا۔ ۸
اور جنب کہتے ہیں کہ مال والے لوگ اپنا مال مکان مشہور و معروف سے دوسری جگہ منتقل کر دیں تاکہ ساعی کو
ان کے پاس پہنچنے میں مشقت ہو آپ نے اسکو بھی منع فرمایا ہے۔ اور ان دونوں کا ثبوت ایک ہی ہے کیونکہ دونوں
کے اندر مشقت ہے۔ اور باب الرهان کے اندر جو ان دونوں کا ثبوت ہے وہاں ان کی تفسیر دوسری ہے۔
جلب کا مطلب یہ کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑے اور پیچھے سے دوسرا آدمی چیخ مارے تاکہ گھوڑا
خوب دوڑے آپ نے اسکو بھی منع فرمایا کیونکہ ایسی صورت کے اندر مسابقت کا علم نہیں ہوگا اور کوئی
فائدہ مرتب نہ ہوگا کیونکہ فطری دوڑ کا پتہ نہیں چلیگا اور جنب کا مطلب ہے ایک آدمی اپنے ساتھ دو
گھوڑے لے لے اور جب ایک تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے اسکو بھی ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ اسکے
اندر مسابقت کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہ دونوں تفسیر ~~ابن~~ امام مالک اور ابو عبید نے بیان کیں اور پہلی جو دو تفسیریں ذکر
کی گئی ہیں ان ~~میں~~ ایک کو محمد بن اسحاق امام المغازی نے بیان فرمایا۔ ابن الاثیر نے جنب کا مطلب بیان
فرمایا کہ مالدار لوگ اپنے جانور دوسری جگہ لیکر چلے جائیں اور وہ عامل ان کے پیچھے پیچھے جائے اسکو آپ نے منع فرمایا
ایسے ہی جلب کے اندر تیسری تفسیر کتاب البیوع کے اندر آئیگی تو گویا جلب و جنب کی تین تین تفسیریں ہوگئی

ص۱۵۷/۹
1787 **عن ابن عمرؓ** — مال کا حاصل کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے پاس پہلے سے مال ہوگا یا نہیں اگر ۹
پہلے سے مال نہیں ہے تو بغیر حولان کے زکوۃ واجب نہیں ہے اور اگر پہلے سے مال ہے تو پھر دو حال سے
خالی نہیں یا تو مال مستفاد مال موجود کی جنس سے ہے یا نہیں اگر مال موجود کی جنس سے نہیں تو اسکو مال
موجود کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائیگا اور اگر دونوں کی جنس ایک ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ارباح و اولاد
میں سے ہوگا یا نہیں اگر ہے تو اس کو لاحق اور اس کے تابع بنا دیا جائیگا اور اگر اولاد و ارباح سے نہیں ہے
تو امام صاحب اور بعض تابعین کرام کے نزدیک ملحق ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ملحق نہیں ہوگا بلکہ اسپر
جداگانہ حولان حول ضروری ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ
اسکے وہ مال مراد ہے جو ابتداءً حاصل ہوا ہو یا مال مستفاد من غیر جنس الموجود مراد ہے۔ اور ہمارے
نزدیک جو مال ہم جنس ہو اسکو لاحق اور تابع اسلئے بنایا جاتا ہے کہ باب زکوۃ کے اندر اصل مجانست ہے

ص۱۵۸/۱۱
1788 **عن علیؓ** — اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ زکوۃ کو حول سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ۱۰
امام مالک کے نزدیک جائز نہیں دوسرا قول مالکیہ کا مختار و مشہور یہ ہے کہ جائز ہے اب یہ کہ کتنی مدت پہلے تک جائز ہے
(۱) حولان حول کے ایک دو دن پہلے (۲) دس دن اور اس کے قریب (۳) ایک مہینہ قبل تک جائز ہے۔
حنابلہ کے یہاں دو سال اور اس سے کم کی زکوۃ پہلے ادا کی جا سکتی ہے۔ شافعیہ حنفیہ کے نزدیک نصاب کے مالک
ہونے سے پہلے دیا جا سکتا ہے ہمارے یہاں تو مطلقاً ہے اور شافعیہ کے یہاں صرف ایک سال پہلے کی قید ہے اور دو سال
پہلے دی جا سکتی ہے یا نہیں اسکے اندر دو وجہ ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسرے یہ کہ جائز نہیں ہے تعجیل
~~بعد~~ نفس تعجیل کا مسئلہ تو اس حدیث سے معلوم ہوگیا اور تعجیل لعامین کا مسئلہ ابو ہریرہ کی ماقبل کی
حدیث ہے کہ اندر ہے کہ حضور نے حضرت عمرؓ کو ابن جمیل، خالد، حضرت عباسؓ کے پاس بھیجا تھا وہاں تفصیل
1789 سے گذر گیا ص۱۵۸/۱۲ **عن عمرو بن شعیب** — اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ یتیم کے مال کے اندر زکوۃ ہے یا نہیں ۱۲

1789 ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر اسکے پاس نصاب کے برابر مال ہے تو زکوۃ واجب ہے۔ امام صاحب ابو وائل سعید بن جبیر ١٢
عطاء ابن مجاہد ابن مبارک حسن بصری سفیان ثوری کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں ہے۔ ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعود کی ایک روایت سے ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں
صدقہ سے مراد نفقہ ہے چنانچہ تا کلا الصدقہ خود قرینہ ہے کیونکہ صدقہ تمام کا تمام کتے نہیں کھاتا بلکہ نفقہ تمام مال کو ختم کرتا
1790 **الفصل الثالث عن ابی ھریرۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا وکفر من کفر علامہ ابو سلیمان خطابی معالم
کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ حضور کے انتقال کے بعد جو لوگ مرتد ہوئے ان میں ایک فرقہ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ١٤
کی رسالت کا انکار کر بیٹھا اور مسیلمہ وغیرہ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے پچھلے دین کی طرف لوٹ گیا
اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس نے زکوۃ کا انکار کیا یہ دراصل کافر نہیں تھے بلکہ بغاۃ تھے ان پر کفر کا اطلاق تغلیباً کر دیا
آگے چلکر علامہ خطابی نے شیعہ لوگوں کا یہ اعتراض نقل کیا کہ حضرت ابوبکر نے مسلمانوں پر کفر کا اطلاق کیا اور ان کو اور
ان کی اولاد کو قتل کیا اور قید کیا اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت ابوبکر پر بہتان اور کذب ہے مقصود بالقتال
پہلی قسم تھی اور ان دوسری قسم کے تو قتال تبعاً فرمایا۔ اب یہ عجیب قضیہ ہے کہ الیوم کوئی انکار کرے تو ان کو بغاۃ
کیوں کہا گیا بلکہ ان لوگوں کو کافر کہنا چاہیے اسکا جواب دیتے ہیں کہ اس زمانہ میں اگرچہ ایسے لوگوں کو کافر
کہا جائیگا لیکن ان لوگوں کو کافر اسوجہ سے نہیں کہا کہ زمانہ اسلام کی ابتداء کا تھی اور اسلام کی شہرت اور اسکے تمام احکام
کی اشاعت نہیں ہوئی تھی لیکن اب اسلام خوب پھیل چکا اور کان وغیرہ سے حکم واقف ہے لہذا اب ایسا
شخص کافر ہوگا یہی بحث علامہ نووی۔ حافظ عسقلانی۔ علامہ عینی و قسطلانی وغیرہ نے کی ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ العالی
فرماتے ہیں کہ جو لوگ زکوۃ کے منکر ہیں وہ تو بالکل کافر ہیں البتہ ایک فرقہ وہ تھا جو اداء زکوۃ الی الامام کا منکر
تھا ان کے متعلق شیخین کے اندر اختلاف ہوا تھا آگے وارد ہوا لو منعونی عناقاً۔ عناق چھوٹے بکری کے بچے کو
کہتے ہیں اس صورت میں کوئی اشکال نہیں لیکن بعض روایات کے اندر عقالاً وارد ہوا ہے جسکے معنی رسی کے ہیں ١٨
یعنی اگر رسی جسکی قیمت کچھ نہیں اگر مال زکوۃ ہے تو ہم اسکو بھی لیں گے بعض نے کہا کہ وہ رسی مراد ہے جس سے اونٹ کو
1793 باندھا جاتا ہے وہ قیمتی رسی ہوتی ہے **عن عائشۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ما خالطت الزکوۃ مالاً
قط الا اهلكته اسکے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص نے اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالی اور وہ مال زکوۃ اسکے مال کے ٢٣
اندر ملی رہی تو چونکہ اسکا رکھنا اسکو حرام ہے تو یہ حرام مال اسکے بقیہ حلال کو بھی ہلاک کر دیگا (۲) ایک شخص مالدار ٢٤
ہے اور پھر وہ دوسرے سے زکوۃ لیکر اپنے مال میں ملا لے تو وہ مال زکوۃ اسکو لینا حرام تھا لیکن اس نے لیا لہذا وہ
اسکے بقیہ مال کو بھی ہلاک کر دیگا وقد احتج الخ فرماتے ہیں مصنف علیہ الرحمہ کہ اس حدیث سے ائمہ ثلثہ
نے استدلال کیا کہ زکوۃ کا تعلق ذات مال اور عین مال سے ہے اسی وجہ سے زکوۃ کا مال دوسرے مال کو نہ دینے کی صورت ٢٦
میں ہلاک کر دیتا ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کا تعلق ذمہ سے ہے اور اسپر پھر یہ مسئلہ مرتب ہوا
کہ امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کے اندر قیمت کا دینا جائز ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسی مال کا دینا واجب ہے اس مال
کی قیمت سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ امام صاحب والے مذہب ہی کو حضرت عمر۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ طاؤس وغیرہ نے اختیار کیا
ابن قدامہ نے دلیل بیان کی کہ معاذ بن جبل نے اہل یمن کو خطاب کیا تھا البسوا خمیص وغیرہ لے آؤ تو انہوں نے
زکوۃ کے اندر اسکو وصول کیا اور ایسے ہی بہت سی روایات مستدل ہیں۔

١٥٨/١

١٧٣

باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ (الفصل الاول)

1794 **عن ابی سعید:** - اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے کہ پانچ وسق سے کم کے اندر عشر نہیں ہے ۱۵۸/۱ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کن کن اشیاء کے اندر عشر ہے۔ امام شافعی امام مالک فرماتے ہیں کہ مکیل مدخر مقتات کے اندر زکوٰۃ ہے اور جس کے اندر ان تینوں وصفوں میں سے کوئی نہ ہو تو اس کے اندر عشر نہیں ہے۔ امام احمد کے یہاں مقتات ہونا ضروری نہیں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مکیل کے اندر عشر ہے خواہ مدخر و مقتات ہو یا نہ ہو۔ پھر ان اشیاء کے نصاب کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس کے اندر عشر ہے اس کا نصاب پانچ وسق ہے۔ اور ظاہریہ کے نزدیک مکیلات کے اندر ایک کیل اور بقیہ کے اندر قلیل و کثیر سب کے اندر عشر ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی نصاب ضروری نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں ابن عمر کی حدیث سے جس کے اندر ہے کہ جس زمین کو چشموں اور آسمان نے سیراب کیا ہو اس کے اندر عشر ہے اور جس کو پانی سینچ کر دیا گیا ہو اس کے اندر نصف عشر ہے اور اس حدیث کے اندر کسی نصاب - مدخر وغیرہ - یا کسی معین مقدار کی تعیین نہیں کی گئی بلکہ قلیل و کثیر سب کو شامل ہے ایسے ہی ارشاد باری ہے انفقوا مما اخرجنا لکم الخ یہ بھی عام ہے اور ہر قسم کو شامل ہے۔ اب ائمہ ثلاثہ نے جو اس حدیث سے نصاب معین پر استدلال کیا اس کا جواب ہے کہ یہ حدیث من باب الزکوٰۃ ہے من باب العشر نہیں ہے اور پانچ وسق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ وسق دو سو درہم کا ہوتا ہے کیونکہ ہر وسق چالیس درہم کا ہوتا ہے تو گویا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو سو درہم کے اندر زکوٰۃ ہے اور دوسرا استدلال ان کا یہ تھا ان کے نزدیک مقتات اور مدخر ہونا بھی ضروری تھا اس کا استدلال انہوں نے اس حدیث سے کیا لیس فی الخضراوات صدقۃ ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ خطاب عمال کو ہے کہ تم کو ان کا صدقہ وصول کرنا ضروری نہیں بلکہ اموال والوں کو چاہئے کہ وہ خود صدقہ دیں۔

1795 ۳ **عن ابی ہریرۃ:** - اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غلام اور گھوڑے کے اندر صدقہ نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ظاہریہ کے نزدیک عبید و فرس کے اندر مطلقاً صدقہ نہیں خواہ وہ عبید تجارت کے لئے ہوں یا خدمت کے لئے ہوں۔ جمہور کے نزدیک اگر تجارت کے لئے ہیں تو بالاتفاق صدقہ ہے اور اگر خدمت اور غزوہ کے لئے ہے تو بالاتفاق صدقہ نہیں ہے اور اگر نہ خدمت کے لئے ہے اور نہ تجارت کے لئے ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صدقہ نہیں اور امام صاحب، حماد بن سلیمان، نخعی، زید بن ثابت کے نزدیک صدقہ واجب ہے کیونکہ شروح موطا وغیرہ کے اندر موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسے گھوڑوں کے اندر صدقہ لیا ہے اور جن روایات کے اندر فرس میں صدقہ نہ لینے کا ذکر ہے اس سے مراد فرس غازی اور عبد خدمت ہے۔ اور جن فرس کے اندر صدقہ ہے اس کے اندر امام صاحب سے تین روایات ہیں (۱) اگر ذکور و اناث دونوں شامل ہوں تو صدقہ ہے کیونکہ اس سے توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رہتا ہے (۲) محض اناث کے اندر بھی صدقہ ہے کیونکہ غیر کے فحل سے توالد کا سلسلہ قائم ہو سکتا ہے (۳) محض ذکور کے اندر بھی صدقہ ہے اور ان تمام کی قیمت لگا کر اس کے حساب سے صدقہ واجب ہے یا ہر فرس کے بدلے میں ایک درہم واجب ہوگا۔

1796 ۵ **عن علی:** - اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ مصدقین کو خوش کر کے لوٹاؤ صدقہ لینے والا اگر زیادہ صدقہ لینا چاہے تو مت دو - اس پر اعتراض ہوگا ۸ کہ ایک حدیث کے اندر تو آتا ہے کہ مصدق کو راضی کرو تو اس حدیث کے اندر اور ارضاء مصدق والی روایات کے اندر تعارض ہے اس کا جواب ① ارضاء مصدق ضروری ہے اس وقت جبکہ وہ دینے والے یہ سمجھے کہ اس نے مال کم دیا ہے جواب ② ارضاء مصدق والی روایات عزیمت پر محمول ہے اور اس حدیث کے اندر ایک مسئلہ

کے طور پر بیان فرمایا۔ آگے آپ نے بیان فرمایا کہ پچیس کے اندر بنت مخاض ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ بعض نے حضرت علی اور شریک بن عبد اللہ سے نقل کیا کہ پچیس کے اندر تو پانچ بکری اور چھبیس کے اندر بنت مخاض ہوگا۔ حقہ او طروقۃ الجمل ۱۰ حقہ کو حقہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مستحق ہو جاتی ہے تلقیح کے اسباب کا کہ اس پر سواری ہو یا جائے اور طروقۃ الجمل اسکو اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے جمل جماع کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ آگے اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ فاذا زادت علی عشرین و مائۃ ففی کل اربعین بنت لبون الخ اس کے اندر علماء کا اختلاف چل رہا ہے کہ ایک سو بیس سے زیادہ ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک روایۃ کے اندر یہ ہے کہ اگر ایک عدد بھی ایک سو بیس پر زائد ہو گی تو تین بنت لبون واجب ہوں گے اور ایک سو تیس تک اتنا ہی رہیگا اور ایک سو تیس پر ~~اسکے بعد~~ تین حقہ واجب ہوں گے دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ ایک سو تیس تک کچھ نہیں اس کے بعد تین حقے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ایک بھی زائد ہو جائے ایک سو بیس پر تو اس کے بقدر زکوۃ واجب ہوگی اور جب پچیس اس پہ زائد ہو گئے تو دو حقے اور ایک بنت مخاض ہوگا اور پھر ایک سو پچاس تک تین حقے ہوں گے اور پھر استیناف ہوگا یہی مذہب حضرت علی۔ ابن عمر۔ ابن مسعود، نخعی وغیرہ سے اور آگے اور مستدل دونوں فریقوں کا یہی حدیث ہے ہمارے نزدیک زیادۃ سے مطلق زیادتی مراد ہے اور ائمہ ثلاثہ کی روایۃ ثانیہ کی دلیل یہ ہے کہ زادت کے اندر زیادتی سے خمسین اور اربعین کی زیادتی مراد ہے۔ آگے حدیث کے اندر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی پر جذعہ واجب ہے لیکن اسکے مال میں جذعہ نہیں بلکہ حقہ ہے تو وہ حقہ ہی دیدے اور اس کے ساتھ بیس درہم بھی زائد دیدے اسی عشرین درہم کے متعلق امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تعیین شارع ہے اسی کا دینا ضروری ہے امام صاحب کے نزدیک شارع کی تعیین نہیں بلکہ اگر اس کے بدلے اس کی قیمت کے بقدر کچھ اور دیدے تو کافی ہے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر بنت مخاض واجب ہے اور وہ اس کے مال کے اندر موجود ہے لیکن اسکے بجائے ابن لبون کا دینا جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا فان لم تکن الخ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اب یہ کہ بنت مخاض اور ابن لبون کے اندر تو ایک سال کی کمی زیادتی کا فرق ہوتا ہے لہذا ایک ذکر کے بدلے میں کیسے جائز ہے اسکا جواب ہے کہ چونکہ بنت مخاض مونث ہے اس لیے اس کا نفع زیادہ ہے اس لیے وہاں ایک سال کی کمی کا اعتبار نہیں بخلاف ابن لبون کے کہ وہ مذکر ہونے کی وجہ سے اتنا نافع نہیں اس لیے وہاں کمی عمر کی زیادۃ کر دی گئی ہے۔ آگے چلکر حدیث پاک میں فی سائمۃ یعنی سائمہ کی قید ہے یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک احترازی ہے اور امام مالک کے نزدیک یہ قید اتفاقی ہے۔ قاضی ابو الولید باجی فرماتے ہیں کہ یہ قید واقعی ہے ورنہ مقصود اطلاق ہے کیونکہ حضور نے ابل کے اندر بھی سائمہ کی قید لگائی ہے۔ آگے ایک جملہ اس حدیث کے اندر ہے کہ ولا یخرج فی الصدقۃ ہرمۃ ولا تیس ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق الخ امام ابو عبید فرماتے ہیں مصدق سے مراد ۲۶ مالک ہے اور یہ بفتح الدال و تشدید پڑھا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ مصدق بکسر الدال ہے اور اس کے مصدق سے ساعی مراد ہے۔ شیخ الحدیث صاحب مد ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مصدق یا تو متصدق کے معنی میں ہے یا بتشدید الصاد و الدال ہے ان دونوں صورتوں میں اس سے صدقہ دینے والا مراد ہے اور اگر مصدق سے ساعی مراد لیں تو یہ استثناء درست نہیں ہے کیونکہ ساعی بغیر اجازت کے لے نہیں سکتا اس کی مشیئت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور اگر اس کا مراد مالک مال ہو تو ہرمہ اور ذات عوار پر اشکال ہوگا کہ ان دونوں کو کوئی دینا جائز نہیں ہے لہذا اس کی مشیئت سے

1796 کیا ہو سکتا ہے جو ان پر صرف ہو سکتا ہے جبکہ ان کے پاس تمام جانور ذات عوار اور ہرم ہیں تب شخص کے حق ۲۶
ان میں سے ایک دو بکرے عمدہ مثال پر لگائیگا ۔ اگر مصدق سے ساعی مراد ہیں تو استثناء اسکا صحیح ہوگا
اور اگر اس سے مالک مراد ہیں تو تیس کے اندر تو استثناء صحیح ہے لیکن بقیہ کے اندر استثناء غلط ہوگا اور اگر ہم
مجبوراً استثناء کریں تو اس سے مراد مالک نہیں ہو سکتا مگر یہ ۔ الا کو لکن کے معنی میں لیا جائے ولا یجمع
بین متفرق اس مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ خطاب کس کو ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ۲۷
ملاک کو ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ سعاۃ کو ہے حافظ عسقلانی علامہ قسطلانی اور محققین کے
نزدیک دونوں کو خطاب ہے اگر مالک کو خطاب ہے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مثلاً تین آدمی ہیں
ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں انہوں نے ساعی کو دیکھکر اپنے تینوں حصوں کو ملادیا تاکہ
صرف ایک ہی بکری واجب ہو کیونکہ اگر الگ الگ رہتا تو ہر ایک کے نصاب واجب ہوتی حصہ میں الگ
الگ زکوۃ واجب ہوتی تو حضور نے اس سے منع فرمایا کہ نہ جمع کرے مالک اپنے متفرق کو ۔ اور دوسرا
جملہ ہے ولا یفرق بین مجتمع اسکا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں ۲۷
تو اس نے ساعی کو دیکھکر اپنے چند بھائیوں کے اندر انکو تقسیم کردیا تاکہ قلیل ہونے کی وجہ سے زکوۃ واجب
ہو اس سے بھی آپ نے منع فرمایا کہ نہ تفریق کرے مالک اپنے مجتمع میں خشیۃ الصدقۃ اول مطلب کی ۱۵۹ ۱
بنا پر اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا خشیۃ زیادۃ الصدقۃ اور ثانی صورت میں مطلب ہوگا خشیۃ وجوب الصدقۃ
اور اگر خطاب سعاۃ کو ہے تو لا یجمع بین متفرق کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ایک شخص کے پاس بیس بیس بکریاں
تھیں تو اس صورت میں ان پر زکوۃ نہیں ہے لیکن ساعی نے ان تمام کو ملا دیا تاکہ صدقہ واجب ہو جائے
حضور نے اس سے منع فرمایا تو اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ عدم وجوب الصدقۃ اور
لا یفرق بین مجتمع کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ساعی نے اگر اس کے مال
کو ٹکڑے کیا ہے یہ چند نصاب تھے تو اس نے سب کو ایک کردیا اور اس نے ان کو الگ الگ چالیس چالیس پر تقسیم
کر کے چند نصاب کی زکوۃ الگ الگ واجب کردی اس سے بھی حضور نے منع فرمایا کہ ساعی کو مجتمع کے درمیان
تفریق نہ کرنی چاہیے اور اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ تقلیل الصدقۃ ۔ وما کان من
خلیطین فانہما الخ خلطہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خلطہ اشتراک (۲) خلطہ جوار ۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ ۱
مشترکین کا مال ممتاز نہ ہو اور ثانی کے اندر ممتاز ہوتا ہے ۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ خلطہ کا اثر وجوب
زکوۃ اور عدم وجوب میں ہوتا ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک اسکا کوئی اثر نہیں جس شخص کا مال
نصاب کے بقدر ہے اس پر زکوۃ واجب ہے اور جسکا مال نصاب کے بقدر نہیں اس پر زکوۃ بھی نہیں امام مالک
بھی یہی فرماتے ہیں لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر دونوں کے پاس بقدر نصاب مال
ہے مثلاً ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو امام مالک کے نزدیک مجتمعۃ زکوۃ لی جائیگی یعنی
دونوں کو ملا کر اسی میں سے صرف ایک بکری لی جائیگی اور ہمارے یہاں منفرداً زکوۃ لی جائیگی یعنی ہر ایک
سے ایک ایک بکری لی جائیگی امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک خلطہ کا اثر نصاب میں بھی ہے اور ادا
زکوۃ میں بھی ہے یہاں پر خلیطین سے مراد مطلق شریکین ہے یتراجعان بینہما بالسویۃ اسکا مطلب

یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے کے پاس اسی بکریاں ہیں تو ساعی اندر دونوں کے ١
دو بکریاں لیگا ایک چالیس والے سے اور ایک اسی والے سے لیکن ایک شخص کے پاس دو ثلث ہیں اور
ایک کے پاس ایک ثلث ہے بنابریں زکوٰۃ دینے کے بعد آپس میں مال زکوٰۃ کو اثلاثاً تقسیم کرینگے
1797 عن عبد اللہ بن عمر :- اس حدیث کے اندر لفظ عثریا کے متعلق علامہ توربشتی اور علامہ جوہری
فرماتے ہیں اس زمین کو کہتے ہیں جسکو آسمان سیراب کرے۔ بعض شراح بخاری فرماتے ہیں کہ جس زمین کے ٢
اندر نمی ہو اور وہ درخت اس نمی سے سیرابی حاصل کرے حافظ اور جمہور شراح مشکوٰۃ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے
کلام کے اندر تکرار ہو گی کیونکہ آسمانی دعیون کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے عن ابی ہریرۃ :- اول جملہ اس
1798 حدیث کے اندر ہے العجماء جرحہا جبار اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جانور بغیر سائق و راکب یا قائد وغیرہ کے ٣
چل رہا ہے اور کسی آدمی کو زخم لگا دے تو اسپر گرفت نہیں دوسرا جملہ والبئر جبار اسکا مطلب[1] یہ ہے کہ ٤
اپنی زمین کے اندر کوئی شخص کنواں کھودے اور کوئی دوسرا آدمی اسکے اندر گر کر مرجائے تو اسپر گرفت نہیں یا مطلب[2] ٥
یہ ہے کہ ایک آدمی کسی کے کنواں کھودے اور کھودنے والا اسی میں دب کر مرجائے تو کنواں والے پر کوئی تاوان
نہیں۔ والمعدن جبار اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا خزانہ زمین سے نکلوایا اور وہ زمین
کے اندر دب کر مرگیا تو اسکا دم ھدر ہے۔ وفی الرکاز الخمس حدیث کے اندر ثابت ہے اسی جملہ کو ثابت
ہے جس خزانہ کو زمین کے اندر دفن کیا جائے اسکو کنز کہتے ہیں اور جو خود پیدا ہو وہ معدن ہے اور
لفظ رکاز عام ہے دونوں کو شامل ہے اور امام صاحب کے نزدیک یہاں رکاز سے عام معنی مراد ہیں ائمہ ثلثہ
کے نزدیک یہاں دفینہ اہل جاہلیت مراد ہے کیونکہ حضور نے رکاز کا عطف معدن پر کیا عطف مغایرت
کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رکاز سے عام معنی مراد نہیں ہیں اگر دونوں ایک ہوتے تو معطوف فرماتے وفیہ
الخمس۔ ہماری طرف سے جواب اس استدلال کا یہ ہے کہ یہاں ہر جملہ فی حد ذاتہ الاعتبار ہے اور فائدہ
اسکا یہ ہے کہ یہاں بخاری کے اندر معدن کا ذکر نہیں بلکہ وہاں پر یہ ہے والبئر جبار وفی الرکاز الخمس
تو اگر ایک ہی صورت میں دونوں اور بعضوں میں تطبیق نہیں ہوگی بلکہ ہمارا بیان چونکہ دونوں الگ الگ
1799 ہیں اسوجہ سے حضور نے معدن اور رکاز کو الگ الگ بیان کیا **الفصل الثانی** عن علی :- ٥
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے فما زاد فعلی حساب ذلک۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر دو سو پر کچھ ١٠
زائد ہو جائے تو ائمہ ثلثہ صاحبین ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ایک درہم کے اندر بھی اسکا چالیسواں حصہ
واجب ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ چالیس درہم تک کچھ نہیں اسکے بعد ایک درہم واجب ہوگا چنانچہ ایک حدیث
کے اندر آتا ہے ولا شئ فیما دون الاربعین اور وہ اس حدیث کا بیان واقع ہوگی۔ ولیس فی العوامل شیء ١٣
ائمہ ثلثہ اور جمہور کا یہی مذہب ہے امام مالک لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ عوامل میں زکوٰۃ ہے
ائمہ ثلثہ کے نزدیک وقص دراصل یہ ہیں کہ شنق اسے کہتے ہیں کہ جو دوسرے نصاب میں داخل ہو اور مستثنیٰ وہ ہے
جو کسی نصاب میں داخل نہ ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ وقص شنق وہ ہے جو کسی نصاب میں داخل ہو اور
مستثنیٰ وہ ہے جو پہلے نصاب میں داخل ہو۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ خمس کا دینا جائز ہے یا نہیں
امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ نسخہ دیا جائیگا۔ ٧

1801 عن انسؓ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ ~~متجاوز~~ صدقہ میں تجاوز کرنے والا مثل صدقہ کے روکنے والے کی ۱۵۹/۱۵
ہے۔ اگر معتدی سے مراد ساعی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جب وہ مقدار معین سے زیادہ اس سے صدقہ لیگا تو آئندہ وہ مالک
وہ اس سے اپنا مال چھپائیگا تو گویا منع ہونا ثابت ہوگیا اور اگر اس سے مراد ہم مالک مال کو لیں تو مطلب ہوگا ۱۶
کہ وہ صدقہ کے اندر اعتداء کرتا ہے کہ مقدار مناسب نہیں دیتا تو گویا حق واجب کو روک رہا ہے۔ تیسرا مطلب
اسکا یہ ہے کہ صدقہ دیکر احسان جتلانے والا عدم ثواب کے اندر مثل مانع کے ہے۔ چوتھا مطلب یہ کہ معتدی سے مراد
وہ شخص ہے جو غیر محل کے اندر صدقہ رکھے تو جیسے مانع کا ۱۵۹/۱۹ شر مستحق تک پہنچتا ہے ایسے ہی اسکا شر بھی
1804 مستحق تک یہ پہنچا کہ اس کو زکوۃ سے محروم رکھا ہے۔ عن عتاب بن اُسید اس حدیث کے اندر خرص کا ذکر ہے ۱۹
خرص کا معنی اندازہ لگانے کے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو اندازہ لگانے کیلئے بھیجا
کرتے تھے تاکہ وہ لوگ مال کو دیکھکر زکوۃ کا فیصلہ فرمادیں۔ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خرص
کیا جائیگا یا نہیں قاضی شریح، داود ظاہری کے نزدیک صرف نخل کے اندر خرص ہوگا ائمہ ثلثہ کے نزدیک
نخل اور عنب کے اندر خرص ہوگا امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ نخیل کے ساتھ ساتھ زیتون کے اندر
بھی خرص ہوگا امام صاحب کے نزدیک اب خرص نہیں ہوگا۔ شریح، داود ظاہری حضرت عائشہ کی
خرص حدیث سے اور ائمہ ثلثہ اسکے پہلے عتاب بن اسید کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث یا تو ثابت نہیں اور اگر ہم ثبوت مان لیں تو وہ حکم نہیں اور اگر معنی
مراد مفہوم ہو تو منسوخ ہیں کیونکہ خرص کے اندر پھلوں کو دیکھکر اندازہ لگایا جاتا ہے اور اسکے اندر
غلطی کا احتمال ہے اور وہ ~~ربوا~~ ربوا ہوگا اور ربوا منہی عنہ ہے اب اعتراض ہوا کہ عتاب بن
اسید کی حدیث منسوخ کیسے ہوگی وہ تو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے لہذا ان کی حدیث موخر ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوا اور حضور نے تحریم حجۃ الوداع ۱۰ھ کے اندر فرمائی۔ نیز یہ
مزابنہ کے اندر داخل ہے اور حدیث المزابنہ اپنے عموم کی وجہ سے سکوت میں ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ
امام طحاوی نے حضرت جابر کی ایک روایت نقل کی ہے جسکے اندر ہے کہ نہی عن الخرص اس سے بھی معلوم ہوا کہ پہلے
خرص کا حکم تھا بعد میں آپؐ نے منع فرمایا اور یہ حدیث منسوخ ہے ایک جواب یہ ہے کہ یہ خرص کا حکم عمل
کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ اس وقت چونکہ عمال یہود ہوتے تھے اور وہ خیانت کرتے تھے تو ان کی خیانت کے ختم
کرنے کیلئے آپؐ نے خرص کا حکم دیا خرص کے حکم میں امام شافعی سے تین روایات ہیں (۱) واجب ہے
1807 (۲) مستحب ہے (۳) جائز ہے یہی امام مالک کا ایک قول ہے ۲۵۹/۲۴ عن ابن عمرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا ۲۵
کہ عسل (شہد) کے اندر زکوۃ ہے یہی حضرات امام صاحب، امام احمد کا مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی فرماتے
ہیں کہ شہد کے اندر صدقہ نہیں کیونکہ روایات کے اندر ثبوت نہیں ملتا اور اپنی طرف سے ہم متعین نہیں کرسکتے
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس نوع کی احادیث ضعیف ہیں (درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی) لیکن ابن قیم فرماتے
1808 ہیں کہ باوجود ضعف کے ایک دوسرے سے قوت پکڑتے ہیں ۲۵۹/۲۶ عن زینب امراۃ عبد اللہ اس حدیث سے معلوم ۲۶
ہوا کہ زیورات کے اندر صدقہ ہے یہی مذہب ہے امام صاحب، ابن عمر، ابن مسعود، ابن حزم کا ائمہ ثلثہ کے نزدیک
زکوۃ نہیں ہے کیونکہ اس باب کے اندر تمام روایات ضعیف ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن

1808 دارقطنی کے اندر ص ۲۰۵ پر ایک حدیث حضرت عائشہ کی ہے جس کے اندر زکوٰۃ کا ذکر ہے اور اس حدیث کے متعلق 26
ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اسنادہ علی شرط الصحیحین۔ حضرت اسماء فرماتی تھیں جب اکا زیور ہوتا تو اسکی زکوٰۃ
کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو چند دن کیلئے عاریۃ دیدیا جائے۔ امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک سے زیور کے اندر
1812 زکوٰۃ کا مطلب یہ بیان کیا کہ عمر بھر کے اندر ایک مرتبہ زکوٰۃ دیدو۔ عن ربیعۃ عن ابی عبد الرحمٰن ص ١٦٠ اس حدیث 9
کے اندر اقطع اقطاع سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی شخص کیلئے کوئی چیز معین کر دینا کبھی بسے تملیک کے اور
کبھی بلا تملیک کے معادن القبلیۃ ان کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے امام صاحب اوزاعی سفیان ثوری کے 13
نزدیک ان معادن کے اندر خمس واجب ہوگا بدلیل وفی الرکاز الخمس یہی ایک قول امام شافعی کا اور ایک روایت
امام مالک کی ہے امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ان کے اندر زکوٰۃ واجب ہے یہی امام شافعی
اور حضرت امام مالک کا ایک قول ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے ہم اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں
کہ اس حدیث کو اہل حدیث ثابت نہیں کرتے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مشقت سے ان معادن
1813 سے حاصل ہو تو زکوٰۃ ورنہ خمس ہے **الفصل الثالث عن علی رضی اللہ عنہ** ص ١٦٠ عرایا کے اندر صدقہ نہ ہونے کی 15
1814 وجہ یہ ہے کہ وہ مقدار واجب کو نہیں پہنچتا اور وہ کسی کا مملوک بھی نہیں ہوتا ص ١٦٠ **عن طاؤس** الخ۔ اس حدیث 18
سے معلوم ہوا کہ وقص کے اندر صدقہ نہیں وقص کہتے ہیں اس مال کو جو بین الفریضتین ہوتا ہے اس کے اندر
امام مالک امام احمد۔ امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے۔ امام صاحب سے اس کے اندر تین روایتیں
ہیں ۱ کچھ واجب نہیں ہے ۲ بحساب ذلک واجب ہوگا ۳ دس سے پہلے کچھ نہیں اور اگر دس ہیں تو زکوٰۃ ہے

باب صدقۃ الفطر

ص ١٦٠ 20

اس کی مشروعیت عید سے پہلے سنہ ۲ ہجری کے اندر ہوئی اور اقول یہ ہے کہ جب رمضان کی فرضیت ہوئی یعنی شعبان ۲ھ
میں اسی وقت اسکی بھی فرضیت ہوئی۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے اور
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ ظاہریہ۔ اشہب مالکی۔ ابن اللبان کے نزدیک سنت ہے۔ فرضیت والے
استدلال کرتے ہیں ایک روایت سے جس کے اندر ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر۔ ہم جواب کے اندر
کہتے ہیں کہ یہ دلائل ظنیہ ہیں ان سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی نیز جو باتیں حضور کی زبان کے متعلق فرض کے
طریقہ پر فرماتے وہ ان لوگوں کیلئے فرض تھی کیونکہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اس کے مستحق فرمایا گیا
لیکن ہم تک یہ تمام اخبار آحاد کے ذریعہ پہنچی ہیں لہذا فرضیت کا ثبوت نہیں ہوگا بلکہ وجوب کا ہوگا لیکن ان
لوگوں کے نزدیک بھی صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف لفظی ہے۔

الفطر سے مراد حنفیہ کے نزدیک عید کی صبح صادق اور شافعیہ کے یہاں آخری رمضان کی شام مراد ہے
اور باقی ائمہ کے دونوں قول ہیں شافعیہ فرماتے ہیں کہ افطار چونکہ شام کے وقت ہوتا ہے لہذا اسی وقت
اس سے مراد ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اس سے مقصود افطار خوشی کا ہے اور خوشی کا افطار صبح کے وقت ہوتا ہے

1815 **الفصل الاول عن ابن عمرؓ**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبد پر بھی صدقہ فطر از خود واجب ہے 20
داؤد ظاہری بھی اسی کے قائل ہیں لیکن ایک شرط لگاتے ہیں تو وہ یہ کہ مولیٰ اس عبد کو کسی اور کام کیلئے چھوڑ دے
جمہور کے نزدیک آقا پر اسکا صدقہ واجب ہے اور داؤد ظاہری اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں جمہور کی دلیل

١٤٠
٢٠ یہ ہے کہ لیس علی المرء صدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ الا صدقۃ الفطر ۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت 1815
پر بھی از خود صدقہ دینا واجب ہے چنانچہ حضرت امام صاحب سفیان ثوری ۔ ابن المنذر کے نزدیک اسی پر واجب ہوگا
بشرطیکہ عورت مالدار ہو ۔ ائمہ ثلثہ فرماتے ہیں کہ اس کے خاوند پر واجب ہے خواہ مالدار ہو یا نہ ہو حضرت
امام صاحب کا استدلال یہ حدیث ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلام کافر ہے اور مسلمان کا غلام ہے تو حضرت
امام صاحب کے نزدیک اسکا صدقہ اسپر واجب ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کافر عبد کی زکوٰۃ مولی پر واجب نہیں ہے
کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کے اندر من المسلمین کی قید لگائی ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے
استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے ساتھ امام مالک متفرد ہیں لیکن ضحاک بن عثمان ایک متابع ان کا مسلم کے
٢٢ اندر موجود ہے لہذا متفرد کہنا صحیح نہیں ہے قبل خروج الناس یہ بھی حنفیہ کا استدلال ہے **عن ابی سعید** 1816
اس حدیث کے اندر طعام سے مراد ائمہ ثلثہ اور حضرت ابو سعید کے نزدیک گیہوں ہے اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہوئے ایک صاع اس کے اندر وہ لوگ واجب کرتے ہیں ۔ حضرت امام صاحب حضرات خلفاء اربعہ ابن مسعود
ابن عباس ۔ مجاہد نخعی شعبی کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع واجب ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر
طعام سے گیہوں اسوجہ سے مراد نہیں ہے کہ حضور کے زمانے میں گیہوں کا شیوع نہیں ہوا تھا چنانچہ محققین نے تسلیم کرلیا ہے
کہ یہاں طعام سے مراد جو ۔ یا مطلق طعام ہے ۔ حضرت ابو سعید نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایک صاع کا
٢٣ حکم دیدیا ۔ یا تبرعاً ایک صاع کو فرماتے تھے **اوصاعا من اقط** اقط پنیر کو کہتے ہیں اسکو صدقہ کے
اندر دینے اور نہ دینے کے اندر علماء کا اختلاف ہے مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقط غالب قوۃ بلد ہے تو کافی ہے
شافعیہ کے دونوں قول ہیں جواز اور عدم جواز کے ۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر اعرابی (دیہاتی) ہے تو غالب
قوۃ بلد کا اعتبار ہوگا اور اگر شہری ہے مجبور اسکے پاس اس پنیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تو دونوں
قول ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ نصف صاع گیہوں کی قیمت کا جتنا پنیر آئے اتنا دینا ہوگا صرف نصف صاع پنیر
کافی نہیں ہوگا اوصاعا من زبیب ائمہ ثلثہ کا مذہب یہی ہے اور امام صاحب کی بھی ایک روایت یہی ہے دوسری روایت
یہ ہے کہ نصف صاع زبیب کا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر لفظ او جو طعام شعیر تمر
اقط زبیب کے اندر آیا ہے یہ حنابلہ حنفیہ کے یہاں اختیار کیلئے ہے امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے
مالکیہ کے یہاں ان تمام چیزوں میں سے جو غالب قوۃ بلد ہے اسی کو دینا چاہیے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ
جو غالب قوۃ المخرج ہے اسی کا اعتبار ہے یعنی زکوٰۃ دینے والا عام طور سے جو کچھ کھاتا ہے وہی صاع کے اندر دے

١٦١

باب من لا تحل له الصدقة (الفصل الاول)

٣ **عن النبی** ۔ آپ پر صدقہ حرام تھا علامہ خطابی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے علامہ قرافی نے اجماع نقل کیا ہے 1821
٢ امام احمد بن حنبل سے صدقہ تطوع کے اندر جواز کا قول نقل کیا گیا ہے **عن عبد المطلب** الخ ۔ اس حدیث 1823
کے اندر لفظ آل محمد کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ھاشم
مراد ہیں امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ھاشم کے ساتھ بنو مطلب بھی مراد ہیں ۔ اصبغ مالکی فرماتے ہیں
کہ اس سے بنو قصی مراد ہیں امام احمد بن حنبل سے بنو ھاشم کے ساتھ بنو عبد المطلب بھی مراد ہیں لیکن
دوسری روایت کے اندر صرف بنو ھاشم مراد ہیں بعض کے نزدیک صرف قریش مراد ہیں ۔ اس مسئلہ کے اندر

٦ علماء کا اختلاف ہے کہ ان کے لیے صدقہ بالکلیہ حرام ہے یا کچھ تفصیل ہے اکثر حنفیہ ، شافعیہ ، حنابلہ کے یہاں 1823
صدقہ تطوع جائز ہے ۔ بعض حنفیہ کے یہاں صدقہ تطوع اور صدقہ فرض دونوں حرام ہیں عن عائشۃ :- 1825
٩ تبدیلی اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کے اندر کسی کا
اختلاف نہیں دوسری بات یہ معلوم ہوئی آپ کی ازواج کا حکم اور ہے اور آپ کے موالی کا حکم دیگر ہے
عن ابی ھریرۃ :- حدیث الی کراع الخ کراع ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے کافی دور ہے یعنی اگر کوئی شخص 1827
١٢ وہاں دعوت کرے تو میں اس کی خاطرداری اور دل شکنی سے بچنے کیلئے اس کی دعوت کو قبول کروں گا اگرچہ مجھ
کو وہاں جانے کے اندر کتنی ہی مشقت کیوں نہ ہو ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کراع سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے یعنی
اگر چہ مجھے کوئی ذرا سی چیز بھی بطور ہدیہ کے دے تو میں اس کو قبول کروں گا یہ نہیں کہ تھوڑا سمجھ کر اس کو
واپس کر دوں یہ آپ نے غایۃ تواضع کی طرف اشارہ فرمایا ہے **عنہ قال** :- اس حدیث کے اندر 1828
١٤ مسکین کی تعریف بیان کی گئی ۔ مسکین اور فقیر کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ مسکین
کہتے ہیں من لا شئی لہ اور فقیر کہتے ہیں من لہ ادنیٰ شئی یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسری روایت
ان کی یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں امام شافعی ہمارا عکس کہتے ہیں کہ المسکین من لہ ادنیٰ شئی والفقیر
من لا شئی لہ ۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے لیکن دلائل اور احادیث متعارض ہیں **الفصل الثانی عن ابی**
رافع :- ان موالی القوم من انفسہم ۔ اس سے معلوم ہوا کہ موالی کا حکم قوم کے حکم کے مثل ہے لہذا بنو ہاشم 1829
١٦ کی طرح ان کے موالی کو بھی صدقہ لینا جائز نہیں ہے اکثر شافعیہ ، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے
امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ غلام اور آزاد دونوں حکم کے اندر الگ الگ ہیں **عن عبید اللہ** 1832
٢١ **بن عدی بن الخیار** :- اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ غنی اور قوی مکتسب کیلئے صدقہ لینا جائز نہیں
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ صدقہ لینے کی حرمت کا نصاب کتنا ہے ۔ ہادی باللہ کے متبعین
اور حضرات حنفیہ کے نزدیک جس کے پاس بقدر نصاب مال موجود ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا ۔ سفیان ثوری ، امام اور
عبداللہ بن المبارک ۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جس شخص کے پاس پچاس درہم ہیں وہ غنی ہے اور اس کے لئے صدقہ
لینا حرام ہے ۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کوئی نصاب اور مقدار متعین نہیں حتیٰ کہ پچاس درہم
سے زیادہ پر بھی وہ صدقہ لے سکتا ہے ابو عبید جس لوگوں کے نزدیک چالیس درہم والے کو زکوٰۃ
لینا جائز نہیں ہے ۔ اب یہ سوال کس شخص کیلئے جائز ہے اور کس کیلئے حرام ہے ۔ حنفیہ کے نزدیک اگر
ایک دن کے بقدر کھانا پینا موجود ہے تو سوال حرام ہے ۔ ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے جس کے اندر
ہے کہ تو خذ من اغنیائھم وترد فی فقرائھم ۔ امام احمد کی دلیل صفحہ ۱۶۲ پر ہے عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے
جس کے اندر ہے قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما الغنیٰ قال خمسون درھما الخ ۔ اور ابو عبید جس لوگوں کا
مستدل صفحہ ۱۶۳ پر ہے **عن عطاء بن یسار** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عامل کیلئے صدقہ لینا 1833
٢٢ جائز ہے خواہ وہ مالدار ہو چنانچہ حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے لینا جائز ہے اور یہ حدیث مستدل ہے
جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے ۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر غنی ہے تو بھی لینا جائز ہے
ہمارے نزدیک غنی ہونے کی صورت میں بقدر اپنے عمل کے لینا جائز ہے

1835 ۱۶۱/۲۶ **عن زیاد بن الحارث الصدائی** : — جزاء ثمانیۃ اجزاء یہ اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت شریفہ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا الخ کی طرف اس حدیث کے اندر دو چیزوں میں علماء کا اختلاف ہے اول یہ کہ اب بھی یہ اقسام ثمانیہ مستحق زکوۃ کے ہیں یا نہیں امام احمد، زہری، حسن بصری ان علماء کے نزدیک اب بھی صدقہ تمام کیلئے مستحق ہے علامہ شعبی اور جمہور علماء کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ ہوگیا اب یہ کہ اصناف ثمانیہ میں سے ہر ایک پر صدقہ دینا واجب ہے یا ایک دو کے دینے سے بھی ادا ہو جائیگا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک کو دیدینا کافی ہے البتہ امام مالک کے یہاں زیادہ محتاج کو ترجیح دی جائیگی۔ اور حضرت امام شافعی اور عکرمہ کے نزدیک ہر ایک کو دینا واجب ہے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اگر صدقہ زیادہ ہے تو ہر ایک کو دینا واجب ہے ورنہ کسی ایک کو دیدے۔

1836 ۱۶۲/۲ **الفصل الثالث عن زید بن اسلم** : — حضرت عمر بن الخطاب کے اس عمل مبارک کے متعلق حضرت علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ باب التقویٰ سے ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی اپنا استاد کا قول بھول گئے یعنی امام شافعی کے نزدیک تو حرام مال کھا لینے سے قے کا کرنا واجب ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مال جسکو حضرت عمرؓ نے تناول فرمایا وہ حرام تھا نیز آپ طیبی کو ان کے استاد محترم کا قول یاد دلا رہے ہیں۔ بہذا علامہ طیبی کا فرمانا درست ہے

باب من لا تحل له المسئلة الخ (الفصل الاول)

1837 ۵ **عن قبیصۃ** : — تحملت حمالۃ قوم کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کو قتل کردے تو اسپر جو قصاص یا دیت واجب ہوتی ہے اسکا کوئی دوسرا شخص کفیل بن گیا کہ میں تیری دیت ادا کروں گا لیکن پھر اسکے پاس بھی دیت کیلئے مال نہ رہے تو ایسے شخص کیلئے سوال جائز ہے اپنی اسی کفالت سے بری ہونے کیلئے اور اسی کفالت ہی کا نام حمالۃ ہے

حسن بصری فرماتے ہیں کہ اسکو سوال کرنا اسوقت جائز ہے جبکہ اس دیت کے وجوب کا سبب کوئی حرام شی نہ ہو علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ سے مطلقاً جواز نقل کیا گیا ہے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کا فرمانا صحیح ہے کہ وہ حرام شی نہ ہو جیسے فرمایا گیا حدیث کے اندر ورجل اصابتہ فاقۃ حتی یقوم ثلاثۃ علامہ سید جمال الدین حنفی فرماتے ہیں کہ احناف اور بعض شوافع اور ابن خزیمہ کا یہی مسلک ہے کہ تین آدمی گواہ ہونے ضروری نہیں جمہور کے نزدیک یہ استحباب کیلئے ہے اور یہ حکم اسصورت میں ہے جبکہ اس شخص کے پاس پہلے مال کا ہونا لوگوں کو معلوم ہو اور اگر سب کو معلوم ہے کہ اسکے پاس مال نہیں ہے تو پھر ثبوت گواہوں کی ضرورت نہیں ہے

1842 ۱۶ **عن حکیم بن حزام** اس حدیث پاک کے اندر ید علیا سے مراد ید متعفف (غیر سائل) اور ید سفلی سے مراد ید سائل ہے بعض لوگوں نے کہا کہ ید علیا سے مراد ید منفق اور ید سفلی سے مراد ید سائل ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سی تفسیریں ہیں

1845 ۲۴ **عن عمر بن الخطاب** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مال بغیر طمع واشراف کے ملے تو اسکو لے لینا چاہیے امام احمد بن حنبل سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کو لینا واجب ہے۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ اگر دینے والا رسول ﷺ ہے تو مستحب ہے اور اگر غیر رسول ہے تو اسکے اندر تین روایتیں ہیں (۱) لینا چاہیے (۲) اگر دینے والا بادشاہ ہے تو نہ لے (۳) دوسری صورت ماکس یعنی بادشاہ کے علاوہ کسی سے لے

1847 ۲۷ **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن مسعود** اس حدیث کے اندر ان تین الفاظ خموش۔ خدوش۔ کدوح کے متعلق علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ متقارب ہیں بعض نے کہا کہ خمش لکڑی سے چھیلنا اور خدش ناخن سے اور کدح دانت سے چھیلنے کو کہتے ہیں۔

164
2

الفصل الثالث

1860 **وعنه قال** صـ 164/5 اس حدیث کے اندر ملکان سے مراد کیا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے اب ایک سوال پیدا ہوگا جب فرشتوں کی کوئی آواز نہیں سنتا تو پھر ان کے دعا دینے کیا فائدہ ہے اسکا جواب علامہ سندی نے دیا کہ حضور کا پیغام دینا فرشتوں کے پیغام کے حکم میں ہے جواب ۲ مقصود بالذات صرف دعا ہے خواہ کوئی سنے یا نہ سنے اگلے دعا کے اندر وارد ہوا کہ اعط منفقا خلفا شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس خلف سے مراد مال اور غیر مال دونوں ہو سکتا ہے ایسے ہی تلف کے اندر مال اور غیر مال دونوں محتمل ہیں اللھم اعط ممسکا تلفا علامہ سندی فرماتے ہیں کہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور نے بخیل کو بد دعا دی ہے شیخ اکبر صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ یہ بد دعا نہیں بلکہ حضور نے اسکو دعا دی ہے کہ اللہ تعالی اسکو خرچ (تلف) کرنے کی توفیق بخشے **عن حارثة بن وهب** صـ 164/12 اس حدیث کے اندر فرمایا گیا انہ یاتی علیکم زمان الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ زمانہ گزر گیا یا آئندہ آئیگا (۱) بعض کے نزدیک یہ زمانہ قرب قیامت کے قریب آئیگا (۲) بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں گزر گیا (۳) بعض کی رائے ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں گزرا

165/3

1872 **الفصل الثانی عن ابی سعید** صـ 165/3 اس حدیث سے معلوم ہوا مومن کے اندر یہ دونوں خصلتیں نہیں ہوں گی اس پر اشکال ہوا کہ یہ دونوں تو اکثر کے اندر پائی جاتی ہیں یہ حدیث خلاف واقع ہے اسکا جواب ۱ یہ ہے کہ مومن سے مراد حدیث پاک کے اندر مومن کامل ہے جواب ۲ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ خصلتین سے مراد ہے کہ یہ دونوں خصلتیں اسکی انتہا کو پہنچ جائے

1873 **عن ابی بکر الصدیق** اس حدیث کے اندر منان سے مراد یا تو احسان جتلانے والا مراد ہے یا قاطع رحم مراد ہے

1878 **الفصل الثالث وعنه انه سمع** صـ 165/22 اس حدیث کے اندر جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس کے اندر فرشتے نے ان لوگوں سے کہا رجل مسکین الخ اس پر اشکال ہوا کہ فرشتہ کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے لہذا انہوں نے یہ کیوں کہا اسکا جواب ۱ علامہ سندی نے دیا کہ رجل مسکین کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا رجل ہوں کہ جس کے ظاہر سے مسکنت ٹپکتی ہے تو جھوٹ نہ ہوا جواب ۲ اللہ تعالی نے جب ان اس کہنے کی اجازت دیدی تو اب وہ جھوٹ جھوٹ ہی نہیں رہی ہے

1882 **عن ابی ذر** صـ 166/20 اس حدیث پر اشکال ہوا کہ حضرت ابوذر نے حضرت کعب احبار کی پٹائی کر کے سامنے بے عزتی کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ حضرت ابوذر پر تصوف کا غلبہ تھا تو ان کا مذہب تمام صحابہ سے جداگانہ تھا وہ یہ کہ پورا کرتے تھے جسکے پاس شام کو مال دیکھتے اسکو مارتے تھے فرماتے تھے کہ رات کے وقت کسی کے پاس ایک درہم بھی نہ رکھنا چاہیے دن کے دن خرچ کر دینا چاہیے حضرت عثمان نے ان کو حکم دیدیا تھا کہ ربذہ چلے جاؤ اور وہیں رہو — 166/20

1885 **عن ابی هريرة** صـ 167/2 علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث جو ادخار کے عدم جواز کا ثبوت ہوا یہ ابتداء اسلام کے اندر تھا بعد میں ادخار کی اجازت ہو گئی ہے — 167/2

باب فضل الصدقة

(الفصل الاول)

8

1888 **عن ابی هريرة** صـ 167/8 بعدل تمرة ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی مساوات صورۃ اور قیمۃ دونوں طرح ہو سکتا ہے اور طیب کی قید اسلئے لگائی کہ اللہ تعالی طیب ہیں اور طیب ہی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے یمین سے قبول کرنے کا مطلب ہے کہ اچھی طرح اسکو قبول فرماتے ہیں گویا حسن تکمیل کی طرف اشارہ ہے حتی تکون مثل الجبل تکون کی ضمیر صدقہ ۔ تمرہ اور ان سے ثواب جو کچھ بھی آرہا ہے معنوی طور پر اس کی طرف بھی ضمیر راجع ہو سکتی — 8

یہاں پر غلطی سے بجائے ... لکھا گیا من علی ... کان الکتاب اور خود یہ غلط ہے واللہ اعلم یہ کان محشی صاحب نے عنوان یہ صحیح ہے یعنی عنہ ... اور غالباً محشی کو یہ مغالطہ اس سے ہوا کہ یہ اوپر والا عنوان الفصل الثالث ہے حالانکہ فصل ثالث کی حدیث ہی نہیں ہے بلکہ باب الانفاق کی فصل اول میں ہے حیرت ہے کی تعجب ہے حضرت محشی پر کہ یہ مغالطہ کیسے ہوا کہ ... مضمون کو دیکھے بغیر ... اسی نتیجہ پر پہونچا کہ فصل ثالث کے تحت ایک حدیث عن علی ہے اور اسکے تحت ہی المکان لکھا ہوا ہے اب اسی نے مضمون دیکھے بغیر اسی الملکان کو المکان سمجھ کر حاشیہ تحریر فرمادیا غفر اللہ لنا واللہ اعلم

– الگجراتی –

1890 **وعنہ** :- من الخلق زوجین - زوجین سے اشارہ ہے عبادت کی طرف یا دونوں ایک جنس کے ہوں ۔ ص ۱۶۷/۱۲ 167/12
علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں یا ایکے بعد دیگرے خرچ کرنے کی طرف اشارہ ہے من ابواب الجنۃ ابواب سے اسکے
ابواب اصلیہ مراد ہیں اور وہ آٹھ ہیں علامہ سیوطی نے در منثور اور الحاوی کے اندر اس مسئلہ کو تفصیل
کیساتھ ذکر فرمایا ہے ان آٹھ کے اندر چار دروازوں کا ذکر تو حدیث پاک میں ہے باب الصلوۃ - باب الجہاد
باب الصدقۃ - باب الریان اور چار ان کے علاوہ جو ہیں وہ یہ ہے باب التوکل - ایک کاظمین الغیظ
والعافین کا دروازہ - باب الحج - اور آٹھواں باب الذکر یا باب العلم ہے - اور ممکن ہے ان ابواب سے
ابواب اصلیہ یعنی صرف گیٹ مراد نہیں بلکہ اندرونی خانے ابواب مراد ہیں - فمن کان من اہل الصلوۃ الخ ایسے 13
نماز کے خرچ کرنے کا کیا مطلب اسکا جواب ہے کہ اسکے اسباب مثلاً وضو - جا نماز وغیرہ کے اندر خرچ کرنا مراد ہے
اور باب الریان ریان اسم جنس سے کہتے ہیں یا اسکے معنی سیرابی کے ہیں اور وہاں جا کر سیرابی حاصل ہوگی 15

1891 ص ۱۶۷/۱۶ **وعنہ قال** :- اس حدیث کے اندر وارد ہوا ما اجتمعن فی امرئ الا دخل الجنۃ اسپر اشکال ہوا یا اس 16
حدیث کے اندر جن عبادات کا تذکرہ ہے اطعام مسکین - عیادت مریض اتباع جنازہ یہ تو علی الانفراد ہر شخص
کے اندر پایا جاتا ہے پھر اختصاص طور سے بیان فرمانا کیسے صحیح ہوا اسکا جواب ہے کہ یہ سب کام جو شخص
ایک دن کے اندر کرے اسکے لئے فضیلت ہے جواب ۲ ملا علی قاری فرماتے ہیں یا دخل الجنۃ سے مراد ہے کہ آٹھ کے آٹھ
دروازوں سے اسکو بلایا جائیگا

1894 ص ۱۶۷/۱۹ **وعنہ قال** :- لا تحقرن جارۃ لجارتہا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی پڑوسی 21
دوسرے کے پاس تھوڑا سا ہدیہ بھیجے تو اسکو حقیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ قبول کرنا چاہئے اس صورت کے اندر
خطاب مہداۃ الیہا کو ہوگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا بھی مال ہو تو اسکو بھی صدقہ کر دینا
چاہئے اس کو حقیر سمجھ کر صدقہ سے نہ رکے

1898 ص ۱۶۸/۲ **عن ابی ذر** :- وفی بضع احدکم صدقۃ - ملا علی قاری اور 168/2
مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں یا الغرض شہوۃ کا پورا کرنا صدقہ کے ثواب کے حکم میں ہے
بلکہ صدقہ کا ثواب اسوجہ سے اسکو ملیگا یا اسنے محل حلال کے اندر عمل کیا - علامہ نووی فرماتے ہیں یا وطی بھی
خود صدقہ ہے کیونکہ اسکی مراد وطی اسکے محل حلال کے مصادف ہوگی آگے آپ نے فرمایا ارایتم لو وضعہا فی حرام 6
اکان علیہ وزر - اسکے متعلق علامہ نووی فرماتے ہیں یا اس کے اندر قیاس کی دلیل ہے اور اسکا انکار سوائے
ظاہریہ کے کسی نے نہیں کیا

1902 ص ۱۶۸/۱۱ **عن ابی ہریرۃ** اس حدیث کے اندر امرأۃ مومسۃ سے مراد امرأۃ زانیہ ہے اور 11
یہ عورت بنی اسرائیل میں سے تھی اسی قسم کا واقعہ بخاری کے اندر مرد کے متعلق آیا ہے حافظ نے اس عورت
اور مرد کے واقعہ میں جمع یہ کیا یا دونوں کو یہ واقعہ پیش آیا ہوگا - اب یہ کہ اس عورت نے اپنے خف کو
ناپاک کیوں کیا اسکا جواب ۱ :- یہ ہے کہ اسنے اپنا جوتہ اس کتے کے آگے نہیں ڈالا بلکہ اس خف کا
پانی کے گڑھے وغیرہ میں ڈالدیا ہوگا جواب ۲ :- اس کے دین میں کتے کا جھوٹا حلال ہوگا ۔

1903 ص ۱۶۸/۱۳ **عن ابن عمر وابی ہریرۃ** اس حدیث سے معلوم ہوا بلی کو باندھنا گناہ ہے چنانچہ ابن عبد الملک فرماتے ہیں 13
یا مطلقاً باندھنا تو صغیرہ ہے اور چونکہ اسنے اسپر اصرار کیا اسلئے کبیرہ ہوگیا اور عذاب دیا گیا ۔
1909 ص ۱۶۸/۲۴ ملا علی قاری فرماتے ہیں یا عذاب کیلئے گناہ کا کبیرہ ہونا ضروری نہیں ہے

الفصل الثانی

عن انس 24
تطفئ غضب الرب کو نار کے ساتھ تشبیہ دی ہے اسلئے اطفاء کا صیغہ استعمال کیا - اور میتۃ السوء کے اندر سوء لفظ 25

1909 ہے کیونکہ یضاف الیہ اور جب یہ اضافت واقع ہوتا ہے تو لفظ السین مستعمل ہوتا ہے اس کی مراد سکرات الموت ہیں ۱۶۸/۲۵
1912 عن سعد بن عبادۃ ص ۱۶۹/۳ ام سعد کا نام عمرہ ہے اور پانی کو افضل اسلئے کہا گیا کہ اس جگہ پانی کم ہوتا ہے ۔ ۳
1914 عن فاطمۃ ص ۱۶۹/۷ :۔ اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ مال کے اندر زکوۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں اور استشہاد کے ۷
اندر یہ آیت تلاوت فرمائی لیس البر ان تولوا وجوھکم الخ کیونکہ اس آیت کے اندر ایتاء زکوۃ سے پہلے ایتاء
ذوی القربی ابن سبیل مساکین ۔ رقاب وغیرہ کے حقوق کو بھی بیان کیا گیا ۔ اس حدیث کے اندر تو وارد
ہوا ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ لیکن ابن ماجہ کے اندر وارد ہوا لیس فی المال حق سوی الزکوۃ اب
دونوں کے اندر تعارض ہو گیا بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ابن ماجہ مضطرب ہے ۔ ابوبکر بیہقی فرماتے ہیں
کہ اس کی اسناد میں نے کہیں نہیں پائی ۔ بعض لوگوں نے دونوں کے اندر یہ جمع کیا کہ اس حدیث کا محمل
1915 صدقہ نافلہ ہے اور ابن ماجہ کی روایت کا محمل صدقہ فریضہ ہے عن بہیسۃ ص ۱۶۹/۹ :۔ اس حدیث کے اندر ۹
لا یحل سے مراد لا ینبغی ہے اور ان چیزوں کے اندر منع اس وجہ سے ہے کہ یہ اشیاء مباحات عامہ میں سے ہے
1922 بعض لوگوں نے کہا کہ ان کے اندر کوئی مؤنت اور مشقت لوگوں کو نہیں ہوتی عن ابی ذر ص ۱۷۰/۱ :۔ اس حدیث کے اندر ۱۷۰/۱
وارد ہوا فتخلف رجل باعیانہم اس کے دو مطلب ہیں (۱) علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے
بڑھا اور اسکو صدقہ دے دیا (۲) اس کی مراد مسبوقیت معنوی ہے ۔ طبرانی کے اندر وارد ہوا تخلف رجل من اعیانہم
یعنی ان لوگوں کے پیچھے ہوکر اسکو چپکے سے صدقہ دیا ہے ۔ الشیخ الزانی شیخ سے مراد اگر بوڑھا ہے تو چونکہ بڑھاپے
کے اندر شہوت کا غلبہ نہیں ہوتا مگر اسکے باوجود اگر وہ زنا کرے تو مبغوض ہوگا اور اگر شیخ سے بڑا صاحب دین ہے ۵
بلکہ شاب محض مراد ہے تو چونکہ اسکی بیوی موجود ہے اسلئے وہ مبغوض ہوگا ۔ فقیر مختال تکبر فقر سبب غضب
1923 یہ ہے کہ اسکا فقر مقتضی تھا تواضع و عاجزی کا لیکن خبث باطن کی وجہ سے اس نے تکبر کیا ہے عن النبی ص ۱۷۰/۶ :۔
اس حدیث کے اندر حتی کہ لوہے کو پتھر سے زیادہ اشد اسلئے کہا گیا کہ لوہا پتھر کو کاٹ دیتا ہے اور چونکہ آگ ۶
لوہے کو گھلا دیتی ہے اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے اور پانی کو ہوا خشک کر دیتی ہے اسلئے ہوا کو ایک
دوسرے سے اشد ہے اور ان سب سے زیادہ صدقہ اشد اسلئے ہے کہ صدقہ اپنے رب کے غضب کو ختم کر دیتا ہے
1926 اور کوئی دوسری شئی اسکو ختم نہیں کر سکتی عن ابن مسعود ص ۱۷۰/۱۶ :۔ اس حدیث کے متعلق ابن الجوزی کا فرمانا ہے کہ
یہ ضعیف ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اکذب ہے لیکن متاخرین نے ان لوگوں پر تعاقب کیا اور کہا کہ یہ حسن ہے چنانچہ ۱۶
اکابر کا اسپر عمل ہے کہ وہ یوم عاشوراء کے اندر وسعت اور فراخدلی سے خرچ کرتے ہیں ۔

باب افضل الصدقۃ

مشکوۃ ص ۱۷۰/۲۰ (الفصل الاول) ۲۰

1929 عن ابی ھریرۃ ص ۱۷۰/۲۰ اس حدیث کے اندر ظہر غنی کے اندر لفظ ظہر مقحم اور تحسین کلام کیلئے ہے اس کا مطلب ہوا کہ مالداری ۲۰
کی حالت میں صدقہ افضل ہے اور اس باب کے فصل ثانی کے اندر ابوہریرہ کی حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے
کہ جہد المقل فقیر کا صدقہ افضل ہے دونوں میں تعارض ہے جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل وہ شخص
ہے جو توکل کے مقام پر فائز نہ ہو ۔ اور فصل ثانی کی حدیث ایسے فقیر پر محمول ہے جو توکل کے اعلی مقام پر
1933 فائز ہو ۔ عن ام سلمۃ ص ۱۷۰/۲۷ :۔ حضرت ابوسلمہ کی پانچ اولاد تھی ۱ سلمہ ۲ عمر ۳ زینب ۴ عبداللہ ۵ درہ ۲۷
1934 عن زینب ص ۱۷۱/۲ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند پر صدقہ کرنا جائز ہے امام شافعی امام مالک اور سفیان ثوری ۱۷۱/۲

1934 نزدیک جائز ہے اور یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے یہی ابوثور اور ابوعبیدؒ کا قول ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی ۱۷۱/۲
دوسری روایت امام لیث اور حسن بصری کے نزدیک جائز نہیں ہے یہی حضرت عمرؓ سے مروی ہے اور استدلال دونوں
فریق کا یہی ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا تھا کہ اتجزی الصدقۃ عنہما اور اجزاء فرضیہ سے ہوتا ہے
معلوم ہوا کہ صدقہ فرضیہ دینا جائز ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں الصدقۃ و لو من حلیکن اس قسم کی عبارت کا ۷
استعمال استحباب کے اندر ہوتا ہے تو حضورؐ کے طرزِ بیان اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صدقہ نافلہ مراد ہے
امام طحاویؒ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور تجزی الصدقۃ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ نار سے بچنے کیلئے کافی ہے ابن تیمیہؒ
منتقی کے اندر فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک اس صدقہ سے نافلہ مراد ہے۔ ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے
اس مسئلہ کے اندر کہ خاوند اپنی بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں۔ یہ نقل کیا ہے کہ صدقہ نہیں دے سکتا حضرت زینب
امرأۃ عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ دوسری عورت جو باب پر کھڑی تھیں ان کا نام بھی حضرت زینب تھا انصار کے قبیلے کی تھیں
اجماع فی مجموعہ تھا ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ اپنی بیوی کو صدقہ نہیں کیا جا سکتا ولا تخبرہ من نحن ایک اشکال
ہوا جب ان عورتوں نے حضرت بلال سے وعدہ لیا تھا کہ ہمارا نام نہ بتلانا تو پھر حضرت بلال نے بتلا کر وعدہ
خلافی کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ ان عورتوں نے تو وعدہ لیا تھا لیکن حضرت بلال نے تو ان سے وعدہ نہیں کیا تھا
ہاں یا نہیں ان کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا جواب۲ ان کا وعدہ اگرچہ تھا لیکن حضورؐ کا امر واجب تھا اور زیادہ
مستحق تعمیل کے اعتبار سے جواب۳ ان عورتوں کا منع جو کیا تھا وہ شرم و حیاء کی وجہ سے کیا تھا۔

1941 **الفصل الثانی عن ابن عباسؓ** (ص۱۷۲/۲۱): اس حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ رجل یسأل باللہ ولا یعطی میں یسأل کو ۲۱
معروف اور مجہول دونوں صیغوں کیساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ مجہول کی صورت میں مطلب ہوگا کہ شر الناس وہ
شخص ہے جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ کے وسیلے کیساتھ اور پھر نہ دے یعنی سوال باوجودیکہ انسان شدید
حالت کے اندر کرتا ہے تو اس شخص نے اس کی حالت پر رحم نہ کھایا اور نیز اللہ تعالیٰ کے نام کا لحاظ بھی نہیں کیا
اور اگر معروف کا صیغہ ہو تو مطلب ہے کہ شر الناس وہ فقیر ہے جو لوگوں سے اللہ کی قسم دے دے کر وسیلہ مانگ
1945 کر لوگوں سے سوال کرتا پھرے **الفصل الثانی عن ابن عباسؓ** (ص۱۷۲/۲۱): اس حدیث کے اندر یہ بیان کیا ۱۷۲/۲
کہ جب آیت کریمہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا الخ نازل ہوئی تب انہوں نے اپنے محبوب باغ بیرحاء کو صدقہ کیا
لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس باغ کے اندر ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ایک
پرندہ پر نماز کے اندر نظر پڑی جس کی وجہ سے نماز کے اندر توجہ ہٹ کر اسکی طرف جھکی تو اس نماز
کے اندر خلل واقع ہوا تو اس بنا پر اسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ دونوں سبب ہو سکتے ہیں نزول آیت بھی انہی ایام کے اندر ہو اور یہ واقعہ بھی جب ہی پیش آیا ہو

مشکوۃ ص۱۷۲/۱۰ باب صدقۃ المرأۃ من مال الزوج (الفصل الاول) ۱۰

بعض مشکوۃ کے نسخوں کے اندر صرف لفظ باب لکھا گیا ہے اسکے بعد عنوان نہیں ہے اور اس صورت میں چونکہ
ماقبل کے باب سے اسکے مضامین جدا گانہ ہیں اس لئے باب تو الگ باندھا لیکن اصل مضمون ایک ہے اسلئے
1947 مستقل عنوان نہیں باندھا اور ہر ایک جگہ اندر یہی حکمت ہے عن عائشہؓ (ص۱۷۲/۱۰): اس حدیث کے اندر ۱۰
عورت کے خرچ کرنے کا شوہر کے مال میں ذکر ہے لیکن اجازت اور عدم اجازت کا ذکر نہیں ہے اور اسکے بعد

نوٹ یہاں الفصل الثانی کا جو بار
نقل ہوا ہے اور حدیث بھی ملا
لکھا ہے ابن عباس کا ہی لکھا
حدیث دس کا ترجمہ
الفصل الثانی ص۱۷۲
عبد الستار

1947 والی حدیث کے اندر بغیر اسکے خرچ کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے لیکن علماء نے بیان کیا کہ بغیر اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور اس قسم کی احادیث کا جواب جن سے جواز معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اہل عرب کی عادت پر موقوف ہیں جو کہ عورتوں کو اپنا تمام مال گھر لاکر رکھ دیتے تھے جواب ۲: ان سے قلیل مال مراد ہے اور مال قلیل کو خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے جواب ۳: شوہر کی رضا پر محمول ہے جواب ۴: ممکن ہے ان کے شوہروں نے صراحۃً اجازت دیدی ہو۔ البتہ غلام کو کسی حالت کے اندر خرچ کرنا بلا اجازت جائز نہیں ہے ۱۴۲/۱۰

1950 **عن عائشة** ص ۱۴۲/۱۵: اس حدیث کے اندر رجل سے مراد حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ان کی والدہ کا نام عمرہ ہے اور تصدقت سے مراد کنواں کھودنا ہے جیسا کہ ثانی کے اندر اسی مضمون کی حدیث خود حضرت سعد بن عبادہ کی حدیث کے اندر گذرا ہے واللہ اعلم ۱۵

باب من لا یعود فی الصدقة ص ۱۴۲/۲۵ (الفصل الاول) ۲۵

1954 **عن عمر بن الخطاب** ص ۱۴۲/۲۶: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے چنانچہ اہل ظواہر کے یہاں یہی مذہب ہے امام اعظم حسن بصری کا ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے مع الکراہت اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی اور بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے

1955 **عن بریدة** ص ۱۴۳/۲: عبادات مالیہ محضہ اور عبادات مرکبہ من البدنی والمالی کے اندر نیابت جائز ہے اور عبادات بدنیہ محضہ کے اندر جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب ہے الصوم سے مراد ہے کہ کھانا کھلا کر ادا کرے۔ امام احمد ظاہر حدیث پر عامل ہیں ۱۴۳/۲

کتاب الصوم ص ۱۴۳/۴ ۴

عبادات بعض مالیہ محضہ ہیں جیسے زکوۃ۔ بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز، روزہ اور بعض مرکب ہیں جیسے حج تو اب قاعدہ کے مطابق مصنف کو چاہیے تھا کتاب الصلوۃ کے بعد کتاب الصوم کو ذکر کرتے تاکہ تمام عبادات بدنیہ محضہ ایک طرف ہو جاتیں اسکے بعد زکوۃ کا ذکر ہونا چاہیے تھا تاکہ تمام عبادات مالیہ محضہ ایک طرف رہے لیکن قرآن و حدیث کے اندر صلوۃ کے بعد زکوۃ کا ذکر ہے تو مصنف نے ان دونوں کا اقتدا کرتے ہوئے زکوۃ کو ذکر کیا اور اسکے بعد اب صوم کو ذکر فرماتے ہیں۔ صوم کا ثبوت قرآن پاک، احادیث نبویہ اور اجماع امت سب سے ہے قرآن پاک کا ہے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم اس آیت کے اندر کما کتب کے اندر تشبیہ بعض علماء کے نزدیک نفس فرضیت کے اندر ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک رمضان کے روزوں کی تشبیہ ہے چنانچہ سب سے پہلے روزہ یہود پر فرض ہوا لیکن انہوں نے عناد کیا اور یہی تشبیہ کی بنا پر حرف تشبیہ ہے دن کے روزے کو اختیار کیا اور اسکے بعد نصاری پر فرض ہوا ایک مرتبہ رمضان گرمی کے زمانے میں واقع ہوا تو ان لوگوں نے سردی کے اندر روزہ رکھے پھر ایک مرتبہ ان کا کوئی بادشاہ بیمار ہوا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اسکو صحت ہوگئی تو ہم اپنے تیس روزوں پر دس روزوں کی اور زیادتی کریں گے چنانچہ اسکو صحت ہوگئی اور اسکے بعد ایک مرتبہ وہ اور بیمار ہوا انہوں نے سات روزوں کی زیادتی کی اور نذر مانی پھر جب دوسرا بادشاہ آیا تو اس نے حکم سے تین کی اور زیادتی کی اور اب وہ خدا کے حکم کے خلاف بجائے تیس کے پچاس روزے رکھتے ہیں لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ صوم سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر فرض ہوا جب انہوں نے گیہوں شجرہ کھایا اور اسکا اثر ان کے بدن پر تیس یوم تک یہ رہا کہ تمام بدن سیاہ رہا اسکے بعد جب اسکا اثر ختم ہوا تو شکریہ کے اندر تیس یوم کے روزے رکھے حافظ اس روایت کی سند کے متعلق فرماتے ہیں اس میں

۱۴۳/۴ کسی جگہ نہیں پائی۔ اسکی مشروعیت ۲ھ کے اندر ہوئی ماہ شعبان میں۔ اب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی فرض تھا یا نہیں رمضان سے پہلے۔ اکثر شافعیہ کے نزدیک اس سے پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا۔ اکثر حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ فرض تھا حدیث سے بھی صوم کی مشروعیت متعدد جگہ سے ثابت ہوتی ہے بنی الاسلام علی خمس کے اندر بھی ایک ستون صوم ہے ایسے ہی اسکی فرضیت جمہور علماء کا اجماع ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے صوم کے معنی لغت کے اندر الامساک مطلقاً کے ہیں نابغہ ذبیانی کہتا ہے ؎ خیل صیام وخیل غیر صائمۃ تحت العجاج والاخری تعلک اللجما تو صیام سے مراد ممسکین ہیں اور اصطلاح کے اندر کہتے ہیں الامساک عن المفطرات فی ایام مخصوصۃ مع النیۃ

الفصل الاول

۵ **عن ابی ہریرۃ** علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حقیقۃً دروازے کھل جاتے ہیں۔ یا یہ کنایہ ہے کثرت رحمت کے نزول کی طرف اور جہنم کے دروازوں کے بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غضب الٰہی اس زمانہ کے اندر رک جاتا ہے وسلسلت الشیاطین۔ اس پر اشکال وارد ہوا

۶ کہ رمضان کے اندر لوگ گناہ وغیرہ تو کرتے ہیں لہذا شیاطین کے بند ہونے سے کیا فائدہ ہوا اسکا جواب ۱۔ یہ ہے کہ الشیاطین کے اندر الف لام عہد کیلئے ہے یعنی مردۃ الشیاطین جو سرکش اور بڑے

۶ شیطان ہیں ان کو قید کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے شیاطین اپنے کاروبار کے اندر مشغول رہتے ہیں جواب ۲۔ چونکہ پورے سال شیاطین کے وساوس کیساتھ نفس متلبس رہا تو اگر تمام بھی قید ہو جائیں تو نفس اتنا خوگر اور عادی ہو گیا کہ خود اسکے تقاضے سے یہ گناہ ہوتے رہتے ہیں ان کے پیچھے صرف ایک ماہ کیوجہ سے شیطان کی ضرورت نہیں ہے **وعنہ قال** اس حدیث پاک کے اندر اللہ تعالیٰ کا قول

۱۰ نقل کیا گیا فانہ لی یعنی روزہ میرے ہی لئے ہے اس پر اشکال ہوا کہ تمام اعمال اور عبادات اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوتی ہیں لہذا خاص طور سے صوم کے متعلق یہ فرمانا کہ فانہ لی اسکا کیا مطلب ہے چنانچہ اسکے مطلب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ۱۔ صوم چونکہ ایسی عبادت ہے کہ اسکے اندر ریاء نہیں ہو سکتی اور اسکے علاوہ جو اور عبادات ہیں ان کے اندر ریاء متحقق ہو سکتا ہے تو اسلئے خاص طور سے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فانہ لی چنانچہ علامہ مازری۔ ابو عبید۔ حکیم ترمذی وغیرہ نے اسی معنی کو راجح قرار دیا کہ فانہ لی کا مطلب یہ ہے کہ اسکے اندر ریاء نہیں ہوتی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ریاء نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عمل کے اندر کوئی ریاء نہیں ہو سکتی اگرچہ صائم اپنے قول کے اندر ریاء کر سکتا ہے مثلاً یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں لیکن خاص اس عمل کے اندر کوئی ریاء نہیں ہو سکتی ۲۔ ابن عیینہ اسکی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ اسکا ثواب اتنا عظیم ہے کہ میں ہی اسکو ادراک کر سکتا ہوں فرشتوں سے ادا نہیں ہو سکتا چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل کے متعلق ثواب کو عشرہ حسنہ سے لیکر سبعمائۃ تک بتلایا اور جب روزہ کا نمبر آیا تو فرمایا کہ قال اللہ تعالیٰ خود آپ نے اسکے ثواب کی تعیین نہیں کی ۳۔ الصوم لی کے اندر اضافت تکریم و تشریف کیلئے ہے جیسے بیت اللہ ۴۔ صوم میری صفات تنزیہیہ میں سے ہے ۵۔ چونکہ صوم صفات ملائکہ سے ہے اس خصوصیت کی بناء پر استغناء تعلق اللہ رب العزت سے ہے ۶۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے حافظ عسقلانی نے بیان فرمایا کہ اس حدیث کے پچپن سے زیادہ علماء نے مطالب بیان کئے ہیں ۵۵

تعلیق الصبیح 1956

1959

[illegible]

۱۶۳/۱۲ للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ فطر سے مراد فطر عید کا دن جو ہوتا ہے وہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور روزانہ فطر بھی 1959
مراد ہو سکتا ہے اور یہی احتمال اصح ہے اب یہ فرحۃ اور خوشی کا سبب کیا ہے ملا علی قاری اور نواب قطب الدین
فرماتے ہیں ۱ :- اللہ تعالی کی ذمہ داری سے بخیر و خوبی نکلنا ہے ۲ :- صفات ملکیہ اسکے اندر آجاتی ہیں ۔
۳ :- ادنی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کھانے وغیرہ کے اشیاء سے خوشی ہوتی ہے ولخلوف فم الصائم الخ صائم کی منہ
۱۲۰ کی جو حنفیہ کے نزدیک خلو معدہ کی وجہ سے اور شافعیہ کے نزدیک دانتوں کی وجہ سے ہوتی ہے اللہ تعالی کو مشک
کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اسمیں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ یہ خوشبو دنیا کے اندر ہوتی ہے یا آخرت کے
اندر ہوگی دونوں ہی قول ہیں اشکال وارد ہوا خوشبو اور بدبو کا احساس خواص حیوان میں سے ہے لہذا
اسکا احساس کی نسبت خداوند قدوس کی طرف کیسے صحیح ہے جواب ۱ :- قدر و قیمت کے اعتبار سے اللہ تعالی
کے نزدیک مشک سے زیادہ اسکے منہ کی خوشبو پیاری ہوتی ہے جواب ۲ :- ثواب کے اعتبار سے اللہ تعالی کے
نزدیک وہ خوشبو پیاری ہوتی یعنی آدمی اگر خوشبو وغیرہ ملے گا بایں طور کہ اس نیت سے لگائے تاکہ اسکو لوگ سونگھیں
تو ان کو راحت ہوگی اور مجھے ثواب ملیگا تو اس ثواب سے کہیں بڑھا ہوا ثواب اس روزہ دار کی خوشبو
کے اندر ہے یہ جواب علامہ نووی نے بیان کیا جواب ۳ :- دونوں کے اندر تقابل مقصود نہیں بلکہ مطلق ثواب کو بیان
کرنا مقصود ہے الصیام جنۃ علامہ طحاوی نواب قطب الدین نے بیان کیا ۱ شہوات اور آثام سے ڈھال ہے
(۲) جہنم اور اسکے عذاب سے ڈھال ہے (۳) عیوب سے ڈھال ہے جب کوئی اسکے قاتلہ الخ
تو یہ کہدے انی امرؤ صائم یعنی زبان سے کہدے یا جی میں اللہ کی ذمہ داری کے اندر ہوں مجھے قتال سے
کوئی فائدہ نہیں یا قلب کے اندر کہے یعنی اسپر غمگین ہو اور خاموش رہے

الفصل الثالث

۲۰ عن عبد اللہ بن عمرو الصیام والقرآن یشفعان للعبد علامہ نووی فرماتے ہیں کہ زبان حال اور زبان قال دونوں سے 1963
شفاعت کرنے کا احتمال ہے پھر اسکے اندر اختلاف ہے القرآن سے کیا مراد ہے (۱) قرآن سے قراءۃ قرآن مراد ہے
(۲) علامہ طیبی فرماتے ہیں الصلوۃ باللیل مراد ہے اور جو لوگ عموم مجاز کے قائل ہیں وہ دونوں معنی الحدیث میں
۲۴ عن سلمان الفارسی قد اظلکم بعض روایت کے اندر بالطاء المہملۃ واقع ہوا اور معنی دونوں کا ایک ہی 1965
قرب بیان کرنا مقصود ہے وہو شہر الصبر یعنی اس مہینہ کے اندر انسان اپنی شہوات کو روکتا ہے دوسرا
احتمال یہ بھی ہے کہ آدمی کو گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے اس مہینہ کے اندر صبر کرنا چاہیے ویزاد فیہ الرزق
۲۷ اس کا یا تو مراد مطلق برکۃ ہے یا حقیقۃ زیادتی ہوتی ہے اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ وآخرہ عتق من النار
۱۶۴/۲ سبب یہ ہے بندہ جب اس مہینہ کے اندر عبادت کریگا تو اللہ تعالی کی رحمت اسپر متوجہ ہوگی اور رحمت کے بعد
انسان کی مغفرۃ کا نمبر ہے اور جب مغفرۃ متحقق ہوگی تو عتق من النار یقینا متحقق ہوگا ۔
۵ عن ابن عباس اطلق کل اسیر اسیر اشکال ہوا بہت سے قیدی حقوق العباد کی وجہ سے گرفتار 1966
ہوتے ہیں لہذا حضور ان کو کیسے چھوڑ دیتے تھے جواب ۱ :- اسیر سے مراد وہ ہیں جو حقوق اللہ کے
اندر قید ہوئے ہوں جواب ۲ :- اگر حقوق العباد والے قیدی مراد ہیں تو حضور ان حقوق والوں کو ادا
کر دیتے ہونگے جواب ۳ :- غالبا اسکے قیدی وہ لوگ ہوتے تھے جو جہاد سے قید ہو کر آتے تھے اور ان کے
بارے میں خود اللہ تعالی فرماتے ہیں فاما منا بعد واما فداء اور یہ آیت حضور کے انتقال کے بعد منسوخ ہوئی ہے

1966 واعطی کل سائل اس پر بھی اشکال ہے کہ رمضان کی کیا خصوصیت آپ ہمیشہ ہر فقیر کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے اسکا جواب ۱۷۴/۶
ہے کہ معتاد سے کہیں زیادہ دیتے تھے

باب رؤیۃ الھلال (الفصل الاول) ۱۱

1969 عن ابن عمرؓ :- لا تصوموا حتی تروا - رویت سے مراد ثبوت رویت ہے اسکے شاھد کے اندر اختلاف ہے امام مالک کے ۱۱
نزدیک ھلال رمضان کیلئے دو شاھد کا ہونا ضروری ہے باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک شاھد کافی ہے
ھلال عید کے اندر بعض کے نزدیک ایک شاھد کافی ہے جمہور کے نزدیک دو کا ہونا ضروری ہے امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اگر مطلع صاف نہیں ہے تو دو شاھد کافی ہیں لیکن اگر مطلع صاف ہے تو پھر اتنے متعدد
شاھد لوگوں کی گواہی ضروری ہے - فان غم علیکم فاقدروا لہ جمہور اسکا مطلب بیان کرتے ہیں کہ اگر بادل وغیرہ ۱۲
ہو تو تم لوگ حساب وغیرہ لگالو - حنابلہ بیان کرتے ہیں کہ فاقدروا قدر بمعنی الضیق سے مشتق ہے اور مطلب
یہ ہے کہ تنگی کرو یعنی شعبان کے مہینہ کو انتیس ۲۹ یوم کا قرار دو کر تیس شعبان کا روزہ رکھو تیسرا مطلب
امام ابن سریج سے منقول ہے کہ منازل قمر اور منازل نجوم کے ذریعہ حساب لگاؤ - یوم الشک کے اندر بھی ائمہ کا
اختلاف ہے حنابلہ فرماتے ہیں کہ مطلع اگر صاف ہے اور چاند نظر نہیں آیا تو یہ یوم الشک ہے اور اگر
مطلع صاف نہیں تھا تو تیس دن کے اندر روزہ رکھنا ضروری ہے جمہور کے نزدیک تیس ۳۰ شعبان یوم الشک
ہے اسکے اندر روزہ رکھنا مکروہ ہے - اگلی حدیث کے اندر الشھر تسع وعشرون لیلۃ پر اشکال ہوا
کہ حضورؐ نے اسکو متعین طور پر کیسے فرمایا جبکہ مہینہ کبھی ثلثون کا کامل ہوتا ہے؟ جواب ۱ :- لفظ قد یکون یہاں
محذوف ہے جواب ۲ :- آپ نے کسی معین مہینہ کیلئے یہ فرمایا ہوگا جواب ۳ :- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انتیس ۲۹ کا
مہینہ ہو جاتا ہے جواب ۴ :- ابن العربی فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے
اور کبھی تیس ۳۰ دن کا لہذا تم احتیاطاً نہ تو پورے تیس دن کا روزہ رکھو اور نہ یہ کہ تخفیفاً صرف انتیس ۲۹
1971 ہی روزے رکھو بلکہ تم لوگ پہلے حساب لگا لیا کرو **عن ابن عمرؓ** :- انا امۃ امیۃ - امیۃ یہ منسوب ہے ۱۴
ام العرب کی طرف چونکہ وہ لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہم لوگ
پڑھنا لکھنا نہیں جانتے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ منسوب ہے ام کی طرف کہ وہ اکثر پڑھی لکھی نہیں ہوتی بعض کے
1972 نزدیک یہ ام القری کی طرف منسوب ہے کہ وہاں کے لوگ بے لکھے پڑھے ہوتے تھے واللہ اعلم **عن ابی بکرۃ** ۱۶
اس حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ شھرا عید لا ینقصان یعنی عید کے دونوں مہینے رمضان اور ذوالحجہ کم نہیں ہوتے لیکن ۱۷
اس پر اشکال وارد ہوا ہے کہ کبھی دونوں کم ہو جاتے ہیں لہذا یہ حدیث خلاف واقع اور خلاف محسوس ہے پہلا
جواب ۱ :- یہ ہے کہ ثواب کے اعتبار سے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے یعنی ثواب تیس ۳۰ دن کا ہے چاہے انتیس
دن کا ہی ہوگا جواب ۲ :- یہ ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں مہینے ایک ہی سال کے اندر
ایک ساتھ کم ہو جائیں امام احمد نے اسکو بیان کیا بخاری کے بعض نسخوں میں امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان
بیان کیا گیا ابوبکر بزار کا بھی یہی قول ہے جواب ۳ :- اکثر یہ دونوں مہینے کم نہیں ہوتے جواب ۴ :- اس کا
وہ سال مراد ہے جس سال آپ نے یہ فرمایا تھا امام الحرمین کا قول ہے جواب ۵ :- امام بیہقی اور امام طحاوی
فرماتے ہیں کہ باعتبار احکام کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے اسکے علاوہ اور بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں

1973 **عن ابی ھریرۃ** ۔ لا یتقدمن احدکم الخ تقدیم صوم کی آپ نے ممانعت کر دی (۱) اس وجہ سے کہ صوم نفل و فرض کے اندر اشتباہ نہ ہو (۲) تاکہ آدمی کے اندر رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت رہے چنانچہ آپ کے متعلق بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ آپ نصف ماہ کے بعد روزہ رکھنا ترک کر دیتے تھے ۔ اب ایک اشکال وارد ہوگا کہ بعض روایات کے اندر یہ وارد ہوا کہ آپ پورے ماہ شعبان کا روزہ رکھتے تھے بعض کے اندر ہے کہ اکثر کا اور بعض کے اندر ہے کہ علاوہ اور بہرحال جب آپ روزہ رکھتے تھے تو دوسروں کو آپ نے کیوں منع فرمایا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی جواب ۔ اب ان روایات مختلفہ کے متعلق ابن المبارک فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے کل کا روزہ معلوم ہوتا ہے وہ اکثر پر محمول ہے علامہ طیبی اس جواب پر راضی نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ کبھی پورے مہینے کا اور کبھی اکثر کا رکھتے تھے علامہ عینی نے اس جواب کو راجح قرار دیا اور حافظ نے ابن المبارک کے جواب کو پسند فرمایا بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ احادیث جن کے اندر کل کا ذکر ہے منسوخ ہیں پہلے آپ کل مہینے کا روزہ رکھتے تھے اور بعد میں اکثر کا رکھنے لگے اور اس ماہ کے اندر روزہ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ عبادت کا تسلسل رمضان کی عبادت کے ساتھ ہو جائے جو کہ موجب زیادتی ثواب ہے ۔ آپ کی ازواج ہمیشہ آپ کے کام کے اندر مشغول رہتی تھیں اپنے حیض کے ایام کے روزوں کو پورا نہیں کر سکتی تھیں تو وہ اس ماہ کے اندر قضا کرتی تھیں تو حضور بھی رکھتے تھے ١٧٤ / ١٧

1981 **الفصل الثالث عن ابی البختری** اس حدیث پاک کے اندر دو ٹکڑے ہیں اول حصہ سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت ابن عباس کے بطن نخلہ کے اندر خود ملے اور ثانی حصہ سے معلوم ہوا کہ خود تو ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے ایک آدمی کو سوال کیلئے بطن نخلہ بھیجا ۔ شیخ ابن حجر مکی دونوں کے اندر تطبیق اس طرح دی کہ حضرت ابن عباس بطن نخلہ کے اندر تھے اور یہ لوگ ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے چاند دیکھا اور ایک آدمی کو بھیجا اور پھر خود بھی بعد میں بطن نخلہ آ گئے تاکہ خود جا کر تحقیق کریں فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث الخ علماء نے بیان کیا کہ چاند کے متعلق یہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ ایک رات کا یا دو رات کا معلوم ہوتا ہے بس جس دن دیکھا گیا اسی دن کا کہنا چاہئے حدیث پاک کے اندر آتا ہے طبرانی کی ایک روایت ہے کہ ان من اشراط الساعۃ انتفاخ الاھلۃ ١٧٥ / ٢

باب الفصل الاول

1983 **عن انس** ۔ تسحروا ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ امر ندب کیلئے ہے بالاجماع ۔ اہل کتاب کے یہاں بھی سحری کھائی جاتی تھی لیکن ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سونے کے بعد کھانا جائز نہیں مشروع اسلام کے اندر ہمارے یہاں بھی یہی تھا کہ اگر آدھی رات کو سو جائے تو اس کے بعد سحری کھانا جائز نہیں لیکن اب یہ منسوخ ہو گیا اور حضور نے فرمایا کہ سحر کے اندر کھانا کھایا کرو تاکہ ہمارے درمیان اور اہل کتاب کے یہ فرق باقی رہے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث کے اندر حضرت عمرو بن العاص والی روایت میں اس کا ذکر موجود ہے ٧ / ٨

1984 **عن سھل** اس حدیث سے تعجیل افطار کی تاکید معلوم ہوئی چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تعجیل افضل اور تاخیر مکروہ ہے ۔ البتہ حضرت عثمان اور حضرت عمر کے متعلق روایات کے اندر آتا ہے کہ وہ لوگ نماز مغرب کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے اس کے اندر روایات مختلف ہیں ابن ابی شیبہ کی روایت کے اندر قبل الصلوۃ کا ذکر ہے اور بعض کے اندر بعد الصلوۃ کا ذکر ہے لہذا جواب یہ ہوگا کہ افطار نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے وغیرہ کے ذریعہ افطار نہیں کرتے تھے بلکہ چونکہ وہ لوگ مسجد کے اندر رہتے تھے ایک پانی کے گھونٹ سے افطار کر لیا کرتے اور نماز کے بعد اگر کھانا کھاتے تھے ١٠

1985 **عن عمر** ۔ فقد افطر الصائم اس کے چند مطلب بیان کئے گئے ہیں (۱) مفطر ہو گیا خواہ وہ اب افطار کرے یا نہ کرے (۲) غروب کے بعد وہ وقت ١٠

1986 ازواج کے اندر داخل ہو گیا۔ علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اکثر معنی میں غلطی کرتے ہیں۔ عن ابی ہریرۃ نہی رسول اللہ
کے اندر صوم وصال سے نہی معلوم ہوا۔ حضرت ابن زبیر۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ لوگ
پانچ پانچ دن تک صوم وصال رکھتے تھے۔ صوم وصال کہتے ہیں کہ آدمی روزے رکھے بغیر افطار کئے حتی کہ
افطار دن آجاتا ہے۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے امام احمد اسحاق بن ابراہیم و ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ
سحر سے سحر تک وصال جائز ہے یہی بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے
اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام احمد وغیرہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث سے جو بخاری کے اندر ہے
او واصل من السحر الی السحر سے استدلال کرتے ہیں جمہور ان احادیث کا جواب دیتے ہیں کہ صحابہ سے وصال ثابت ہے یہ
جواب دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام لوگوں کے ساتھ شفقت تھی اس وجہ سے نکیر نہیں فرمائی۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ حضور ﷺ نے
صوم وصال سے جو منع فرمایا ہے یہ ایک رحمت و شفقت کی وجہ سے تھا لہٰذا اگر کسی کے اندر قوت و طاقت ہو
اس کے لئے اجازت ہے۔ چونکہ اس صوم وصال کے اندر تاخیر افطار ہے اور اس صورت میں اہل کتاب
کے ساتھ تشبہ لازم آتی تھی اس لئے منع فرما دیا۔ انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی اس میں اشکال ہے کہ جب حضور ١٢
کھاتے پیتے تھے تو پھر آپ کا صوم وصال کہاں رہا۔ جواب ١ یہ کھانا جنت کا ہوتا تھا اور جنت کے احکام وہ نہیں ہیں
جو دنیا کے کھانے کے ہیں۔ جواب ٢ حضور کے حق میں یہ ہے کہ آپ کا صوم وصال کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا
جواب ٣ اس سے حقیقۃً کھانا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کا اثر شکم سیری پیدا کر دیتے ہیں۔ جواب ٤ اس سے
وہ روحانی غذا مراد ہے جو خواب کے اندر ہوا کرتی ہے۔ جواب ٥ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قوت نصیب کرتے ہیں

1987 **الفصل الثانی عن حفصۃ** من لم یجمع الصیام اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ نیت کب ١٢
ضروری ہے امام مالک، لیث بن سعد، امام مزنی، جابر بن زید فرماتے ہیں کہ صوم نفل ہو یا فرض دونوں کے لئے رات سے
نیت ضروری ہے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک فرض روزہ کے لئے رات سے ضروری ہے اور نفل کے لئے دن کی
نیت بھی معتبر ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ روزہ دو حال سے خالی نہیں یا تو فرض اور واجب ہوگا یا نہیں اگر
ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یوم متعین کا ہوگا یا نہیں اگر یوم متعین کا فرض روزہ ہے تو دن کی بھی نیت کافی
ہے اور اگر غیر متعین یوم کا ہے تو رات سے نیت ضروری ہے اور نفل کے اندر دن کی بھی نیت کافی ہے
مالکیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فجر سے پہلے روزہ کا عزم نہ کرے اس کا
روزہ نہیں۔ امام شافعی کا استدلال حضرت عائشہ کی روایت ہے جو مسلم کے اندر ہے کہ آپ ﷺ صبح کو آکر پوچھتے
کہ کھانے کی کوئی چیز ہے اگر وہ انکار کر دیتیں تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے انی اذا لصائم۔ احناف کے نزدیک احادیث
دونوں قسم کی وارد ہیں لہٰذا تطبیق کا مسئلہ اہم ہے پس جن روایات میں رات سے نیت کا ذکر
نہیں وہ نفلی روزہ پر محمول ہوں گی اور جس میں ذکر ہے جیسے یہ حضرت حفصہ کی حدیث تو یہ صوم فرض پر
محمول ہے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے دن فرمایا کہ جس نے کھانا نہیں کھایا وہ
روزہ رکھ لے اور جس نے کھا لیا وہ بھی شام تک نہ کھائے۔ معلوم ہوا کہ یہ روزہ فرض ہے جبکہ صوم عاشوراء فرض تھا اور
پھر اس کے لئے بھی دن میں نیت کافی ہے اور یوم عاشوراء کی فرضیت اگرچہ منسوخ ہو گئی۔ لازم نہیں آتا کہ
دوسرے احکام بھی منسوخ ہو گئے اور لہٰذا غیر متعین کے اندر رات کی نیت ضروری ہوتی ہے کیونکہ

اسی میں روزہ دار طعام اور روزہ دونوں کا احتمال ہے سو تعین نہیں ہو سکتی اس لیے منسوخ دونوں ہیں ۱۲ ۱۷۵/۱۲

1988 عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت بھی کھا سکتا ہے اس کا جواب۱ یہ ہے کہ یہاں اذان ۱۷۵/۱۶
سے اذان صبح مراد نہیں بلکہ اس باب سے انوار مشرق احکام بیان کئے گئے ہیں اسی وجہ سے مسلم اللیلۃ اور
میں فرماتے ہیں کہ انا منہ مراد ہے جواب۲ اس سے مراد مغرب کی اذان ہے یعنی روزہ دار کو چاہئے کہ
اذان ہو جانے کے بعد بھی ایسا کرنا چاہیے کہ تیار ہو کر نماز کو روک دے تاکہ نماز میں خشوع خضوع حاصل ہو
جواب۳ نداء سے مراد حضرت بلال کی نداء ہے یعنی حضرت بلال سحری کے وقت چونکہ اذان دیتے تھے تو اس کے
متعلق آپ نے فرمایا کہ آپ کی اذان سے وقت ختم نہیں ہوتا لہذا اپنی حاجت پوری کر لینی چاہئے ۱۲

باب تنزیہ الصوم (الفصل الاول) ۱۷۶/۶

2000 عن عائشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صائم کو بوسہ لینا مفسد صوم نہیں لیکن اس مسئلہ میں ۸
اختلاف ہے حضرت ابن مسعودؓ سعید بن المسیب ابن قتیبہ کے نزدیک تقبیل بحالت صوم مفسد صوم ہے
امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے مطلقاً خواہ شیخ ہو یا شاب ہو اسی طرح روزہ خواہ نفل ہو یا فرض (یہ
امام مالکؒ کی دوسری روایت) امام شافعی اور سفیان ثوری کا مذہب یہ ہے کہ شاب کو بوسہ لینا جائز نہیں
شیخ کو بوسہ لینا جائز ہے بعض علماء کے نزدیک فرض کے اندر مکروہ اور غیر فرض کے اندر جائز ہے یہ بھی
مالکیہ کی ایک روایت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر شہوت کا خوف ہے تو حرام ہے اور اگر خوف نہ ہو
تو ترک اولی ہے امام مالکؒ کی بھی یہی روایت ہے بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے یعنی
2001 شاب اور شیخ دونوں کو بوسہ لینا جائز ہے ۱۲ عنھا اس مسئلہ کے اندر سلف میں اختلاف ۹
2004 رہا ہے کہ جنب کا روزہ درست ہے یا نہیں اب تمام کا اتفاق ہے کہ روزہ باقی رہتا ہے عنہ قال ~~۱۲~~ ۱۲
اس حدیث کے اندر ھلکت سے مراد سلمہ بن صخر بیاضی ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ۱۳
جماع کرے روزہ کے اندر تو کفارہ واجب ہے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے شعبی قتادہ نخعی کہتے ہیں کہ
کفارہ واجب نہیں نیز اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر صائم کوئی چیز کھا پی لے تو کفارہ
واجب ہے یا نہیں حنابلہ شافعیہ کے یہاں واجب نہیں مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں واجب ہے شافعیہ
کہتے ہیں کہ اس حدیث میں وقوع جماع ہی کا ذکر ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوئی کہ
جیسے کفارہ میں رقبہ دینا اولی ہے رقبہ کے اندر امام شافعی کے نزدیک مومن ہونا ضروری ہے
حنفیہ کے نزدیک مومن ہونا اولی ہے ضروری نہیں نیز روزہ پے درپے رکھنا ضروری ہیں اگر کفارہ
ہو تو اس کے اندر تتابع ائمہ اربعہ کے نزدیک شرط ہے ابن ابی لیلی کے نزدیک ضروری نہیں
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفارات میں ترتیب ہے یہی امام محمد امام شافعی امام احمد کا مذہب
ہے امام مالکؒ کے نزدیک تخییر ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق فیہ تمر لابتیھا یرید الحرۃ ۱۴
سے مقام مراد ہے یعنی اس لابتیھا کا نام فروہ بن عمرو بیاضی ہے آگے چل کر حدیث سے معلوم ہوا
کہ حضور نے اس کفارہ کو دینے کی اہل و عیال پر دینے کی اجازت دیدی تھی کہ
خرچ کر لے اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ یہ کیا شخص کے ساتھ خاص تھا

۱۷۶/۱۶
2004 یہی حکم ہے یا وہ اسی اعرابی کی خصوصیت ہے شعبی فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں اللہ سے استغفار
کرنا بس یہی اس کا کفارہ ہے جمہور کے نزدیک ہر صورت میں کفارہ واجب ہے اور یہ حدیث واقعہ
اعرابی پر محمول کیا گیا خاص ہے حافظ نے لکھا ہے یہی امام محمد اور سفیان ثوری کا مذہب ہے کہ استغفار ہے
بعض شافعیہ بعض مالکیہ اور بعض حنابلہ کا اور امام زہری کا یہی قول ہے دوسرا جواب اس حدیث کا
یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ ان پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے
مستقل کفارہ کے متعلق حدیث ساکت ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی یہ خصوصیت تھی اور اس کو
2005 اپنے گھر والوں کو رخصت دے کر کھلانا یہ ہے اس کا کفارہ اور اس پر واجب رہا **الفصل الثانی عن عائشة** ۱۹
بعض لفظ اتنا میرا یاد ہی ثابت نہیں اور محمد ابن دینار کا جی اس کے ساتھ منفرد ہیں حافظ کہتے ہیں کہ
اگر ثابت ہو جائے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ فرمایا کہ لوگ دیتے تھے **عن معدان بن طلحة**
اس حدیث سے معلوم ہوتا قے بلا اختیار ناقض صوم ہے حالانکہ اس سے پہلی حدیث کے اندر وارد ہے
2009 اچانک قئی مفطر الصوم ہے جواب اس حدیث کے اندر قاء استقاء کے معنی میں ہے **عن عامر**
بن ربیعة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صائم کو ہر وقت مسواک جائز ہے حنفیہ کے نزدیک مطلقاً مسواک ۲۵
جائز ہے امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے مستحب اور بعد الزوال مکروہ ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں
کہ عصر سے پہلے تک جائز اور بعد العصر مکروہ ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ صوم فرض کے اندر مکروہ ہے
اور صوم نفل کے اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ رطب مکروہ ہے اور یابس جائز ہے علامہ
احمد کی دوسری روایت اسحق ابن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ بعد الزوال یابس اور رطب دونوں مکروہ
ہیں اور رطب قبل الزوال بھی مکروہ ہے امام شافعی لخلوف فم الصائم اطیب عند الله سے استدلال کرتے ہیں ہمارا
احناف نے جواب دیا کہ اس خلوف کا تعلق معدہ سے ہے دانت سے نہیں چنانچہ ایک حدیث کے اندر آتا
ہے من خیر خلال الصائم السواک اسی وجہ سے امام مزنی شافعی کا بھی ہمارا مذہب ہے **عن شداد**
2012 **بن اوس** اتی رجلا بالبقیع مسند احمد سے معلوم ہوا کہ معقل ابن سنان ہیں علامہ عینی نے ۱۷۷/۲
بیان کیا کہ معقل ابن یسار ہیں افطر الحاجم والمحجوم الخ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حجامة مفسد صوم ۳
ہے یا نہیں امام احمد اسحاق بن راہویہ اوزاعی عطاء ابن رباح کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائیگا
جمہور ائمہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا امام احمد اسحاق وغیرہ کے نزدیک اس پر قضا واجب ہوگی عطاء کہتے
ہیں کہ قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے
ہیں کہ روزہ فاسد نہ ہوگا وہ لوگ آنے والی دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث کا
جواب ۱ دیتے ہیں کہ افطر کے معنی ہیں قرب الافطار یعنی محجوم حجامت کے بعد اتنا کمزور اور ضعیف ہو
جاتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ اپنا روزہ افطار کرلے اور حاجم کیلئے ہو سکتا ہے کہ خون کا کوئی جز
خون حلق کے اندر چلا جائے جواب ۲ افطر فلان فی وقت الافطار جیسے اصبح دخل فی وقت
الصبح جواب ۳ خاص ان دونوں شخصوں کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کیونکہ وہ دونوں غیبت کے
اندر مشغول تھے جواب ۴ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی پہلے باب کی

کی چوتھی حدیث ابن عباسؓ کی گذری حضورؐ نے تحقیق ۱۸ رمضان حجۃ الوداع کے اندر احرام کی حالت میں حجامت کرائی اگرچہ ۱۷۷/۳
فرماتے ہیں یہ واحتجم وہو صائم ۔

باب صوم المسافر (الفصل الاول) ۱۶

2019 عن عائشہؓ ۔ اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ مسافر اپنی سفر کی حالت کے اندر روزہ رکھے یا نہیں نیز ۱۶
رکھنے کی صورت میں فرض سے کافی ہوگا یا نہیں ۔ حضرت عمرؓ ابن عمرؓ ابن عباسؓ ۔ ابو ہریرہؓ ۔ نخعی شعبی ظاہریہ
سے منقول ہے کہ سفر کی حالت میں اگر رکھ لیا تو کافی نہیں ہوگا اور بعد اقامت قضا واجب ہوگی
علامہ ابن جریر طبری اور حافظ نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ اگر صوم رمضان اگر شاق ہو تو نفسا اس کو اپنی
ہلاکت کا خوف ہو تو ناجائز اور ناکافی ہوگا ۔ جمہور کے نزدیک روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں
البتہ امام احمدؒ کے نزدیک افطار افضل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صوم افضل ہے ۔ ابن عباسؓ مجاہد
سے دونوں ہے اختیار ہے ۔ حضرت قتادہؒ ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اور مجاہدؒ سے روایت ہے ایسرھما افضلھما

2021 عن جابرؓ ۔ لیس من البر الصوم فی السفر الخ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جن کے نزدیک ۱۹
سفر میں روزہ ناجائز اور ناکافی ہے ۔ ابن خزیمہ ۔ ابن جریر طبری نے اس حدیث کا جواب دیا کہ یہ ایسے
شخص پر محمول ہے جس پر کہ عبادت کی خرابی کی وجہ سے سایہ کیا گیا کیونکہ اس کے اندر روزہ سے اس کو مشقت ہے
اسلئے آپؐ نے فرمادیا امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو رخصت کو قبول نہ کرے
امام طحاویؒ فرماتے ہیں لیس من البر سے مراد لیس من البر الکامل ہے اور اس شخص کا نام جس پر لوگوں نے سایہ کر
رکھا تھا ابو اسرائیل ہے

2022 عن انسؓ ۔ ذہب المفطرون اس حدیث سے بھی بعض نے عدم جواز صوم فی السفر ۲۲
پر استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے جہاد کے موقعہ پر فرمایا تھا چونکہ اس موقعہ پر مفطر
لوگ ہی جہاد کے اندر مشغول ہو رہے تھے اسلئے فرمایا کہ ذہب المفطرون اور جو لوگ روزہ دار ۲۴
تھے وہ ضعف کی وجہ سے رہ گئے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے تو گویا اس دن کی خصوصیت کی وجہ سے فرمایا

2023 عن ابن عباسؓ ۔ مکہ کی طرف آپؐ ۸ھ رمضان کو غزوہ فتح کیلئے تشریف لے گئے فرفعہ الی یدہ ۲۴
حافظ نے اندر تمام نسخوں میں الی یدہ ہی ہے اس جملہ کے اندر توجیہ کی ہے کہ مبالغۃ فی الرفع مقصود ہے
ہاتھوں تک اٹھایا تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں ۔ حافظ فرماتے ہیں کہ مسدد سے ابو داؤد نے اس
روایت کو نقل کیا ہے اور اس کے اندر ہے الی فیہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو غلط واقع ہوا اصل
میں فیہ تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رمضان قیام کی حالت میں آئے اور پھر سفر کی ضرورت پیش ۲۶
آئے تو بھی افطار کر سکتا ہے جیسے کہ حضرت علیؓ ۔ حضرت عائشہؓ عبیدہ سلمانی سے منقول ہے کہ ایسے شخص
کو افطار جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک فرماتا ہے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ اور اس شخص کو بھی شہود
شہر ہوا ہے ۔ جمہور کے نزدیک افطار جائز ہے اور یہی حدیث مستدل ہے اور آیت شریفہ کا جواب
یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب مقیماً ہو ۔ الا اذا مسافر تو معلوم ہوا حدیث

2025 **الفصل الثانی** عن انس بن مالکؓ ان اللہ ۱۷۸/۱
وضع عن المرضع والحبلی اس مسئلے کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ یا عورت کو خوف ہو تو افطار ۲۰
جائز ہے لیکن افطار کے بعد اس پر کیا چیز واجب ہے اس کے اندر اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ کے

2025 کے نزدیک فدیہ واجب ہے حضرت امام حسن بصری ابراہیم نخعی زہری فرماتے ہیں کہ قضاء واجب ہے۔ امام شافعی کا ۱۷۸ / ۲
صحیح قول اور امام احمد کے نزدیک فدیہ کے ساتھ قضاء بھی واجب ہے لیث بن سعد کے نزدیک مرضعہ پر
فدیہ واجب ہے کیونکہ وہ دوسرے کو دودھ پلاتی ہے اور حامل پر فدیہ واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس
نے اپنے مسلک پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب قضاء کے اندر مناسبت ہے

2027 **الفصل الثالث عن جابر** :- اس حدیث سے بھی عدم جواز والوں نے استدلال کیا کہ آپ نے ۴
سفر کے اندر روزہ رکھنے والوں کو عصاۃ کہا۔ جواز والوں کی طرف سے جواب یہ ہے کہ پہلے حضور نے رخصت پر
عمل کیا اور عزیمت صوم کے اندر ہے لہذا اب لوگ عزیمت پر عمل کریں لیکن چونکہ انہوں نے حضور کے فعل کی
2028 مخالفت کی اس وجہ سے آپ نے فرمایا اولئک العصاۃ الخ **عن عبد الرحمان بن عوف** اس حدیث سے ۷
معلوم ہوا جیسے حضر کے اندر افطار کرنے والا گناہگار ہوتا ہے ایسے ہی سفر کے اندر روزہ رکھنے والا
گناہگار ہوتا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے لہذا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں جواب ۲ یہ حدیث
اس شخص پر محمول ہے جو صوم کی قدرت نہ رکھے جواب ۳ یہ حدیث ایسے شخص پر محمول ہے جو رخصت کا انکار کرے

باب القضاء (الفصل الاول) ۹

2030 **عن عائشہ** :- حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ امور خانہ داری اور ضروریات ۱۰
اصلیہ کی وجہ سے مجھے موقعہ نہیں ملا کرتا تھا کہ میں اپنے ان روزوں کی قضاء کروں جو حیض اور دوسرے
اعذار کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے لہذا ان کی قضاء میں شعبان کے اندر کرتی تھی اور حضور بھی اس
2033 ماہ کے اندر کثرت سے روزہ رکھتے تھے اسلئے میں بھی پورا کرلیتی تھی **عن عائشۃ** :- من مات وعلیہ الخ ۱۴
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس پر روزے واجب ہوں تو اسکے ولی کو چاہیئے کہ وہ ادا کرے
مرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ روزے پر قادر تھا مثلاً بیماری کے بعد چند دن صحت کی حالت
میں گذارے یا قضاء پر قادر نہیں تھا اگر قضاء ممکن نہیں تھی تو قتادہ و طاؤس کے نزدیک بقول ابن عمر
فدیہ دینا ضروری ہے اور بقول ملا علی قاری کے فدیہ اور قضاء میں سے ایک واجب ہے اور اگر صوم کی قضاء ممکن
تھی تو اس کے اندر علماء کے مختلف مذاہب ہیں ابو ثور شافعی امام احمد کا ایک قول اور ابن حزم کے نزدیک
ولی اسکے روزے کی قضاء کرے۔ اسحاق بن راہویہ امام احمد کے نزدیک اگر اس پر نذر کا روزہ واجب ہے
تو ولی اس کی قضاء کرے اسکے علاوہ کسی صوم کی قضاء ولی پر نہیں ہے۔ امام صاحب۔ امام مالک امام شافعی کے
نزدیک اس پر کسی صوم کی قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ واجب ہے۔ ابن حزم نے اسی حدیث سے استدلال کیا۔
امام احمد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر روزے سے نذر کا روزہ مراد ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر نذر کی
تصریح ہے۔ احناف کا استدلال مؤطا امام مالک کی یہی حدیث حضرت نافع کی ہے جس سے استدلال کرتے ہیں۔
پھر فدیہ دینے کے اندر ان ائمہ ثلاثہ میں اختلاف ہے امام شافعی امام احمد فرماتے ہیں کہ ہر دن کے روزے
کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کا دیدے۔ سفیان ثوری کے نزدیک نصف صاع اور امام صاحب
کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع اور بقیہ کے اندر ایک صاع فدیہ میں دے جیسا کہ اصل تفصیل
شامی میں صدقہ وغیرہ کے اندر گذر چکی ہے علی الراجح تحریر اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ صام عنہ ولیہ
سے مراد ادا کی فدیۃ الصیام عنہ ہے۔

باب صیام التطوع (الفصل الاول)

۱۷۸ / ۱۴ / ۱۸

2038 عن عائشۃؓ — اس حدیث سے مقصود عدم مواظبۃ علی الصیام کو بیان کرنا ہے چنانچہ آپؐ روزہ رکھتے
تھے اندر شعبان کے مہینے میں اختلاف شدید ہے ابن المبارک فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے جو یہ ثابت ہے کہ یصوم شعبان
کلہ اس سے اکثر مراد ہے جیسے صلی اللیل کلہ کہا جاتا ہے حالانکہ کھانے پینے بات چیت اور بیت الخلاء
وغیرہ کا وقت یقیناً اس سے خارج ہے اسپر علامہ طیبیؒ اعتراض کیا کہ شعبان کے بعد لفظ کلہ تاکید کیلئے
ہے جیسے حقیقی معنی شامل کے ہیں لہذا حقیقۃ سے مجاز کی طرف نہیں لے جایا جاسکتا البتہ یہ کہا جائیگا
کہ آپؐ کی عادت شریفہ کبھی اکثر ماہ روزہ رکھنے کی تھی اور کبھی پورے ماہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ پہلے
اکثر کا روزہ رکھتے تھے اور بعد میں کل ماہ کا روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ چونکہ
آپؐ کبھی اول شہر کا کبھی اوسط شہر کا اور کبھی آخر شہر کا اندر روزہ رکھتے تھے تو مجموعہ کا اعتبار سے
کل شعبان کہہ دیا اب یہ کہ آپ اس ماہ میں کثرت سے کیوں روزہ رکھتے تھے (۱) لانہ یرفع الاعمال
یعنی اس ماہ میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں تو آپؐ نے پسند فرمایا کہ جب اعمال روزہ کی حالت میں اٹھائے
جائیں (۲) ترمذی شریف کے اندر ہے کان الصوم تعظیماً لرمضان (۳) حضورؐ کی عادت ہمیشہ یہ تھی کہ
آپ ہر مہینہ تین روزہ رکھتے تھے لیکن بعض مرتبہ سفر اور کسی وجہ سے مشغولی وغیرہ کی وجہ
سے بعض ماہ کے روزہ چھوٹ جاتے تھے تو ان سب کی قضاء شعبان کے اندر فرماتے (۴) ازواج مطہرات
ہمیشہ آپؐ کے کام میں اور خانہ داری میں مشغول رہتی تھیں جسکی وجہ سے ایام حیض کا روزہ بھی
قضاء نہیں کرسکتی تھیں وہ شعبان کے اندر قضاء کرتی تھیں اس وجہ سے حضورؐ بھی روزہ رکھا
2038 کرتے تھے عن عمران بن حصینؓ من سرر شعبان سرر کا اطلاق اول شہر اوسط شہر اور آخر شہر ۲۳
تینوں پر آتا ہے کذا فی القاموس ۔ علماء نے بیان کیا کہ یہاں پر سرر سے مراد اول اور اوسط
میں آخر مراد نہیں کیونکہ آپؐ نے آخر کے ایک دو دن روزوں سے منع فرمایا ہے ~~لہذا وہ کیسے~~
~~رکھتے تھے~~ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے آخر شہر مراد ہے اور یہ معمول اس شخص کا ہو رہا تھا جسپر
قضاء یا نذر کا روزہ واجب تھا اور رہ گئے درمیان آخر شہر میں کوئی اشکال نہیں یا یہ کہا جائے
کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو ہمیشہ آخر ماہ کا اندر روزہ رکھتا تھا آپؐ نے منع فرمایا اس نے منع کی
وجہ سے بالکل چھوڑ دیا تو اسپر آپؐ نے فرمایا اما صمت من سرر شعبان ای من آخر شعبان یعنی
2039 جب تجھکو عادت ہے آخر ماہ میں روزہ کی تو رکھ لیا کر عن ابی ہریرۃؓ — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۲۴
محرم کا مہینہ میں روزہ رکھنا سب سے افضل ہے اور ترمذی کا اندر ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کونسا
روزہ افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اب دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا
دفع تعارض کی اول صورت یہ کہ ترمذی والی روایت ضعیف ہے اور یہ روایت صحیح ہے کیونکہ
مسلم کی روایت ہے دوسری صورت یہ کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اگرچہ ترمذی کی حدیث ضعیف ہے
لیکن آپؐ کے عمل کی وجہ سے مؤکد ہو گیا تیسری صورت یہ کہ آپ کو محرم کی افضلیت کا علم بعد میں ہوا
اور شعبان میں کثرت روزہ اس وجہ سے رکھے کہ محرم کے اندر آپؐ کثرت اسفار کرتے ہوتے تھے چوتھی
صورت دفع تعارض کی افضل الصیام میں لفظ من مقدر ہے ای من افضل الصیام

2040 **عن ابن عباس** یوم عاشوراء اس نام کے اندر لغویین کا اختلاف ہے کہ یہ اسلامی لفظ ہے یا جاہلیت کا لفظ ہے دونوں قول ہیں اور یہ صفت ہے لیلۃ کی وصف کی الی یوم لیلۃ عاشوراء ۔ اسکے صوم کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اسکا روزہ واجب نہیں بعض لوگوں کے نزدیک اب بھی حکم باقی ہے جمہور کے نزدیک پہلے حکم تھا اب فرضیت منسوخ ہوگئی حنفیہ کے نزدیک پہلے فرض تھا اور اب منسوخ ہوگیا ہے یہی ابو الولید ابن رشد اور دوسرے علماء نے راجح قرار دیا ہے امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور بعض لوگوں کی رائے ہے کہ پہلے بھی فرض نہیں تھا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں حضرت معاویہ کی حدیث سے جسکے اندر ہے ھذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامہ ۔ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ لم یکتب اللہ علیکم صیامہ علی الدوام یعنی دوام سے فرضیت کی نفی ہے مطلقاً نفی نہیں دوسرے اندر بھی اختلاف ہے کہ اسکا مصداق کونسا دن ہے جمہور کے نزدیک دسویں ہے بعض کے نزدیک نویں تاریخ ہے ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ابو اللیث سمرقندی کی کتاب ہے علامہ طبری وغیرہ نے نقل کیا مطلب اس کے کہا دسویں تاریخ مراد ہے ۱۲۸/۲۶

2041 **وعنہ قال** ۔ اس حدیث کے اندر آپؐ نے فرمایا لئن بقیت الی قابل اسکے دو مطلب بیان کیے ہیں (۱) یعنی دسویں کے بجائے میں نویں کا روزہ رکھوں گا اہل کتاب کی مخالفت کیلئے ابن عباس کا یہی مذہب نقل کیا گیا ہے (۲) بعض نے کہا کہ اسکا مطلب ہے کہ اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو نویں کو بھی دسویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا ۔ اسکے اندر بھی اختلاف ہے کہ صرف ایک ہی روزہ رکھے یا دونوں رکھے امام شافعی ۔ مالک ۔ احمد کے نزدیک افراد نہ کرنا چاہیے بلکہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھے ۔ بعض مشائخ حنفیہ سے کراہت افراد نقل کی ہے بلکہ نویں ۔ یا گیارہویں کا روزہ اسکے ساتھ ملائے ۔ ہمارے یہاں اولی یہ ہے کہ نویں ۔ اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھے ۔ ~~صوم [illegible]~~ ۲۷

2044 **عن ابی قتادۃ** فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضورؐ کو غصہ اسوجہ سے آیا کہ اس نے بے ادب اختیار کیا اور پوچھا کہ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں ۔ یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کیسے روزہ رکھوں ۔ ۴
آپؐ نے فرمایا صوم دھر کے متعلق لا صام ولا افطر اسکے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ بددعا ہے اور ۷
بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہے یعنی لا صام جب وہ پورے سال کا روزہ رکھیگا تو اسکو ان ایام منہیہ آئیں گے اور ان کے اندر روزہ رکھنا گناہ تھا ہے کہ جو ثواب بقیہ کے روزوں سے ملا تھا وہ ختم ہوجاتا ہے لہذا مثل لا صام کے ہوگیا (۲) لا افطر اسوجہ سے فرمایا کہ اس نے سنت کی مخالفت کی ہے (۳) روزے کی جو اصل غرض کف النفس عن الاشیاء ہے وہ اسکو صوم دھر سے حاصل نہ ہوگی ۔ اب صوم دھر کے حکم میں علماء کے مختلف قول ہیں (۱) ابن حزم کے نزدیک حرام ہے (۲) اسحاق بن راھویہ اور ظاہریہ کے نزدیک مکروہ ہے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے (۳) جائز ہے الا الایام المنھیۃ ۔ ابن المنذر نے اسی کو اختیار کیا اور یہی حضرت عائشہ سے منقول ہے ۔ درمختار کے اندر اسکی کراہت کی تصریح کی ہے ۔ جمہور کے نزدیک صوم دھر مستحب ہے ۔ آگے آپؐ نے فرمایا ثلث من کل شھر الخ اسکے مصداق کے متعلق ابن مسعود حسن بصری ۹
حضرت عمر ۔ ابوذر اور اصحاب شافعی کہتے ہیں کہ اس سے ایام بیض مراد ہیں ۔ حسن بصری کے نزدیک اول شھر اور ابراہیم نخعی کے نزدیک آخر شھر مراد ہے

2050 **عن نبیشۃ الھذلی** ایام تشریق ۱۲

۱۷۹ / ۱۷ کے روزے کے متعلق شوافع کا ایک قول حنابلہ کی ایک روایت اور حنفیہ کے نزدیک جائز ہیں۔ امام احمد 2050
اور امام شافعی کی دوسری روایت یہ ہے کہ تمتع اور قارن پر جو روزہ عدم ھدی کی صورت میں لازم ہوتا ہے
وہ ان ایام کے اندر رکھا جا سکتا ہے یہی امام مالک کا مذہب ہے عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا 2051
۱۸ کہ صرف یوم جمعہ کو روزہ نہ رکھنا چاہیے اسکے اندر بھی مختلف اقوال ہیں (۱) حرام ہے یوم جمعہ کے دن روزہ
رکھنے کا قائل کوئی نہیں (۲) حرام ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا ابن حزم کا مذہب ہے (۳) امام شافعی۔ مالک
احمد فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا (۴) امام صاحب صاحبین اور جمہور مع ابن مبارک اولیٰ
کہ جائز ہے (۵) امام غزالی فرماتے ہیں کہ مندوب ہے اور حضور نے اس دن کے اندر صوم سے منع فرمایا اول تو
اسوجہ سے کہ یہ عید کا دن ہے ثانی اسوجہ سے کہ یہ عبادت کا دن ہے اور روزہ کی نقاہت مانع رہیگی ثالث
اسوجہ سے کہ اس یوم کی زیادہ تعظیم ہو جائیگی رابع اسوجہ سے کہ وجوب کا خوف تھا ان وجوہ سے منع فرمایا
۱۸۰ / ۱۱ الفصل الثانی عن عبد اللہ بن بسر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم السبت کا روزہ منع ہے صاحب 2063
بدائع فرماتے ہیں کہ نہی کا محل ہے کہ تنہا روزہ رکھے چونکہ اسکے اندر تشبہ بالیہود ہے امام ابوداؤد فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک منسوخ ہے حافظ فرماتے ہیں کہ مشکل ہے کہ وجہ نسخ کی یہ ہو کہ آپ موافقت اہل کتاب
کو پسند کرتے تھے اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ نہی تنزیہی اور بعض کے نزدیک
۱۴ یہ نہی تحریمی ہے الفصل الثالث عن ابن عباسؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہود کی موافقت 2067
کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضور یہود کی موافقت میں نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کی متابعت میں روزہ رکھا ہے

۱۸۱ / ۳ باب الفصل الاول

عن عائشۃ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل روزہ کو توڑ دینا جائز ہے چنانچہ حنفیہ۔ اور حنابلہ کے 2076
۳ نزدیک افطار کی اجازت ہے ~~[illegible]~~ حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بلا عذر کے بھی افطار کرے تو قضا لازم نہیں
لیکن اگر افطار کرے تو کچھ اسپر واجب نہیں ہے اور اگر بلا عذر کے افطار کرے تو قضا واجب ہے۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اسپر قضا واجب ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ قضا سے یہ حدیث ساکت ہے اور
جس روایت کے اندر آتا ہے کہ الصائم المتطوع امیر نفسہ اسکا مطلب ہے کہ ابتداءً اسکو اختیار ہے کہ وہ
روزہ رکھے یا نہ رکھے اور اگر ہم مان لیں کہ وہ صائم بن گیا اور ہے تو یہ جواب ہے اور وہ حدیث بھی قضا
سے ساکت ہے عن ابی ھریرۃ فلیقل انی صائم یہ اسلئے تعلیم دی تاکہ داعی کو رنج نہ ہو کھانا نہ لینے کی 2078
۷ نیز اور فلیصل وصلھا کا مطلب ہے کہ اس داعی کیلئے دعا کرے (۲) نماز پڑھے ملا علی قاری فرماتے ہیں دونوں کو

۲۲ باب لیلۃ القدر

چونکہ یہ رات اکثر کے قول کی بناء پر رمضان میں ہوتی ہے یا اکثر رمضان میں ہوتی ہے اسلئے بعد الصیام
مصنف علیہ الرحمہ نے اسباب کو منعقد کیا ہے اب اسکی وجہ تسمیہ کے اندر بھی مختلف قول ہیں لیلۃ القدر
۱ کیوں کہتے ہیں (۱) قدر کے معنی تعظیم کے ہیں اور یہ رات بھی عظمت والی ہے اسوجہ سے کہ قرآن عظیم اس
رات کے اندر نازل ہوا۔ ملائکہ مکرمین اس رات کے اندر نازل ہوتے ہیں اس کی برکت اور وقت کا
خاص نزول ہوتا ہے (۲) قدر کے معنی الضیق ہے کیونکہ اس رات کی تعیین کو تنگ کر دیا ہے

(سوم) یہ ماخوذ ہے قدر بمعنی التقدیر سے کیونکہ اس کے اندر تقدیر وغیرہ لکھی جاتی ہے۔ اس کے اندر بھی اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر موجود ہے یا نہیں۔ روافض کے نزدیک مرفوع ہو چکی۔ جمہور کے نزدیک اب بھی باقی ہے پھر بعض کے نزدیک زمن نبی کے ساتھ مختص تھی اور بعض کہتے ہیں۔ اُن کے زمانہ تک یہ مخصوص نہیں ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے۔ حضور ہی تک یہ مخصوص ہے یا پہلے انبیاء کرام کو بھی یہ رات عطا کی گئی تھی حافظ ابن عبدالبر۔ صاحب عدہ۔ علامہ نووی حضرات کی رائے ہے کہ حضور کے خصائص میں سے ہے۔ حافظ عسقلانی وغیرہ کے نزدیک آپؐ کے خصوصیات میں سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کیلئے عام ہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ اختصاص کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی امت کے اعمال کو حضورؐ نے جب کم سمجھا اور ان کی عمریں قلیل دیکھیں تو حضورؐ نے دعا کی جس پر یہ رات عنایت کی گئی ہے ایک وجہ یہی لیلۃ القدر ملنے کی ہوئی۔ دوسری وجہ امت محمدیہ کو یہ رات ملنے کی یہ ہے کہ بعض روایات کے اندر آتا ہے۔ حضورؐ نے اپنے صحابہ سے اگلی امت کے ایک نبی کا جن کا نام شمسون ہے ذکر کیا۔ انہوں نے ایک ہزار سال تک جہاد کیا۔ اس پر صحابہ کرام کو رشک ہوا۔ کاش اگر ہماری عمر اتنی طویل ہوتی تو ہم بھی اتنے اعمال کرتے ثواب حاصل کرتے۔ حضورؐ نے دعا کی جس پر یہ رات عنایت ہوئی۔ بعض روایات کے اندر ہے۔ جب آپؐ نے اپنے منبر کو بنو امیہ کو دیکھا تو اس کا آپ کو غم ہوا اس کے بدلے میں یہ رات آپ کو ملی تو ان تمام روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی بلکہ حضور ہی کی امت کو عنایت ہوئی ہے۔ اس کے محل وقوع کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے یہی ابن مسعود۔ ابن عمر۔ عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں۔ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے میں نے شعبان کے اندر دو دفعہ دیکھی ہے دوسرا قول یہ کہ رمضان کے ساتھ خاص ہے رمضان ہی کے اندر ہوتی ہے یہی قول امام صاحب کا ہے اور ابن حاجب نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔ بعض حنابلہ شافعیہ کا یہی قول ہے ابوبکر بیہقی۔ ابن المنذر۔ محاملی علامہ سبکی حضرات ابن عمر۔ صحابہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ اب ان لوگوں کے اندر اختلاف ہے۔ معین رات کے اندر ہے یا غیر معین میں ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔ معین رات کے اندر ہے بعض کے نزدیک جس میں امام صاحب بھی ہیں غیر معین کے اندر ہے بہرحال ان دونوں فریق کے اختلاف کا ثمرہ یہ نکلے گا۔ اگر رمضان کی ایک رات گزر جائے اور پھر ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے۔ انت طالق فی لیلۃ القدر تو امام صاحب وغیرہ کے نزدیک اگلے سال پورا رمضان گزرنے کی بعد واقع ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسی رمضان کی اگلی رات کو واقع ہو جائیگی۔ تیسرا قول محل وقوع کے اندر یہ ہے کہ عشرہ اخیر کے اندر ہوتی ہے یہ قول امام احمد امام شافعی سے مروی ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ معین رات کے اندر ہے یا غیر معین کے اندر جمہور شافعیہ کی رائے ہے کہ غیر معین رات کے اندر ہے اور بعض شافعیہ کے نزدیک معین رات کے اندر ہے اور مشہور قول ہے کہ اکیسویں اور تیئسویں رات کو ہوتی ہے امام احمد کا مشہور قول ستائیسویں رات ہے یہی امام صاحب اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ ستائیس

فقہاء کے نزدیک اسی رات کے اندر طلاق واقع ہو جاتی ہے اس شخص کی جس نے کہا ہے انت طالق فی لیلۃ القدر ۱۸۱/۲۲
حجۃ اللہ علی العالمین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک لیلۃ القدر
دو ہیں ایک وہ جو تمام سال کے اندر دائر رہتی ہے جسکے اندر قدر و قضاء و امور فیصلہ [illegible] احکامات کا اجراء
اور نفاذ ہوتا ہے اور دوسری وہ جو رمضان کے ساتھ مختص ہے اسکے اندر روحانیات۔ انوارات
ملائکہ وغیرہ کی آمد ہوتی ہے اور یہ بحیثیت شب ایک ہوتا ہے کہ دونوں رات ایک ساتھ جمع ہو جاتی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ
مالکی فرماتے ہیں کہ آخر عشرہ کے اندر اکیس کی رات سے لیکر تیس تک تمام اقوال کے اندر محیط ہیں اس
رات کے اندر چالیس کے قریب اقوال علماء کے بیان کئے گئے ہیں۔ اس رات کے مبہم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ
رمضان کی لیالی کے اندر خوب لوگ عبادت کریں۔ اس کے اندر بھی دو قول ہیں (۱) جس شخص کو اسکا
علم ہو (۲) جو رات شب قدر ہے اسکو عبادت کے اندر وہی فضیلت ملے گی یا نہیں **الفصل الاول**

عن ابن عمرؓ: اس حدیث کے اندر سبع اواخر میں علماء کا اختلاف ہے (۱) بعض لوگوں نے کہا اس کا ۲۴
مصداق چوبیسویں رات سے لیکر آخر ماہ تک ہے یہ جب جبکہ مہینہ تیس یوم کا ہو (۲) اگر مہینہ انتیس یوم کا
ہے تو تیئسویں سے لیکر آخر ماہ تک ہوگا (۳) ماہ کا آخری ہفتہ مراد ہے جسکا آغاز بائیس سے ہوگا اور اختتام
اٹھائیس تاریخ پر ہوگا (۴) سبع اواخر سے ستائیسویں رات مراد ہے کیونکہ مہینہ کے اندر تین دفعہ سات
آتا ہے ایک سات ایک سترہ ایک ستائیس اور یہ آخری سات ہے **عن ابن عباسؓ**: اس حدیث
کے اندر تین لفظ وارد ہوئے تاسعۃ ۔ سابعۃ ۔ خامسۃ ان کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (۱) اول سے
مراد انتیسویں رات اور سابعہ سے ستائیسویں رات اور خامسہ سے پچیسویں کی رات مراد ہے اور یہی
کا مطلب ہے اترجی لقاؤ ھا (۲) تاسعہ سے مراد بائیس کی رات اور سابعہ سے مراد چوبیس کی رات
اور خامسہ سے مراد چھبیس کی رات ہے یہ جب ہے جبکہ مہینہ انتیس کا ہو اور اگر مہینہ تیس دن کا
ہے تو تاسعہ سے مراد اکیس کی رات اور سابعہ سے مراد تیئس کی رات اور خامسہ سے مراد پچیس کی رات ہے

2090 **عنہا قالت**: فرماتی ہیں حضرت عائشہ کہ حضور جب عشرہ آخر کے اندر داخل ہوتے تو شد مئزرہ فرماتے تھے ۱۲
اسکے مصداق و مطلب کے اندر اختلاف ہے بعض نے کہا کہ کنایہ ہے اجتہاد فی العبادۃ سے اور بعض نے کہا کہ
2095 عدم جماع سے کنایہ ہے کہ آپ پاجامہ باندھ لیتے تھے **الفصل الثالث عن عبادۃ بن الصامتؓ**:
دو جھگڑنے والوں کا مصداق عبد اللہ بن ابی حدرد اور کعب بن مالک ہیں فرفعت اس سے ~~شیعہ~~ روافض نے استدلال کیا کہ ۲۱
لیلۃ القدر اب باقی نہیں رہی مرفوع ہو چکی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان جاہلوں سے کون پوچھے کہ
اسکے تعین کا رفع کب معلوم ہوا اگر تعین لیل مرفوع ہو جاتی تو [illegible] حضور یہ کیوں فرماتے کہ
فالتمسوھا فی التاسعۃ والسابعۃ الخ بلکہ رفعت کا مطلب ہے کہ اسکی تعیین اٹھالی گئی [illegible] ہو گئی ہے ۲۳

باب الاعتکاف

(الفصل الاول)

چونکہ یہ بھی عشرہ اواخر کے اندر مسنون ہے اسلئے اسکو بھی کتاب الصوم کے اندر مصنف نے ذکر فرمایا۔ عکوف ۱۸۳/۲
کے معنی لغت کے اندر لزوم کے ہیں اصطلاح کے اندر اعتکاف کہتے ہیں کہ بہ نیت مخصوصہ کسی مسجد کے اندر
مکث کرنا ہو اسکی تین قسمیں ہیں واجب۔ مسنون۔ مستحب۔ واجب تو اعتکاف منذور ہے اور مسنون

(۱۹۱)

۱۸۳/۲ عشر اواخر کا اعتکاف ہے چنانچہ یہ سنت مؤکدہ ہے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس کے ماسوا تمام اعتکاف 2097
مستحب ہیں عن عائشہ ؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اعتکاف جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا
۲ مذہب ہے البتہ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک مسجد کے اندر اعتکاف کرے گی اور امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری اور ابن علیہ
کے نزدیک مسجد بیت میں کرے اگر مسجد کے اندر کرے تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے مع الکراہیۃ
ائمہ ثلٰثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسجد کے حجرہ کے اندر افضل قرار دیا ہے
ہمارا اعتکاف بطریقہ اولیٰ گھر میں ہونا چاہیے عن عائشہ ؓ اس حدیث سے مس مرأۃ ثابت ہوتا 2100
۸ ہے اور تفریق حدیث کے اندر اس سے نفی معلوم ہوتی ہے لہٰذا دونوں کے اندر جمع کی صورت یہ ہے کہ
یہاں مس بلا شہوت مراد ہے اور نفی میں مس بشہوت مراد ہے پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر
مس بشہوت ہو لیکن انزال ہو جائے تو ناقض اعتکاف ہے یا نہیں ع

ع
بکل احوال ثابت عند الحنفیۃ ان
انزل فسد اعتکافہ وان لم ینزل
فلا و ما دون الفرج مفسد اذا عمل
فی کل صورۃ سواء انزل او لم ینزل
کذا قالہ الشیخ الاستاذ ۳.۲.۹.۲
عبد الرشید

2101
۹ عن ابن عمر ؓ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر شرک کی حالت میں کوئی شخص کسی عبادت کی نذر مانے
تو مسلمان ہونے کے بعد اس عبادت کو کرنا واجب ہے یا نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور یہی
مذہب ہے امام شافعی ابو ثور کا ہے ابن بطال نے نقل کیا ہے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا کرنا
مستحب ہے امام احمد کا دوسرا قول وجوب کا ہے داؤد ظاہری کے نزدیک بھی واجب ہے

الفصل الثانی

۱۱ عن انس ؓ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ معتکف کو اعتکاف کے واسطے مسجد میں کس تاریخ کو داخل 2102 ~~2012~~
ہونا چاہیے امام احمد سفیان ثوری اور امام لیث بن سعد کے نزدیک اکیسویں کی صبح کو طلوع صبح کے بعد
معتکف کے اندر داخل ہوگا ائمہ ثلٰثہ جمہور علماء کے نزدیک بیسویں کی شام کو غروب سے پہلے داخل ہوگا
یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں معتکف سے مراد خلوت خانہ ہے
قاضی ابو یعلیٰ نے جواب دیا کہ یہاں بیسویں کی صبح مراد ہے یعنی ایک دن پہلے داخل ہو جاتے
تھے علامہ عینی نے اس جواب کو قوی قرار دیا **عنہا قالت** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف 2106
۱۵ کو عیادت کرنا اور مشہور جنازہ جائز نہیں ائمہ ثلٰثہ کا یہی مذہب ہے یہی ایک روایت امام احمد کی
ہے دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ جائز ہے تیسری روایت یہ ہے کہ اگر شرط لگائی اعتکاف کے
وقت تو نکلنا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہ لیث ثوری اسحاق حسن بصری جبکہ نخعی قتادہ اور عطاء
کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے ولا یباشرها مباشرت ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک مفسد ہے خواہ منی ہو
۱٦ یا نہ ہو امام شافعی کے نزدیک صرف مفسد ہے ولا یخرج لحاجۃ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے
محقق ابن قدامہ نے صاحبین سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی باہر رہے تو اعتکاف فاسد ہو گا و انہ لا یصح
لا اعتکاف الا بصوم امام مالک کے یہاں ہر اعتکاف کیلئے صوم شرط ہے امام ابو حنیفہ کے یہاں
۱۷ اعتکاف واجب کیلئے شرط روزہ ہے اور یہی امام شافعی کی دو روایتیں ہیں امام احمد بھی
عدم وجوب ہے اعتکاف نفل کی مدت میں امام مالک کے یہاں جائز ہونا یا نہ ہو تین قول
ہیں (۱) ایک دن (۲) ایک دن ایک رات اس سے کم اعتکاف جائز نہیں (۳) تین ایام

۱۸۲/۱۷ (ام) عشرۃ ایام وہ اس لئے کہ ابھی جائز نہیں۔ ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع حضرت ابن عمر ابن عباس مالک 2015
فرماتے ہیں کہ مسجد شرط نہیں جمہور کے نزدیک اعتکاف کیلئے مسجد شرط ہے پھر بعض اختلاف ہے
کہ کونسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک مسجد نبوی ضروری ہے اور
عطاء ابن رباح کے نزدیک مسجد حرام یا مسجد نبوی ضروری ہے حضرت حذیفہ مسجد اقصیٰ کو بھی ان
دونوں کیساتھ شریک کرتے ہیں زہری کے نزدیک مسجد جامع ضروری ہے امام محمد امام احمد فرماتے
ہیں کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف درست ہے جس کے اندر جماعت ہو۔ امام مالک امام شافعی فرماتے ہیں
کہ مسجد ایسی ہونی چاہیے جس کے اندر جماعت ہوتی ہو مگر شرط یہ ہے کہ درمیان کے اندر جمعہ نہ آتا ہو اور اگر
درمیان کے اندر جمعہ آتا ہو تو امام شافعی کے نزدیک مسجد جامع شرط ہے امام مالک کا یہاں شرط نہیں

۱۸۳/۲۰ کتاب فضائل القرآن (الفصل الاول)

۱۸۴/۲۱ **عن عائشۃ** رض الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ ماہر سے مراد جید حافظ یا جید قاری مراد ہے 2112
سفرۃ سافر کی جمع ہے سفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی کتابت کے ہیں یا سفارت سے ماخوذ ہے جس کے
معنی ہیں پیغام پہنچانا سفرۃ سے مراد ملائکہ ہیں کیونکہ یہ بھی اللہ کا قاصد ہیں اور اللہ کے کلام کو لکھتے ہیں یا اس سے
مراد انبیاء کرام مراد ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ سفرۃ
۲ سے ماخوذ ہے بمعنی الصلح کیونکہ انبیاء بھی اصلاح لیکر آتے ہیں لہ اجران ایک قراءت کا اور ایک مشقت
دونوں کا اجر ہے **عن ابن عمر** رض لا حسد الا فی اثنتین۔ اشکال ہوگا کہ حسد تو مطلقاً ناجائز ہے اس کا کیا مطلب
جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر کلام علی سبیل الفرض ہے یا حسد سے غبطہ مراد ہے جیسا کہ اشارہ الباب میں
۱۸ فرمایا **عن ابی سعید بن المعلی** استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر 2118
نماز کے اندر حضور کسی کو بلائیں تو جواب دینا واجب ہے اب یہ کہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں تو امام شافعیہ کے
نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی حنفیہ کا بیان دونوں قول ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائیگی
۲۱ ہی السبع المثانی یہ حضور نے سورۃ فاتحہ کے متعلق فرمایا کیونکہ یہ نماز کے اندر بار بار پڑھی جاتی ہے یا
۲۲ یہ سورۃ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے یا اس وجہ سے کہ اس کے اندر ثناء باری تعالیٰ ہے **عن ابی** 2120
امامۃ حضور نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں قیامت کے دن اشکال کی شکل میں ہونگی
علامہ نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ اس سے ثواب عمل مراد ہے حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ خود اعمال کے
۲۶ آنے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ تجسد اعمال ثابت ہے **عن النواس بن سمعان** بینہما شرق اس سے مراد روشنی 2121
ہے یا بسم اللہ کا فاصلہ مراد ہے **عن ابی بن کعب** اس حدیث کے اندر حضور کے سوال کا جواب جس 2122
۱۸۵/۱ ابی بن کعب نے پہلی مرتبہ اللہ و رسولہ اعلم کہا اور دوسری مرتبہ میں سوال کا جواب دیا بعض لوگوں
نے اس کی حقیقت یہ بیان کی کہ انہوں نے صحابہ کے طریقہ کے مطابق ادباً اللہ اعلم کہا اور پھر بعد میں جواب
دوبارہ سوال پر جواب دیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کو پہلے علم نہیں تھا بعد میں جب حضور
۴ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی تب ان کو علم ہوا اور جواب دیا **عن ابی ہریرۃ** 2123
۸ فاخذتہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا تھا اور شیطان

درس ۱۹

2123 صفحہ ۹۱ پر گذرا حضور نے فرمایا کہ شیطان کو میں نے پکڑنے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت ۱۸۵/۱۸
سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی اس لئے میں نے ترک کر دیا۔ اور اگر میں پکڑ لیتا تو مدینہ کے بچے
اس سے کھیلتے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے حضرت سلیمان کی وجہ سے اسے نہیں پکڑا اور
یہاں پر ابوہریرہ نے اسے پکڑ لیا تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور نے جس شیطان کو پکڑنے کا ارادہ
کیا وہ سب سے بڑا ہو اور ابوہریرہ والا عام شیاطین میں سے ہو جواب ثانی ممکن ہے کہ وہ شیطان
حضور کے سامنے اپنی صورت اصلیہ کے اندر آیا ہو جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا کرتے
تھے اور ابوہریرہ کے سامنے انسان کی ہیئت میں آیا ہو۔ [illegible] ابوہریرہ نے ۱۰
اس پر رحم کیا اور رحم [illegible] سے تصدیق کی تو گویا ابوہریرہ نے اسکی تصدیق کی اور وہ حضور کی رسالت
کا منکر ہے اور اسکی تصدیق کر رہے ہیں اور یہی حضور کی رسالت کا منکر ہوگا رہتا تو جواب یہ ہے کہ علامہ [illegible]
فرماتے ہیں کہ جب اس نے گھبراہٹ ظاہر کی تو اسکی گھبراہٹ کی وجہ سے اس شیطان کی تصدیق کی جواب ثانی
جب ابوہریرہ نے اس سے دریافت کیا اور [illegible] عیالداری کا عذر کیا تو ابوہریرہ نے اس عذر
کے اندر تصدیق کی جواب ثالث ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ابوہریرہ نے یہ سمجھا کہ شاید اسنے
2127 توبہ کر لی ہو۔ وعنہ ۱۸۵/۲۱ قال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قل هو الله ثلث قرآن کے برابر ہے اسوجہ ۲۱
کہ قرآن کے اندر تین چیزیں بیان ہیں احکام۔ توحید۔ اخبار۔ اور قل هو الله میں توحید خالص
2130 بیان کی گئی ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تقسیم ثواب کے اعتبار سے ہے ۱۸۵/۲۶ عن انس ان رجلا قال ان ۲۶
اس رجل کے نام کے متعلق تین قول ہیں (۱) کلثوم ابن زہدم (۲) قرظہ ابن زید (۳) قتادہ ابن
2132 النعمان عن عائشة ۱۸۶/۲ ثم نفث فقرأ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ [illegible] یعنی کہ پہلے قرأت ۱۸۶/۲
تبیل ہو [illegible] اور [illegible] کی طرح ہے جیسا کہ فاذا قرأت القرآن فاستعذ الخ کی تعبیر ہے۔

2134 الفصل الثانی عن عبد الله بن عمرو ۱۸۶/۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب قرآن یعنی حافظ قرآن جنت کے ۸
درجات حسب قرأت طے کریگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کی جتنی آیات ہیں ان کے مطابق اسکو
درجات ملیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنی آیات پر اس نے دنیا کے اندر عمل کیا ہے اسکی بقدر درجات
ملیں گے۔ ترتل فی الدنیا الخ ترتیل افضل ہے یا جلدی پڑھنا ابن عباس اور ابن مسعود کے نزدیک ترتیل
افضل ہے۔ شافعیہ کے نزدیک تعجیل افضل ہے ابن قیم فرماتے ہیں کہ قیمت کے اعتبار سے ترتیل کا
درجہ بڑھا ہوا ہے اور مقدار کے اعتبار سے تیز پڑھنا افضل ہے گویا [illegible]
درجے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس ایک نہایت بیش بہا اور قیمتی موتی ہو اور جو جلدی جلدی
تیزی سے پڑھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جسکے پاس ایک ڈھیر [illegible] وغیرہ کا ہو ۱۸۶/۲۶
2140 مقدار کے اعتبار سے [illegible] زیادہ لیکن قیمت کے اندر اس ایک موتی سے بہت کم درجہ ہے عن عقبة ۲۶
بن عامر بعض لوگوں نے بیان کیا ہے یہ حضور کے زمانے کیساتھ خاص ہے اور آپ کا معجزہ تھا کہ قرآن پاک
آگ کے اندر ڈالنے کے باوجود نہیں جلتا تھا اور بعض کہتے ہیں حضرات فرماتے ہیں کہ اهاب سے مراد قلب
مومن اور نار سے مراد نار جہنم ہے کہ جس مومن کے قلب میں قرآن پاک ہے وہ بھی جہنم کے اندر نہیں جلیگا

۱۲/۱۹

۱۸۷ / ۱۵ عن انس: اس حدیث کے اندر قلب سے مراد خلاصہ اور زبدہ شی کے ہیں چونکہ سورۂ یٰس شریف کے 2147
اندر معاد کے متعلق بہت کچھ مذکور ہے اور یہی اصل اور زبدہ ہے اسکا ثواب دس قرآن کے ثواب کی
۱۷ طرح ہے عن ابی ہریرۃ: ان اللہ قرأ طٰہٰ الخ اس قرأۃ سے مراد یا تو الہام ہے یا اظہار فی اللوح المحفوظ 2148
۲۳ کے معنی میں ہے اور امر بقرأتہا کے معنی میں ہے عن العرباض بن ساریۃ: یقرأ المسبحات اس سے 2151
مراد وہ صورتیں ہیں جن کے شروع میں سبحان کا لفظ آیا ہے ان فیھن آیۃ اسکے مصداق میں بھی
علماء کا اختلاف ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں اخفی ہے معلوم نہیں بعض لوگوں نے کہا لو انزلنا ھذا
القرآن علی جبل الخ مراد ہے اور بعض حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ھو الاول والآخر والظاہر الخ مراد ہے
۲۶ عن ابن عباس: اس قبر کے اندر جو شخص قرأۃ کر رہا تھا اس قرأۃ کے متعلق حافظ ابن رجب حنبلی 2154
فرماتے ہیں اسپر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوگا کیونکہ ثواب وغیرہ کا تعلق دنیا ہی کے اندر ہے آگے آپ نے
فرمایا ہی المانعۃ علامہ علی قاری فرماتے ہیں وہ معاصی سے منع کرنے والا ہے دوسرا قول یہ کہ عذاب
قبر سے منع کرنے والا اور بعض کہتے ہیں کہ میدان حشر کے اندر جو پیش آنے والی مصیبت و تکلیف ہے اسکی
مانع ہے لیکن اس سے اصلی قرأۃ اصلیہ جو دنیا کے اندر ہے وہ مراد ہے قبر والی قرأۃ مراد نہیں کیونکہ وہ
۱۸۸ / ۲۲ ثابت نہیں ہے الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ: اعربوا اس سے مراد مفاہیم کو بیان کرنا ہے اور فرائض 2165
سے علم فرائض اور مطلق احکام دینیہ و دنیویہ بھی مراد ہو سکتے ہیں ایسے ہی حدود سے ان کے اصلی
۲۴ معنی اور احکام اور عارضی والی حدود بھی مراد ہو سکتی ہیں عن عائشۃ: اس حدیث کے اندر قرأۃ 2166
قرآن کو افضل قرار دیا گیا جو نماز کے اندر ہو کیونکہ اسکے اندر دو عبادتیں ہیں ایک قرأۃ دوسری نماز۔ دوسری
چیز یہ معلوم ہوئی کہ قرأۃ قرآن افضل ہے تسبیح سے کیونکہ قرأۃ کے اندر خود تسبیح وغیرہ آگئی ہے۔ علماء
نے بیان فرمایا کہ اگر نفس عبادت کے اعتبار سے دیکھیں تو سب سے افضل صلوٰۃ اور زکوٰۃ ہے اور مآل و انجام
۲۶ کے اعتبار سے سب سے افضل صوم ہے عن عثمان بن عبد اللہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأۃ قرآن دیکھ کر 2167
افضل ہے قرأۃ قرآن حفظ سے۔ علماء نے یہ تفصیل بیان کی کہ اگر دیکھ کر پڑھنے میں مزہ آتا ہے تو اس کیلئے
دیکھ کر پڑھنا افضل ہے اور اگر مزہ نہ آئے تو حفظ افضل ہے۔ لیکن عام طور سے دیکھ کر زیادہ اطمینان
اور مزے سے پڑھا جاتا ہے اسلئے حدیث کے اندر حالت اکثری کا لحاظ کرکے اسکی فضیلت بیان فرمائی
۱۸۹ / ۳ عن ایفع بن عبد الکلاعی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قل ھو اللہ احد افضل السور ہے اور اس 2169
پہلی حدیث کے اندر گذرا کہ سورۂ فاتحہ افضل ہے دونوں کے اندر تطبیق ایسے ہے کہ قل ھو اللہ توحید کو
جامع ہے اس اعتبار سے وہ افضل السور ہے اور سورۂ فاتحہ مقاصد قرآن کو جامع ہے تو ہر ایک کو
۲۴ الگ الگ جہت سے افضلیت پائی جاتی ہے عن علی: عروس قرآن سورۂ رحمان کو قرار دیا گیا کیونکہ 2180
لوازمات عروس کا ذکر اس سورۃ کے اندر ہے اور وہ لوازمات قسم قسم کے میوہ جات اور ہر نوع کی نعمتیں ہیں
اور نیز ہر شئی کی عروس اسکی مناسب ہوا کرتی ہے تو چونکہ اسکے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات
۱۹۰ / ۱ اور انعامات بے پناہ کو جتلایا ہے اس اعتبار سے یہ عروس القرآن ہے عن عبد اللہ بن عمرو: 2183
اُتی رجل الخ اس سے مراد فرزدق کے چچا حضرت صعصعہ ہیں کیونکہ اذا زلزلت الخ کے اندر معاد اور فمن یعمل مثقال الخ

١٩٠/٥ کے اندر عبادات کا ذکر کیا گیا ہے اسلئے یہ سورۃ جامع بن گئی ہے رُفیع الرجیل یہ رجل کی تصغیر ہے اور رجل 2183
کی بھی تصغیر ہو سکتی ہے لیکن ملا علی قاری نے اسکو رد کر دیا ہے رجل کی تصغیر تو رجیل آتی ہے لیکن قاموس کے اندر رجل کی
بھی رجل کی تصغیر قرار دیا گیا ہے **عن ابن عمرؓ** اس حدیث کے اندر صحابہ نے جو کہا ہے ومن لم یطعمہ ان لم 2184
٥ یہ فرد رقہ عادۃ کو دیکھتے ہوئے کہا ورنہ ایک جزو آیت کا چھوڑنا مشکل ہے

١٢ باب الفضل الاول

عن ابن مسعودؓ لبئس حافظ نے اسکو لبئس ترکیب کو بیان کیا ہے - امام نووی سے نقل کیا گیا ~~ہے~~ 2188
١٤ ~~[illegible]~~ کہ نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنا کراہت تنزیہی ہے اور بھول جانا کبیرہ ہے اور بعض
کے نزدیک یہ بھولنا گناہ صغیرہ ہے بئس ما لاحدہم اسکا مخصوص بالذم اپنی طرف نسیان کی نسبت کرنا ہے
بعض نے کہا کہ نسیت سے جو لاپرواہی سمجھ میں آرہی ہے وہ مخصوص بالذم ہے علماء نے بیان کیا کہ اگر
امور دنیا کی وجہ سے قرآن کا نسیان ہوا تو نسیت بالکل نہ کہنا چاہئے اور اگر امور دین کی وجہ سے نسیان
واقع ہوا تو نسیت کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے **عن جندب بن عبد اللہ** اقرؤا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم 2190
١٨ ملا علی قاری نے اسکا یہ مطلب بیان کیا ہے جب تک طبیعت کے اندر انشراح ہو اور مزہ آتا رہے اسوقت
تک پڑھتے رہو اور جب دلچسپی نہ ہو تو چھوڑ دو - حافظ فرماتے ہیں اس سے مراد اختلاف فی المعانی ہے
اور جب معانی اور مطالب کے اندر اختلاف ہونے لگے تو اسکو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ **عن ابی ہریرۃؓ** 2192
٢٠ ما اذن اللہ الخ یہاں اذن سے رضا مراد ہے اور یتغنی بالقرآن امام شافعی فرماتے ہیں کہ تغنی سے مراد اچھی آواز
مع التحزین مراد ہے امام ابو عبید اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں اس سے استغناء بالقرآن مراد ہے سفیان
بن عیینہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں استغناء بالقرآن کا مطلب ہے احادیث سے مستغنی ہو جائے اور ابو عبید
کہتے ہیں کہ تمام اشیاء سے استغناء ہو جائے بعض لوگوں نے کہا تغنی سے مراد مستلذاد ہے **عن عبد اللہ**
بن مسعود انی احب ان اسمعہ من غیری الخ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں کہ آپ نے اسلئے فرمایا تاکہ 2195
٢٣ دور کرنا قرآن پاک کا سنت ہو جائے نیز اسکے اندر تدبر و تفکر کا موقع زیادہ ملتا ہے اسکے بعد والی
روایت کے اندر وارد ہوا ہے حضور قرآن پاک پڑھیں ابی بن کعب سنیں اس حدیث کے اندر اور اس
میں فرق یہ ہے کہ وہاں مقصود ادائے حروف اور طریقہ قرأۃ کو بیان کرنا ہے اور وہ حضور سے زیادہ
اچھی طرح ہوگا - فاذا عیناہ تذرفان حافظ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ میں اپنی امت پر
٢٥ شہید اور گواہ ہونگا اور میری امت کے حالات زیادہ خراب ہیں تو شفقت اور ترحم کی بناء پر آپ رو دئے
١٩١/١ اور ممکن ہے کہ خوشی کی وجہ سے آپ رو رہے ہوں **عن ابن عمرؓ** اس حدیث پاک کے اندر قرآن شریف 2197
کو لڑائی کے اندر لیجانے سے منع فرمایا ہے ایک حدیث کے اندر ہے مخافۃ ان ینالہ العدو الخ موطا کے
اندر واقع ہوا قال مالک الخ اس سے بعض شراح کو وہم ہو گیا کہ یہ ٹکڑا موقوف ہے لیکن اصح یہ ہے کہ
مرفوع ہے اب قرآن شریف کے لیجانے کا حکم کیا ہے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے حنفیہ شافعیہ کے
یہاں اگر لشکر چھوٹا ہے تو لیجانا ممنوع ہے اور اگر لشکر جرار ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے امام طحاوی فرماتے
ہیں کہ یہ اسوقت کا حکم ہے جبکہ مسلمانوں کے اندر کوئی کمزوری تھی ہمارے فقہاء کی رائے میں اب بھی یہ

(ن) الفصل الثانی

۱۹۱/۱ حکم باقی ہے اب یہ اس حدیث کے اندر قرآن سے کیا مراد ہے بعض کے نزدیک تو کلام پاک مراد ہے اور بعض 2197

لوگ کہتے ہیں اس کے حفاظ مراد ہیں **عن سعد بن عبادة** :- یقرأ القرآن ثم ینساه الخ بعض کہتے ہیں 2200

۹ اس کا مطلب ہے کہ پڑھ کر بھول جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہوجائے کہ پھر یاد ہی
نہ آئے بعض نے کہا اس سے مراد ترک قرأۃ ہے بعض کی رائے ہے کہ اس سے ترک عمل مراد ہے اور دونوں کا
مجموعہ بھی مراد ہوسکتا ہے اجذم اسکے مختلف مصداق علماء نے بیان کیے ہیں (۱) مقطوع الید (۲) مقطوع

۱۰ السبب من الخیر (۳) خالی الید من الخیر حافظ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں معنی متقارب ہیں اور ممکن ہے کہ
اس سے اسکے حقیقی معنی مراد ہوں (۴) مقطوع الاسنان مراد ہے (۵) مقطوع الحجۃ مراد ہو۔

۱۰ **عن عبد اللہ بن عمرو** :- لم یفقه من قرأ القرآن الخ بعض علماء کے نزدیک تین دن سے کم کے اندر ختم قرآن 2201
حرام ہے امام احمد کی ایک روایت کراہت کی اور دوسری اباحت کی ہے اکثر کہتے ہیں کوئی حد مقرر نہیں ہے چنانچہ حضرت
عثمان سے ثابت ہے کہ ایک رات کے اندر قرآن ختم فرمایا جمہور کی بھی یہی رائے ہے کہ انسان کی نشاط
پر موقوف ہے جتنا چاہے پڑھے ابن الکاتب سے منقول ہے کہ ایک رات کے اندر چار قرآن پڑھے

عن عقبة بن عامر :- علماء نے بیان کیا کہ اگر زور سے پڑھنے کے اندر ریاء اور دوسرے لوگوں کی ایذاء
کا اگر خوف ہو تو مطلقاً سراً پڑھنا افضل ہے اور اگر ان چیزوں کا خوف نہیں اور زور سے پڑھنے کے اندر

۲۱ دلجمعی ہو تو جہراً پڑھنا اولیٰ ہے **الفصل الثالث عن حذیفة** :- قرأۃ کیلئے تحسین الصوت 2207
افضل ہے لیکن الحان کے اندر علماء کا اختلاف ہے امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ حرام ہے ایک جماعت کے نزدیک
مکروہ ہے حافظ ابن قیم نے امام مالک اور امام احمد سے کراہت نقل کی۔ امام شافعی سے کراہت و جواز دونوں
منقول ہیں امام صاحب سے امام طحاوی نے نقل کیا کہ الحان جائز ہے۔ امام شافعی کے دونوں قول کا محمل علماء
نے بیان فرمایا کہ اگر وہ ~~تمطیط~~ - تمدید کرے تو حروف کو نکالتا ہے تو مکروہ ہے جیسے محمد کو پڑھے
مُوحَامَاد اور اگر حروف کے اندر قلت و کثرت نہ ہو بلکہ حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرے تو جائز

۱۹۲/۱ ہے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بلا تکلف الحان جائز ہے اور مع التکلف کے ممنوع ہے **عن عبیدة الملیکی** 2210
لا تتوسدوا القرآن الخ قرآن کو تکیہ (وسادہ) نہ بناؤ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اسکے حقیقی معنی مراد ہیں
اور تشبیہ بھی ہوسکتی ہے یعنی قرآن سے تغافل مت کرو بلکہ واتلوه حق تلاوته من آناء اللیل الخ

۳ باب الفصل الاول

۱۱ **عن ابی بن کعب** :- فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاهلیة الخ یعنی میرے نفس کے 2213
اندر ایسی تکذیب واقع ہوئی کہ جو جاہلیت کے اندر بھی نہیں ہوئی تھی اس سے بھی زیادہ واقع ہوئی

۱۹۳/۴ **الفصل الثالث عن علقمة** :- وتكذب بالكتاب الخ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مسعود نے 2219
ما سکر اور نہ ہونے کے ذریعہ جب نفی کردی تو گویا اس نے قرآن کی تکذیب کی جس کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا
پھر اس کو قتل کرنا چاہیے تھا لیکن اس کو قتل نہیں کیا صرف حد لگائی اسکی کیا وجہ ہے جواب یہ
ہے کہ یہاں مطلق التکذیب من باب التورث کی ہے یعنی نفس قرآن کی تکذیب نہیں بلکہ جس
قرأۃ کیساتھ انہوں نے تلاوت کی اسکی تکذیب کی بطور تشدید تکذیب بالکتاب سے تعبیر کیا

2219 اور وجد منہ ریح الخمر الخ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ریح خمر کی وجہ سے حد واجب ہوتی ہے یا نہیں امام صاحب ۶
اور امام شافعی کے نزدیک محض ریح کی وجہ سے واجب نہیں ہوتی اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک واجب
ہوتی ہے ۔ احناف اور شوافع پر اعتراض وارد ہوگا کہ جب ان کے نزدیک حد واجب نہیں تو اس حدیث
کے اندر فجلدہ الحد کا کیا جواب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے شرب خمر کا اقرار کر لیا ۷
2220 ہو ۔ عن زید بن ثابت ۔ اس حدیث کے اندر قرآن شریف کے یکجا جمع کرنے کا ذکر ہے کہ صحابہ ۷
نے کیسے اس کو جمع فرمایا اور اس میں کیا مشکل ہوئی ۔ یہاں چند اعتراض ہیں (۱) جب کہ قرآن کو صحابہ
کے صدور سے جمع کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کچھ بھول گئے ہوں اس کا احتمال ہے جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد ہے صحابہ کے
متعلق کہ وہ سب کے سب عادل ہیں (۲) سوال پیدا ہوا کہ صحابہ اگرچہ عادل ہیں لیکن قرآن کا تواتر
پر اشکال ہے جواب یہ ہے کہ اس کا ثبوت خبر آحاد سے نہیں بلکہ تمام صحابہ ہر ہر آیت کو جانتے تھے البتہ
ٹکڑوں پر لکھا ہوا قرآن ہر صحابی کے پاس موجود نہ تھا اس کو الگ الگ صحابی سے تلاش کرنا پڑا
اور ہر ایک کے لکھے ہوئے ٹکڑوں کو جمع کیا اب یہاں سے معلوم ہو گیا کہ صدور رجال سے جمع نہیں ہوا بلکہ قرآن
کاغذوں اور ہڈیوں کے ٹکڑوں پر سے اس کو جمع کیا گیا ۔ (۳) جب حضور نے اس کو جمع نہیں فرمایا تو بعد کے صحابہ نے
ایسا کیوں کیا جس کو حضور نے نہیں کیا جواب یہ ہے کہ حارث ابن اسد محاسبی فرماتے ہیں کہ یہ جمع جدید
نہیں بلکہ حضور کے زمانہ میں بھی جمع ہوا تھا چنانچہ کل قرآن پاک کا تین مرتبہ جمع ہوا جیسا کہ علامہ ابن حجر
نے بیان فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور کے زمانہ میں ہوا جیسا کہ حدیث سے ہو گی کہ جن جن صحابہ نے سینوں میں
یا کاغذوں پر یا دوسری جگہ لکھ رکھا تھا ان سب کو حضور نے ٹکڑوں پر جمع کر لیا تھا اس کے بعد حضرت
ابوبکر صدیق کے زمانہ میں جمع ہوا چونکہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان تمام ٹکڑوں
کو جن پر قرآن جمع کیا گیا تھا حفاظت کی غرض سے ان ٹکڑوں کو جمع کرا لیا تھا اس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں
لوگوں کے اندر اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ میرا لغت صحیح ہے کوئی کہتا کہ میرا لغت صحیح ہے تو ~~حضرت~~ حضرت عثمان
ابن التین نے لسان قریش پر جمع فرمایا ۔ علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور عثمان کے جمع میں فرق
× یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے بخوف ضیاع بلا لحاظ کسی لغت خاص جمع فرمایا تھا اور حضرت عثمان نے خاص لغت قریش
پر جمع کیا اور باقی لغت کو جلا دیا گیا ۔ یہاں سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ قرآن کو جلا دینا کیسا ہے ایک جماعت
کے نزدیک بوسیدہ کو جلا دینا چاہئے دوسری جماعت کہتی ہے کہ ان حروف کو دھو دینا چاہئے علماء نے
بیان کیا کہ ان حروف کا پانی ہر مرض کی شفاء ہے ۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت عثمان کی
طرح قرآن کو کیوں نہیں جمع فرمایا علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں چونکہ وحی کا زمانہ تھا بعض
احکام باقی رہتے تھے اور احتمال رہتا تھا کہ بعض منسوخ ہو جائیں چنانچہ منسوخ بھی ہو جاتے تھے اس احتمال
کی بنا پر جمع نہیں کیا ۔ وقد کنت اکتب الوحی الخ حضور کے کاتبین وحی بہت سے ہیں مشہور حضرات خلفاء اربعہ ۱۱
حضرت امیر معاویہ ۔ حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ اگرچہ زید ابن ثابت نے جمع قرآن کو
نقل جبل سے اثقل سمجھا کیونکہ اس کے اندر دین کی ذمہ داری سب سے اہم ہے ۔ مع ابی خزیمۃ الانصاری بخاری ۱۵
کے اندر مع خزیمۃ الانصاری واقع ہوا حافظ نے اول کو اور ابن السبر جوری نے ثانی کو راجح قرار دیا

2220 لیکن صحیح یا شاذ اور اسما فقط ہے حافظ کہتے ہیں کہ سورہ توبہ کی طرح سورہ احزاب کا آخر بھی کسی کے پاس نہیں پایا جاتا ١٩٣/١٥
تھا تو سورہ توبہ کا آخر خزیمہ کے پاس اور آخر احزاب خزیمہ بن ثابت کے پاس پایا گیا جیسا کہ اس حدیث اور اس کی بعد
والی حدیث میں فاقد الخ کا حدیث کے اندر واقعہ موجود ہے اب اعتراض ہوگا کہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ
آخر احزاب اور آخر توبہ صرف انہی کے پاس تھا تو اب یہ دونوں آیتیں متواتر نہیں رہیں جواب یہ ہے کہ
ان کا مطلب یہ ہے کہ لکھا ہوا صرف انہی کے پاس تھا ورنہ یہ دونوں آیتیں حفظ صحابہ کے پاس موجود تھیں
قولہ فقرنت بینہما الخ سے اجزاء اور سورہ میں بعض نے اول کا نام طوال ہے جو شروع سے لیکر سورہ یونس تک ہے
دوسرا حصہ مئین کہلاتا ہے جو سورہ یونس سے سورہ شعراء تک ہے اور تیسرا حصہ مثانی کہلاتا ہے جو سورہ
شعراء سے سورہ حجرات تک ہے اور اس کے بعد آخر قرآن تک مفصل کہلاتا ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ
ترتیب سور اور ترتیب آیات توقیفی ہیں یا اجتہادی دونوں قول ہیں لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ترتیب
آیات توقیفی ہیں اور ترتیب سور اجتہادی ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ اور العلم عند اللہ

كتاب الدعوات

۶/۸۵/۲ ١٩٤/٨

دعوات جمع ہے دعوت کی جس کے معنی طلب عبادت بلانا اور تعریف میں اور عبادت میں اختلاف ہے کہ
دعا کرنا افضل ہے یا رضا بالقضاء افضل ہے جمہور کے نزدیک دعا اور صوفیاء کے نزدیک رضا بالقضاء
افضل ہے بعض کے نزدیک اپنے لئے رضا بالقضاء اور دوسرے کے واسطے دعا کرنا افضل ہے جو لوگ کہتے
ہیں کہ رضا بالقضاء افضل ہے اور دعا سے کچھ نہیں ہوتا ان کا جواب جمہور کی طرف سے یہ ہے کہ نبی کے
مطلوب اور مقصود دعا سے حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی ملتا ہے اور ہم تعلیمات میں کوشش اور سعی کے اور
مقصود ہے کا مقصود دعا پورا ہونا مقدر میں دعا ہی سے متعلق ہو کہ اگر دعا کرتا مقصد میں کامیابی
2223 ہوگی ورنہ نہیں اس اعتبار سے ہم دعا کرنا افضل کہتے ہیں الفصل الاول عن ابی ھریرۃ ؓ ٨

لکل نبی دعوۃ مستجابۃ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی طرف ایک ہی دعا مقبول ہوتی ہے باقی نہیں ٩
حالانکہ ہر نبی کی طرف سے بہت سی دعا طلب کیا ہے جواب ۱ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ ایک دعا
منقطع الاجابۃ ہوتی ہے اور بقیہ دعائیں بین القبول والرد ہیں جواب ۲ اس دعوت مستجابہ سے مراد
افضل دعاء ہے جواب ۳ ایک دعوت ہر نبی کی امتی عام ہوتی ہے جس میں تمام امت شامل ہوتی ہے
خواہ وہ نجات کی دعا کرے یا پوری امت کی ہلاکت کی وہی دعا مراد ہے جواب ۴ دعاء
مقصود مراد ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے ہوتی ہے جواب ۵ حجۃ اللہ علی العالمین مولانا شاہ
ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس دعا سے مراد وہ دعوت ہے جس کا سبب اور منبع رحمت ہے جس کا
2225 حاصل یہ ہے کہ وہ پوری امت کو اپنی بیعت میں لے لیتی ہے وعنہ قال اذا دعا احدکم فلیقل الخ ١٣
ابن عبد البر نے فرمایا کہ اللھم اغفر لی ان شئت کہنا جائز نہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا
ہے کہ خلاف اللہ نہی تحریمی ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے لیکن امام نووی نے تنزیہ پر محمول کیا ہے
اور یہی اولی ہے فلیعزم المسئلۃ الخ عزم مسئلہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے حسن ظن رکھے یا یہ مراد ہے کہ
2230 یقین قلب سے دعا کرے الفصل الثانی عن النعمان بن بشیر ؓ الدعاء ھو العبادۃ الخ ٢٤

2230 جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ دیکھو آیۃ شریفہ وقال ربکم ادعونی ۱۹۴/۲۴
استجب لکم الخ میں دعوت سے مراد عبادت ہے دعا مراد نہیں لہذا اصل مقصود انسان کا عبادت کرنا اور رضا
بالقضاء ہے جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ دعا کی تفسیر جس طرح عبادت کیساتھ کی گئی ہے ایسے ہی بعض
لوگوں نے سوال اور ترک ذنوب کیساتھ بھی کی ہے جمہور یہ فرماتے ہیں کہ اس آیۃ میں دعا سے سوال کرنا مراد
ہے اور عبادت کے اندر چونکہ اعظم عبادت دعا ہے اسلئے حدیث کے اندر دعا کو عبادت کیساتھ تعبیر کیا ہے
جیسے الحج عرفۃ چونکہ وہ حج کا رکن اعظم ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ عبادت کی غرض تذلل للہ ہے اور خشوع
2233 ہے اور دعا کے اندر یہی ہوتا ہے **عن سلمان الفارسیؓ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی وجہ سے ۱۹۵/۱
تقدیر بدل جاتی ہے لیکن باب الایمان بالقدر کے اندر بہت سی احادیث گذری ہیں جنمیں ہے کہ آدمی
ہمیشہ عمل خیر کرتا ہے لیکن اسپر تقدیر غالب آجاتا ہے جسکی وجہ سے آخر عمر میں اعمال سیئہ کرکے جہنم میں
داخل کردیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان جیسی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر نہیں بدلتی دونوں حدیثوں
میں دفع تعارض اسطرح ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر مبرم جسکے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور تقدیر
معلق جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی وصف وغیرہ پر معلق ہوتا ہے لہذا اس حدیث کے اندر تقدیر معلق اور پہلے باب کی
احادیث میں تقدیر سے تقدیر مبرم مراد ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوئی کہ نیک کام کرنے سے زیادتی عمر
ہوتی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عمر میں حقیقۃً اضافہ ہوجاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی عمر میں
2248 بہت سے کام لے لیتے ہیں **عن عمرؓ**: کلمۃ ما استرنی اس کلمہ سے مراد جس نے سرور اور خوشی میں ڈالدیا ۲۱
بعض کے نزدیک استرنی مراد استرکنا ہے اور ممکن ہے کوئی اور کلمہ ہو جسکو حضرت عمرؓ نے ذکر نہیں فرمایا اور
2230 عبد ضعیف کے نزدیک اس کلمہ سے مراد کلمہ یا اُخَی ہے جیسا کہ ایک روایت کے اندر تصریح ہے **وعنہ**: ۲۶
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین آدمی کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں جنمیں سے ایک دعوۃ الوالد ہے اسپر اشکال
یہ ہے کہ والد کو کیوں ذکر کیا گیا والدہ کی دعا کا ذکر نہیں ہے؟ جواب ۱: چونکہ ماں کی دعا بالاولیٰ قبول ہوتی ہے اسوجہ سے
اسکے ذکر کی ضرورت نہیں جواب ۲: ماں چونکہ ہمیشہ بددعا کرتی رہتی ہے اسوجہ سے اسکی دعا قبول ہی نہیں ہوتی
لیکن اول مطلب صحیح ہے جواب ۳: عبد ضعیف کہتا ہے کہ الوالد صیغہ ذو کذا ہے جیسے تامر ذو تمر اور لابن
ذو لبن ایسے ہی الوالد سے مراد ذو ولد ہے جو ماں باپ دونوں کو شامل ہے ۱۹۶/۱۷

باب ذکر اللہ عزوجل الخ (الفصل الاول)

2267 **عن ابی ھریرۃؓ**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے جارہے تھے جب جبل جمدان میں پہونچے تو ۱۷
آپ نے فرمایا سبق المفردون اب اسکے اندر اشکال یہ ہے کہ اس جملہ کا کیا تعلق ہے اور
حضورؐ نے اس موقع اور اس جگہ پر یہ کیوں فرمایا؟ جواب ۱: زید ابن عمرو یا عمرو ابن نفیل کا شعر ہے ؎
سبحان ذی العرش سبحانا یدوم له ؎ وقبلنا سبح الجودی والجمد ؎ اس شعر کے اندر جبل جمدان
کا تذکرہ ہے کہ وہ بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو آپ کو یہ شعر یاد آیا اسوجہ سے آپ نے یہ فرمایا جواب ۲:
حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی ازرق پر پہونچے تھے تو تلبیہ پڑھا تھا اور یہ وادی اس پہاڑ کے
2266 قریب ہے تو حضرت موسیٰ کا تلبیہ آپؐ کو یاد آیا اسوجہ سے آپ نے فرمایا **عن ابی ھریرۃؓ**: سبحان اللہ ۱۹۷/۱

198 ۲ من عادى لى وليا الخ لفظ ولی کی صفت سے حافظ فرماتے ہیں کہ ولی سے مراد عارف باللہ دائم مخلص 2266
فی العبادۃ مراد ہے وما تقرب الی عبدی الخ یعنی بندہ جب اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
زیادہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ مامور جب اپنے آقا کے مقرر کئے ہوئے امر کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے
آقا کو زیادہ خوشی ہوتی ہے بہ نسبت اس کام کے جسکا اسکو کرنے نہ کرنیکا اختیار دیا گیا تھا کہ اس
اتنی خوشی نہیں ہوتی ایسی ہی بندہ کی نوافل کرو بہ نسبت فرائض کے زیادہ موجب خوشی نہیں
۵ کیونکہ نوافل کا اسکو اختیار ہے فکنت سمعہ الذی یسمع بہ الخ اسکے علماء نے دو مطلب
بیان کئے ہیں (۱) یعنی اسکے کان ہاتھ ناک وغیرہ بسبب حب الہی احکام کے تابع ہیں (۲) اس پر محبت کا
۵ غلبہ رہتا ہے کہ بغیر رضاء الہی کے کوئی کام ہی نہیں کرتا وما ترددت عن شیء الخ تردد سے مراد
تحیر ہے اور تحیر جب ہوتا ہے جب اس شیء کے انجام کا علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے پھر یہاں
تردد اور تحیر کا کیا مطلب ہے جواب یہ جملہ بیان حقیقی تردد کیلئے نہیں تردد صوری کو تشبیہ دی گئی ہے وہ
۲۲ تردد اور تحیر مراد نہیں **عن حنظلة**: - ولکن یا حنظلة ساعة وساعة ثلث مرات - ومن ثلث مرات 2268
کا تعلق یا تو اس پورے جملہ سے ہے یعنی اس پورے جملہ کو تین مرتبہ آپ نے فرمایا یا لفظ ساعة کو تین
مرتبہ فرمایا علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ ساعة وساعة کا مطلب یہ ہے کہ ساعة فی الحضور وساعة
فی الغیبة یعنی ایک وقت ایسا ہونا چاہیئے جس میں اپنے رب کیساتھ مشغول رہو اور اسکے حقوق
ادا کرو اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ اپنی بیوی بال بچوں وغیرہ میں مشغول رہو

199 ۱۱

کتاب اسماء اللہ تعالیٰ

(الفصل الاول)

۱۲ **عن ابی ھریرۃ**: - ان للہ تعالیٰ تسعة وتسعین اسما مائة الا واحدة الخ اعتراض وارد ہوا کہ جب 2287
پہلے تسعة وتسعین کا ذکر کر دیا تو آگے جملہ مائة الا واحدة کہنے کی کیا ضرورت؟ جواب (۱) تاکید اور حقیقت
بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جواب (۲) چونکہ سبعة وسبعین کیساتھ اشتباہ ہو سکتا تھا اسلئے یہ کہا : -
۱۳ من احصاھا اسکے مطلب کے اندر اختلاف ہے (۱) جو شخص یاد کرے امام بخاری نے یہی تفسیر کی
امام نووی نے محققین بلکہ اکثرین کی طرف اسکو منسوب کیا (۲) اسکا مطلب ہے من عرفہا وامن بہا
(۳) یعنی جو طاقت رکھے اور تقاضا جن پر کاربند رہے (۴) ابو عبد اللہ زبیدی فرماتے ہیں کہ اسکا
مطلب یہ ہے کہ جو قرآن پاک کو پورا پڑھ لے اسلئے کیونکہ قرآن کے اندر یہ تمام اسماء موجود ہیں لیکن
اس مطلب کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تسعة وتسعین کے اندر اسماء
کا حصر ہے یا اس سے بھی زیادہ ہیں - ابن حزم کہتے ہیں کہ حصر کیلئے ہے - جمہور کے نزدیک حصر کیلئے نہیں بلکہ
اس سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ امام بیہقی - خطابی - قرطبی - ابو الطیب شافعی - ابن کثیر - ابن قیم - حافظ وغیرہ
کی یہی رائے ہے امام نووی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے ابن العربی مالکی نے ایک ہزار نام نقل کئے ہیں بعض نے
چار ہزار تک نام شمار کرائے ہیں اور ان لوگوں کا استدلال مسند ۲۱۶ پر ایک حدیث سے ہے اب یہ اس دوسری
حدیث کے اندر جو اسماء کی تفسیر ہے یہ حضور کی طرف سے ہے یا کسی راوی کی طرف سے ہے اکثرین کی رائے ہے کہ
یہ تفسیر کسی راوی کی جانب سے ہے کیونکہ احادیث کے اندر اسماء میں اختلاف ہے کسی میں کچھ نام اور کسی میں

2289 حدیث نام موجود ہیں **عن بریدۃ** :- اس حدیث پاک میں اسم اعظم کا ذکر ہے اس کے اندر اختلاف ہے اسم 199/24
اعظم موجود ہے یا نہیں ابن جریر طبری - ابن حبان - ابوبکر باقلانی - ابوالحسن اشعری کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تمام
نام ہی اعظم اور اعلیٰ ہیں اور جس حدیث کے اندر کسی خاص نام کے ساتھ اعظم کا لفظ ہے اس سے مطلق عظمت مراد ہے
ابن حبان کہتے ہیں کہ داعی اس نام کو وسیلہ بنا کر جو دعا کرتا ہے اس پر اسکو ثواب ملتا ہے اسی کو اعظم سے تعبیر کر دیا
بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ موجود ہے لیکن مخفی ہے اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور بعض کی رائے ہے کہ موجود ہونے کے ساتھ
ساتھ معلوم بھی ہے چنانچہ حافظ نے چودہ نام شمار کرائے اور علامہ سیوطی نے بیس نام نقل کیے ہیں اور
اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک نام اسی حدیث کے اندر بیان کیا گیا اور کچھ اسکے علاوہ احادیث کے اندر ہیں
2290 **عن انس** :- ورجل یصلی الخ اس دعا کرنے والے سے مراد ابوالعیاش زید بن ثابت زرقی ہیں رضی اللہ عنہ 27

باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر

(الفصل الاول) 200/12

2298 **وعنہ قال** :- حبیبتان الی الرحمٰن الخ یہ خبر ہے ثقیلتان علی اللسان کی اب یہ المحبوب کیوں ہیں یہ 18
دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ان دونوں کلموں کے اندر دو چیزیں ہیں ایک تنزیہ یعنی جو چیزیں خلاف
شان باری ہیں ان سے پاکی بیان کرنا اور دوسری چیز تحمید ہے یعنی جن صفات کا وہ مستحق ہے اس کو
2303 ثابت کرنا **عن ابی موسی الاشعری** :- اس حدیث سے جہر بالتکبیر کی نفی ہوتی ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں 201/4
2305 کہ اگر زور سے پڑھنے کی صورت میں وساوس ختم ہوں تو جہر اولیٰ ہے **الفصل الثانی عن الزبیر** :-
سبحوا الخ یہ امر ہے جو انشاء کیلئے آتا ہے تو اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی انشاء اس امر سے ہوئی 10
2308 حالانکہ پہلے سے وہ منزہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سبحوا سے مراد اعتقدوا ہے **عن عبد اللہ بن عمرو** :-
اس حدیث پاک کے اندر آپ نے شکر کی نفی سے حمد کی نفی کر دی حالانکہ شکر عام ہے مورد کے اعتبار سے اور خاص 13
ہے متعلق کے اعتبار سے اور حمد عام ہے متعلق کے اعتبار سے اور خاص ہے مورد کے اعتبار سے اور یہاں ایک کی
نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہوئی لہذا یہاں شکر سے شکر کامل مراد ہے جو صرف زبان سے ہوتا ہے لہذا اب شکر
2315 بھی مورد کے اعتبار سے خاص ہو گیا اور اب ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی ہو گی **عن ابن مسعود** :- 202/9
اس حدیث کے اندر حضرت ابراھیم علی نبینا و علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا ہے جنت کے متعلق **وانھا قیعان**
یعنی جنت ایک چٹیل میدان ہے انسان دنیا کے اندر کچھ اعمال کر کے اسکو آباد کرتا ہے اور قرآن پاک
کی سینکڑوں آیات کے اندر ذکر ہے جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا الخ اس جیسے مضمون والی اور
دیگر احادیث بھی اور آیات بھی ایسی ہیں ان سب میں دفع تعارض کیسے ہو گا؟ جواب ۱ :- یہ ہے کہ
ابتداء تکوین کے اندر حضرت حق جل مجدہ نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ فلاں شخص اتنی مرتبہ سبحان اللہ اور اتنی مرتبہ
الحمد للہ وغیرہ اپنی پوری عمر میں کہیگا اسکے بقدر اللہ نے اس جنت کے اندر درخت اور پودے لگا دیئے
تو یہاں اس تقدیر کا اظہار مقصود ہے جواب ۲ :- عام طور سے باغبان جب باغیچہ لگاتا ہے تو بہت
سے پودے پہلے ہی لا کر ایک جگہ جمع کر دیتا ہے اور کو مناسب طور پر مناسب مقام میں آہستہ
آہستہ لگاتا رہتا ہے تو دوسری آیات احادیث کے اندر ان پودوں کا ذکر ہے اور جب آدمی اچھے عمل کرتا ہے تو ان
کو مناسب مقام پر اللہ تعالیٰ لگاتا رہتا ہے یہی اس حدیث کے اندر مراد ہے جواب ۳ :- ہر شخص کیلئے دو جنت ہیں ایک باغات والی اور ایک قیعان والی

۲۰۳/۱

باب الاستغفار والتوبة

استغفار باب استفعال کا مصدر ہے غفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ڈھانکنا ہے تو چونکہ معافی کا پردہ اپنے اوپر
ڈالتا ہے اسلئے استغفار کہتے ہیں اور توبہ کے معنی رجوع کے ہیں تو بندہ اس اعتقاد کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کرتا ہے کہ میں اس گناہ کو نہیں کرونگا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ توبہ کے اندر تین چیزیں ہوتی
ہیں معصیت سے رکنا اور اس پر ندامت اختیار کرنا اور اس کا عزم کرنا کہ اس گناہ کو نہیں کرینگے آگے فرماتے
ہیں کہ اگر دوبارہ گناہ کر لیے پھر بھی توبہ منقطع نہیں ہوتی ہے لیکن یہ تمام باتیں حقوق اللہ کے اندر
2333 ہیں اور حقوق العباد اس سے مستثنیٰ ہیں **الفصل الاول عن ابی ھریرۃ** ! اس حدیث کے اندر ۲۰۳/۲
حضور نے فرمایا میں سبعین مرۃ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اس میں اختلاف ہے کہ آیا عدد مراد
اکثر من سبعین مرۃ تحدید کیلئے ہے یا مطلق کثرت کو بیان کرنے کیلئے دونوں قول ہیں اور کثرت بیان کرنے کی صورت
میں اکثر التعبیر کی تفسیر حضرت اغر مزنی کی حدیث ہوگی جس کے اندر سو کا ذکر ہے اور ایسے اندر ابن عمر کی
2324 حدیث آرہی ہے **عن الاغر المزنی** انہ لیغان علی قلبی تحقیق کہ پردہ ڈالا جاتا ہے میرے قلب ۳
اس کے معنی ہیں اور حدیث کے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابو النصر سراج نے اپنی کتاب کے اندر
اس حدیث کے ثبوت سے انکار کردیا۔ لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے
البتہ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطلب میں مختلف مذاہب اور اقوال ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ
یہ متشابہات میں سے ہے چنانچہ شعبہ نے اصمعی سے پوچھا کہ اس حدیث کے اندر غین سے کیا مراد ہے
انہوں نے کہا کہ اگر کسی دوسرے کے قلب کا غین ہوتا تو میں اس کا مطلب بیان کرتا حضور کے قلب مبارک
کے غین کی میں کیا تفسیر کرسکتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی نے بھی اسکی تفسیر سے انکار کردیا اور
فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال قلبیہ اور علوم لدنیہ کی طرف کسی کی نظر پہنچ سکتی ہے
دوسری جماعت اس کے معنی بیان کرتی ہے البتہ مختلف اقوال ہیں:- (۱) بعض کہتے ہیں کہ یہ
ایک حالت محمودہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار عبودیت کرتے تھے (۲) بعض نے کہا کہ اس سے اظہار
تذلل و انکساری مراد ہے (۳) علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث سے بہت تردد
واقع ہوا تو میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی آپ نے فرمایا کہ یہ غین الاغیار نہیں بلکہ غین الانوار ہے (۴) بعض
لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی حالت ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہے یعنی چونکہ حضور بشر تھے اور کوئی بشر
لغزش سے خالی نہیں تو اس لغزش وغیرہ سے معافی مانگا کرتے تھے (۵) بعض نے کہا کہ آپ جب
اپنی امت کے نقائص کو دیکھتے تو اپنی امت کیلئے مغفرت طلب کرتے تھے اپنے لئے نہیں وہی یہاں مراد ہے
(۶) بعض مرتبہ کام کی مشغولی کی وجہ سے ذکر الٰہی سے رک جاتے تھے تو اس کوتاہی سے مغفرت طلب فرماتے تھے
(۷) اپنے قلب اطہر سے چھپا کے ایمان کے طالب تھے مگر وہ ایمان نہ لاتے تو ان کیلئے استغفار کرتے تھے (۸) امام
غزالی فرماتے ہیں کہ حضور چونکہ روزانہ ترقی کرتے تھے تو پہلے درجہ کے نقائص کو دیکھ کر مغفرت طلب کرتے
تھے یہ علماء کے مختلف اقوال ہیں اس حدیث کے بارے میں۔ اب ایک اشکال اس حدیث اور اس جیسی ان تمام
احادیث پر وارد ہوتا ہے جن کے اندر حضور کے استغفار کا ذکر ہے کہ جب حضور گناہ سے بالکل منزہ مبرا تھے تو پھر
مغفرت کیوں طلب فرماتے تھے جواب یہ ہے کہ آپ کا مغفرت طلب کرنا اس بات کو مقتضی نہیں کہ آپ گناہ بھی کریں

2324 جواب ۲ :- بطور شکر کے آپ استغفار کرتے تھے جواب ۳ :- امت کیلئے استغفار کرتے تھے جواب ۴ :- امام ۲۰۳/۳
غزالی فرماتے ہیں کہ حضور کی ترقی کی وجہ سے پہلے مرتبہ کے اندر نقائص معلوم ہوتے تھے اسپر استغفار فرماتے تھے

2341 **الفصل الثانی عن انس** ۔ کل بنی آدم خطاء الخ :- اپنے عموم کی وجہ سے انبیاء کو بھی شامل ہے حالانکہ ۲۰۴/۱۹
وہ معصوم ہیں اب یہ عصمۃ الانبیاء کا مسئلہ علماء اس کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک قبل
النبوۃ ہر قسم کے گناہ کر سکتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک کبائر سے وہ پاک ہیں قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ
البتہ قبل النبوۃ صغائر ہو سکتے ہیں ۔ محققین کے نزدیک قبل النبوۃ اور بعدھا ہر قسم کے گناہ سے پاک
ہیں خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ البتہ سہو ہو سکتا ہے یہی اصح الاقوال ہیں جب یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو
اب اس حدیث کا جواب محققین کے قول کی بناء پر جواب ۱ :- یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اس سے مخصوص ہیں
اور دلائل عصمت دلیل خصوص ہے اور عصمت کے دلائل بہت سے ہیں جنمیں سے سب سے بہترین دلیل یہ ہے کہ ہم
کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا تو اگر ان سے خطاء کا احتمال ہوتا تو ہم اقتداء کیسے کرتے جواب ۲ :- اس
حدیث کے اندر خطاء کا محل خلاف اولیٰ کرنے پر ہے مجازاً اسپر خطاء کا اطلاق کر دیا جواب ۳ :- نیز

2343 اس حدیث کا خطاب صرف امت کو ہے عن ابن عمر :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کی توبہ غرغرہ ۲۲
(روح کی اور نزع کے) وقت مقبول نہیں لیکن علماء نے بیان کیا کہ اس کا فرد ہے کہ اصلی توبہ یعنی ایمان
وغیرہ مقبول نہیں کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہیں جو کہ اصل ایمان ہے بلکہ اسوقت تو تمام غائب حاضر ہو جاتے ہیں

2346 اور مومن کی توبہ اسوقت بھی مقبول ہے عن معاویۃ لا تنقطع الہجرۃ حتی تنقطع التوبۃ الخ اس ۲۰۵/۲
معلوم ہوا کہ ہجرۃ کا انقطاع اسوقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ توبہ کا انقطاع نہ ہو اور توبہ کا دروازہ قیامت
تک کھلا رہیگا لہذا ہجرۃ بھی قیامت تک جاری رہیگی حالانکہ حضور نے فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح علماء نے
جواب دیا یہاں ہجرۃ سے ترک ذنوب مراد ہے لیکن علامہ طیبی اس کا انکاری ہیں وہ فرماتے ہیں کہ انقطاع
ہجرۃ تو یقینی توبہ ہے لہذا اب جواب یہ ہوگا لا ہجرۃ بعد الفتح کے اندر ہجرۃ سے ہجرۃ الی المدینہ مراد ہے
جو پہلے فرض تھی اور اب فرض نہیں رہی البتہ اب بھی ایسے شخص کیلئے باقی ہے جو دار الکفر کے اندر رہتا ہو
جہاں فرائض وغیرہ ادا ہو سکے اور ادا نہیں کر سکتا اسکیلئے ہجرۃ فرض ہے

باب الفصل الاول

۲۰۶/۲۶

2369 **عن ابی ھریرۃ** قال رجل لم یعمل الخ :- یہ رجل بنو اسرائیل سے تھا طبرانی کے اندر ہے کہ کفن چور تھا اب اس حدیث ۲۰۷/۷
پر اشکال ہوگا کہ اسکی مغفرت کیسے کردی جب اسنے اپنی وصیۃ کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ اسکو اللہ
تعالیٰ کی قدرۃ پر ایمان نہیں تھا کیونکہ اسنے کہا فواللہ لئن قدر اللہ علیہ الخ جواب ۱ :- یہ ہے کہ یہاں قدر اللہ ۹
کے اندر قدر بمعنی الضیق ہے یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی کی تو عذاب دینگے جواب ۲ :- قدر بمعنی التقدیر
ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تقدیر فرمادیا تو عذاب دینگے لہذا ان صورتوں کے اندر انکار قدرۃ نہیں پایا گیا
جواب ۳ :- اگرچہ وہ منکر قدرۃ تھا لیکن منکر صفت کے متعلق ابن قتیبہ کی رائے ہے کہ اسپر کفر ثابت نہیں
لیکن یہ جواب ضعیف ہے جواب ۴ :- ان کے مذہب میں کافر کی مغفرت ہو جاتی تھی یہ ابعد الاجوبۃ ہے
جواب ۵ :- یہ شخص انتہائی گھبراہٹ کے اندر تھا جسکی وجہ سے یہ الفاظ اسکے نکل گئے

2371 عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجاۃ اور دخول جنۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے حالانکہ قرآن ۲۰۷/۱۳
پاک کے اندر ہے تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون یعنی تم لوگ جنت کے وارث ہوگئے اپنے اعمال کی
وجہ سے تو اس حدیث سے معلوم ہوا اعمال حسنہ کے ذریعہ جنت ملیگی جواب۱ یہ ہے کہ بما کنتم تعملون کے اندر
باء سببیہ ہے یعنی اعمال سبب کا درجہ رکھتے ہیں اور رحمۃ خداوندی علت کے درجہ میں ہے سبب کے بعد مسبب
کا وجود ضروری نہیں اور علت کے بعد معلول ضرور پایا جائیگا جواب۲ یہ جنۃ تو اللہ کی رحمت سے اور اس کے
2378 درجات کی ترقی اعمال پر موقوف ہے الفصل الثالث عن عبد اللہ بن عمرو ان اللہ لا یعذب من عبادہ ۲۰۸/۶
الا المارد اس سے معلوم ہوا تعذیب صرف کفر پر مرتب ہوگی حالانکہ دوسرے معاصی سے بھی اللہ تعالیٰ عذاب
دیگا جواب۱ یہ ہے کہ یہاں عذاب سے عذاب دائمی مراد ہے جواب۲ شرائع اسلام کے نزول کے قبل کا واقعہ ہے

[illegible]

باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام (الفصل الاول) ۱۷

2388 عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا حضرت فاطمہ کی حضور سے ملاقاۃ ہوئی اور حضرت علی کی ماقبل والی حدیث ۲۰۹/۱۳
سے معلوم ہوا حضور ان کی ملاقاۃ نہ ہوسکی بلکہ حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کرگئی تھیں انہوں نے حضور سے عرض کیا
دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث راوی کی جانب سے مختصر ہے واقعہ یہ تھا کہ وہ
پہلے حضور کے پاس تشریف لائیں اور ملاقاۃ نہ ہوسکی وہ حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کرگئیں اور اس کے
بعد دوبارہ تشریف لائیں حضور نے یہ تسبیح ان کو بتلائی جس کی وجہ سے اسکا نام تسبیح فاطمی پڑ گیا اور یہ
2400 ضعف جسم کیلئے مفید ہے الفصل الثانی عن حذیفۃ اس حدیث کے اندر ہے حضور سوتے وقت اپنا ۲۱۰/۲۷
دست مبارک خد کے نیچے رکھتے تھے اور اگلے ہی ایک حدیث سے معلوم ہوا تحت راسہ دست مبارک
رکھتے تھے جواب علماء نے دیا کہ دراصل آپ ہاتھ ایسے رکھتے تھے کہ ہتھیلی الکف خد کے نیچے اور
2408 انگلیاں سر کے نیچے ہوتی تھیں عن ابی ھریرۃ فالق الحب والنوی یہ اشارہ ہے ارزاق جسمانیہ ۲۱۱/۲۲
کی طرف اور منزل التوراۃ والانجیل الخ یہ اشارہ ہے ارزاق روحانیہ کی طرف اس دعا کے اندر صرف
تین کتابوں کا ذکر ہے زبور بھی تو کتب مشہورہ میں سے ہے اسکا ذکر کیوں نہیں شیخ عبد الحق محدث
دہلوی فرماتے ہیں کہ ان کتب کو بیان کرنا مقصود ہے جن کے اندر احکام الہیہ کا ذکر ہے اور زبور کے
2415 اندر پند و نصیحت کا ذکر ہے الفصل الثالث عن عبد الرحمن وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ ملۃ ۲۱۲/۱۹
ابراہیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مشکل سمجھا کہ حضور نے اپنی دعا کے اندر یہ جملہ کیسے کہا
کیا لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ افراد انسانی کی حیثیت سے حضور نے یہ فرمایا اور اس اعتبار سے آپ پر واجب ہے
کہ آپ اپنی نبوت پر اور رسالت پر ایمان لائیں جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں۔

باب الدعوات (الفصل الاول) ۲۱

2416 عن ابن عباس لم یضرہ شیطان ابدا اس کے مراد (۱) دنیا کے اندر شیطان اسکو ضرر نہ پہنچائے ۲۲
(۲) بعض لوگوں نے کہا کہ بدن کو کوئی ضرر نہ پہنچائے (۳) دین کے اندر کوئی اسکو ضرر نہ دے لیکن بعض
نے اس تیسرے مطلب کی نفی اسی وجہ سے کردی کہ یہ عصمت کو مقتضی ہے حالانکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہیں

۲۱۲/۲۲ لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی معصومیت وجوبی ہے اور یہ معصومیت از قبیل جوازی ہے اکبھی پائی جاتی ہے 2416
اور کبھی نہیں ہے اس کے خلاف بھی ہو جاتے۔ بعض لوگوں نے کہا اس سے ارادہ وساوس کی نفی ہے اور وہ چونکہ واقع ہو
جو مارتا ہے اس لئے نفی کر دی لیکن یہ مطلب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حرام حدیث کے خلاف ہے جس کے اندر ہے کہ سوائے
حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ماں کے
ساتھ وطی کرنے کے اندر وہ شریک نہیں ہوتا اس دعا کی برکت سے ص ۲۱۳/۲۶ عن سلیمان بن صرد انی لست بمجنون 2418
۲۶ یہ جملہ حضور کے قول کے بعد اس شخص نے کیسے کہا جواب ۱ یہ ہے کہ یہ نو مسلم تھا اور اداب سے واقف نہیں تھا اس لئے کہہ دیا
جواب ۲ وہ دیہاتی تھا عقل سے غیر متعلق تھا جواب ۳ یہ منافق تھا شرارت کی وجہ سے کہہ دیا جواب ۴ غصہ کا غلبہ تھا
ص ۲۱۴/۱۰ عن عبد اللہ بن سرجس والحور بعد الکور الخ اس کے تین مطلب ہیں (۱) طاعت سے معصیت کی طرف پھر جانا 2421
۱۰ (۲) ایمان سے کفر کی طرف لوٹ جانا (۳) زیادتی سے نقصان کی طرف لوٹنا

باب الاستعاذة (الفصل الاول)

۲۱۶/۲۷ ص ۲۱۶/۲۰ عن عائشہ ومن شر فتنۃ الغنی غنی کا فتنہ یہ ہے کہ معاصی کے اندر مال کو خرچ کرے۔ ۲ مال کی محبت سے تکبر کرے 2459
۲۰ ۳ اسراف کرے۔ ۴ غیر محل میں خرچ کرے ص ۲۱۶/۲۵ عن زید بن ارقم انت خیر من زکاھا الخ اس کے معنی میں آیا ہے اللہ 2460
۲۵ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی تزکیہ کرنے والا ہے کیونکہ خیر اسم تفضیل ہے جو مفضل اور مفضل علیہ کے اندر نفس فضیلت
کا متقاضی ہے لہٰذا نفس تزکیہ غیر اللہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے جواب ۱ یہ ہے کہ
تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تخلیق وتکوین کے اعتبار سے ہے اور غیر اللہ کی طرف ارادہ کے اعتبار سے ہے
جواب ۲ یہ مخاطب ہی کی نفس فضیلت بیان کرنے کیلئے کبھی کبھی یہ کلام مستعمل ہوتا ہے

الفصل الثانی

۲۱۷/۵ ص ۲۱۷/۵ عن ابی ھریرۃ من علم لا ینفع یہاں پر علم عام ہے اب ہر نفع دنیا اور دین دونوں کے اعتبار سے ہے لہٰذا اگر 2464
کوئی شخص انگریزی اس نیت سے پڑھتا ہے میں دین کی اشاعت کروں گا ممالک انگریزیہ میں تو شاید
کبھی ممکن ہو مگر عام طور سے اسکا ضرر ہوتا ہے لہٰذا اجتناب اولیٰ ہے اسی وجہ سے ہمارے اکابر منع
فرماتے ہیں۔ من دعاء لا یسمع یعنی وہ دعا جو مقبول نہ ہو۔ یا وہ دعا جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو ص ۲۱۷/۱۶ عن ابی الیسر 2473
۱۶ اس حدیث پاک کے اندر ھدم، غرق، حرق سے پناہ مانگی گئی ہے حالانکہ اس کے پہلے حدیث کے اندر ان لوگوں
کو شہید قرار دیا گیا تو گویا شہادت سے پناہ مانگی گئی اور ایسا ممتنع ہے لہٰذا یہ کہا جائیگا ان
امور کا سبب شہادت ہونا ثواب کے اعتبار سے فرمایا اور چونکہ اچانک موت کی وجہ سے عام طور پر وہ لوگوں کے
حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہ جاتا ہے تو اس اعتبار سے پناہ چاہی تاکہ لوگوں کے حقوق باقی نہ رہیں

۲۱۸/۸ **الفصل الثالث** ص ۲۱۸ عن ابی سعید اس حدیث کے پہلے حصے کے اندر کفر اور دین اور دوسرے حصے کے اندر 2481
کفر وفقر سے پناہ مانگی گئی اور دونوں کو برابر فرمایا اس لیے کہ مدیون کذب بیانی، خیانت وغیرہ کے اندر
اوصاف میں برابر ہے ایسے ہی فقیر آدمی سرقہ وغیرہ اور کذب وغیرہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے
اور یہی اوصاف کافر کے اندر بھی پائے جاتے ہیں اس لیے دونوں کو برابر کہا گیا ۱۱

باب جامع الدعاء (الفصل الاول)

۱۴ ص ۲۱۸/۱۴ عن عبد اللہ بن مسعود اس حدیث کے اندر حضور نے غنی کا سوال کیا ہے حالانکہ دوسری حدیث کے اندر آیا ہے کہ 2484

۲۱۷/۱۷ دعا دی ہے اللهم احشرنی فی زمرة المساکین اور اس قسم کی اور دعائیں منقول ہیں تو ان سے معلوم ہوتا ہے 2484
کہ فقر کی آپ نے خواہش کی تو دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہو گیا جواب ۱ ہے کہ یہاں غنی سے مراد غنی قلب
مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر مسکنت سے ظاہری فقر مراد ہے جواب ۲: پہلے جواب کا عکس ہے
کہ غنی سے ظاہری غنی مراد ہے اور فقر و مسکنت سے مسکنت معنوی یعنی تواضع وغیرہ مراد ہے **عن علی:** 2485
۱۹ اللهم اهدنی وسددنی الخ حضور اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ حضور نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم یہ دعا مانگو اے اللہ
مجھکو ہدایت دے اور سیدھا کر دے اور آگے فرمایا کہ ہدایت سے مراد اپنے ذہن کے اندر ہدایت الطریق
کا تصور کیا کرو اور سداد کی کہتے وقت اپنے دل میں یہ تصور کیا کرو کہ اتنا سداد تیر کے اندر ہو جائے جتنا
تیر کے اندر ہوتا ہے حضرت سہارنپوری اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث
کے اندر دلیل ہے کہ مرید اپنے شیخ کا تصور جائز ہے لیکن عقائد کے فساد اور زمانہ کی خرابی کی وجہ سے
اس کو منع کر دیا گیا **الفصل الثانی عن ابن عباس:** واسلل سخیمة صدری الخ سخیمة کے معنی کینہ کے 2488
۲۲ ہیں اس حدیث سے سمجھ میں آیا کہ حضور نے مطلقاً کینہ کے نکالنے کی دعا فرمائی حالانکہ کفار سے کینہ مطلوب ہے
جواب ہے کہ شان نبوة قرینہ ہے کہ یہاں مطلقاً کینہ مراد نہیں بلکہ مسلمانوں سے کینہ مراد ہے **الفصل**
۲۱۹/۲۰ **الثالث عن عثمان بن حنیف:** انی اتوجه الیک بنبیک محمد صلی الله علیه وسلم الخ احیاء کے ذریعہ اور ان کے 2495
وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے بالاتفاق - اس میں اختلاف ہے کہ حضور سے توسل جائز ہے یا نہیں
غیر مقلدین انکار کرتے ہیں لیکن جائز ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض
کیا کہ ~~حضور سے [illegible]~~ حضرت عثمان غنی سے مجھے ایک ضرورت ہے آپ سفارش کر دیجئے تو انہوں
نے یہ دعا ان کو سکھا دی اور حضور کا انتقال ہو چکا تھا جس سے معلوم ہوا کہ توسل بالاموات بھی جائز ہے
امام طبرانی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے - توسل بالاموات کی تین صورتیں ہیں -
(۱) ان کی قبور سے سوال کیا جائے اور خود ان اموات سے سوال کیا جائے قبور پرستوں اور قبر پرست
حرام خوروں کے نزدیک جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس قسم کا توسل جائز نہیں ہے (۲) ان اموات
کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اس کے اندر کوئی اشکال نہیں بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ
حدیث سے ثابت ہوا - ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں قحط پڑا تو حضرت عمر نے
حضور کے وسیلے سے دعا کرائی (۳) صورت یہ ہے کہ میت سے کہے کہ تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دو یہ
توسل انبیاء کیلئے جائز ہے اور غیر انبیاء سے ان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں
اور جو قائل نہیں ان کے نزدیک یہ مہمل شی ہی نہیں بلکہ عبث ہے آگے حدیث کے اندر ہے کہ اللهم فشفعه فی
امام بیہقی نے دعوات کبیر کے اندر نقل کیا ہے کہ جب وہ نماز سے اور دعا سے فارغ ہو کر اٹھا تو صحت یاب ہو چکا
تھا اور ضعف بالکل زائل ہو چکا تھا **عن ابی الدرداء:** اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا حضرت 2496
۲۶ داؤد علیہ السلام کے متعلق کہ کان اعبد البشر اس سے حضور پر بھی فضیلت معلوم ہوئی حالانکہ اعبد آپ ہیں
جواب ہے کہ اعبد البشر سے مراد فی عصرہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے وہ اعبد البشر ہیں -

* * *

کتاب المناسک

۲۲۰ / ۲۷ مناسک منسک کی جمع ہے عبادت گاہ کو کہتے ہیں نسک سے ماخوذ ہے بمعنی العبادۃ اور یہاں عبادۃ خاص یعنی حج مراد ہے مصنف نے پہلے ایمان ، صلوۃ ، زکوۃ ، صوم کے بعد اب حج کو ذکر کیا کیونکہ وہ عبادات بدنیہ محضہ ہیں یا مالیات محضہ ہیں اور حج عبادت مرکبہ ہے اور مفرد کو تقدم طبعی حاصل ہے لہذا وضعا اسے ذکر کیا پھر حج کو مقدم کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز ہر دن کے اندر پانچ مرتبہ ، زکوۃ ہر نصاب کے حولان کے وقت اور صوم ہر سال میں ایک مرتبہ فرض ہے اور حج پوری عمر میں ایک بار فرض ہے تو چونکہ سب سے اقل ہے وقوع کے اعتبار سے اسلئے آخر میں ذکر فرمایا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ عبادات من باب العشق ہیں اور عشق کا آخری نتیجہ اور منتہی یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے در پر جا پڑے اس کے مکانات کا چکر لگانا اور حاضری کی نذرانے پیش کرنا اسکا کام بن جاتا ہے اور یہی حال حج کی عبادت کا اندر ہے

اسکی مشروعیت کے اندر اختلاف ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ قبل الہجرۃ اسکی فرضیت ہوئی ہے ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اصح اور صحیح یہ ہے کہ بعد الہجرۃ فرض ہوئی اب سن مشروعیت میں چند قول ہیں سنہ ۵ھ سنہ ۶ھ یہی جمہور کا قول ہے سنہ ۷ھ ، سنہ ۸ھ ، سنہ ۹ھ اور ایک قول ہے کہ سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ ۔ اور بعض کے نزدیک سنہ ۱۱ھ میں ہوا لیکن یہ قول ضعیف ہے اب اعتراض ہوا کہ جب جمہور کے نزدیک سنہ ۶ھ کے اندر فرض ہوا تو حضور نے سنہ ۱۰ھ میں اتنی تاخیر سے حج کیوں فرمایا ؟ جواب ۱ ۔ یہ بیان کرنے کیلئے کہ حج علی الفور واجب نہیں ہے جواب ۲ ۔ آپ تشریف لے گئے تھے لیکن چونکہ آپ کو حدیبیہ کے اندر روک دیا گیا اور فتح مکہ ہوا نہیں تھا جسکی وجہ سے آپ نہ جا سکے جو اب اشکال ہوا کہ فتح مکہ تو سنہ ۸ھ میں ہوگیا تھا پھر دو سال کی تاخیر کیوں فرمائی ؟ جواب ۱ ۔ یہ ہے کہ چونکہ اس سال نسیئی واقع ہوئی تھی اسلئے سنہ ۹ھ کے اندر نہیں کیا پہلے نسیئی کہتے ہیں کہ قریش کے یہاں اشہر حرم کے اندر لڑائی حرام تھی اور جس میں وہ لڑائی نہیں کرتے تھے لیکن اگر اتفاق سے لڑائی پہلے سے جاری ہوتی تو وہ مہینے بدل دیتے مثلاً کہتے ہیں کہ ابھی محرم کا مہینہ نہیں آیا بلکہ صفر کا مہینہ پہلے آئیگا پھر محرم ہوگا ایسے ہی دوسرے ماہ کے اندر وہ تغیر کرتے تھے تو اس سال یہ نسیئی ایسے ہی کیا تھا اور حج کا ماہ بجائے ذی الحجہ کے انہوں نے ذی قعدہ کو ذی الحجہ کہکر اس سال اس مہینے کے اندر حج کیا تھا تو اگر آپ اس سال حج کرتے تو غیر اوان کے اندر ہوتا اور اگر ذی الحجہ کے اندر کرتے تو کفار کہتے کہ آپ نے غیر اوان کے اندر حج کیا اسلئے آپ نہیں گئے ۔ علامہ ابن قیم اس جواب پر راضی نہیں بلکہ وہ جواب ۲ ۔ یہ دیتے ہیں کہ چونکہ فتح مکہ کے بعد بہت سے احکامات اور اعلان کا آپ کو اجراء کرنا تھا اسلئے آپ رکے رہے تمام کام مکمل ہونے کے بعد حج کرسکیں ۔

2505 **الفصل الاول عن ابی هريرة** ؓ ۔ اس حدیث پاک کے اندر آپ نے فرمایا ذرونی ما ترکتکم آخر یہ آپ نے ۲۷ کیوں فرمایا اسکی اندر علماء کی آراء مختلف ہیں (۱) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ چونکہ سوال زیادہ کرنا لوگوں کیلئے مشقت اور تحریم اشیاء کا سبب بنجاتا ہے اسلئے آپ نے سوالات سے روک دیا (۲) کبھی سائل کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے سوال کا جواب ۔ اسلئے فرمایا (۳) بکثرت سوال کے اندر

2506 ایذاء نبی تھی اسلئے منع فرما دیا **وعنه قال** ۔ اس حدیث کے اندر اول مرتبہ اسلام کا اور ۲۲۱ / ۳ ثانی مرتبہ جہاد کا اسلئے کہ آدمی خود ایمان کے ذریعہ اپنے کو پاک کرکے جہاد کے ذریعہ اعلاء کلمۃ اللہ

2506 اور یہ دونوں لوگوں کا تزکیہ نفوس کرتا ہے جیسے بھٹی اور حج مبرور کا ہے اس کے مصداق میں علماء کے چند قول ہیں ۲۲۱/۳
(۱) ایسا حج جس کے بعد معصیت نہ ہو (۲) جو لا فسوق فیہ ولا جدال ولا رفث (۳) جو لا ریاء فیہ
(۴) الحج المتقبل (۵) ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور سے حج مبرور کی تفسیر معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا
2508 افشاء السلام واطعام الطعام **وعنہ قال**: العمرة الی العمرة کفارة الخ اس حدیث سے معلوم ہوا ۶
کہ کفارۂ ذنوب کیلئے آدمی کو خوب عمرہ کرنا چاہیے چنانچہ یہ جمہور کے نزدیک مستحب ہے حسن بصری
2509 امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک سال کے اندر دو عمرے کرنا مکروہ ہے **عن ابن عباس**: تعدل حجة ۷
یعنی نفس ثواب کے اندر دونوں برابر ہیں یہ مطلب نہیں کہ رمضان کے اندر عمرہ کرنے سے حج ساقط ہو جاتا ہے
اعتراض ہوا جب ایک حج کے برابر ثواب ملتا ہے تو حضور نے عمرہ رمضان کے اندر کیوں نہیں فرمایا
بلکہ آپ کے تمام عمرے غیر رمضان بلکہ اشہر حرم کے اندر ہوئے جواب یہ ہے کہ امت کیلئے آپ نے یہ فرمایا
اور آپ کیلئے اشہر حرم کے اندر ہی افضل ہے کیونکہ وہاں آپ نے ابطال عقیدہ کیلئے اشہر حرم کے اندر عمرہ
2510 فرمایا کیونکہ قریش زمانۂ جاہلیت کے اندر اشہر حرام میں عمرہ کو موجب ثواب نہیں سمجھتے تھے **وعنہ**: ۸
الهذا حج الخ کیا اس بچہ کیلئے بھی حج ہے یہ بحث اس لئے کہ اس عورت کو شبہ تھا چنانچہ مسلم کے اندر ہے
کہ فرفعت امرأة صبیا لہا الخ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ ~~کیلئے~~ کا حج واحرام
صحیح ہے یا نہیں جمہور فرماتے ہیں کہ احرام نفل اور نفلی حج صحیح ہے بعض نے حنفیہ کی طرف منسوب کر دیا کہ بچہ کا
نفلی حج صحیح نہیں ہے لیکن یہ غلط ہے البتہ ایک دوسرے مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ جو جنایات کرے گا جس کی وجہ سے
دم وغیرہ واجب ہوتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعض بعض صورتوں کے
اندر فدیہ نہیں اور بعض صورتوں کے اندر فدیہ ہے تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کا حج نفل اسکے حجة الاسلام
کیلئے کافی ہے یا نہیں ابن بزیزہ نے داؤد ظاہری سے نقل کیا ہے کہ کافی ہے اور جمہور سے نقل کیا کہ کافی
نہیں ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ابن بزیزہ کا مطلقاً کہنا صحیح نہیں بلکہ داؤد ظاہری کے نزدیک غلام کا
حج بلا اجازت مولیٰ کے کافی ہے اور بچہ کا حج عدم خطاب کی وجہ سے کافی نہیں اور جمہور کے نزدیک دونوں
کیلئے کافی نہیں ہے **وعنہ قال**: ان امرأة من خثعم الخ اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ اگر
2511 ایک شخص مالک نصاب ہو اور اسپر حج کے بقدر مال ہے لیکن وہ معذور ہے اپاہج وغیرہ ہو جاوے تو ۱۰
اسپر حج فرض ہے یا نہیں امام شافعی امام احمد اور حسن نے امام صاحب سے نقل کیا ہے اور صاحبین کی
ظاہر روایت یہ ہے کہ اسپر حج فرض ہے امام صاحب کی دوسری روایت ہے کہ اسپر حج فرض نہیں ہے یہی
امام مالک کا مذہب ہے امام شافعی وغیرہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ
اسپر فرض نہیں وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس رجل کے متعلق نہیں ہے جواب ۲ یہ کہ
قبیلہ خثعم کے متعلق نہیں ہے جواب ۳ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ کیسے
معلوم ہوا کہ اس بوڑھے پر حج فرض تھا لیکن حافظ نے ان کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ایک
روایت کے اندر ہے کہ الا یجزی عنہ اور یہ کلام واقع فرض کے اندر مستعمل ہوتا ہے
2512 **وعنہ قال**: اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو حج کرانا ضروری ہے ۱۱

2512 اور اگر وصیت نہیں کی تو اسکے اندر اختلاف ہے امام شافعی حسن بصری امام احمد طاؤس کے نزدیک ولی ٢٢١/١١
کیلئے ضروری ہے کہ اسکی جانب سے حج کرائے۔ امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں کہ حج کرانا ضروری نہیں ہے
اور اس حدیث سے وجوب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسکا مطلب ہے کہ اس کو لائق ہے
کہ وہ کرادے ضروری نہیں ہے دوسرا مسئلہ ہے کہ عورت مرد کی طرف سے نیابت کرسکتی ہے یا نہیں جمہور کے
نزدیک کرسکتی ہے حسن بن صالح کے نزدیک نہیں کرسکتی اسکے علاوہ جو صورتیں ہیں اور عورت کی
2513 طرف سے یا مرد مرد کی طرف سے یا عورت عورت کی طرف سے یہ سب صورتیں جائز ہیں وعنہ ٢٢١/١٣ ١٣
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کا ہونا ضروری ہے چنانچہ حسن بصری ابراہیم نخعی اسحاق بن راہویہ ابن المنذر
امام صاحب امام احمد کی ایک روایت محمول ہے کہ ضروری ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے
امام شافعی اور امام مالک کے یہاں ضروری نہیں ہے۔ ابن سیرین۔ امام اوزاعی کے نزدیک جائز ہے
2515 یہ حدیث ہمارا استدلال ہے عن ابی ہریرۃ ٢٢١/١٦ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن ایک رات کا سفر
بلا محرم کے جائز نہیں ہے اس حدیث کے اندر دو چیزیں ہیں (١) ایک دن ایک رات کا سفر کرنا (٢) بغیر ١٦
محرم کے سفر کرنا دوسری چیز کے اندر ہمارا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں اور پہلی چیز کے اندر ہمارا مذہب
یہ ہے کہ تین دن تین رات کا سفر جائز نہیں اور اس سے کم کا سفر جائز ہے در اصل روایات کے اندر
اختلاف ہے اسلئے ہمارے مذہب نے زیادتی کو لے لیا ہے پہلا امام صاحب کی ایک روایت عدم جواز کی
بھی ہے لیکن چونکہ مذہب جواز کا ہے لہٰذا اگر کوئی عورت اجازت مانگے تو شوہر کو منع نہ کرنا چاہئے
2516 عن ابن عباس ٢٢١/١٧ مکہ مکرمہ چونکہ موضع محترم ہے تو حضورﷺ نے اسکیلئے میقات مقرر کی ہے بلا احرام اندر ١٧
داخل ہونا جائز نہیں ہے اور قرن بسکون الراء و بفتحہا دونوں جائز ہے ومن اتی علیھن من غیر اھلھن یعنی جو شخص
ان میقاتوں کا رہنے والا نہیں بلکہ دوسری جگہ کا رہنے والا ہے تو وہ جب ان میقاتوں میں سے
کسی پر گذرے تو وہی اسکی میقات ہے مثلاً اہل شام کی میقات جحفہ ہے اور مدینہ والوں
کی میقات ذوالحلیفہ ہے تو اگر اب کوئی شامی مدینہ کے اندر آجائے تو اب وہ کونسی میقات کیلئے
بشرط ہے اسکے اندر اختلاف ہے کیونکہ راستہ کے اندر اسکی اپنی میقات جحفہ بھی آئیگا اور
مدینہ والوں کی میقات بھی آئیگی امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جحفہ
سے نہ باندھے بلکہ ذوالحلیفہ سے باندھے امام مالک امام صاحب کے نزدیک اولیٰ ذوالحلیفہ
سے باندھنا ہے جحفہ سے بھی جائز ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ایک اہل میقات
دوسری میقات سے بھی احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک مع الکراہت جائز ہے
2518 اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے عن انس ٢٢١/٢٢ اعتمر اربع عمر الخ عمرہ کا معنی زیارت کے ہیں جن ٢٢
چاروں کے لئے دوسری حدیث حضرت جابر کی اسکے بعد آرہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ
نے عمرے فرمائے اور ایک روایت کے اندر تین عمروں کا ذکر ہے صحیح یہ ہے کہ چار ہیں جنہوں نے دو کا ذکر کیا
انہوں نے حج والے عمرہ کو اسلئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حج کے تابع تھا اور حدیبیہ والا عمرہ کو اسلئے کہ وہ مکمل

۲۲۱/۲۲ نہیں ہوا تھا اور بعض لوگوں نے تین کا ذکر کیا انہوں نے جعرانہ والے عمرے کو ترک کر دیا کیونکہ وہ رات کے اندر 2518

۲۲۲/۲ ہوا تھا یا حدیبیہ والے عمرے کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا الفصل الثانی عن علیؓ ص۲۲۲ رض 2521

اس حدیث پاک کے اندر اس شخص کو جو زاد اور راحلہ کا مالک ہو اور حج کئے بغیر مر جائے اسکو یہودی اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس وجہ سے کہ وہ حج کا اعتقاد رکھتا ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو وہ کافر ہے اور ان جیسا ہے اور اگر اعتقاد حج رکھتا ہے تو عملی طور پر ان کے مشابہ ہے سبیلاً اسکی تفسیر کے اندر علماء کے مختلف قول ہیں (۱) علامہ زندویسی الشرح الکبیر کے اندر تحریر فرماتے ہیں وہ سبیل سے مراد امکان الوصول ہے لہذا اگر کسی راستے کو کوئی قاطع مل جائے اور یقینا لگتی ہو تو اس راستہ سے ہو کر حج فرض ہے جمہور ائمہ کے نزدیک اسکی تفسیر زاد اور راحلہ کیساتھ ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر ہے کہ حضور ﷺ سے اسکی تفسیر پوچھی گئی تو آپؐ نے الزاد والراحلۃ۔

۵ عن ابن عباسؓ لا صرورۃ ص۲۲۳ اسکی تفسیر (۱) یہ کہ نکاح کو چھوڑنا (۲) جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا ہو 2522

۶ وغیرہ ص۲۲۴ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے اندر تعجیل کرنی چاہیے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ 2523

حج علی الفور واجب ہے یا نہیں امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ علی الفور واجب ہے یہی اصح الروایتین ہے امام صاحب کی دوسرا قول امام محمدؒ کا یہ ہے کہ تراخی کے ساتھ واجب ہے اسی کو امام [illegible] شافعیؒ اور امام محمد نے اختیار کیا امام صاحب کا استدلال اس حدیث سے ہے جو ہم پڑھ رہے ہیں یہ استنباط بہر حال ہے

۱۳ عن ابی رزینؓ ص۲۲۴/۱۳ (۱) اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عمرہ کا کیا حکم ہے امام شعبیؒ سفیان ثوریؒ اور 2528

اسحاق بن راہویہ امام شافعی امام احمد کی اصح الروایتین یہ ہے کہ عمرہ فرض ہے صاحب ہدایہ نے حنفیہ میں سے بعض فرماتے ہیں کہ واجب ہے وقال الکفایۃ سنۃ معناہ ثبت بالسنۃ فالقائلین نے وجوب کی تاویل

× کی ہے مصنف کا مختار یہ ہے کہ سنت ہے علامہ شوکانی نے اسکو اپنی تفسیر کے اندر اختیار کیا امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے بعض حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابو ثور، داؤد ظاہری کے نزدیک تطوع ہے مالکیہ سے بھی ایک روایت تطوع کی نقل کی گئی ہے لیکن یہ غلط ہے ابن رشد کے نزدیک سنت ہے بلکہ بعض مالکیہ مثلاً ابن حبیب ابن الجہم وغیرہ کے نزدیک تو واجب ہے لیکن ان کے جمہور کے نزدیک سنت ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ عمرہ فرض ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جابرؓ کی ایک روایت کی بناء پر تو جواب کی ضرورت نہیں اور ثانی روایت کی بناء پر جواب یہ ہے استدلال تمہارا ایک روایت ہے جس کے اندر ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ عمرہ فرض ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں عن ابن عباسؓ ص۲۲۴/۱۵ 2529

۱۵ رجلاً یقول لبیک الخ ابن باطیش نے فرمایا ہے کہ اس رجل کا نام نبیشہ ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا حج نہیں کیا تو وہ دوسرے کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی امام احمد امام اوزاعی کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا امام مالکؒ امام صاحبؒ اور امام احمد کی ایک روایت سفیان ثوری کے نزدیک صحیح ہے ابو بکر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ اسکا احرام باطل ہے جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ ابن عباسؓ کی حدیث الباب [illegible] سے استدلال

2529 گزشتہ میں معلوم ہوا صرورۃ کی تفسیر جیسا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے اور اپنا حج ابھی کیا نہ ہو اور دوسرا ۲۲۲ ۱۵
یہ مسئلہ اختلافی ہے ... اس حدیث سے ہے اور ان حدیث کا جواب ہے یا وہ محتمل ہے کہ صرورۃ کے دوسرے معنی بھی
گزشتہ میں ... اور اس حدیث کا جواب جیسا کہ پہلے ... روایات مطلق ہیں البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ حج
2531 مکروہ ہے بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے ص۲۲۲ ح۱۸ عن عائشۃ:

۱۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے اہل عراق کے لئے میقات کو مقرر کیا اور اس سے پہلے حضرت جابر کی حدیث
سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور نے توقیت میقات کی ہے لیکن بخاری شریف کے اندر ہے کہ حضرت عمر کے زمانے
میں جب بصرہ اور کوفہ فتح ہوا اور وہاں کے لوگوں نے حج کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر سے دریافت کیا تو
انہوں نے ذات عرق کو ان کی میقات مقرر کر دیا اب ان دونوں روایات کے اندر اختلاف کی وجہ
سے علماء کے اندر دو فریق ہو گئے ایک ترجیح دینے والے ان میں علماء بھی ہیں جو فرماتے ہیں کہ
جمہور کے نزدیک یہ توقیت حضور کی طرف سے ہے اسی کو امام رافعی نے نووی نے ... امام شافعی نے کتاب الام
کے اندر ایسے ہی جمہور مالکیہ حنابلہ شافعیہ علامہ نووی نے شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا کہ حضور نے
یہ توقیت کی ہے حافظ ذہبی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ صحیح غریب ہے لہذا حضور ہی کی طرف سے
ہے اور عمر کی توقیت کا مطلب یہ ہے کہ شہرت حضرت عمر کے زمانے میں ہوئی۔ بعض نے کہا کہ حضرت
عمر کی توقیت ہے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور سے ان کو علم نہ ہوا ہو اب یہ کہ اس حدیث سے پہلے
کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے لئے عقیق ہے دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے بعض نے کہا کہ دونوں
ایک جگہ ہیں پہلے یہیں عقیق اور یہیں ذات عرق واقع ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ جگہ جو عقیق کے
2532 اندر تھی بعد میں ذات عرق کی طرف منتقل ہو گئی ص۲۲۲ ح۱۹ عن ام سلمۃ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مواقیت

۱۹ سے پہلے احرام باندھ سکتا ہے اس کے اندر اختلاف ہے داؤد ظاہری اور ابن حزم کے نزدیک جائز نہیں ہے
جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ مالکیہ حنابلہ کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ مواقیت سے باندھے اور حنفیہ شافعیہ
کے یہاں مواقیت سے پہلے افضل ہے یہ حدیث ان کا استدلال ہے

ص۲۲۳ باب الاحرام والتلبیۃ (الفصل الاول) ۲۲۳ ۶

احرام کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ فرض ہے یا سنت یا واجب ہے البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن ہے اور جمہور
حنفیہ کے نزدیک ~~...~~ شرط ہے دوسری چیز تلبیہ ہے یہ تفصیل کے عنوان پر باب کے تفصیل کے لئے ہے
اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی احمد کے نزدیک سنت ہے۔ ابن ابی ہریرہ اور بعض
مالکیہ نے ... سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے اور دم واجب ہوگا اگر ترک کر دیا اس کو ابن قدامہ نے
مالکیہ سے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔ امام مالک سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے ابن ابی ہریرہ کہتے ہیں امام
شافعی سے اس بارے کے اندر نص پایا گیا ہے تیسرا قول حنفیہ کے بارے میں ہے کہ واجب ہے لیکن
ایک چیز اور ... ہے وہ یہ کہ توجہ الی القبلہ ... بھی اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے ابن شاہ
نے اپنا کلام اس ... شرح ... احناف کے نزدیک بھی ... عبد الرشید امام صاحب نے نقل کیا ہے کہ تلبیہ ... ہے

صہ ۲۲۳

۲۲۳/۶ عن عائشۃ: - اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے البتہ اس خوشبو کے اثر 2540
اختلاف ہے جس کا جرم احرام کے بعد باقی رہے امام مالک کے نزدیک مطلقاً نہیں بلکہ دم واجب ہے امام احمد
سے کراہت نقل کی گئی ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث دلیل ہے عن ابن عمر یہل ملبداً القول 2541
۸ تلبید مشتق ابن الملک فرماتے ہیں کہ گوند وغیرہ کے ذریعہ بالوں کو جمانا تاکہ منتشر نہ ہو یہ شافعیہ کے نزدیک جائز ہے
حنفیہ کے نزدیک تلبید سے جو واجب ہو گا اور یہاں تلبید چونکہ تمام سر کو ڈھک لیتی ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے بلکہ خلاف
ہیں ہے لبیک ہے یہ تلبیہ داعی کی اجابت ہے لیکن اس کے اندر اختلاف ہے کہ داعی کون ہے بعض کے نزدیک
اللہ تعالیٰ بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے کہا کہ داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ان کی
کو جواب دینا ہے اور تلبیہ میں نے اختیار کیا ان الحمد والنعمۃ والملک الخ ان کو امام محمد کے یہاں بالکسر
اور امام شافعی کے یہاں بالفتح پڑھنا اولیٰ بتایا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ استقلالی کلام کے لئے ہوتا ہے
علامہ نووی نے بھی بالکسر کو راجح قرار دیا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے قول سے بالفتح کا ہونا معلوم ہوتا ہے
زمخشری نے جو امام شافعی کا بالفتح کا قول نقل کیا ہے وہ محل کلام ہے لیکن یہ جو اوپر کہا گیا کہ نووی کا ممکن ہے
کہ علامہ نووی نے اپنی رائے بیان فرمائی ہو۔ والخیر بیدیک لا یزید علی ہؤلاء الکلمات اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
ان کلمات پر زیادتی جائز ہے یا نہیں امام صاحب امام احمد فرماتے ہیں کہ زیادتی کی اجازت ہے امام شافعی کے نزدیک
اولیٰ ہے عدم زیادۃ ہے اور زیادتی کرتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے

صہ ۲۲۳

۱۰ وعنہ قال: - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھا تھا روایات کے 2542
اندر اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ جب سواری
تیار ہو جائے تو اس وقت احرام باندھے امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں البتہ وہ زیادتی کرتے ہیں کہ
چلنے کے وقت باندھے امام صاحب فرماتے ہیں کہ ذوالحلیفہ کی مسجد کے اندر احرام باندھے امام احمد
فرماتے ہیں کہ مقام بیداء سے احرام باندھے امام احمد فرماتے ہیں کہ جس جگہ چاہے وہیں سے باندھے
دوسری روایت امام احمد کی امام صاحب کے موافق ہے چونکہ روایات مختلف ہیں دیکھنے والوں نے
جس جگہ جیسا دیکھا ویسا نقل کر دیا جب مسجد سے آپ نے احرام باندھا تو چند لوگوں نے وہیں دیکھا اسی جگہ
سے نقل کر دیا اور جب مسجد سے باہر تشریف لائے اونٹنی پر بیٹھے اور چلی تو آپ نے تلبیہ پڑھا تو لوگوں نے سمجھا کہ اسی
جگہ سے احرام باندھا جب مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت بھی آپ نے تلبیہ پڑھا وہاں والوں نے
سمجھا کہ اسی مقام سے احرام باندھا ہے چنانچہ ابن عباس کی ایک روایت جو ابوداؤد میں ہے محقق ابن

صہ ۲۲۳

قدامہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف غیر مقبول ہے اور اگر مقبول ہوتا تو پھر بھی جمع ممکن تھا عن عائشۃ: 2545
۱۳ حج کی تین قسمیں ہیں افراد۔ تمتع۔ قران اس کے اندر اتفاق ہے کہ تمام جائز ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک
افضل قران ثم التمتع ثم الافراد امام شافعی کے نزدیک اس کا عکس ہے سب سے پہلے افراد ثم التمتع ثم القران
حنابلہ کے نزدیک تمتع۔ افراد پھر قران افضل ہے مالکیہ کے نزدیک افراد ثم القران ثم التمتع افضل ہے
اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ صاحب سیر کا اختلاف ہے کہ حضور نے کونسا حج کیا تھا ہر ایک اپنی کہتا ہے

چنانچہ علماء نے مختلف قول بیان کیے ہیں۔ (۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے افراد کیا (۲) ابو اسحٰق حنبلی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اول عمرہ کا احرام باندھا تھا اور پھر حج کا احرام باندھا (۳) ابن قدامہ کی رائے تھی کہ آپؐ نے اول عمرہ کا احرام باندھا تھا اور حلال ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھا کیونکہ آپ سائق الہدی تھے (۴) حنفیوں نے کہا آپؐ نے حج کا احرام باندھا تھا اور اسی میں عمرہ کا احرام بھی داخل فرمایا (۵) علامہ ابن قیم نے اس کو راجح قرار دیا کہ آپؐ نے ایک ساتھ حج و عمرہ کا احرام باندھا اور طواف دونوں کے لیے ایک ہی کیا اور سعی بھی ایک ہی فرمائی۔ دوسرا مسئلہ مختلف فیہ یہ تھا کہ آپؐ نے تلبیہ کس کا کہا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حج کا تلبیہ آپؐ نے کہا تھا بعض کے نزدیک عمرہ کا تھا اور اس کی فراغت کے بعد حج کا تلبیہ کہا بعض کے نزدیک پہلے حج کا اور اس کے بعد عمرہ کا تلبیہ کہا اسی کو قاضی عیاض اور حافظ و دیگر علماء نے راجح قرار دیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے محض احرام باندھا تھا اور بعد میں تعیین کی۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دونوں کا تلبیہ کہا بہرحال اصل مذہب اب تین نکلے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ آپ مفرد تھے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ آپ متمتع تھے اور مالکیہ امام شافعی کے ساتھ ہیں۔ اب ہر فریق کی وجوہ ترجیح روایات سنیئے۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ حضور نے افراد کیا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت جابرؓ کی روایات سے معلوم ہوا۔ اور حضرت ابن عمرؓ آپؐ کے اتنے قریب تھے کہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے نیچے تھا اور اس کی رال مجھ پر بہہ رہی تھی حضرت ابن عباسؓ حضور کے چچا زاد بھائی بہت قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عائشہؓ آپؐ کی محبوب زوجہ اور نہایت ہی زیادہ محبوب اور پاس رہنے والی تھیں ایسے ہی حضرت جابرؓ کی حدیث کا سیاق حج کا سیاق ہے لہٰذا ان کی وجوہ ترجیح میں کہ یہ اضبط بھی ہے اب دوسرا فریق حنابلہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے خود مروی ہے کہ حضور نے تمتع کیا ایسے ہی حضرت عائشہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت مروی ہے لہٰذا جب دونوں روایات کا تعارض ہو گیا اب ہم نے دیکھا کہ بعض روایات ایسی ہیں جن کے اندر صرف تمتع کا ذکر ہے اور ان کے راوی سے کوئی معارض روایت مروی نہیں جیسے حضرت عمران بن حصینؓ سے صرف تمتع کی حدیث مروی ہے تو ان کے پاس زیادتی علم ہے لہٰذا ان کی روایات مقدم ہیں۔ جمہور حنفیہ کہتے ہیں بلکہ دراصل ان کی یہ ساری ابن ہمام حنفی بڑی خوبی سے بیان فرماتے ہیں کہ جن روایات کے اندر تمتع کا ذکر ہے اس سے یا تو تمتع بمعنی الاصطلاحی مراد ہے یا بالمعنی اللغوی مراد ہے ہم نے آثار کی طرف رجوع کیا تو بخاری کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کی گفتگو ہوئی اور اس میں یہ کہنے لگے کہ تم اس کام سے منع کرتے ہو جس کو حضور نے کیا تھا یعنی حضور نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ حضرت عائشہؓ۔ عمران بن حصینؓ سے مسلم کے اندر قران مراد ہے حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس کا احرام باندھا ہے تو فرمایا کہ جیسا حضور نے باندھا تھا اور آپ نے قران کا احرام باندھا تھا علامہ سبکی نے کافی بحث کے بعد بہ دلائل قویہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ نے قران فرمایا تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ لا اشک انہ کان قارنا۔ قاضی عیاض مالکی حافظ ابن قیم علامہ نووی

ص ۲۰۳

۲۲۳

2547 نے اقرار کیا ہے اور آپ قارن تھے **الفصل الثانی عن زید بن ثابت** تجرد لاھلالہ واغتسل یہ دلیل مالکیہ اور ۲۲۳/۱۷
شافعیہ کی ہے کہ یہ غسل مستحب ہے حسن لغیرہ علماء۔ دلیل ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے **عن خلاد بن السائب**
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کے وقت رفع صوت کرنا چاہئے چنانچہ ظاہریہ والوں۔ علماء کے نزدیک
واجب ہے بلکہ فرض ہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے رفع صوت۔ اور یہ سب (مردوں) کے لیے ہے

ص ۲۲۴ باب قصة حجة الوداع ۲۲۴/۳

یہ حج سنہ ۱۰ھ کے اندر ہوا اور حجۃ الوداع اسکو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وداع کے معنی رخصت کرنا ہیں
حضور نے اس حج کے اندر مسلمانوں کو رخصت فرمایا تھا۔ حج کے معنی لغت کے اندر تین ہیں
(۱) قصد (۲) قصد الی معظم الشئ (۳) قصد مرۃ بعد اخری۔ اس حج کا نام حجۃ الوداع اور
حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی ہے کیونکہ اسکے بعد اسلام کا خوب انتشار ہوا تھا۔ اور یہ
ص ۲۲۴
2555 اسلام کا غلبہ والا حج تھا اور آپ نے اس کے اندر خوب تبلیغ کر دی تھی **الفصل الاول عن جابر** ۴
سہیلی
فقدم المدینۃ بشر کثیر انکی تعداد میں متعدد قول ہیں (۱) چالیس ہزار (۲) علامہ سہیلی
ستر
فرماتے ہیں کہ ستر ہزار تھے (۳) ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چودہ ہزار (۴) ایک لاکھ
چوبیس ہزار (۵) ایک لاکھ تیس ہزار ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اکیلے عدد ہے ثم رکب القصواء ۷
اسحاق بن راہویہ داؤد ظاہری کے نزدیک پیدل چلنا اولیٰ ہے جمہور کے نزدیک سوار ہونا اولیٰ ہے
حافظ فرماتے ہیں کہ اشخاص کے احوال پر موقوف ہے قال جابر لسنا نعرف العمرۃ اس سے ۸
معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے صرف حج ہی کا افراد کیا قران نہیں کیا لیکن احناف مطلب بتاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے
کہ چونکہ کفار اور رسوم جاہلیت کے اندر یہ بات تھی کہ وہ لوگ اشہر حرم کے اندر عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے
تھے اور کہتے تھے کہ صرف ان دنوں کے اندر حج ہو سکتا ہے تو اس کے متعلق حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم لوگ
اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ صرف حج کریں گے عمرہ وغیرہ کرنے کا علم ہم لوگوں کو نہیں تھا جب
حضور نے باندھا تب ہم کو معلوم ہوا۔ فقرأ فی الرکعتین قل ہو اللہ احد وقل یا ایہا الکافرون الخ اس کا ۱۱
مطلب یہ نہیں کہ پہلی رکعت کے اندر قل ہو اللہ اور ثانی کے اندر سورۂ کافرون پڑھی بلکہ یہاں واو
مطلق جمع کے لیے ہے ابداء بما بدأ اللہ سعی کے اندر حنفیہ کے تین قول ہیں (۱) واجب ہے (۲) شرط ۱۲
ہے (۳) سنت ہے ملا علی قاری نے واجب ہی کو راجح قرار دیا۔ علامہ عینی نے حنفیہ کا مذہب اشتراط
نقل کیا ہے اسی کو راجح قرار دیا ہے حتی اذا کان آخر طواف علی المروۃ الخ ائمہ اربعہ کے نزدیک سعی کے ۱۵
کل شوط سات ہیں ابتداء صفا سے اور انتہاء مروہ پر ہوگی۔ عبدالرحمن ابن بنت الشافعی کے
ص ۱۳
نزدیک چودہ شوط ہیں اور ابتداء اور انتہاء سعی کی صفا پر ہوگی علامہ نووی نے
بیان
اس مذہب کی تردید کی ہے آگے چل کر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سائق الہدی حلال نہیں ہوگا یہی
احناف کا مذہب ہے شافعیہ۔ مالکیہ کے نزدیک حلال ہو جائیگا۔ حدیث ہماری دلیل ہے حضور نے
فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الہدی وجعلتہا عمرۃ الخ اس عبارت کا ۱۶

۲۱۵

2555 مطلب یہ ہے کہ حضور نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ احرام سے حلال ہو جائیں اور اسکو عمرہ بنا دیں اس کے ۲۲۴/۱۶
بعد پھر حج کا احرام باندھیں لیکن صحابہ کو تردد ہوا (۱) اسوجہ سے کہ حج کا زمانہ قریب ہی آگیا
تھا (۲) حضور نے بھی احرام نہیں کھولا تھا (۳) انہوں نے سمجھا کہ اگر ہم احرام کھولیں گے تو ہم اپنی بیویوں
سے جماع کریں گے اور ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوئے حج کو جائیں گے ان تمام وجوہ کی وجہ سے ان کو تردد ہوا حضور
نے فرمایا کہ میں چونکہ سائق الہدی ہوں اسلئے میں کھول نہیں سکتا [illegible] تم لوگ کھول دو
کہ احرام کھول دو اور اگر میں سائق الہدی نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول کر اسکو عمرہ بنا دیتا [illegible]

۱۸ تمتع کے مصداق کے اندر اختلاف ہے ظاہر ہے اور حنابلہ کے نزدیک اسکا مصداق فسخ الحج الی العمرہ
ہے اور جمہور کے نزدیک التمتع کا اطلاق قران پر ہوتا ہے اور یہ افضل نہیں ہے [illegible] اور حنفیہ
کے نزدیک [illegible] یہ کہ فسخ الحج الی العمرہ جائز ہے یا نہیں امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے اور
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے قال دخلت العمرۃ فی الحج الخ اسکے علماء نے مختلف مطلب بیان کئے

۱۹ (۱) جمہور نے کہا ہے کہ ان ایام کے اندر عمرہ کو حرام سمجھتے تھے تو اس قول سے ان کے اس زعم کو باطل کرنا
مقصود ہے جمہور [illegible] حضرت [illegible] نے بھی یہی تفسیر کی ہے (۲) ابن قدامہ حنبلی کے اندر [illegible]
میں [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ افعال عمرہ افعال حج میں داخل ہو گئے [illegible] یعنی
[illegible] مطلب یہ ہے کہ حج تمتع کی طرف اشارہ ہے (۳) یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حج قران جائز
ہے (۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اسکا [illegible] اشارہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں (۵) یہ بات
بیان کرنی مقصود ہے کہ حج [illegible] (۶) یہ بیان کرنا مقصود ہے
[illegible] حج [illegible] قال [illegible] ۲۲۵/۴
اختلاف ہے (۱) [illegible] (۲) [illegible]
(۳) [illegible] (۴) [illegible]
[illegible]

۱۴ ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت کے اندر ہے کہ حضرت علی نے [illegible] ذبح کئے [illegible]
ذبح کئے ہیں روایات کے اندر تعارض ہے ابن قیم فرماتے ہیں کہ [illegible] کی روایت راجح ہے
کیونکہ ابوداؤد کی روایت کے اندر ابن اسحاق [illegible] ضعیف ہے حافظ فرماتے ہیں کہ حضور نے
تیس جانور تو خود ذبح کئے اور پھر حضرت علی اور حضور نے ملکر ذبح کئے اور ۶۳ کے بعد حضرت علی نے
2556 ذبح فرمائے عن عائشۃ ۲۲۵/۱۴ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر عورت نے تمتع کیا اور عمرہ کا

۱۷ احرام باندھا اور طواف سے پہلے حیض آگیا تو اب کیا کرے جمہور کے نزدیک عمرہ کو چھوڑ دے یہی
حنفیہ کا مسلک ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عمرہ کے احرام پر ہی حج کا احرام باندھ لے حنفیہ کا استدلال
اس حدیث سے ہے [illegible] ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے [illegible] کہ [illegible] طواف [illegible]
کرے حنفیہ کے نزدیک قارن دو طواف اور دو سعی کرے گا اور اس حدیث کا جواب ہے کہ حج و عمرہ

۲۲۵ ۱۷ سے مسلک معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک طواف وسعی کی اور حلال ہوئے ایک طواف کافی ہے دو ایک کیلئے اگر الگ 2556
ہونا ضروری نہیں ہے جواب حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ حضور نے قلت اور متعدد طواف فرمایا کرتے تھے تو
دیکھنے والوں نے جس کو دیکھا اسکا متعلق کہہ دیا ہے ہمارا مستدل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے
۲۶ عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ مرے متعلق آپ نے فرمایا اذا رجع الی اہلہ الخ حنفیہ کے نزدیک اسکا 2557
دور فراغ من الحج ہے شافعیہ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب ہے کہ گھر پہنچ جائے

۲۰ باب دخول مکة والطواف (الفصل الاول)

طواف کی تین قسمیں ہیں طواف زیارۃ۔ طواف قدوم۔ طواف وداع اول کے بارے میں اجماع ہے کہ
وہ رکن ہے اور طواف قدوم حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری کے نزدیک سنت ہے۔ مالکیہ شافعیہ کے ہاں
واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہوگا اور طواف وداع حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری امام شافعی
کے اصحاب واجب ہے اور ترک کی صورت میں دم واجب ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سنت ہے
ص ۲۲۶
۲۴ عن عروۃ بن الزبیر ان توضأ ثم طاف الخ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طہارۃ طواف کیلئے شرط ہے امام 2563
صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ حکم، منصور، حماد بن ابی سلیمان نے امام صاحب کی موافقت کی ہے امام نووی
فرماتے ہیں کہ امام صاحب قول وجوب کے اندر متفرد ہیں لیکن حافظ نے نووی کا تعاقب کیا اور کہا کہ
جب مذکورہ لوگ موافق ہیں تو تفرد کا قول غلط ہے مگر چونکہ حافظ اور نووی دونوں شافعی ہیں
ص ۲۲۶ ۲۶
۲۶ لہذا حافظ ان کی طرف سے تاویل کرتے ہیں کہ تفرد کا مطلب یہ ہے کہ تفرد عن الائمۃ عن ابن عمر 2564
اس حدیث پاک کے اندر ہے دو سجدتین اس سے تحیۃ الطواف مراد ہے ان کے حکم میں اختلاف ہے
۲۷ حنابلہ کے ہاں سنت ہے شافعیہ کے تین قول ہیں (۱) واجب ہے (۲) سنت ہے (۳) طواف واجب کے
بعد واجب ہے اور دوسرے طوافوں کے بعد سنت ہے یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسرا قول مالکیہ کا یہ ہے کہ
طواف واجب کے بعد واجب ہیں اور اسکے ماسوا کے اندر تردد ہے۔ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے
اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فرض نماز بھی اس تحیۃ الطواف کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک
ص ۲۲۷
۲۲۷ ۱ ہوسکتی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک نہیں ہوگی۔ حنابلہ شافعیہ کے ہاں تحیۃ الطواف کیلئے کافی ہوگا وعنہ قال 2565
رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ رمل کہتے ہیں کہ طواف کے اندر پہلے تین شوط کے اندر اکڑ کر چلے اس کے اندر
اختلاف ہے کہ اسکا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک سنت ہے اگرچہ اسکی علت مرتفع ہوگئی ابن عباس کا قول ہے
کہ رمل کے اندر اسکو اختیار ہے۔ ابن ماجشون، حسن بصری، ثوری کے نزدیک واجب ہے امام مالک سے بھی
ص ۲۲۷ ۲
۲ وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن پھر جمہور کے قول کی طرف رجوع کر لیا عن جابر رضی فاستلم الخ 2566
قاضی ابوالولید باجی نے لکھا کہ استلام الحجر فقہاء کے نزدیک سنت ہے ثم مشی علی یمینہ الخ لطیفہ: ایک
عالم نے بیان کیا کہ ملا علی قاری طواف فرما رہے تھے استلام کے بعد یمین کی طرف چلنے کے بجائے
یسار کی طرف چل پڑے ایک بچہ وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ او بڈھے ملا علی قاری کی
کتاب المناسک ہی کم از کم پڑھ لیتا تاکہ یہ غلطی واقع نہیں ہوتی کہنے لگے کہ ملا علی قاری تو میں ہی ہوں

ص ۲۲۷/۴

2568 عن ابن عمر: ۔ الا الرکنین الیمانیین الخ بیت اللہ کے چار رکن ہیں ۔ رکن یمانی ۔ رکن عراقی ۔ رکن شامی ۲۲۷/۴
رکن حجر اسود اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کس رکن کے اندر استلام ہوگا حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ
ابن الزبیر سے مروی ہے کہ وہ ارکان اربعہ کا استلام فرماتے تھے اور کہتے تھے لیس شیء من البیت
مہجور ۔ جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک رکنین یمانیین یعنی رکن یمانی اور رکن حجر کے اندر جو
رکن یعنی حجر اسود ہے ان دونوں کا استلام ہے اور وجہ ان دونوں کی تخصیص کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی بناء پر ہے ان دونوں رکن کی بناء باقی ہے باقی دو رکن کی بناء باقی
نہیں اس لیے فضیلت دونوں کے اندر ہے لیکن چونکہ حجر اسود کے اندر ایک فضیلت بناء ابراہیمی
2569 پر ہونا اور دوسری فضیلت حجر الجنۃ ہونا ہے تو اس کی تقبیل بھی ہوگی اور استلام بھی ہوگا اور رکن ۵
ص ۲۲۷/۵
یمانی کا صرف استلام ہوگا اور ان دو کے استلام ہی کے اندر اتباع سنت ہے عن ابن عباس:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے حجۃ الوداع کے اندر بعیر پر طواف کیا ۔ سواری پر طواف اب بھی
جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ مسجد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بول و براز کی وجہ
اور حضور کی سواری اس گندگی سے بالکل پاک تھی ۔ علماء احناف کہتے ہیں کہ اتباع سنت کے اندر سواری
پر طواف کیا تھا لیکن مسجد حرام کی تمام ناپاک ہوگئی تھی اب جبکہ حضور نے طواف علی البعیر کیوں فرمایا
اس کے مختلف جوابات ہیں (۱) حضور کی طبیعت ناساز تھی (۲) سواری پر اس لیے کیا تاکہ دوسرے
لوگ زیارت کر سکیں (۳) لوگ چونکہ مسائل پوچھ رہے تھے اس لیے اوپر بیٹھے تاکہ آواز پہنچے
ص ۲۲۷/۶
وغیرہ: ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور جب حجر اسود پر پہنچتے تو کسی شیء سے اشارہ کیا کرتے
اور تکبیر فرماتے تھے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص ہجوم کی وجہ سے استلام اور
تقبیل حجر پر قادر نہ ہو تو کیا کرے ~~اس میں مسالک مختلف ہیں کہ کسی شیء مثلاً لکڑی وغیرہ سے حجر کی طرف~~
~~اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے ۔ ائمہ فرماتے ہیں کہ پھر اس شیء کی تقبیل کرے~~
امام مالک فرماتے ہیں کہ تکبیر کہے امام احمد فرماتے ہیں کہ تکبیر اور اشارہ دونوں کرے امام شافعی
امام صاحب کے نزدیک تقبیل ۔ تکبیر ۔ اشارہ وغیرہ سب کرے اور اگر تقبیل وغیرہ پر
قادر نہ ہو تو امام مالک فرماتے ہیں کہ ہاتھ حجر پر نہ رکھے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تقبیل
2572 کرے عن عائشۃ: ۔ ص ۲۲۷/۸ اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لا نذکر الا الحج الخ کہ ہم لوگ ۸
حضور کے ساتھ صرف حج کا ارادہ رکھتے تھے اور اس سے پہلے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اس حج کے اندر
متمتع اور بعض قارن اور بعض مفرد تھے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب یہ ہے کہ لا نذکر الا الحج
کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے صرف حج ہی کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ یہ سمجھے کہ حضور صرف حج کریں گے
مگر حضور نے جب حج و عمرہ کا احرام باندھا تب ہم کو معلوم ہوا جیسا کہ ہم نے حجۃ الوداع
اشتہارات اور اذکر کیا یہ مطلب لا نذکر الا الحج اور الحج الانواع تین ہے مراد تمتع ۔ قران ۔ افراد تینوں ہے
ہو سکتا ہے سقوط ان لوگوں کے لیے اس حدیث سے ہوا کہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے بلا طہارت طواف کے جواز

2573 چونکہ مسجد کے اندر طواف ہوتا ہے اسلئے بغیر طہارۃ کے منع فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ سنہ ۹ھ کے اندر حضرت ۲۲۷/۱۰
حضرت ابو بکر کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا ولا یطوفن بالبیت عریان الخ اس مسئلے کے اندر حکم ستر طواف
کے اندر ستر العورۃ شرط ہے یا نہیں امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرط الطواف ہے امام صاحب کے نزدیک شرط الطواف
2575 نہیں بلکہ واجب ہے یہی ایک روایت امام احمد سے ہے الفصل الثانی عن ابی ھریرۃ حتی ینظر الی البیت ۱۳
رفع یدیہ الخ اس مسئلے کے اندر بھی اختلاف ہے کہ رویت بیت کے وقت رفع یدین ہوگا یا نہیں حضرت
عبد اللہ بن مبارک۔ امام محمد۔ امام شافعی امام احمد سفیان ثوری کے نزدیک رویت کے وقت رفع یدین ہے
اور امام مالک کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے روایات دونوں قسم کی ہیں جابر کی طرف سے نفی والی روایت
کا جواب ۱ ہے کہ اس کے دوام کی نفی مقصود ہے یا اس وقت رفع ممنوع ہے جبکہ دعا نہ مانگے جواب ۳ یہ ہے کہ
2576 وہ روایت منفی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے منفی پر عن ابن عباس الطواف مثل الصلوۃ الخ اس کو ۱۵
بھی ان لوگوں نے استدلال کیا جو کہتے ہیں کہ طہارۃ شرط ہے ہم کہتے ہیں کہ اس کے اندر مماثلت تمام اجزاء
کے اعتبار سے نہیں ہے مثلاً توجہ الی البیت نیت تحریمہ رکوع سجدہ وغیرہ سے دونوں کے اندر فرق ہے
2577 ہے لہذا یہاں تشبیہ مطلق ثواب کے اعتبار سے ہے وعنہ قال نزل الحجر الاسود الخ یا تو یہ ۱۷
حقیقۃً جنت کا پتھر ہے یا برکت والا ہونے کے اعتبار سے اجازۃً جنت کہا گیا تشبیہ دی ہے اس
اصل میں آگے آپ نے فرمایا فسودتہ خطایا بنی آدم الخ اعتراض وارد ہوتا ہے جب گناہگاروں کی ۱۸
گناہوں نے اسکو سیاہ کر دیا تو نیکوکاروں نے کیوں نہیں اسکو سفید کیا ہوگا جواب اول نیکوکاروں
اسکو سفید کر دیتی اس لئے کہ نیکوکار اکثر ہیں اور ان کے اندر تمام انبیاء کرام حضرت ابو بکر وغیرہ
جملہ صحابہ کرام ہیں جواب ۲ نیکی ازل کے تابع ہوتا ہے اور اسکے سود ہونے کے اندر بھی روایات
مختلف ہیں کہ حقیقۃً تسوید مراد ہے یا مطلق خطایا کی تقبیح اور اس کے اثر کا بیان کرنا مقصود ہے
2581 عن عبد اللہ بن السائب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے اندر قرآن جائز ہے چنانچہ جمہور کے نزدیک ۲۵
مستحب ہے البتہ امام مالک کے یہاں مکروہ ہے امام مالک سے بھی یہی قول ہے حسن بصری اور
عطاء بن ابی رباح کے نزدیک مکروہ ہے امام احمد سے ایک روایت کراہت کی اختیار کی
2582 گئی ہے عن صفیۃ بنت شیبۃ ان اللہ کتب علیکم السعی الخ سعی امام احمد امام شافعی حضرت امام مالک
حضرت عروۃ بن الزبیر کے نزدیک رکن حج ہے امام صاحب حسن بصری سفیان ثوری کے نزدیک واجب ہے ۲۷
یہی امام احمد کی ایک روایت ہے تیسری روایت امام احمد کی یہ سنت ہے امام احمد نے حضرت
ابن عمر ابن مسعود وجوب کا قول نقل کیا ہے ایسے ہی عتبیہ کے اندر امام مالک سے وجوب نقل کیا گیا
2584 عن یعلی بن امیۃ اس حدیث سے اضطباع کا ثبوت ہوا حضرت امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک ۲۲۸/۴
مسنون ہے امام مالک کے نزدیک غیر مشروع ہے حضرت کے زمانے میں اراءۃ قوت کفار کیلئے تھا۔
ہم کہتے ہیں کہ بعد میں بھی حجۃ الوداع کے اندر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ علت کے علاوہ
2588 حکم کا مدار اس پر بھی ہے عن ام سلمۃ قالت ... طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ الخ ۹

الفصل الثالث

۱۹ر

2588 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ آیا طواف بلا عذر کے جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک عذر کی ۲۲۸/۹
وجہ سے بالاتفاق جائز ہے اور بلا عذر کی صورت میں مختلف اقوال ہیں (۱) امام احمد کی ایک
روایت یہ ہے کہ ناکافی ہے (۲) دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ جائز ہے مع الدم یہی امام مالک کا قول ہے
(۳) کافی ہے دم واجب ہوگا اور جب تک مکہ کے اندر مقیم ہے اعادہ واجب ہے (۴) کافی ہے دم واجب
نہیں ہے یہ امام احمد کی ایک روایت امام شافعی کا مذہب ہے اور اسی مسئلہ میں کہا ہے عن علی بن ربیعۃ ص ۲۲۹/۱۱ 2589 ۱۱
اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ ایک روایت کے اندر ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے پیچھے کھڑے تھے جب حضرت
عمر نے فرمایا تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اے عمر یہ تو نافع ہے وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اقرار کرنے والوں کو
عہد کے اندر داخل کر دیا تھا اس پر حضرت عمر خاموش ہو گئے لہٰذا اب اس حدیث کا جواب ۱
یہ ہے کہ ابتداءً حضرت عمر نے ظاہر کے اعتبار سے فرمایا جواب ۲ یہ حدیث ثابت نہیں ہے

باب الوقوف بعرفۃ ص ۲۲۸ (الفصل الاول) ۱۲

عرفہ: یہ ایک مقام کا نام ہے وجہ تسمیہ کے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) یہ مقام حضرت ابراہیم کو
پیش کیا گیا فعرفہ (۲) حضرت آدم و حوا نے ایک دوسرے کو اسی میدان کے اندر پہچانا (۳) عرفہ
عرف سے ماخوذ ہے چونکہ بندہ وہاں اپنی بندگی اور عجز کا اعتراف کرتا ہے (۴) بندے
اس میدان کے اندر اللہ کے احسانات کا اعتراف کرتے ہیں (۵) لوگ ایک دوسرے کو اس دن
پہچانتے ہیں اس پر تمام حنفیہ کا اتفاق ہے کہ یہ رکن ہے البتہ امام فخر الدین رازی نے حسن بصری سے نقل
کیا کہ ان کے نزدیک واجب ہے لہٰذا اگر وقوف عرفہ چھوٹ جائے تو ان کے نزدیک دم دینا کافی ہے

2593 عن جابر ص ۲۲۸/۲۰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ تمام کا تمام موقف ہے لیکن سنن ابن ماجہ کے اندر ہے کہ بطن ۲۰
عرنہ موقف نہیں ہے اور وہاں کے وقوف سے حج نہیں ہوگا اگر وہاں کسی نے وقوف کیا تو اس کے
متعلق ابن عبد البر نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ دم واجب ہوگا اور حج صحیح ہو جائیگا لیکن جمہور
مالکیہ نے فرمایا کہ صحیح مذہب ان کا وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ حج نہیں ہوگا ایسے ہی مزدلفہ کے اندر
وادی محسر موقف سے خارج ہے اگر وہاں وقوف کیا تو وقوف صحیح نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ کے کلام سے کچھ
میں آتا ہے کہ اگر وہاں وقوف کیا تو حج صحیح ہو جائیگا ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ غیر [illegible]

2597 الفصل الثانی عن خالد بن ھوذۃ ص ۲۲۹/۲ یخطب الناس یوم عرفۃ الخ خطبہ کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ۲۲۹/۲
خطبہ یوم عرفہ کے اندر دیا جائیگا یہی روایت مالکیہ سے ہے اہل مدینہ اور مختار یہی ہے۔ اور مالکیہ
2603 میں سے عراقیین کی رائے ہے کہ خطبہ نہیں دیا جائیگا الفصل الثالث عن عباس ص ۲۲۹/۱۵ دعا لامتہ ۱۵
عشیۃ عرفۃ الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس امت کا مصداق کون ہے (۱) بعض نے کہا کہ
اس سے مراد یہی حجاج و متقین ہیں (۲) وہ تمام لوگ اس کے اندر داخل ہیں جو قیامت تک
وقوف کریں گے دوسرے لامتہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتے
ہیں لیکن اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک معاف نہیں ہوتے۔ شمس الدین [illegible]

2603 کی رات حج سے گناہ ۔ اور مظالم معاف ہو جاتے ہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی مثل حدیث ہے ۲۲۹/۱۵
اور ایک جگہ یہ گزرا کہ حج کرنے سے حاجی ایسا ہو جاتا ہے جیسے ولادت کے دن۔ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے
بھی تائید ہوتی ہے کہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مظالم وغیرہ معاف نہیں ہوتے
وہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے ابن الجوزی وغیرہ نے بھی ضعیف کا قول کیا ہے
لیکن ان لوگوں پر علامہ سیوطی۔ اور حافظ نے رد کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور
یہ کہ مظالم تو حقوق العباد میں سے ہیں وہ کیسے معاف ہونگے اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ نے
بیان فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ اس پر قادر ہیں کہ خدا ایسے خصم کو خوش کر دیں بعض لوگوں نے
کہا کہ مظالم کی دو قسمیں ہیں کبائر صغائر ان کے صغائر معاف ہوتے ہیں والا سے طبری فرماتے ہیں
کہ اس سے وہ حقوق مراد ہیں جن کو بندہ ادا نہیں کر سکتا ان کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

باب الدفع من عرفة والمزدلفة

(الفصل الاول) ۲۱

ص ۲۲۹/۲۵

2606 وعنہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمرہ عقبہ تک تلبیہ ۲۵
قطع کر دیا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کس مقام پر پہنچ کر محرم اپنے تلبیہ کو قطع کرے ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک جمرہ عقبہ کے اخیر تک تلبیہ کہیگا اور رمی کے وقت قطع کر دیگا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ
حرم میں داخل ہونے کے بعد قطع کر دے لیکن جب مکہ سے عرفہ کی طرف چلے تو پھر تلبیہ کہیگا۔ امام مالک
حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ جب موقف پر پہنچے تو تلبیہ قطع کر دے ابن الہمام
مالکیہ نے بعد الزوال کی قید لگائی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس جگہ پر بھی قطع تلبیہ ہو اس کا
مطلب یہ نہیں کہ اس کے بعد پھر دوبارہ شروع نہیں البتہ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد دیگر کام مثلاً تکبیر تہلیل
تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔ دوسرا اختلاف ائمہ ثلاثہ کے اندر اس بات میں ہے کہ کونسی رمی
کے وقت قطع تلبیہ کرلے جمہور کے نزدیک اول کنکری پر قطع کر دے امام احمد سے نقل کیا گیا ہے
کہ رمی کی آخری کنکری پر تلبیہ قطع کرے بہاتہ قوت شیخ فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول جمہور کے موافق ہے

ص ۲۲۹/۲۶

2607 عن ابن عمر : اس حدیث سے مزدلفہ کے اندر جمع بین المغرب والعشاء ثابت ہوا اب ۲۷
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے اذان واقامت کی کیا صورت ہوگی۔
(۱) محب طبری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں کیلئے اذان واقامت کچھ نہیں ہوگا۔
(۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ دونوں کیلئے اذان واقامت ہوگی (۳) امام محمد۔ امام ابو یوسف فرماتے
ہیں کہ صرف اول کیلئے اذان واقامت ہوگی (۴) اسحٰق بن راہویہ امام احمد امام شافعی کے نزدیک
ہر ایک کیلئے صرف اقامت ہوگی (۵) سفیان ثوری۔ ابو بکر بن ابی داؤد امام احمد کے نزدیک
اقامت صرف پہلی نماز کیلئے ہوگی (۶) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب امام شافعی کا قدیم یہ ہے کہ پہلی نماز کیلئے

ص ۲۳۰

2608 اذان اور دونوں کیلئے اذان واقامت دونوں ہونگی عن عبد اللہ بن مسعود : اس حدیث ۲۳۰/۱
سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ کے اندر جمع ہوگا لیکن اگر کسی شخص نے راستہ کے اندر مغرب پڑھ لی تو اس کا

۲۳

2608 کیا حکم ہے امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک اعادہ ضروری ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وقت کے اندر ۱
اگر عذر ہے یا کسی اور عذر کی وجہ سے نماز مغرب راستہ کے اندر پڑھ لی تو جائز ہے۔ مزدلفہ کے اندر
امام مالک سے روایت عدم جواز کی ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اعادہ نہیں ہے
2610 امام احمد، امام شافعی کا یہی مذہب ہے وعنہ ص۲۳ :- وادی محسر کے متعلق اس حدیث کے اندر فرمایا کہ ۴
وہو من منیٰ لیکن اس کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ منیٰ کے اندر ہے اور بعض کے
2611 نزدیک وہ منیٰ میں نہیں شیخ عبد الحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ کالبرزخ بینہما عن جابر ص۲۳ :-
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور وادی محسر کے اندر بہت جلدی سے گزرے اور صحیح میں ابن عباس کی ۷
حدیث کے اندر گزرا وادی محسر کے متعلق کہ وہو کاف ناقتہ الخ یعنی وہاں سے جلدی سے
گزر نہیں کیا دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے بظاہر جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث کے اندر عرفہ سے
2612 لوٹتے وقت کا ذکر ہے اور اس حدیث کے اندر جاتے وقت کا ذکر ہے **الفصل الثانی عن**
محمد بن قیس :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ سے غروب شمس کے بعد لوٹا جائے اس مسئلہ کے اندر ۹
اختلاف ہے کہ اگر غروب سے پہلے لوٹے تو اس کا حج صحیح ہوگا یا نہیں جمہور کے نزدیک حج صحیح ہے امام مالک
فرماتے ہیں کہ حج صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک کے قول پر کسی
2617 عمل کیا ہو **الفصل الثالث عن ابن شہاب** :- انہم کانوا یجمعون بین الظہر والعصر الخ
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس دن کون کون شخص جمع کر سکتا ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد ۲۰
صاحبین۔ امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جمع کر لیگا۔ امام صاحب، سفیان ثوری
ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر امام ہے تو سب جمع کر لیں گے اور اگر منفرد ہے تو جمع نہ کرے کیونکہ
قرآن پاک کے اندر ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا لہذا یہ جمع خلاف قیاس ہونے کی
وجہ سے اپنے مورد پر محمول ہوگی۔ دوسرا اختلاف اس بات کے اندر ہے کہ یہ جمع کرنا کس علت کی بنا
پر ہے۔ جمہور کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے امام مالک، امام اوزاعی اور ایک جماعت شافعیہ کی یہ ہے
کہ یہ جمع نسک حج میں سے ہے یہی حنفیہ کے مسلک کا مقتضیٰ ہے اور اختلاف کا ثمرہ یہ ظاہر ہوگا
1 کہ جمہور کے نزدیک مکی کیلئے جمع جائز نہیں ہے اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک جائز ہے

ص۲۳۰ باب رمی الجمار (الفصل الاول) ۲۴

جمار جمرۃ کی جمع ہے وہ ستون اور احاطہ ہیں جن پر کنکری ماری جاتی ہے بعض کے نزدیک یہ رکن ہے
اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور صحیح یہ ہے جمہور کے نزدیک یہ واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہوگا۔ مالکیہ کے نزدیک
سنت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ رکن ہے اور اس کے ترک کرنے سے حج صحیح نہیں ہوگا۔ علامہ طبری نے حضرت عائشہ
2620 سے نقل کیا ہے کہ اس کے عوض تکبیر وغیرہ کہہ لینا کافی ہے **وعنہ قال** ص۲۴ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم نحر ۲۷
کے اندر آپ نے وقت الضحیٰ رمی کی اور یوم نحر کے بعد زوال الشمس کے بعد رمی کی۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
کس دن کس وقت رمی ہوگی یوم نحر کے اندر تو قبل الزوال رمی ہوگی اور یوم نحر کے علاوہ میں بعد الزوال

2620 رمی ہوگی۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ تیسرے دن بارہ کو قبل الزوال رمی جائز ہے۔ عطاء ۲۳۰/۲۷
بن ابی رباح کے نزدیک مطلقاً رمی قبل الزوال جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یوم ثانی کے اندر تعجیل نفر کرنا چاہے
2621 تو قبل الزوال رمی کرے۔ عن عبد اللہ بن مسعود ص ۲۳۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے اندر سبع حصیات ہونی چاہئیں ۲۳۱/۱
اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ اگر رمی کم کر دے تو کیا حکم ہے۔ امام مالک، امام اوزاعی کے نزدیک دم واجب ہوگا
امام شافعی کے نزدیک اگر ایک کنکری کم کر دی تو ایک مد اور اگر دو کم کی تو دو مد اور اگر اس سے زیادہ
کم کر دی تو دم واجب ہوگا۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقل کو ترک کیا تو نصف صاع صدقہ اور اگر اکثر کو ترک
2626 کیا تو دم واجب ہوگا۔ الفصل الثالث عن نافع ص ۲۳۱ جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ کے بعد دعا کے لیے وقوف کرے
وقوف طویل کرے۔ امام مالک کے نزدیک یہ دعا بغیر رفع یدین کے ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رفع یدین ہوگا ۱۰

باب الہدی (الفصل الاول) ۱۱

2627 عن ابن عباس ص ۲۳۱/۱۲ فاشعرها فی صفحة سنامها الایمن اس حدیث سے اشعار ثابت ہوا۔ چنانچہ جمہور کے نزدیک مسنون ۱۲
ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اشعار حسن ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ جمہور کا مستدل اس کی
حدیث ہے۔ حضرت صاحبین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو ثبوت ہے اور ایک حدیث سے مثلہ
کی ممانعت ہے لہذا سنیت سے نیچے کا درجہ حسن ہے۔ اب امام صاحب کی دلیل کا جاننا مشکل ہے
بعض لوگوں نے امام صاحب کی یہ دلیل پیش کی کہ اشعار مثلہ کے عموم کے اندر داخل ہو کر منسوخ ہوگیا ہے
لیکن حضور سے حجۃ الوداع کے اندر اشعار ثابت ہے اور یہ واقعہ سنہ ۱۰ھ کا ہے اور مثلہ کی ممانعت
سنہ ۲ھ میں ہو چکی تھی لہذا النسخ کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز مثلہ کے اندر تشویہ الخلق ہے اور اشعار
کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اشعار کے معنی اعلام کے ہیں اور وہ تقلید کے ذریعہ
بھی ہو جاتا ہے لہذا اس حدیث کے اندر اشعار سے تقلید مراد ہے لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ حدیث
کے اندر آگے آرہا ہے وسلت الدم عنها۔ امام طحاوی امام صاحب کی طرف سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ
امام صاحب اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ لوگ مبالغہ کرتے تھے جس کی وجہ سے زخم کا اثر ہو جاتا
تھا اس وجہ سے امام صاحب مکروہ سمجھا۔ یہ دلیل تمام دلائل کے اندر سب سے بہتر ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے
چونکہ اشعار اس لیے کیا جاتا تھا کہ کفار تعرض نہ کرتے تھے اور اب چونکہ یہ علت نہیں رہی لہذا اشعار مکروہ ہے
لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کی بنا پر الرمل جو حضور ﷺ نے کیا تھا کہ رمل بھی باقی ہے۔ فی صفحة سنامها الایمن
امام شافعی، امام احمد کے نزدیک سنام ایمن کے اندر اشعار ہوگا۔ امام مالک، امام ابو یوسف کے نزدیک سنام ایسر
کے اندر ہوگا۔ امام محمد سے دونوں قول ہیں۔ صاحب ہدایہ نے حنفیہ کا مسلک سنام ایمن نقل کیا ہے
آگے چل کر فرماتے ہیں والاشبہ ان یکون مرادہ الایسر یعنی ملا علی نے بیان کیا کہ سنام ایسر کے اندر
اشعار اولیٰ ہے کیونکہ آپ نے سنام ایمن کے اندر اتفاقاً اور سنام ایسر کے اندر قصداً اشعار فرمایا ہے
2628 عن عائشة ص ۲۳۱/۱۲ فقلدها الخ تقلید کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد کے نزدیک قلادہ ۱۴
ڈالا جائیگا۔ امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک قلادہ بھی ڈالا جائیگا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ

2628 فرماتے ہیں کہ قلادہ کی دو قسمیں ہیں ایک مشکیزہ وغیرہ کا ہوتا ہے یہ مکروہ ہے کیونکہ اس کے اندر اسکو مشقت ۲۳۱/۱۴
2629 ہوتی ہے اور ثانی قسم جوتے وغیرہ کا قلادہ ہے یہ جائز ہے **عن جابر** ۲۳۱ ص ۱۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۵
حضور نے بقرہ کا ذبح فرمایا اور اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوا کہ نحر فرمایا۔ علماء نے بیان کیا کہ جائز دونوں
2631 ہیں لیکن اولیٰ ذبح بقرہ ہے **عن عائشۃ** ۲۳۱ ص ۱۷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض سوق ھدی سے یا تقلید سے ۱۷
محرم نہیں ہوتا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تقلید ھدی کی وجہ سے محرم ہوگا یا نہیں۔ امام احمد سفیان
ثوری اسحاق بن راھویہ کے نزدیک محرم ہو جائیگا۔ حنفیہ کے نزدیک اگر وہ حج کا ارادہ کرے اور سوق ھدی
تقلید وغیرہ کرے تو محرم ہوگا ورنہ نہیں اور دوسرے علماء کے نزدیک تقلید وغیرہ سے محرم نہیں ہوگا۔۔۔
2633 **عن ابی ھریرۃ** ۲۳۱ ص ۱۹ قال ارکبھا الخ اس حدیث سے رکوب بدنہ کا ثبوت ہوا۔ ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے ۱۶
عروہ بن الزبیر امام احمد اسحاق بن راھویہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد امام شافعی امام مالک
کی ایک روایت ہے کہ حاجت کے وقت جائز ہے۔ امام صاحب شعبی حسن کے نزدیک اضطرار کے
وقت جائز ہے۔ امام صاحب سے ایک قول مطلق جواز کا نقل کیا گیا ہے اب یہ کہ اس شخص نے بار بار
انکار بدنہ کیوں کیا جواب یہ ہے کہ اس کا زعم میں یہ تھا کہ بدنہ پر رکوب جائز نہیں ہے **عن ابن**
2635 **عباس** ۲۳۱ ص ۲۳ اس حدیث سے سولہ ھدی کا بھیجنا ثابت ہوا اور ایک روایت کے اندر اٹھارہ میں امام نووی ۲۳
نے دونوں حدیثوں کو تعدد پر محمول کیا ہے۔ لیکن ایک واقعہ ہونے میں بھی اشکال نہیں کیونکہ مفہوم مخالف
2640 ہمارے یہاں ضعیف ہے **الفصل الثانی عن ابن عباس** ۲۳۲ ص ۵ اس حدیث کے اندر جمل کا ذکر ہے اس کا تذکرہ ۲۳۲/۵
ترمذی کے اندر وارد ہوا ہے ~~[illegible]~~ اور ایک حدیث کہ وہ حج الوداع
کے اندر ذبح کیا گیا تھا اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا تھا جواب ۱ یہ ہے کہ عام حدیبیہ کے
اندر بھاگ گیا تھا اور پھر حج الوداع کے اندر مل گیا تھا اسکو ذبح کیا گیا جواب ۲۔ ترمذی کی روایت
ضعیف ہے۔ ایسے ہی ایک روایت کے اندر بُرۃ من فضۃ اور ایک کے اندر من ذھب وارد ہوا ہے

باب الحلق (الفصل الاول) ۱۷

دسویں تاریخ کو چار فعل کئے جاتے ہیں رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ جیسے حلق جائز ہے ایسے ہی
تقصیر بھی جائز ہے لیکن مصنف نے صرف حلق کا باب باندھا تقصیر کا اسلئے نہیں باندھا کہ حلق اولیٰ
ہے اور افضل ہے اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ حلق نسک ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک
نسک ہے امام شافعی کے نزدیک النسک میں سے نہیں ہے بلکہ استباحۃ محظور ہے لیکن یہ ان
کی روایت ضعیف ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ رکن ہے تیسری روایت وجوب کی اور
46 چوتھی روایت استحباب کی ہے **عن ابن عمر** ۲۳۲ ص ۱۴ بعض رواۃ کے اندر آپ کے حلق ثابت ہے اور بعض کے ۱۷
اندر ثابت نہیں ہے اسلئے علماء کے اندر اختلاف ہوگیا کہ حلق سنت ہے یا بال رکھنا بعض کے نزدیک
حلق سنت ہے اور بعض کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اصل سنت بال رکھنا ہے ۱۹
47 **عن ابن عباس** ۲۳۲ ص ۱۹ یہ حدیث علماء اور محدثین کی نظر میں نہایت معرکۃ الآراء ہے کیونکہ حضور نے

٢٣٢
١٩

2647 ھجرۃ کے بعد ایک حج اور چار عمرے فرمائے ہیں لہذا یہ حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو عمرہ پر محمول ہے
یا حج پر لیکن حج اس کا محمل اس وجہ سے نہیں بن سکتا کہ مسلم کے اندر اس حدیث میں اتنی زیادتی وارد
ہوئی ہے کہ علیہ المروۃ - اور حلق و تقصیر حج کے اندر منیٰ میں ہوتی ہے نیز آپ نے حجۃ الوداع کے اندر
قصر نہیں کیا بلکہ حلق فرمایا اور آپ کے حالق معمر بن عبد اللہ العدوی ہیں اب رہ گئے آپ کے چار عمرے
ان میں سے ایک عمرہ تو وہی حجۃ الوداع کے اندر آگیا ہے لہذا یہ محمل نہیں ہو سکتا جیسا کہ تفصیل ابھی گذری
اب باقی رہ گئے تین عمرے ان میں سے کوئی ایک محمل ہوگا ان میں سے ایک عمرہ حدیبیہ ہے یہ اس کا محمل
نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے نیز وہاں آپ نے حلق کرایا تھا جیسا کہ
روایات سے معلوم ہوا اب تیسرا عمرہ جعرانہ ہے اور چوتھا عمرۃ القضاء ہے ان دونوں میں سے ایک
علماء ہوں کے نزدیک عمرۃ القضاء اس کا محمل نہیں بلکہ جعرانہ ہے کیونکہ معاویہ فتح مکہ کے اندر مسلمان
ہوئے عمرۃ القضاء کے اندر مسلمان نہیں تھے۔ لیکن حافظ ابن قیم۔ ابن کثیر محب طبری نے اسے جعرانہ قرار
دیا ہے کہ عمرہ جعرانہ کے اندر آپ نے قصر فرمایا - حافظ کی رائے ہے کہ جعرانہ کے اندر آپ نے حلق کیا ہے
اور اس حدیث کا محمل عمرۃ القضاء ہے اب یہ کہ وہ مسلمان فتح مکہ کے اندر ہوئے اس کا جواب یہ ہے
ممکن ہے کہ چپکے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہوں اسلام کی وجہ سے اسلام کو چھپا رکھا ہو اور فتح
مکہ کے اندر ظاہر کیا ہو اور چونکہ ایک خیال ہو گیا تھا عمرۃ القضاء کے اندر اسلئے بلاخوف و خطر آپ کا
50 قصر انہوں نے کر دیا ہوگا **عن النبی ﷺ** ثم دعا بالحالق (الخ) ان حالق کا نام خراش بن امیہ ہے
٢٤ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے دائیں جانب کا حلق کرا کر ابوطلحہ کو دیا اور جانب ایسر کا حلق کرا کر ان
کو تقسیم کرنے کو دیا اور ایک روایت کے اندر اس کا عکس وارد ہوا ہے اب دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق
کیا ~~جائے~~ ہوگی محمد بن عبد الواحد مقدسی کی رائے ہے کہ یہ روایت راجح ہے - حافظ ابن قیم نے
51 دوسری روایت کو راجح قرار دیا کیونکہ آپ ابتداء بالیمین پسند فرماتے تھے **عن عائشۃ** اس حدیث کے
٢٦ اندر وارد ہوا کہ آپ قبل الطواف خوشبو استعمال کرتی تھیں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حلق وغیرہ
کے بعد طواف سے پہلے محرم کے لئے خوشبو حلال ہے یا نہیں جمہور ائمہ کے نزدیک بعد الحلق سب چیزیں
حلال ہیں الا النساء امام مالک کے نزدیک عورتوں کے ساتھ طیب (خوشبو) کی بھی ممانعت ہے
52 **عن ابن عمر** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے یوم النحر کے اندر منیٰ میں ظہر پڑھی اور اس کے پہلے حضرت ٢٣٣
١
جابر کی طویل حدیث کے اندر گذر چکا کہ آپ نے مکہ کے اندر ظہر پڑھی اب دونوں روایات کے
اندر اختلاف ہے اب علماء کے اندر بھی اختلاف ہو گیا - ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی
روایت راجح ہے کیونکہ وہاں حضرت جابر کے ساتھ حضرت عائشہ سے بھی یہی حدیث وارد ہے
اور حضرت عائشہ اہل بیت میں سے ہیں وہ زیادہ واقف ہیں اور حضرت جابر کی حدیث کا سیاق پورے حج
کا سیاق ہے لہذا جب دو حدیثیں ہیں اور وجہ ترجیح بھی موجود ہے تو وہی راجح ہوگی - اس کے برخلاف
ابو بکر بیہقی نے اس حدیث ابن عمر کو راجح قرار دیا ہے ابن قیم [illegible] ابن حبان کی طرف ہے اور

ع ١
[illegible] فی محل [illegible] العمرہ والراجح [illegible]

٢٣٣

2652 ابن عمر کی حدیث راجح اس وجہ سے ہے کہ حضور کی عادت طیبہ سے یہ محال ہے کہ آپ خود مکہ کے اندر نماز ١
پڑھیں اور باقی تمام لوگ دیکھتے رہیں منی کے اندر پڑھ لیں نیز صحیحین کی روایت بھی ہے کہ آپ نے
منی کے اندر نماز پڑھی ہے لہذا عدد راجح ہوگا نیز صحیحین کی روایت ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق اس طرح ہے کہ نماز ظہر آپ نے بعد طواف پڑھی ہوگی لوگوں نے اسکو
اول سمجھا اللہ ہوا اور بعد [illegible] تطبیق دیدی کہ آپ نے نماز ظہر مکہ کے اندر
پڑھی اور پھر لوگوں کو منی کے اندر پڑھائی لیکن اقتداء المفترض بالمتنفل جائز ہے۔ ابو الفتح
ابن سید الناس یعمری نے فرمایا کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک وہم ہے لیکن ہم تعیین نہیں کر سکتے

باب الفصل الاول ٤

ص ٢٣٣

55 **عن عبد اللہ بن عمرو:** — معلوم ہوا کہ دسویں تاریخ کو چار افعال کئے جاتے ہیں اول ٤
رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ ان چاروں میں کوئی ترتیب ہے یا نہیں
اور اگر ترتیب ہے تو اسکا تارک پر کچھ دم وغیرہ واجب ہے یا نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ حج قران والا
حج میں ہیں اسی طرح متمتع۔ مفرد فرماتے ہیں کہ طواف اور باقی تینوں کے اندر ترتیب نہیں ہے
اسکے بعد ان تینوں کے اندر قارن اور متمتع کیلئے ترتیب ہے اور مفرد کیلئے رمی اور حلق کے اندر
ترتیب ہے کیونکہ ذبح تو اسپر واجب ہی نہیں ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسی میں ترتیب نہیں ہے۔ اب
یہ کہ اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ کسی شی کی تقدیم و تاخیر کے اندر کوئی حرج نہیں ہے ہماری طرف سے جواب
یہ ہے کہ لا حرج سے نفی اثم مراد ہے جس کی دلیل یہ لازم نہیں آتا کہ اسپر کچھ واجب نہ ہو

الفصل الثالث

ص ٢٣٣

58 **عن اسامة:** — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سعی قبل الطواف جائز ہے یہی مذہب ہے امام اوزاعی کا ١٢
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس نے طواف قدوم کے بعد سعی کی ہوگی اور پھر
طواف زیارۃ کیا ہوگا اور دونوں کو ملاکر سوال کر لیا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس حدیث کے اندر
ایک راوی متفرد ہے جس کا نام جریر ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے ابن قیم کی یہی رائے ہے

باب خطبة يوم النحر ورمي ايام التشريق (الفصل الاول) ١٤

ص ٢٣٣

59 **عن ابی بکرة:** — اس حدیث سے امام شافعی اور امام احمد نے استدلال کیا کہ یوم نحر کے دن آپ نے
خطبہ دیا اور یہ سنت ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ اس کی سنیت کا انکار کرتے ہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ١٥
آپ نے یہ خطبہ تو دیا تھا کہ مسائل لوگوں قافلوں کو سکھلانے کا ارادہ فرمایا تھا امام طحاوی
فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کے اندر المناسک حج میں ایک کا بھی ذکر نہیں تھا اگر آپ نے فرمایا کہ
ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات والارض اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار نے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا تھا جس کی وجہ
مہینوں کے اندر فرق پڑ جاتا تھا کہ جو ربیع الاول ہے اسکو صفر کی جگہ کر دیا اور صفر کو محرم کی ١٥
جگہ یا اسکے پیچھے کر دیا تاکہ اشہر حرم سے بچ سکیں اور اس ارشاد کے اندر یہی ہے
کہ آپ کا حج چونکہ اس سال ہوا کہ مہینوں میں فرق پڑتا تھا تو اسکے متعلق فرمایا کہ

١٥

2662 ص ۲۳۶ ۲۳۵

حال وہ موقوف ہے ہو اب ثالثاً وہاں اپنے معمول پر آگئے ہیں **عن ابن عمرؓ** اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ حضورؐ نے لیالی منی کو مکہ کے اندر گزارنے کی اجازت مرحمت فرمائی اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ۱۶
منی کی راتیں کس جگہ گزاریں امام شافعی کا قول امام مالک کا مذہب امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ
منی کے اندر رات کا گزارنا واجب ہے۔ امام صاحب کے نزدیک سنت ہے یہی حسن بصری کا مذہب
اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور آپ نے یہاں سقایہ کی وجہ سے اجازت دی ہے اب
دیکھ کہ اس اختلاف ہے اس کے علاوہ کسی کو اجازت ہے یا نہیں۔ مالکیہ حنابلہ کے نزدیک کسی
کو بھی اجازت ہے جیسا کہ قصہ باب میں الرعاء کی روایت آرہی ہے امام شافعی کے نزدیک اللہ
والے بھی ان کے مثل ہیں اور امام احمد کی ایک روایت ہے کہ اہل اعذار کے لئے جو سقایہ میں ان
کو اجازت ہے اگر یہ منی کے اندر شب باشی کریں ص ۲۳۴ **الفصل الثانی عن عمرو بن الاحوص**

70 قال یوم الحج الاکبر اس کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (۱) یوم النحر (۲) یوم عرفہ (۳) تمام ایام حج
اس پر سوال ہوگا کہ یوم الحج الاکبر کیوں کہا کیا ایام حج صغیر بھی ہوتا ہے کہا جواب دیا کہ عمرہ اصغر ہے اور ۲۲
(۴) اس کی حج اکبر ہے اور حج اصغر عمرہ اور ہوتا ہے (۵) اس حج کا جو جمعہ کو ہو جس کو آپ نے
حج فرمایا (۶) حج اکبر ہے جس کو قرآن نے بیان کیا ہے کہ اذان من اللہ الا لا یجنی جان علی نفسہ الا علی
نفسہ پر جنایت کرنے کا مطلب ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے یا کوئی اور ظلم کرے تو خود ہی اس کا ۲۴
بدلہ پائے گا دوسرے اور جنایت کی وجہ سے باپ بیٹا اور جنایت اس کو پہنچے گی مگر ابن ماجہ کی روایت کے
کے اندر ہے الا لا یجنی جان الا علی نفسہ۔ اس سے اندر بھی خود ہی ہے لہذا یہ صحیح ہے
یعنی ادھر کو حدیث کے وہ اپنے ایک ذات سے اگر ظلم ہے اگر وہ بیٹے اور بیٹے کی جاہلیت کی
سے پیش آئی کہ ان لوگوں کا عمل یہ تھا کہ ایک شخص کی جنایت کی وجہ سے خاندان کا کوئی بھی آدمی پکڑا جاتا
تھا تو آپ نے اس سے منع فرمایا کہ بس جو کرے اسی کا بدلہ ہو کیونکہ اسی کی جنایت ہے

72 ص ۲۳۵ **عن عائشۃ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے طواف زیارت رات کے اندر فرمایا اور اس کے ۲۲۵/۱
حدیث جابر کے اندر گزرا کہ آپ نے دن کے اندر طواف زیارت فرمایا اور ظہر کے اندر جمع کرنا کہ
پس علماء نے مختلف جواب دیئے ہیں (۱) یہ سنن کی روایت ہے اور حدیث جابر کی روایت صحیح
کی ہے لہذا وہ راجح ہوگی (۲) اس حدیث کے اندر ابو الزبیر ایک راوی ہیں جن کا سماع عنعنہ
مقبول نہیں ہے (۳) یہ حدیث ضعیف ہے (۴) الی اللیل کے اندر لیل سے مراد ما بعد الزوال ہے
(۵) اخر طواف الزیارۃ الخ سے مراد ہے کہ وقت مستحب تو آپ نے اپنا موخر کیا ہے (۶) آپ نے
ستر طواف کرتے تھے راوی نے اپنے گمان سے اس کو زیارت سمجھ لیا (۷) امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی

77 ازواج کے طواف کو موخر کر دیا تھا مقصد اس حدیث کے اندر ہے ص ۲۳۵ **عن ابی البداح** فیرمونہ فی احدہما
احدھما سے مراد اگر گیارہویں ہے تو تقدیم اور اگر بارہویں مراد ہے تو تاخیر ہے امام مالک فرماتے ۹
ہیں کہ اس سے بارہویں تاریخ مراد ہے کیونکہ عبادات کے اندر تاخیر تو جائز ہے تقدیم ناجائز ہے

٢٣٥ ## باب ما يجتنبه المحرم الفصل الاول

2679 ١١ ص ۲۳۵/۱۱ عن عبد اللہ بن عمرؓ ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رجل نے ملبوسات کا سوال کیا تھا لیکن آپ نے جواب
١١ غیر ملبوسات کا دیا (۱) وجہ یہ ہے کہ غیر ملبوس محصور ہے اور ملبوسات محصور نہیں اور محصور کا بیان کرنا آسان ہے
(۲) آپ نے غیر ملبوسات کا جواب دیکر اشارہ دے دیا کہ سائل کو محرم ملبوس کا سوال کرنا چاہیے تھا (۳) مباح
کو عام طور سے لوگ جانتے ہیں اسلیے غیر مباح کو بیان فرمایا ۔ دوسری بات حدیث پاک سے یہ معلوم
ہوئی کہ خفین کو پہننا جائز نہیں مگر ایسے شخص کیلئے جائز ہے جس کے پاس جوتے نہ ہوں اور اسکو چاہئے
کہ خفین کو قینچی وغیرہ سے کعبین سے اوپر کے حصہ کو کاٹ دے کعبین سے مراد ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
ٹخنوں کا نشان اور امام صاحب کے نزدیک المفصل الذی عند معقد الشراک مراد ہے ۔ اب اس مسئلہ
کے اندر اختلاف ہے کہ جوتے اگر موجود ہوں تو خفین کو پہننا جائز ہے یا نہیں ۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی
علامہ عینی نے جواز کی تصریح کی ہے ایسے ہی محقق ابن ہمام نے جواز کی تصریح کی ہے ۔ علامہ انور شاہ صاحب سے عدم
جواز منقول ہے چنانچہ مولانا عبد الحی اور صاحب بحر کی رائے ہے کہ جائز نہیں اور مخالفت کی
وجہ یہ ہے کہ اس سے مخفی ڈھک جاتا ہے اگر نعلین نہ ہو تو پھر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قطع خفین شرط ہے
اور امام احمد کے نزدیک قطع خف شرط نہیں ہے ولا تلبس القفازین امام صاحب کے نزدیک عورت کیلئے پہننا
جائز ہے اور حدیث احرام المرأة فی وجہها سے استدلال ہے جو شعبی وغیرہ کی طرف سے بھی یہی روایت ہے اور اس
79 حدیث کا نہی کا محمل کراہت ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے ص ۲۳۵/۱۵ عن ابن عباسؓ ۔ لبس
١٥ سراویل الخ جمہور کے نزدیک فتق ضروری ہے اور شوافع و حنابلہ کے یہاں فتق ضروری نہیں ہے

80 ص ۲۳۵/۱۶ عن یعلی بن امیہؓ ۔ اذ جاءہ رجل الخ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کا نام عطاء بن منیہ ہے حدیث
١٦ کے اندر حضور نے اس رجل کو جبہ کے اتارنے کا حکم دیا اب اس کے اندر اختلاف ہے کہ کپڑا سر کی طرف
سے اتارنا ہے یا نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اسے پھاڑ وغیرہ دینے سے کوئی واجب نہیں اور اسکو فوراً
اتار دینا چاہئے ۔ امام صاحب سفیان ثوری لیث بن سعد کے نزدیک فدیہ واجب ہے لیکن
دم ہے ۔ امام مالک کے نزدیک اگر تاخیر ہو جائے تو فدیہ واجب ہے ورنہ نہیں ۔ [illegible]
کیسے اتارے جمہور کے نزدیک تو سر کے اوپر ہی اتار دے جیسا کہ اس حدیث میں [illegible]
کا حکم دیا اور شعبی نخعی ابو قلابہ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اسکو اوپر سے [illegible]
83 اسکو پھاڑ دے اور نیچے کو نکالے ص ۲۳۵/۲۰ عن یزید بن الاصم ۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف
٢٠ ہے کہ محرم کیلئے نکاح جائز ہے یا نہیں ۔ امام صاحب حماد بن ابی سلیمان ثوری وغیرہم کے نزدیک
جائز ہے ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں حضرت عثمانؓ کی حدیث لا ینکح
المحرم ولا ینکح الخ ایسے ہی اس حدیث سے کہ حضور نے میمونہ سے تزوج کیا وھو حلال ۔ ہمارا
٢١ استدلال حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ہے امام بخاری نے دو جگہ باب منعقد کیا ہے اور اس حدیث کو
دونوں جگہ ذکر کیا ہے حافظ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری بھی محرم کے نکاح کے جواز کے
قائل ہیں ۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ روایتی حیثیت سے ہم کلام کرتے ہیں کہ بخاری کی حدیث متفق علیہ

۲۳۹ صفحہ

2683 اور آپ کی روایت مسلم شریف کی روایت ہے اور آپ کے قاعدہ کے مطابق متفق علیہ حدیث راجح ہوتی ہے ۲۳۵ / ۲۱

نیز آپ کی روایت محتمل ہے کیونکہ لا ینکح کے معنی لا یوطأ کے بھی ہیں لہذا آپ کا کہنا کہ بخاری کی روایات

قولی ہیں اور وہ فعلی پر راجح ہوتی ہیں صحیح نہیں ہے ۔ شافعیہ نے اعتراض کیا کہ آپ کی حدیث کے اندر

وہو محرم بھی تو محتمل ہے کیونکہ اس کے معنی دخول فی الحرم کے بھی آتے ہیں جیسے شاعر کہتا ہے ع

قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما ۔ حالانکہ حضرت عثمان مدینہ کے اندر قتل ہوئے اور ... تھے محرم

نہیں تھے لہذا اس کے معنی دخل فی الحرم کے ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

شعر کے اندر ہارون رشید نے محرم کے متعلق اصمعی سے پوچھا کہ اس کے معنی کیا ہیں اصمعی نے کہا کہ جو اس

شعر کے "قتلوا کسری بلیل محرما" کے اندر محرم کے معنی ہیں وہی معنی مراد ہیں اور اس شعر میں محرم سے مراد

ہے حرام و حرمت ہے لہذا اس شعر کے اندر محرم سے مراد ذو حرمت ہے لہذا آپ کا استشہاد باطل ہے

دیوبندیہ کہا کہ حضور کا محرم ہونے کی حالت کے اندر نکاح کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے ہم کہتے ہیں کہ خصوصیت

کی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کی اقتداء کے لیے آیت شریفہ لائی گئی ہے ۔ ... السنۃ ... ہیں کہ دونوں میں

کہ جب احادیث وارد ہیں تو دونوں کے اندر توفیق یہ ہے کہ احرام کی حالت کے اندر آپ نے نکاح کا

ارادہ کیا ہوگا اور حل کی حالت میں نکاح کیا ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اس کے عکس بھی تو یوں

جمع کیا جا سکتا ہے لہذا یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے لہذا تعارض کے وقت قیاس کی طرف رجوع

کیا جاتا ہے اور قیاس مقتضی ہے کہ نکاح احرام کی حالت میں جائز ہو ۔ نیز بخاری کی تائید اس

سے بھی ہوتی ہے کہ یہ مشہور ہے کہ حضور نے سرف کے اندر نکاح ... اور انتقال بھی سرف میں ہوا

اب اگر آپ نے جاتے وقت نکاح کیا تو ہمارا مذہب اور اگر واپسی کے وقت نکاح کیا تو تمہارا مذہب

ثابت ہوگا ۔ ... ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضور نے جب مکہ کے اندر عمرہ فرمایا تو ... کی طرف سے

ایک آدمی آیا اور حضرت علی سے کہا کہ تم لوگوں کو صرف تین دن کی اجازت دی گئی ہے اور اب

تین دن پورے ہو گئے ہیں لہذا تم لوگ چلے جاؤ حضور نے فرمایا میں نے تمہارے یہاں کی ایک لڑکی سے

نکاح کیا ہے جس کا ولیمہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگ بھی اس کھانے کے اندر شرکت کرو اس کو ان لوگوں نے

رد کر دیا ... تو دیکھو اس سے معلوم ہوگیا کہ آپ نے جاتے وقت نکاح فرمایا لہذا ہمارا

مذہب ثابت ہوگیا ہے ۔ البتہ ان لوگوں نے ایک یہ اعتراض کیا کہ آپ اس نکاح کے وقت محرم کیسے

ہو سکتے ہیں کیونکہ ... آپ میقات سے بغیر احرام کے گذرے ... جائز نہیں ہے

ابن قیم ... بخاری کی روایت ابن اخت میمونہ کی ہے لہذا وہ زیادہ جاننے والے ہوں گے ہم کہتے ہیں کہ

87 حضرت ابن عباس بھی ابن اخت میمونہ ہیں لہذا وجہ ترجیح کچھ نہیں ہے **عن ام الحصین** ۲۳۵ / ۲۵

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استظلال جائز ہے یہی حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب ہے امام مالک اور احمد کے ۲۵

89 نزدیک جائز نہیں ہے **الفصل الثانی عن ابن عمرؓ** ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو معصفر کپڑا ۲۳۶ / ۳

کا کپڑا لگانا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک پہننا جائز ہے

2689 امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ معصفر مُفدّم (گہرا) ہے تو جائز ہے اور
اگر اسکا رنگ کچا ہے اور جھڑتا رہتا ہے تو مکروہ ہے محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے
90 اندر وتلبس بعد ذلک الخ مدرج ہے صـ ۲۳۶ عن عائشۃؓ: سدلت احدانا جلبابها الخ اس سے معلوم ۵
ہوا کہ عورت اپنے چہرے پر پردہ ڈال سکتی ہے اور اس سے پہلی حدیث کے اندر لا تنتقب الخ
اس سے معلوم ہوا کہ ڈال نہیں سکتی جواب جسکے ایک جگہ سدل ذکر کیا ہے اور ایک جگہ بغیر [illegible] کے [illegible]
91 چہرے کا سدل بالاجماع [illegible] کے نزدیک واجب ہے صـ ۲۳۶ عن ابن عمرؓ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیتون ۷
کا تیل محرم کو لگانا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر اس کے اندر خوشبو
ہے تو ناجائز ہے اور اگر خوشبو نہیں تو جائز ہے۔ صاحبین کے یہاں دونوں قول ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک
جو بغیر خوشبو والا جائز ہے وہ [illegible] کے اندر سے [illegible] کے اندر ان کے یہاں بھی جائز نہیں ہے لیکن
حنفیہ کے یہاں تداوی کے طور پر جائز ہے اور اگر تداوی کیلئے نہ ہو تو عضو کامل کے اندر اگر لگایا
93 تو دم واجب ہوگا اور کم کے اندر کچھ واجب نہیں ہوگا صـ ۲۳۶ عن عبد اللہ بن مالکؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۰
احرام کی حالت میں حجامت کرائی ائمہ ثلاثہ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک حجامت محرم کیلئے جائز ہے
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر بال کاٹے اور ضرورت کی صورت ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے

(الفصل الثالث)

باب المحرم یجتنب الصید (الفصل الاول) ۱۲

97 عن ابی قتادۃؓ: فکلوا ما بقی من لحمها الخ محرم کیلئے صید بحر بالاتفاق جائز ہے۔ صید بر
کے اندر علماء کا اختلاف ہے جس کی چند صورتیں ہیں (۱) حلال شخص اپنے واسطے شکار کرے
اور اسمیں سے محرم کو کھلائے یہ بالاتفاق جائز ہے۔ حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ، لیث بن سعد
کے نزدیک مطلقاً محرم کیلئے شکار کا گوشت جائز نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر محرم کیلئے اشارۃً
یا دلالۃً شکار کیا گیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے شکار اپنے لئے کیا تو جائز ہے حنفیہ کے
نزدیک حلال نے اگر اپنے لئے یا محرم کی نیت سے شکار کیا تو جائز ہے فریق اول صعب بن جثامہ
کی حدیث سے استدلال کرتا ہے کہ آپ نے حمار کو واپس کر دیا تھا۔ فریق ثانی اس کا یہ جواب
دیا کہ چونکہ وہ پورا حمار تھا اور حضورؐ اسکو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے اسلئے واپس کر دیا۔ فریق ثالث
کا استدلال فصل ثانی کے اندر حضرت جابرؓ کی حدیث سے ہے جسکے اندر ہے کہ گوشت حلال ہے جب
تک کہ محرم نہ شکار کرے اور نہ اسکے لئے شکار کیا جائے لہذا اگر حلال نے اسکی نیت یا اشارہ
یا دلالت کی وجہ شکار کیا تو جائز نہیں ہے ہماری طرف سے اس استدلال کا جواب ۱ یہ ہے کہ
یہ حدیث منقطع و ضعیف ہے کیونکہ جابر سے مطلبؒ کا لقاء ثابت نہیں ہے جواب ۲ جیسے کہ
او یصاد لکم ہے ایک دوسری روایت کے اندر بجائے اسکے یُصَد لکم واقع ہوا ہے جس سے معلوم
ہوا کہ یصد لکم تو نہی کے تحت ہے لیکن او یصاد لکم تحت النہی داخل نہیں ہے بلکہ او بمعنی
الی ان کے معنی میں ہے اے الی ان یصاد لکم فیجوز لکم جواب ۳ یصاد لکم کا مطلب ہے یامرکم اور [illegible]

۲۲۶ / ۲۱ 2698 کی حدیث ہے عن ابن عمرؓ ص ۲۳۶ / ۲۱۔ اس حدیث سے پانچ جانوروں کے قتل کی اجازت ثابت ہوئی اب رہ گیا
اس میں اختلاف ہے کہ ان ہی پانچ کے اندر حصر ہے یا دوسرا بھی زیادہ ہے میں امام صاحب اور احمد کے نزدیک پانچ
کے اندر حصر ہے صاحب ہدایہ اس کے مخالف ہیں اور ان کے نزدیک جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے بشرطیکہ
وہ مبتدی بالایذاء ہو امام شافعی امام احمد کے نزدیک غیر ماکول کو قتل کرنا جائز ہے

الفصل الثانی

2701 عن ابی ھریرةؓ ص ۲۳۶ / ۲۶۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جراد دریائی ہے یا بری جمہور کے نزدیک بری ہے ۲۶
اور حضرت عروہ اور ابو سعید سے مروی ہے کہ جراد بحری ہے کعب احبار سے روایات مختلف ہیں
حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ جراد بری ہے اور احناف اور ائمہ
2704 کے نزدیک جائز ہے عن جابرؓ ص ۲۳۷ / ۴۔ ضبع کے حلال و حرام ہونے کے اندر اختلاف ہے امام صاحب امام ۲۳۷ / ٤
مالک کے نزدیک ناجائز ہے اور امام احمد امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور اس کے اندر جزاء ہے
اب یہ کہ کیا جزاء واجب ہے اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کبش اور امام صاحب کے نزدیک قیمت
اور ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث سے ہے امام صاحب کی طرف سے جواب ہے کہ وہ کبش اس کی قیمت کے برابر تھا

باب الاحصار وفوت الحج

۹ اب یہ کہ احصار کس چیز سے ہوتا ہے امام مالک کے نزدیک صرف عدو سے احصار ہوتا ہے جمہور کے نزدیک مرض
وغیرہ دونوں سے ہوتا ہے اب یہ کہ احصار کا سبب کیا ہو سکتا ہے امام شافعی امام مالک کے نزدیک صرف
عدو سے ہی احصار ہوتا ہے یہی امام احمد کا مذہب ہے امام صاحب کے نزدیک مرض اور عدو دونوں سے احصار ہوتا ہے
ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں ختم ہو گیا

الفصل الاول

07 عن ابن عباسؓ ص ۲۳۷ / ۱۰۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ پر عمرہ واجب تھا اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ ۱۰
11 کے نزدیک واجب ہے امام صاحب حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ واجب تھا عن عائشةؓ ص ۲۳۷ / ۱۵۔ اس حدیث
۱۵ کے اندر آپ نے فرمایا حجی واشترطی اس اشتراط کے حکم میں اختلاف ہے ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے
شرط لگانا۔ امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز
13 نہیں ہے امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے

الفصل الثانی

عن الحجاجؓ ص ۲۳۷ / ۱۸۔ اس حدیث کے اندر وارد
۱۸ ہوا فقد حلّ اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس حلال ہونے کا مطلب کیا ہے داؤد ظاہری کے نزدیک اسکا
مطلب ہے کہ محض ٹانگ ٹوٹ جانے اور لنگڑا ہونے کی وجہ سے وہ حلال ہو گیا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ طواف
کے ذریعہ حلال ہوگا امام صاحب کے نزدیک ذبح ہدی حدیبیہ وغیرہ کے ساتھ حلال ہوگا عن عبد
14 الرحمن بن یعمرؓ ص ۲۳۷ / ۲۱۔ من تعجل فی یومین الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ ہر ایک کو اجازت ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ ۲۱
کے نزدیک عام ہے امام مالک کے نزدیک غیر مکی کیلئے ہے اور مکی کیلئے عذر کی صورت میں اجازت ہے

باب حرم مکة حرسها اللہ تعالی

(الفصل الاول) ۲٤

15 عن ابن عباسؓ ص ۲۳۷ / ۲۵۔ فہو حرام بحرمة اللہ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالی کے حرام کرنے کی
۲۵ وجہ سے حرام ہوا ہے اور ایک حدیث کے اندر گذر آیا ہے کہ ان ابراہیم حرّم مکة اس سے معلوم ہوا کہ

2715 ابراھیم علیہ السلام نے تحریم کی ہے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب نمبر ۱ ابراھیم علیہ السلام کی تحریم کا مطلب ہے ۲۳۷/۲۵

کہ اللہ نے تحریم کیا یعنی تحریم تو پہلے ہو چکی تھی لیکن ابراھیم نے اس تحریم کا اظہار کیا ہے جواب نمبر ۲ حرم اللہ تعالیٰ علی لسان ابراھیم علیہ السلام لا یعضد شوکہا الخ حرم کا درخت کاٹنا بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورت کی صورت میں کاٹنا جائز ہے اور کاٹنا ہی اس کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک جو ایسے درخت کا کاٹنا ناجائز ہے جو منبت بنفسہ ہو اور اسکو لوگوں نے اگایا نہو اور نہ وہ اس قبیلے سے ہو جسکو اگایا جاتا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ جو ایسے درخت جسکو کسی نے اگایا نہو وہ کاٹنا ناجائز ہے خواہ وہ من قبیل ما ینبتہ الناس سے ہو یا نہو امام مالک فرماتے ہیں کہ جو ایسے درخت کو کاٹنا جائز ہے جسکی جنس کو اگایا جاتا ہو امام شافعی فرماتے ہیں کہ حرم درخت کا کاٹنا ناجائز ہے

17 عن جابر ۲۳۸ — اس حدیث سے حمل السلاح کی نفی فرمادی گئی ہے چنانچہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے دوسرے کو تکلیف پہنچائی ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس نے اطراف کے اندر تکلیف دی ہے یا نفس کو تکلیف دی ہے اول صورت کے اندر بدلہ جائز ہے حرم کے اندر اور اگر نفس کو قتل کیا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو حرم کے اندر کیا ہے یا باہر اگر اندر قتل کیا ہے تو بدلہ لیا جائیگا اور اگر باہر قتل کرکے اندر چلا گیا تو امام شافعی امام مالک کے نزدیک حرم کے اندر قتل کیا جائیگا اور امام صاحب امام احمد کے نزدیک باہر نکالا جائیگا یعنی مجبور کیا جائیگا اور قتل کیا جائیگا ۲۳۸/۳

19 عن جابر ۲۳۹ — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر احرام کے دخول جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ۵
اگر نسک کا ارادہ نہو تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جبکہ مکہ آپ کیلئے حلال ہوگیا تھا فتح مکہ کے دن

باب حرم المدینة حرسها اللہ تعالیٰ

28 **الفصل الاول عن علی** ؓ — اس حدیث کا مقصد اور ماحصل یہ ہے کہ بعض لوگوں کا زعم ہے ۲۴
تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کچھ خاص خاص باتیں بتلائی ہیں تو حضرت علیؓ نے اس زعم کو باطل کر دیا کہ ہم نے حضور سے صرف قرآن لکھا لکھایا ہے یہی ہمارا اصل اصول ہے اور حضور کی بعثت تبلیغ احکام کیلئے آئی تھی آپ سب کو بتلا گئے ہیں کسی کی خصوصیت نہیں ہے ھذہ الصحیفة اسکا مصداق وہ کتاب ہے جس کے اندر دیات وغیرہ اور چند ضروری امور تحریر تھے عیر اور ثور دونوں پہاڑوں کے نام ہیں البتہ اسکے اندر اختلاف ہے کہ کہاں واقع ہیں (۱) عیر علاقہ مکہ کے اندر اور ثور مکہ کے اندر ہے (۲) دونوں مکہ کے اندر ہیں (۳) دونوں مدینہ کے اندر ہیں ثور جیسا کہ مکہ کے اندر ہے ایسے ہی چھوٹا سا پہاڑ مدینہ کے اندر ہے دوسری بات اس حدیث سے معلوم ہوئی کہ جیسے مکہ کیلئے حرم ہے ایسے ہی مدینہ کے اندر بھی حرم ہے عیر اور ثور کے مابین یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی حدیث سے استدلال ہے امام صاحب امام ابو یوسف امام محمد جمہور کوفیین کے نزدیک مدینہ کے اندر حرم نہیں ہے اور جن احادیث کے اندر تحریم و حرم کا

2728 ذکر ہے اس میں تعیین حرم اور بیان حرم مقصود نہیں ہے بلکہ مطلق تعظیم مقصود ہے اور اسکی دلائل ۲۳۸ / ۲۶
بہت سے ہیں (۱) باب الحرم کے اندر ایک حدیث حضرت انس کی آرہی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے بچے
سے متعلق فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر تو انہوں نے بلبل پکڑ رکھی تھی تو اگر وہاں حرم ہوتا تو کیسے جائز
ہوتا اسکا پکڑنا اور ان حضرات نے اسکا جواب دیا کہ وہ کسی دوسری جگہ سے پکڑ کر لائے ہوں گے
ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال بعید ہے (۲) آپ نے مدینہ کے پتوں لکڑی کاٹنے توڑنے وغیرہ کی اجازت
دی ہے پس ان تمام سے معلوم ہوا کہ مدینہ کیلئے حرم نہیں ہے۔ اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ مدینہ
کے اندر اگر کوئی جانور وغیرہ مارے کوئی شخص تو اسکی کیا جزاء ہے ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ اسکے
کپڑے اتار لئے جائیں گے ابن المنذر۔ ابن ابی ذئب امام شافعی سے بھی یہی مروی ہے۔ علامہ توربشتی فرماتے
ہیں کہ کوئی صحابی بھی اس فیصلہ کا قائل نہیں ہے سوائے حضرت سعد کے انہوں نے اسکا قول کیا ہے
صرف ولا عدل الخ اسکے مصداق میں بھی اختلاف ہے (۱) صرف سے فرائض اور عدل سے نافلہ مراد ہے
(۲) اول کا عکس یعنی صرف سے نافلہ اور عدل سے فرائض مراد ہے (۳) صرف سے فدیہ اور عدل سے شفاعت
مراد ہے (۴) اس کا عکس یعنی صرف سے شفاعت اور عدل سے فدیہ مراد ہے ذمۃ المسلمین واحدۃ یعنی
مسلمانوں میں سے اگر ایک شخص کسی کو امن دیدے تو وہ معتبر ہے۔ آگے فرماتے ہیں من والی بغیر اذن موالیہ
اس موالاۃ سے کیا مراد ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے مولی الموالاۃ مراد ہو
یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو پہلے مرجائے تو میں تیرا وارث اور اگر میں پہلے مرجاؤں تو تو میرا وارث
اور جو کچھ بھی نقصان وغیرہ آئے اسکا میں ذمہ دار ہوں اور جو کچھ بھی ہو اسکا تو ذمہ دار ہے تو گویا کہ
ایک دوسرے کی ذمہ داری لے لی اسکے بعد اسکو اپنے اس ساتھی کے علاوہ دوسرے شخص سے بھی موالاۃ کرلی تو آپ نے اس کو
منع فرمایا ہے دوسرا مطلب اسکا یہ ہے کہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو چھوڑ کر کفار سے موالاۃ کرے
29 تیسرا مطلب اسکا یہ ہے کہ مولی العتاقہ سے اپنا تعلق توڑ کر کسی دوسرے سے جوڑ لے۔ **عن سعد:** ۲۳۹ / ۳
اس حدیث کے آخر میں وارد ہوا شفیعا او شہیدا اس او کے اندر دو احتمال ہیں (۱) راوی کی طرف سے
شک کیلئے ہے (۲) بعض نے کہا کہ تنویع کیلئے ہے یعنی اگر اس کا انتقال ہو گیا تو شہید ہوں گا اور اگر انتقال
41 نہیں کیا تو شفیع ہوں گا **وعنہ قال:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے اندر طاعون داخل ۲۴۰ / ۲
نہیں ہوگا۔ قتیبہ اور نووی نے جزم کے ساتھ نقل کیا ہے کہ مکہ مدینہ کے اندر طاعون داخل ہوا اور
نہ داخل ہوگا حافظ کہتے ہیں کہ مکہ کے اندر تو داخل ہوا ہے مدینہ کے اندر نہیں ہوا **الفصل الثانی:**
47 **عن سلیمان:** اس حدیث سے علامہ طیبی نے استدلال کیا کہ مکہ مدینہ حرم ہونیکے حکم میں مساوی ۱۰
ہیں کیونکہ ہوا ہے حضور نے سلب لی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سلب لینے سے دونوں کا مساوی
فی الحکم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکہ کے اندر سلب لینا جائز نہیں ہے اور تحریم سے مطلق تعظیم مراد ہے
وعن الزبیر: اس حدیث کے متعلق علماء نے بیان فرمایا کہ ضعیف ہے عبد اللہ بن انسان اسکا ایک راوی ضعیف ہے
امام بخاری نے بھی اسکو ضعیف قرار دیا اور اسی وجہ سے صید وج کی تحریم کا امام شافعی کے علاوہ کوئی اور قائل نہیں ہے

۲۴۱ / ۷ ص ۲۴۱ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ص ۲۴۰

نصف علم الدین بنا عبادات ختم کرنے کے بعد اب معاملات مصنف کو بیان فرمایا بیع وعلم شروع کیا اور
کہتے ہیں مبادلة المال بالمال بالتراضی بعض لوگوں نے بالتجارۃ کی بھی قید لگائی تاکہ ہبہ بشرط العوض
نکل جائے لیکن دوسرے لوگوں نے اس قید کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ عام طور سے بیع سے مراد بیع ابتداً
ہے اور ہبہ بشرط العوض ابتداً بیع نہیں ہے بیع کی چند قسمیں ہیں اگر عین کی عین کے ساتھ ہو تو اس کو
مقایضہ کہتے ہیں کبھی بیع عین کی دین کے ساتھ ہوتی ہے اس کو مطلق بیع کہتے ہیں اور کبھی بیع
دین کی عین کے ساتھ ہوتی ہے اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور کبھی بیع دین کی دین کے ساتھ ہوتی ہے ثمن کی
ثمن کے ساتھ تو اس کو بیع صرف کہتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی قسمیں ہیں جن کی وجہ سے مصنف
نے البیوع جمع کا صیغہ لائے **الفصل الاول** ص ۲۴۱/۱۵ **عن النعمان بن بشیر** الحلال بین یعنی حرمت منصوص ہے 2762
۱۵ یا ہے کسی قاعدہ کے تحت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی تین قسمیں ہیں حرام، حلال، مشتبہ
حالانکہ ایک حدیث کے اندر ان تین کے علاوہ چوتھی قسم کا بھی ذکر ہے کہ ما سکت عنه فهو عفو جس کا
ایک جواب یہ ہوگا کہ مشتبہات کی حیثیت بھی عفو کی ہے لہذا قسم رابع قسم ثالث کے اندر داخل ہے
ص ۲۴۱/۱۹ **عن رافع بن خدیج** اس حدیث کا پہلا جز ہے کہ ثمن الکلب خبیث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے 63
۱۹ کہ بیع کلب کا کیا حکم ہے امام احمد امام شافعی کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے یہی ایک روایت امام مالک کی ہے
امام صاحب ابراہیم نخعی امام ابو یوسف امام محمد فرماتے ہیں کہ جس کتے سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اس کی
بیع جائز ہے مالکیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلق ہے ہم کہتے ہیں کہ ایک روایت
کے اندر الا کلب صید او ماشیة کی قید ہے امام طحاوی اس حدیث کا جواب دیا کہ یہ جب تھا جب کہ آپ نے قتل کلاب
کا حکم دیا تھا بعد میں منسوخ ہوگیا ص ۲۴۱/۲۱ **عن ابی جحیفة** اس حدیث کے اندر واشمة پر لعنت آئی ہے 65
۲۱ کیونکہ یہ فعل حرام ہے کیونکہ وشم حرام ہے اور مصور سے مراد ذی روح کا مصور ہے کیونکہ یہ فعل بھی حرام ہے
ص ۲۴۱/۲۷ **عن جابر** نهى عن ثمن السنور اس بلی کی بیع کے اندر بھی اختلاف ہے ابو ہریرہ جابر بن زید 68
۲۷ مجاہد کے نزدیک جائز نہیں ہے ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس حدیث کے اندر نہی عن بیع السنور
ص ۲۴۱/۲۷ کا رفع ثابت نہیں ہے جابر پر اس حدیث پر بھی بہت کلام کیا ہے **عن انس** اس حدیث کے اندر ہے 69
۲۷ آنحضرت نے حجامت کرائی اور حجام کو ایک صاع اجرت کے اندر دینے کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ پہلی حدیث کا
اندر رافع بن خدیج سے جو روایت آئی ہے کسب الحجام خبیث اب ان دونوں کے اندر تعارض ہے
بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث رافع بن خدیج منسوخ ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ حجام کے لئے اجرت لینا
جائز ہے اور اجرت دینا جائز نہیں ہے بعض نے کہا کہ لینا جائز نہیں لیکن دینا جائز ہے حضرت ابو جحیفہ
کی حدیث کے اندر لفظ نہی عن ثمن الدم اگر دم سے حجامت مراد ہے تو یہ مسئلہ گزر گیا اور اگر اس سے خون مراد
ہو تو چونکہ وہ نجس ہے اس لئے منع فرمایا اب اس حدیث کے اندر بعض لوگوں نے کسب الحجام خبیث کا مطلب
یہ بیان کیا کہ اس حجام سے مراد ہے جو حجامت کے بعد اس خون کو فروخت کرے تھا سو **الفصل الثالث**
۲۴۳/۱۰ ص ۲۴۳/۱۰ **عن ابن عمر** امام احمد کے نزدیک تو یہ حرام ہے اور نماز جائز نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا جمہور کے نزدیک جائز ہے 89
اور حدیث کے متعلق علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے نیز اثباتہ کی نفی ہے

۲۲۲ ص

صـ ۲۲۳ باب المساهلة فی المعاملة (الفصل الاول)

۲۲۲ / ۱۲

2795 عن ابی ذر: یہ منافق اس کی تین نشانیاں ہیں (۱) احسان جتلانے والا (۲) کپڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والا (۳) فاجر

96 الفصل الثانی عن ابی سعید: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تاجر صدوق کا حشر انبیاء کے ساتھ کیا تو ۲۲

ہوگا اس کے دو مطلب ہیں (۱) یعنی جیسے مخدوم کے ساتھ خادم رہتا ہے ایسے ہی وہ شخص انبیاء کے ساتھ

98 رہیگا (۲) گاہے گاہے وہ انبیاء سے ملاقات کر لیگا۔ عن قیس بن ابی غرزة: یہ اسلام سے پہلے ۲۵

یعنی ہم لوگوں نے تجار کا نام "سماسرۃ" رکھا تھا لیکن حضور ﷺ نے ہمارا اس سے بہتر نام "تجار" رکھ دیا اب یہ کہ تجار اور

سماسرہ سے احسن کس وجہ سے ہے اس کے اندر چند قول ہیں (۱) سماسرۃ دلال کو کہتے ہیں اور دلالی

سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں (۲) تجار کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور سماسرۃ کا لفظ قرآن میں نہیں ہے (۳) تجارۃ

[illegible]

صـ ۲۲۴ باب الخیار (الفصل الاول)

۲۲۴ / ۳

خیار کی تین قسمیں ہیں خیار رویت، خیار عیب، خیار شرط یہ مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں ہے اور شافعیہ و حنابلہ کے یہاں ایک قسم خیار کی اور ہے وہ خیار مجلس ہے اور اس باب کی پہلی حدیث ابن عمر سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا المتبایعان کل واحد منهما بالخیار من بیعہما ما لم یتفرقا الخ ای ما لم یتفرقا بالابدان یعنی جب تک کہ وہ ایک مجلس کے اندر ہیں ان کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دیں یا باقی رکھیں۔ جو لوگ خیار مجلس کے منکر ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں۔ مالکیہ میں سے قاضی ابو الولید باجی نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا بالاقوال۔ حنفیہ میں سے امام محمد نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد نہیں ہے بلکہ بالاقوال مراد ہے یعنی ایجاب و قبول سے پہلے پہلے اختیار ہے جب ایجاب و قبول ہو گیا تو اب اختیار باقی نہیں رہتا ہے اس پر شافعیہ نے اعتراض کیا کہ اقوال کے اندر تفرق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں آیا ہے وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعته الخ یہاں تفرق کا استعمال قول کے اندر ہے۔ اس حدیث کی دوسری تاویل حنفیہ میں سے امام ابو یوسف، عیسی ابن ابان نے کی ہے کہ اگرچہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہے لیکن مطلب یہ نہیں ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر فسخ وغیرہ کرنا چاہیں تو اختیار ہے بلکہ مطلب ہے کہ اس مجلس کے اندر پہلے ایجاب و قبول سے پہلے اختیار ہے اور اگر ایجاب کے قبول کے بعد مشتری چلا گیا

2801 اور یہ کہتا ہے کہ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں تو بائع کو اختیار نہیں ہے۔ عن ابن عمر: اس حدیث کے ۳

اندر وارد ہوا ما لم یتفرقا الا بیع الخیار الخ اس کے مطلب میں اختلاف ہے (۱) یعنی جدا ہونے سے پہلے بائع و مشتری کو اختیار ہے اور اگر تفرق ہو جائے تو دونوں کا اختیار ختم ہے مگر خیار شرط کے اندر تفرق کے بعد بھی اختیار ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خیار شرط کی مدت کیا ہو امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی مقدار متعین نہیں ہے امام صاحب امام شافعی کے نزدیک تین دن ہے امام احمد اور امام محمد کے نزدیک جتنے دن چاہیں مقرر کریں (۲) الا بیع الخیار کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بائع و مشتری نے بیع سے پہلے یہ کہہ دیا کہ اختیار نہیں ہوگا اب اگر بیع کر لیں گے تو دونوں کو اختیار نہیں ہوگا (۳) مطلب ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد بائع کہے کہ اختیار کر لے اور مشتری کہے کہ اختیار کر لیا تو اب ان لوگوں کے لئے بعد التفرق بھی اختیار ہے

۲۴۴/۱۵

باب الربوٰا (الفصل الاول)

ربوا لغت کے اندر مطلق زیادتی کو کہتے ہیں اور شریعت کے اندر وہ زیادتی ہے جو بغیر عوض کے ہو اس کی
حرمت کتاب، سنت، اجماع و قیاس سے ثابت ہے۔ احادیث کے اندر جن اشیاء میں ربوا
کا ذکر ہے وہ چھ ہیں تمام مسلمین کا ان ستہ پر اتفاق ہے کہ ان چھ کے اندر ربوا حرام ہے اب اس کے
اندر اختلاف ہے کہ ربوا ان ہی چھ اشیاء تک تو محصور ہے یا ان کے غیر کے اندر بھی ربوا ہوگا
ظاہریہ، مسروق، شعبی کے نزدیک ان ہی تک محصور ہے جمہور کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ کے
اندر بھی ربوا ہو سکتا ہے جبکہ ان چھ کے اندر جو علت ہے وہ غیر کے اندر پائی جائے اب اس کے
اندر اختلاف ہے کہ وہ علت کیا ہے حنفیہ کے نزدیک جنس مع قدر (کیل وزن) امام مالک کے
نزدیک نقدین کے اندر ثمنیت اور ماکولات کے اندر اقتیات اور ادخار ہے۔ امام شافعی
فرماتے ہیں کہ نقدین کے اندر ثمنیت اور غیر کے اندر طعم ہے امام احمد کی ایک روایت حنفیہ کے موافق
اور دوسری امام شافعی کے موافق ہے تیسری روایت ان سے یہ کہ نقدین کے اندر ثمنیت اور ان کے غیر کے
اندر طعم مع الکیل والوزن۔ سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ان اشیاء ستہ کے اندر اختلاف اگر ہو جائے
2809 تب بھی تفاضل جائز نہیں ہے **عن ابی سعید** ؓ۔ استعمل رجلاً دارقطنی کے اندر ان کا نام سواد بن غزیہ
یا مالک بن صعصعہ مروی ہے۔ اس حدیث سے حیلہ کا جواز معلوم ہوا چنانچہ حنفیہ کا یہی مذہب ہے وقال 19
15 فی المیزان مثل ذلک الخ یعنی مکیلات، موزونات دونوں کا ایک ہی حکم ہے **عن جابر** ؓ۔ اس حدیث کے ۲۲۵/۶
اندر حضور نے ایک عبد کو عبدین کے بدلے میں خریدا۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حیوان کی بیع
حیوان کے بدلے جائز ہے یا نہیں اگر دونوں برابر ہیں تو بالاتفاق جائز ہے ایسے ہی تفاضلاً یداً بید
جائز ہے تفاضلاً نسیئۃً امام صاحب، عطاء بن ابی رباح، امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے
امام شافعی، امام مالک، بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک تفاضلاً و نسیئۃً بھی جائز ہے اور اس
حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس کے اندر آپ نے خریدا اور یہ حدیث مطلق ہے نقد یا نسیئۃ کا ذکر
نہیں ہے اور آپ نے تفاضلاً بھی خریدا ہے۔ ہماری طرف سے جواب ہے کہ یہ حدیث نقد پر محمول ہے
17 کیونکہ آگے سمرۃ بن جندب کی حدیث کے اندر واضح نسیئۃ بیع سے نہی وارد ہوئی ہے **عن فضالۃ**
بن ابی عبید جن چیزوں (زیورات) کے اندر سونا وغیرہ کا کام ہو ان کی بیع سونے چاندی کے عوض جائز 10
ہے یا نہیں اس کے اندر اختلاف ہے امام شافعی، امام احمد، ابن المبارک کے نزدیک جائز نہیں امام صاحب، 1
حسن بن حسن بصری، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر وہ سونا زائد ہو اس سونے سے جو اس شی پر جڑا
ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر برابر ہے تو جائز نہیں کیونکہ جب دونوں سونے برابر ہو گئے تو وہ شی جس کا
ہوا ہے وہ زائد رہ جائیگی اور یہ ربوا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر سونا یا چاندی جو اس پر لگا ہوا
اگر وہ اس کا تابع ہے یعنی ثلث یا اس سے کم ہے تو اس صورت کے اندر بیع جائز ہے

الفصل الثانی

20 **عن سعد بن ابی وقاص** ؓ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر کے عوض مطلقاً جائز نہیں ہے حضرت
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مساوی ہے تو جائز ہے لیکن آپ نے پوچھتے ہیں کہ رطب اور تمر دونوں کی جنس ایک ہے 18

۲۲۵/۱۸ 2820 یا دونوں مختلف الجنس ہیں اگر جنس ایک ہے تو التمر بالتمر الخ حدیث عبادۃ بن الصامت سے [illegible] ہوا یدا بید اور اس کے
جیسے اور یدا بید مثلاً بمثل ہونا ضروری ہے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو ایک حدیث کے الفاظ و اذا
التمر بالتمر یدا بید و اذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف ما شئتم یدا بید اس تفصیل کی وجہ سے جائز ہے اور
اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں زید بن عیاش راوی ضعیف ہے علامہ مولانا عبدالحق [illegible] امام طحاوی
ابن حزم ابو حنیفہ وغیرہ نے مجہول قرار دیا ہے اور اگر ہم مان لیں کہ یہ روایت صحیح ہے تو آپ کے بقول
الجواب جو [illegible] ہے [illegible] الحدیث [illegible] ہوگا بعض لوگوں نے اس حدیث
21 کا ایک جواب یہ دیا کہ اس کا محمل نسیئہ ہے **عن سعید بن المسیب** ص ۲۲۵/۲۰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لحم کی
۲۰ بیع حیوان کے بدلے جائز نہیں ہے یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اس شرط کے
23 جائز نہیں ہے **عن عبداللہ بن عمرو بن العاص** ص ۲۲۵/۲۳ اس حدیث سے امام شافعی امام مالک وغیرہ استدلال کرتے ہیں کہ
۲۳ حیوان کی بیع حیوان کے بدلے نسیئہ جائز ہے [illegible] اس حدیث کا جواب [illegible]
تحریم ربوا سے پہلے کا واقعہ ہے جواب ۲ [illegible]
برابر [illegible] **الفصل الثالث عن اسامہ**
24 **بن زید** ص ۲۲۵/۲۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربوا صرف نسیئہ کی صورت میں ہے یہی [illegible] ابن عباس کی رائے
۲۶ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب تھا اس کے بعد حضرت ابن عمر نے رجوع کر لیا اور ابن عباس کا رجوع [illegible]
باقی تمام جمہور کا اتفاق ہے کہ [illegible] نسیئہ [illegible] اور اس حدیث کا جواب [illegible]

باب المنهي عنها من البيوع ص ۲۲۶/۱۵ (الفصل الاول)

۲۲۶/۱۵
36 **وعنه قال نهى** ص ۲۲۶/۲۲ اس حدیث جابر میں [illegible] مذکور ہیں محاقلہ مزابنہ مخابرہ معاومہ
۲۲ ثنیا [illegible] اور ہر ایک کی تفصیل [illegible] محاقلہ حقل سے ماخوذ ہے [illegible]
[illegible] اس کی تفسیر [illegible] حدیث کے اندر آگئی ہے کہ ایک شخص اپنی کھیتی [illegible]
[illegible] مزابنہ [illegible] زبن سے ماخوذ ہے [illegible]
[illegible] اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باغ کی کھجوروں کو [illegible] فروخت کرے [illegible]
[illegible] باغ کی کھجوریں [illegible] ان تمام [illegible] تاالث [illegible] خیبر سے
ماخوذ ہے یہ معاملہ آپ نے یہود خیبر سے کیا تھا [illegible] بعض لوگوں نے کہا کہ خبار سے ماخوذ ہے [illegible]
[illegible] ہے اور اس کی تفسیر حدیث کے اندر [illegible] ہے کہ [illegible] زمین کو [illegible]
[illegible] امام [illegible] کے نزدیک منع ہے اور [illegible] حسین کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے
[illegible] معاومہ [illegible] عام سے ماخوذ ہے [illegible] باغ کو چند سال کے لئے فروخت کرنا [illegible]
[illegible] یہ بھی [illegible] کے نزدیک منع ہے اور [illegible] جائز ہے [illegible] ثنیا [illegible] بیع کے وقت
کسی شئی کا استثنا کرنا اس کی چند صورتیں ہیں (۱) نخل معین کا استثنا کرنا [illegible] (۲) جزو [illegible]
مثلاً نصف ثلث ربع وغیرہ کا استثنا کرنا (۳) [illegible] معلوم کا استثنا [illegible]

[illegible] اس کی [illegible] پھل کا ملنا درخت کی کھجور کی تعداد معلوم ہو ۱۲ [illegible]

صورتیں ہیں۔ ابن قدامہ نے تشریح کی ہے کہ پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے ۔ دوسری صورت بھی تمام ائمہ کے
نزدیک جائز ہے سوائے ابوبکر بن ابی موسیٰ کے وہ اسکو حرام کہتے ہیں اور تیسری صورت امام مالک
ابن سیرین سالم کے نزدیک جائز ہے امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز نہیں ہے
شراح حدیث نے حنفیہ کا مسلک یہی نقل کیا ہے لیکن صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی ظاہر روایت
یہ ھیکہ اگر ارطال معلومہ کا استثناء کر دیا تو جائز ہے چھٹی چیز عرایا ہے یہ عریۃ کی جمع ہے
یہ ماخوذ ہے عری یعرو عروا بمعنی القصد سے یا عری یعری عری سے بمعنی ننگا ہونا اسکی
ماخوذ ہے اہل عرب کے یہاں دستور تھا کہ جن لوگوں کے یہاں باغات وغیرہ ہوتے تھے وہ اپنے فقیر بھائیوں
کو ایک دو درخت اسطور پر دیتے تھے کہ یہ لوگ اسکے پھل وغیرہ سے نفع حاصل کر لے تو وہ درخت
ہوتے تھے اصل مالک کے خود اس فقیر کی مملوک نہیں ہوتے تھے اب اگر یہ فقیر اس درخت کے پھل
کو فروخت کرنا چاہے تو اسکے حکم کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع جائز ہے
امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے پھر جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کے اندر اختلاف ہے کہ
ہر شخص کیلئے اسکو فروخت کر دینا جائز ہے یا صرف اس ھبہ کرنے والے ہی کو جسکو ھبہ تھا تو فروخت
کرے جسکو عریٰ کہتے ہیں ۔ امام مالک کے نزدیک عریٰ کا کیف تو خاص ہے اور امام شافعی امام احمد
فرماتے ہیں کہ اس عریٰ کا کیف تو خاص نہیں بلکہ جو شخص کے پاس ہو بیچ سکتا ہے نیز اختلاف
پھر ائمہ ثلاثہ کے اندر اس مسئلہ میں ہے کہ کتنی مقدار کے اندر بیع ہو سکتی ہے امام مالک فرماتے
ہیں کہ پانچ وسق اور اس سے کم دونوں کے اندر جائز ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک پانچ وسق
کم میں جائز ہے کیونکہ اور دونوں فریق کا استدلال ابوھریرہ کی حدیث سے ہے امام شافعی
امام احمد فرماتے ہیں کہ پانچ وسق سے کم یقیناً داخل ہے اور اس سے زائد یقیناً خارج ہے اور پانچ
کے اندر شک ہے کہ داخل ہے یا نہیں لہذا جو یقینی طور پر داخل ہے یعنی پانچ سے کم وہی جائز ہوگا
امام مالک فرماتے ہیں کہ رخص فی العرایا اپنے عموم کی وجہ سے پانچ سے زیادہ کو بھی شامل ہے
لیکن ایک دوسری روایت کے اندر زیادتی کی نفی ہوگئی لہذا زائد تو ختم لیکن پانچ کو شک کی وجہ
سے خارج نہیں کیا جائیگا وہ داخل رہیگا بہر حال یہ تو جواز والوں کی کہانی تھی اب حنفیہ کی بات
سنیئے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور رخص فی العرایا سے جو بیع کی رخصت کا ثبوت
ہوا وہ حقیقۃ بیع نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ چونکہ وہ باغ والا پھل کے موسم میں اپنے بیوی بچوں کو
بھی جنگل کے اندر رکھتا تھا تو جسکو اسکے درخت وغیرہ انتفاع کیلئے دیئے تھے وہ بھی پھل توڑنے
کیلئے باغ میں آتا جس سے اس مالک کے بال بچوں کو دقت و پریشانی ہوتی تو اسکا دفعیہ کیلئے وہ اس سے
کہتا کہ بھائی ان درختوں پر جو پھل لگا ہوا ہے اسکے بدلے مجھ سے ٹوٹا ہوا پھل لے لے تاکہ مجھے کوئی
نقصان نہ ہو اور مجھے بھی دقت نہ ہو تو گویا یہ مبادلۃ الموھوب بالموھوب کے قبیل سے ہے
اور بیع اسلئے نہیں کہ مبیع کا بائع کے قبضہ میں ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے

2839 ص ۲۲۶/۲۷ **عن عبد اللہ بن عمرو** — اس حدیث پاک کے اندر بیع الثمار کو بدو صلاح پر موقوف کر دیا ہے اب بدو صلاح ۲۲۶/۲۷
کی تفسیر کے اندر علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پک جائے اور اتنا پختہ ہو جائے کہ حلاوت آگئی ہو یا آفت وغیرہ سے
محفوظ ہو جائے۔ محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جو پھل کا بدو صلاح رنگ کے اعتبار سے ہے مثلاً جو
پھل پکتے ہیں ان کا بدو صلاح سرخ ہونا ہے اور جو پھل رنگین والے نہیں ہوتے ہیں صرف کا بدو صلاح
ان کے اندر رنگین آجانے پر موقوف ہے اور جو پھل بدو صلاح سے قبل فروخت کیے جاتے ہیں
ان کی چند صورتیں ہیں (۱) ایک بیع بشرط القطع ہے یعنی شرط لگا دے پھل کی بیع کے وقت کہ
میں پھل توڑ لوں گا (۲) ایک بیع بشرط التبقیہ ہوتی ہے یعنی پھل خریدے اور شرط لگا دے کہ پھل درخت
ہی پر رہیں گے (۳) مطلقاً خریدے کسی قسم کی شرط نہ لگائے ان تینوں صورتوں میں سے اول بالاتفاق جائز ہے
اور دوسری صورت بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے اور تیسری صورت کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کاٹ لیگا

41 ص ۲۲۷/۳ **عن جابر رضہ** — اس حدیث کے اندر وضع جوائح کا حکم ہے یعنی اگر مشتری کے پاس سامان ضائع ہو جائے تو بائع ۲۲۷/۳
کو چاہیے کہ اس کے ثمن کو معاف کر دے جوائح جائحہ کی جمع ہے آفت سماویہ کو کہتے ہیں بعض لوگوں نے چوری
کو اس کے اندر داخل کیا ہے اور بعض نے خارج مانا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس ہلاکت کی
صورت میں بیع ضمان مشتری سے جائیگی یا ضمان بائع سے جائیگی امام شافعی کا قول قدیم امام مالک امام احمد
کے نزدیک بائع کے ضمان سے جائیگی جمہور کے نزدیک دو حال سے خالی نہیں اگر وہ مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد
اس کے اندر نقصان ہوا تو ضمان مشتری سے اور اگر بائع کے قبضہ کے اندر نقصان پہنچا تو بائع کے ضمان سے
ہلاک ہوگی۔ امام مالک وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بدو صلاح

43 سے قبل پر محمول ہے ص ۲۲۷/۶ **عن ابن عمر** — اس حدیث کے اندر حضور نے اس سے منع فرمایا کہ اگر تجار لوگ 6
شہر سے باہر جا کر تجارت کا سامان خریدیں اور پھر اسی جگہ فروخت کر دیں تو یہ نہ کرنا چاہیے اور
اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اسی جگہ پر فروخت کر دینگے نفع کیسے آئیگا تو اتنا فروخت کرنے والوں کو لا کر اپنا

44 جو کچھ جھگڑا پیدا ہوگا ص ۲۲۷/۷ **وعنه قال** — اس حدیث سے منع فرمایا گیا کہ شئی کو قبل القبض فروخت کرنا
جائز نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ بیع کو قبل القبض فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں
عثمان البتی کے نزدیک مطلقاً قبل القبض بیع جائز ہے جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے ائمہ ثلاثہ
امام محمد امام زفر کے نزدیک کسی بھی شئی کی بیع بھی قبل القبض جائز نہیں ہے امام صاحب امام ابو یوسف کے نزدیک
قبل القبض عقار کی بیع جائز ہے اور منقولات کی بیع جائز نہیں ہے امام احمد کے نزدیک مکیل اور
معدود کی بیع قبل القبض جائز نہیں اس کے علاوہ جائز ہیں اس کے بعد حضرت ابن عباس کی حدیث
ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شئی کی بھی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک
غیر منقولات کی بیع جائز ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ابن عباس کی حدیث کے اندر لا احسب
کل شئی الا مثلہ یہ ان کا اجتہاد ہے ص ۲۲۷/۱۰ **عن ابی ہریرۃ رضہ** — اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ہے لا تلقوا 10
47

ص ۷ [illegible] ۱۲

2847

۲۲۷
۱۰

الرکبان للبیع الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی قافلہ جب باہر سے بیع و تجارت کیلئے کسی شہر کے اندر آتا اور وہاں والوں کو علم ہو جاتا تو وہاں کے تجار شہر سے باہر جا کر اس کی ملاقات کرتے اور یہ کہہ کر شہر کے اندر تو یہ بھاؤ ہے اور تم ہم کو اتنی قیمت پر دیدو تو آپ نے اس کو منع فرمایا کیونکہ اس سے ان لوگوں کو دھوکا اور نقصان ہے ممکن ہے کہ ان کا سامان بازار کے اندر آکر زیادہ قیمت پر فروخت ہوتا اور یہ بات بھی ہے اور عوام کو بھی اس کا ضرر ہوگا کیونکہ یہ تجار اسکو زیادہ قیمت پر فروخت کریں گے ہاں اگر اس قسم کی دھوکہ دہی میں کوئی بات نہ پائی جائے تو یہ بیع اور تلقی جائز ہے دوسرا جملہ ہے ولا یبیع بعضکم علی بیع بعض الخ اس کے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص نے دوسرے آدمی سے کوئی چیز خریدی ہے تو دوسرا شخص کہنے لگے کہ میرے پاس اس سے اچھی ہے اس کو مجھ سے خرید لے (۲) ایک آدمی کوئی شی خرید رہا ہو دوسرا شخص آکر کہے کہ مجھے اس کو زیادہ قیمت پر دیدے یہ دونوں ناجائز ہیں عہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ علی بیع بعض کے اندر بعض کا مصداق کون ہے امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس سے صرف مسلمان مراد ہے جمہور کے نزدیک عام ہے مسلمان اور کافر ذمی دونوں کو شامل ہے تیسرا جملہ حدیث پاک کا ہے ولا تناجشوا نجش کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کسی دکاندار سے کوئی چیز خرید رہا ہے دوسرا جا کر کہتا ہے کہ مجھے فروخت کردے اس کو زیادہ قیمت پر اور پھر خود لیتا نہ ہے تو خود سے بھی روکا اور دوسرے کو بھی روک دیا۔ چوتھا جملہ حدیث شریف کا ہے ولا تصروا الابل الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ تصروا تصری سے ماخوذ ہے بعض نے کہا کہ صری یصری تصریۃ سے ماخوذ ہے جسکے معنی جمع کرنا ہیں اور بعض نے کہا کہ صر یصر صرا سے ماخوذ ہے جسکے معنی باندھنے کے ہیں تو چونکہ تھن کے اندر جمع کیا جاتا ہے اور اس تھن کو گویا باندھ دیا جاتا ہے اسلئے اسی کا نام تحفیل ہے تو مصرات کہتے ہیں تو آپ نے منع کیا کہ جب جانور وغیرہ فروخت کیا کرو تو اس کے تھنوں کو باندھا مت کرو اور دودھ کو جمع نہ کیا کرو اسکے تھن میں تاکہ دیکھنے والا دودھ زیادہ دیکھ کر بھاؤ نہ بڑھائے اس کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے مصراۃ خرید لیا تو اسکو رد کرسکتا ہے یا نہیں امام احمد امام مالک امام شافعی اسحاق بن راہویہ لیث بن سعد داؤد ظاہری ابو ثور ابو عبید وغیرہ کے نزدیک جائز ہے امام زفر۔ امام ابو یوسف کی بھی یہی روایت ہے اور اس مصراۃ کے ساتھ کیا شئی ادا کرکے واپس کرے اس کے اندر بھی اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک غالب قوت بلد کو اس کے ساتھ واپس کرے امام شافعی کے نزدیک ایک صاع تمر کی قیمت دیگا اور قیمت کا اعتبار مدینہ کی قیمت سے ہوگا یا اقرب البلاد کے اندر جو ایک صاع کی قیمت ہے۔ ابن ابی لیلی۔ ابو یوسف کے نزدیک ایک صاع کھجوروں کی قیمت دیگا امام زفر کے نزدیک ایک صاع کھجور دیگا پھر اس کے اندر روایات مختلف ہیں کہ اس کو کب تک رد کرنے کا حق حاصل رہتا ہے امام احمد کے دو قول ہیں (۱) تین دن (۲) تین دن سے زیادہ۔ بہر حال یہ جواز والوں کی تفصیل کافی تھی اور ان لوگوں کا جواز پر استدلال اس حدیث سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ خریدنے والا کو بخیر النظرین یعنی دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے کہ اسکو چاہے رکھ لے اور چاہے واپس کردے اور

عہ عینی [illegible] ص ۵۰۰ [illegible]

۱۱

۱۱

2847 اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ حضرت امام صاحب امام محمد کے نزدیک مصراۃ کو رد کرنا جائز نہیں ہے ۲۲۷/۲۱
یہی ایک روایت امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ کی ہے اشہب مالکی کا بھی یہی مذہب ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ وہ
دیئے نقصان کو ہی واپس لے سکتا ہے یا نہیں امام محمد کی کتاب الآثار کے اندر ہے کہ کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا
اور شرح طحاوی کے اندر ہے کہ نقصان کو واپس لے سکتا ہے کیونکہ دودھ کا تعلق بھی ہے اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں اس کو حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور پاک کا ارشاد اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ کے
خلاف ہے۔ قرآن پاک کے اندر ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم اور اس کے علاوہ کے اندر بہت
سی روایات ہیں جن میں ہے اگر کسی شخص نے مثلاً ایک گائے یا بکری خریدی اور اس کا پاؤ سیر دودھ ہو اس کا الگ
لیکن جب وہ واپس کرے گا تو واپس کر کے ایک صاع کھجور ساتھ دے تو ایک صاع کی قیمت تو اس پاؤ
سیر دودھ سے بہت زیادہ ہے تو چونکہ یہ حدیث قرآن پاک اور دوسری احادیث کے خلاف ہے لہٰذا
یہ قبول نہیں ہے نیز اس کی سند میں اضطراب ہے۔ محمد بن الحسن الشیبانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے
کیونکہ رد کرنے کا اختیار تو بیع خیار کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں خیار شرط وغیرہ نہیں ہے لہٰذا
رد نہیں ہوگا لیکن اس جواب کو امام طحاوی نے رد کر دیا کہ اگر خیار شرط کی وجہ سے رد نہیں کر سکتا
لیکن خیار عیب تو اس کے اندر ہے اس کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار ہے بعض لوگوں نے جواب دیا کہ ایک صاع
کھجور دینے کی صورت میں دودھ کی قیمت چونکہ زیادہ ہے تو ربوا لازم آئے گا اس لئے رد [illegible]

ص ۲۲۴/۱۸
53 عن ابی سعید — حضور پاک نے اس حدیث پاک کے اندر دو قسم کی بیع اور دو قسم کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے
وہ دونوں بیع جن سے منع فرمایا ہے ان میں اول ملامست ہے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مشتری یا بائع مبیع کو چھوئے اور بیع مکمل ہو جائے ۱۸
اور دوسری قسم منابذہ ہے کہ مشتری یا بائع یہ کہے کہ جس کپڑے پر بھی مثلاً میری یہ کنکری پڑ جائے گی
اس کی بیع ہو جائے گی تو اللہ کے رسول نے منع فرمایا ہے اس کے اندر بائع کی عدم رضا کا احتمال ہے اور جن
دو کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے ان میں ایک اشتمال صماء ہے اس کی علماء نے دو تفسیریں کی ہیں
(۱) ایک کپڑا اس طرح پہنے اور اس کی ایک جانب کو سر پر ڈال لے تو وہ جانب نیچے سے کھل جائے گی
(۲) کپڑے کو ایسے لپیٹے کہ جس سے ہاتھ وغیرہ یا جسم نکال سکے اور دوسرا کپڑا احتباء ہے کہ گھٹنے
زمین اوپر اٹھا کر (سرین) کو بیٹھ کر ایک کپڑا اوپر سے لپیٹ لے [illegible]

ص ۲۲۴/۲۴
54 جاہلیت کے زمانے میں لوگ اس طرح سے بیع کرتے تھے آپ نے منع فرمایا عن ابی ہریرۃ: نہی عن بیع الحصاۃ کنکری پھینک
کر بیع ہوتی ہے کہ کنکری جس چیز پر جا پڑے اس کی بیع ہو جاتی تھی اس کے اندر بھی دھوکا اور غرر ہوتا ۲۴
اس لئے منع فرمایا بیع غرر میں تعیین کا یقین نہیں ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں [illegible] عن

ص ۲۲۴/۲۵
55 ابن عمر: نہی عن بیع حبل الحبلۃ حبل کے معنی حمل کے ہیں اور حبلۃ حابل کی جمع ہے ای عن بیع
حمل الحابل حضور پاک نے حاملہ کے حمل سے منع فرمایا ہے کہ اس کو فروخت کیا جائے اب اس کی چار صورتیں ۲۵
یا تو حمل سے جنین مراد ہے یا جنین الجنین پھر اس کی دو صورتیں یا تو اس کی بیع قرار دیا جائے گا
یا اجل بیع بنایا جائے گا۔ اول صورت مثلاً یہ ہے کہ کہے کہ میں اس حاملہ کا حمل کو فروخت

۲۲۷/۲۵ کرتا ہوں تو یعنی جنین ہے اور وہ مبیع ہے دوسری صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں اس حمل کے جو اونٹنی 2855.
حمل کا جو حمل ہوگا اسکو فروخت کرتا ہوں تو اسکی اس بیع ہے اور وہ جنین الجنین ہے تیسری صورت
کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص یوں کہے کہ میں یہ کتاب فروخت کرتا ہوں اس وقت جبکہ اس ناقہ حاملہ کا بچہ پیدا ہو
تو یعنی جنین ہے اور مبیع ثمن بلکہ اجل ہیج ہے اور ایسے صورۃ کی مثال یہ ہے کہ کوئی کتاب وغیرہ کو
فروخت کرے اور کہے کہ اس وقت فروخت کروں گا جبکہ اس ناقہ کے حمل پیدا ہونے کے بعد اس حمل کا بچہ
ہو جائیگا تو چونکہ اسکی اس بیع کی اجل مجہول اور مبیع معدوم لازم آتی ہے اس لئے ممانعت کر دی

۲۲۴

۲۷ **وعنہ قال:** عسب الفحل نر کا مادہ سے جفتی کرنا اور ایسے اس حدیث کا مطلب اسکی جفتی کی بیع سے منع 56
فرمایا تشریح کرایہ الفحل جو نر کا مادہ سے جفتی کرائیگا اسکی یا بچہ ہوئے تو نا اسکی اجرت سے منع فرمایا
کیونکہ نہ تو منی کی مقدار معلوم ہے نہ اسکا علم ہے کہ حمل ٹھہرے گا یا نہیں نیز نہ معلوم اسکی اثر انداز ہوگا
یا نہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بیع ناجائز اور حرام ہے امام احمد ایک میں فرماتے ہیں کہ
جائز ہے بشرطیکہ مدت معلوم ہو مثلاً کہے کہ اگر اس دن نر ایک دو لیگا تو دس روپیہ دوں گا
یہی امام مالک کا ایک روایت ہے دوسرا بڑا امام شافعی کی رائے ہے علامہ ذکر اسکا وہ بیوقت کے
اندر لیگا وہ نر کے اندر سے ہوتا ہے کہ جفتی وغیرہ پر تو معاوضہ کچھ نہیں لیتے بلکہ جب بچہ پیدا ہو جاتا
تو وہ مالک جو دور اسکو اپنی طرف سے کچھ دیدیتا ہے یہ امام اعظم کے نزدیک جائز ہے حضرت
اقدس میں سوال کیا گیا تو فرمایا نہیں اگر کسی شخص کو اس اسکا رواج ہو جاتا ہے کہ جفتی کے بعد کچھ ہدیہ

۲۲۸

۲۲۸/۱ دیتے ہیں اسکو کچھ دیئے ہوں تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ المشہور کالمشروط **وعن جابر قال:** 2857
اس حدیث کا مطلب جو اوپر ہوا کہ آپ نے منع فرمایا عن بیع ضراب الجمل وعن بیع الماء والارض لتحرث
اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کہے کہ میری زمین اور پانی اور ہل اور بیج اور زراعت کرو آپ نے اس سے

۲۲۸

۲ منع فرمایا کیونکہ مخابرہ کے اندر داخل ہے **وعنہ قال:** بیع فضل الماء پانی کی تین شکلیں ہیں 2858
(۱) مثلاً ایک نہر جاری ہے اس کا پانی جاری ہے اس سے منع کرنا کسی کو حق نہیں جو شخص
اپنی حاجت اسکے ذریعہ پوری کرتا ہے (۲) اپنی زمین کے اندر کنواں کھودا تو اس شخص کو جائز
ہے کہ جو اس کنویں پر آنے والوں کے جانوروں کے بشرطیکہ ان کے آنے جانے سے اسکی کھیتی کو ضرر نہ پہنچے
(۳) ایک آدمی اپنے برتن کے اندر پانی رکھ چھوڑے تو اسکو منع کا حق حاصل ہے اس حدیث کے
اندر جو بیع الماء سے منع وارد ہوا ہے وہ اسی اول و دوم کے اندر ~~جا لیا جائے~~ ثانی صورت اور

۲۲۹

۳ **عن ابی ہریرۃ:** اس حدیث سے اور منع فرمایا کہ آدمی کو فضل ماء کی بیع ناجائز ہے کیونکہ اسکی وجہ سے گھاس 59
عام طور پر کنویں کے اردگرد گھاس اگتی ہے اور جب جانور پانی پینے آئیں گے تو اس گھاس کو بھی کھائیں گے
تو اس شخص نے جو پانی سے منع کر دیا تو گویا اس نے وہ گھاس کے کھانے سے بھی روک دیا ہے لہذا گویا اس نے پانی
کی بیع سے اس گھاس کی بھی بیع لازم آئی اور حقیقۃً گھاس کی بیع سے منع فرمایا ہے لہذا فضل

۲۲۹

۱۱ ماء کی بیع بھی جائز نہیں ہے **الفصل الثانی عن ابن عمر:** بیع الکالی بالکالی کی تفسیر کالی نے 63

۲۲۸/۱۱ بیع الدین بالدین کیا ہوتی ہے اسکی دو صورتیں اور دو تفسیریں ہیں (۱) مثلاً مشتری نے بائع سے مبیع دینے کیلئے 2863
ایک مدت مقرر کی کہ ایک ماہ بعد مثلاً دوں گا جب پورا ہو گی اور بائع نے مطالبہ کیا تو مشتری نے کہا کہ اسی چیز کو
میرے حق میں فروخت کر دے تو اسکو آپ نے منع فرمایا ہے یہ بیع النسیئۃ بالنسیئۃ ہے (۲) ایک شخص کے ذمہ
دیگر رجل کا مثلاً کوئی کپڑا واجب ہے اور دوسرے رجل کا کچھ روپیہ ہے تو آپ روپے والا اسکے کپڑے والے سے
کہے کہ میں تمہارا کپڑا جو فلاں کے ذمہ ہے اپنے اسی روپے کے عوض خریدتا ہوں تو یہ بھی بیع الکالی بالکالی ہے اسکو آپ نے
منع فرمایا یہ بھی بیع معدوم ہے الہ دونوں کی مخالفت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر سند کے اعتبار سے یہ حدیث
64 ضعیف ہے لیکن اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بیع الکالی بالکالی جائز نہیں ہے **عن عمرو بن شعیب** ص ۲۲۸/۱۲ ۱۲
بیع العربان — عربان کے معنی اظہار کے ہیں اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص مثلاً کسی کو سو روپے
دے کر کہے کہ میں فلاں چیز اسکی خریدوں گا اور دس روپے لے لو اور کہا کہ اگر میں نہ خریدوں تو یہ دس روپے
65 تم رکھ لینا **عن علی** ص ۲۲۸/۱۴ — بیع المضطر اسکے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اسی چیز کو ۱۴
فروخت کرو ورنہ جان سے مار دوں گا (۲) ایک شخص نہایت مصیبت کا شکار ہے اور سو روپے
کی چیز دس روپے میں مجبوری کی وجہ سے فروخت کرتا ہے تو اسلئے مشتری کو حکم دیا کہ اسکو نہ خریدنا
67 جائز ہے **عن حکیم بن حزام** ص ۲۲۸/۱۶ — لا تبع ما لیس عندک امام ابو بکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اسکی ۱۶
چند صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ مبیع دوسرے کے پاس ہو اور وہ اسکو فروخت کرے تو ممکن ہے کہ مشتری کو اپنے نہ دے
(۲) ایک غلام دوسرے کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اسکو خرید کر تجھے یہ فروخت کرتا ہوں ممکن ہے کہ وہ غلام
کا مالک اسے فروخت نہ کرے حافظ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر ثانی حدیث کے مضمون کے مناسب ہے اسبارے کے
اندر اختلاف ہے کہ اگر اسکی غیر دوسرے کا غلام فروخت کر دیا تو بیع ہو جائیگی یا نہیں اگر اسکی اجازت
سے — ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر اصل مالک نے اجازت دیدی تو بیع ہو جائیگی امام شافعی کے نزدیک
68 نہیں ہوگی کیونکہ یہ بیع الفضول ہے **عن ابی ہریرۃ** ص ۲۲۸/۱۹ — عن بیعتین فی بیعۃ امام ترمذی ابن ... ۱۹
اور ابو عبید کہتے ہیں کہ اسکی دو صورتیں ہیں (۱) یہ چیز دس روپے کی فروخت کرتا ہوں اگر نقد لو اور
اگر ادھار تو بیس روپے کی فروخت کرتا ہوں (۲) اپنا گھر ایک ہزار کے اندر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ
تم اپنا غلام پانچ سو کا مجھے فروخت کر دو — صاحب ہدایہ نے اسکی تیسری صورت یہ بیان کی کہ میں اپنا
70 گھر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ ایک ماہ اسکے اندر میں قیام کروں گا **وعنہ قال** ص ۲۲۸/۲۲ — لا یحل سلف ۲۲
ولا بیع اسکی صورت ہے کہ ایک شئی فروخت کرے دس روپے کی بشرطیکہ پانچ روپے مشتری بطور قرض بائع کو دے
ولا شرطان فی بیع اسکا ایک مطلب تو وہ ہے جو حدیث ابو ہریرہ کے اندر بیعتین فی بیعۃ کے تحت بیان کیا
گذرا دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میں یہ کپڑا تجھ سے خریدتا ہوں بشرطیکہ تو اسکو دھو دے
اور سی دے اسکو آپ نے منع فرمایا اسلئے کہ دو شرطوں کی ممانعت ہے کیا ایک شرط لگانا جائز ہے یا نہیں امام احمد
اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہوئے جواز کے قائل ہیں جمہور کے نزدیک ایک شرط لگانا بھی
جائز نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں لا یحل سلف ولا بیع سے کہ وہ سلف سے شرط لگانا حرام ہے (سوال

۲۵۹

۲۲۸/۲۲ پیدا ہوا کہ دو شرطوں کی تصریح کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس وہم اور شبہ کو دفع کرنے کیلئے کہ 2870
کہ شاید اگر ایک شرط مشتری لگائے اور ایک شرط بائع لگائے تو یہ جائز ہوگا ایک جزء حدیث پاک کا ہے
ربح ما لم یضمن ۔ اگر ایک شخص نے کسی دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ
فروخت کر دی اس کو منع فرمایا **عن ابن عمر** ؓ ۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا تھا کہ میں دراہم کو دنانیر کے بدلے 71
۲۴ اور اس کا عکس کرکے لیتا ہوں مثلاً اگر اس پر پانچ دینار واجب ہوں تو میں اس کے بدلے پچاس درہم لے
لیتا ہوں اور اگر پانچ ہزار درہم کسی پر واجب ہوں تو اس کے عوض میں پچاس دینار لے لیتا ہوں تو یہ
جائز ہے یا نہیں حضور ﷺ نے جواب دیا کہ فلاں یہ ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ سعر الیوم ہو
دوسری یہ کہ تقابض ہو ۔ جمہور کے نزدیک سعر الیوم کی شرط لگانا استحبابی ہے ابن ابی لیلیٰ اور امام احمد کے :
نزدیک وجوبی ہے اور تقابض کی شرط سب کے نزدیک وجوبی ہے **عن العداء بن خالد** ؓ 72
۲۷ اس حدیث پاک کے اندر حضور ﷺ کو بائع اور مشتری عداء بن خالد کو قرار دیا گیا ہے ایسے ہی سنن ۔ طبقات
ابن سعد ۔ ابن شاہین ۔ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ ۔ معانی الآثار وغیرہ کے اندر ہے لیکن بخاری شریف
کے اندر اس کا عکس ہے وہ یہ کہ بائع تو عداء بن خالد ہیں اور مشتری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ایسے ہی بخاری کے اندر اختلاف ہو گیا کہ کون سی حدیث صحیح و راجح ہے بعض نے کہا کہ سنن کے اندر صحیح ہے
ابن جوزی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بخاری کے اندر کی حدیث کے اندر کوئی تحریف
نہیں ہے کیونکہ [illegible] مرتبہ بائع کی حیثیت سے ہیں ۔ ممکن ہے کہ دو مرتبہ [illegible] ہوں کہ ایک مرتبہ بیچا ہو
۲۲۹/۲ پھر [illegible] کے اندر مشتری کی حیثیت سے خریدا ہے **عن انس** ؓ ۔ اس حدیث سے بیع من یزید (نیلام) 73
کا ثبوت ہوا ۔ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ یہ بیع (نیلام) جمہور کے نزدیک جائز ہے ۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ
یہ بیع مکروہ ہے ۔ اسحاق بن راہویہ ۔ امام اوزاعی کے نزدیک یہ بیع غنائم اور مواریث کے ساتھ خاص ہے

باب الفصل الاول

۷ **عن ابن عمر** ؓ ۔ کھجوروں میں نر و مادہ کا ہونا ہے ایک نر کھجور ہوتی ہیں اور ایک مادہ کھجور ہوتی ہیں تو اہل عرب نر کے 75.
۷ پھول کو توڑ کر مادہ کے اندر لگا دیتے جس سے مل کر پھل عمدہ آتا اسکو تأبیر کہتے ہیں ۔ اگر تأبیر کے بعد کسی نے
کھجور کا درخت فروخت کر دیا تو پھل بائع کا ہوگا اور درخت مشتری کا ہوگا ہاں اگر پھلوں کی بھی شرط لگا لی تو وہ
پھل بھی مشتری کا ہو جائیگا اس مسئلہ کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر قبل التأبیر درخت فروخت کیا تو
امام صاحب کے نزدیک مسئلہ کی شکل وہی رہے گی جو پہلے مسئلہ کی ہے کہ پھل بائع کا ہوگا ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
پھل مشتری کا ہوگا کیونکہ حضور نے اس حدیث پاک کے اندر بعد التأبیر کی قید لگائی ہے جو کہ مفہوم
مخالف معتبر ہے ۔ اور چونکہ عادۃً بیع بعد التأبیر ہوتی ہے تو بیان واقعہ کیلئے یہ قید لگائی ہے
قید احترازی نہیں ہے ۔ بعض سلف کے نزدیک دونوں صورتوں میں پھل مشتری کا ہوگا ۔ اگر چہ حدیث پاک کے
کے اندر عبد (غلام) کے متعلق فرمایا کہ فمالہ للبائع الخ اس سے معلوم ہوا کہ عبد مال کا مالک ہو سکتا ہے لیکن
۹ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ امام مالک کے نزدیک مالک ہو جائیگا یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے اور کمال کا

2875 اتفاق ہے کہ وہ مالک نہیں ہوگا اور خیار کے اندر اختلاف تخفیف کی گئی ہے اس لیے کہ وہ اس پر گھوڑا لیا گیا حکم ہے ۲۴۹/۹

76 جمہور شوافع کے یہاں بائع کی ملک ہوگی اور ہمارے یہاں اس کا مالک مشتری ہوگا۔ ص ۲۴۹/۱۰ عن جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث سے ۱۰
معلوم ہوا کہ سواری کی بیع بشرط الرکوب جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک اگر
مسافت تھوڑی ہے تو جائز ہے امام شافعی اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں۔ ان کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ

77 یہاں شرط حقیقۃ نہیں تھی بلکہ یہ تبرعاً عاریۃ کے طور پر تھا۔ ص ۲۴۹/۱۳ عن عائشۃ اس حدیث کے اندر حضور نے فرمایا کہ ۱۳
خرید لو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مکاتب جائز ہے چنانچہ امام مالک امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ البتہ حضرت
امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت بریرہ کی رضامندی کی بناء پر تھا
اب رہا آپ نے فرمایا "واشترطی" اس پر اعتراض ہوا کہ یہ تو شرط باطل تھی آپ نے اس کے لگانے کا کیسے حکم دیا
جواب ۱ قاضی یحیی بن اکثم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس واشترطی کی وجہ سے۔ جواب ۲ وہ یہ شرط کا حکم
نہیں تھا بلکہ یہ امر تہدیدی تھا۔ جواب ۳ اشترطی لھا کے اندر لام علی کے معنی میں ہے۔ یہ امام طحاوی کی توجیہ فرمائی ہے
لیکن امام نووی نے اس توجیہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ الولاء لمن اعتق۔ نہی عن بیع الولاء کے اندر ائمہ اربعہ کا
اتفاق ہے کہ جائز نہیں ہے ایسے ہی ھبۃ کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ عروۃ بن الزبیر اور [illegible] جواز کے
کہ بیع ھبہ جائز ہے جمہور کا استدلال اس مسئلہ کے اندر ابن عمر والی حدیث سے ہے

الفصل الثانی

80 ص ۲۴۹/۲۴ عن عبد اللہ بن مسعود اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ~~بائع کو اختیار ہے~~ اگر بائع اور مشتری کے اندر اختلاف ۲۴
ہو جائے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ اس وقت ہے جبکہ بائع قسم کھالے اور مبیع موجود ہو اور پھر مشتری
سے بھی کہا جائے گا کہ تو بھی قسم کھا اگر اس نے انکار کر دیا تو بائع کا قول معتبر ہے اور اگر اس نے بھی قسم کھا لی تو
دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے گی اور اگر مبیع معدوم ہے تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ قول مشتری کا ہوگا
امام شافعی فرماتے ہیں کہ اول مسئلہ والی صورت اس کی بھی ہوگی امام مالک امام احمد کے دونوں قول ہیں۔ امام
شافعی کا استدلال یہ حدیث ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ صورت ہے جبکہ مبیع موجود ہو۔

باب السلم والرھن

(الفصل الاول) ۲۵۰/۸

83 ص ۲۵۰/۹ عن ابن عباس بیع سلم کو بیع سلف بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ روپیہ پہلے دے دیا اور کہہ دیا ۹
کہ فلاں ماہ کے اندر فلاں غلہ ہم کو اتنی قیمت پر دے دینا یہ باوجودیکہ بیع معدوم ہے لیکن آپ نے اس کو جائز
فرمایا ہے اس حدیث کے اندر وارد ہوا الی اجل معلوم۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بیع مؤجلاً ہو سکتی ہے تعجیل
اس بیع کے اندر جائز نہیں ہے یہی امام صاحب امام احمد امام مالک کا مذہب ہے۔ ان کی حدیث یہی استدلال ہے

86 امام شافعی کے نزدیک تعجیل بھی ہو سکتی ہے۔ ص ۲۵۰/۱۲ عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے امام احمد نے استدلال کیا کہ ۱۲
مرتہن کو رھن سے انتفاع جائز ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر ربا لازم آئے گا
اور وہ قطعی حرام ہے اور یہ ایک [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرتہن یہ نفع اس کا حاصل کر رہا ہے تو
راھن کو چاہیے کہ وہ نفقہ [illegible]

باب الاحتکار

احتکار کے معنی لغت کے اندر حبس الشئ کے ہیں۔ اصطلاح کے اندر کہتے ہیں حبس الطعام حین احتیاج الناس الیہ ۲۵۰/۵۰
اس کے اندر اختلاف ہے کہ احتکار خوراک کے اندر ہوتا ہے یا کسی شئ کے ساتھ خاص ہے۔ امام مالک امام
ابو یوسف، سفیان ثوری کے نزدیک ہر شئ کے اندر احتکار ہو جاتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقوات کے
ساتھ خاص ہے اور ان کے علاوہ میں نہیں ہوتا۔ احتکار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بازار میں غلہ وغیرہ
ہو رہا ہے تو سارا غلہ خرید لے تاکہ جب مہنگا ہو جائے تو فروخت کریں یہ جائز نہیں ہے **الفصل الثانی**

2894 **عن انس** ۱۵۱/۱ اس حدیث پاک کے اندر آپ نے نرخ مقرر کرنے سے انکار کر دیا علامہ عینی نے الکافی سے حنفیہ کا ۱۰
مذہب نقل کیا ہے کہ اگر کاریگر اور تاجر لوگ ظلم کرتے ہوں تو حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ نرخ مقرر کرے۔ خلافاً
دیگر فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے ۔۔۔۔۔۔

باب الافلاس والانظار

(الفصل الاول)

۱۰

افلاس مفلس ہونا۔ مفلس کو مفلس اس لیے کہتے ہیں کہ پہلے وہ دراہم و دنانیر والا تھا اب وہ صرف فلوس والا
ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ افلاس باب افعال سے ہے سلب ماخذ کے لیے ہے لہذا غیر فلوس والا جو ہو تو وہ مفلس ہے

99 **عن ابی ہریرۃ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اس کے بعد وہ مفلس ہو گیا اور ۱۱
قاضی نے اس کے افلاس کا حکم لگا دیا تو اگر وہ مبیع اس کے پاس بعینہ موجود ہے تو وہ بائع کے لیے ہو گی
اس کے دوسرے قرضخواہ کا اس کے اندر حصہ نہیں ہوگا لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام صاحب
فرماتے ہیں کہ افلاس کا حکم اگر قبل القبض ہے تو جس کا مال ہوگا وہی اس کا مستحق ہے اور اگر افلاس
کا حکم بعد ~~[illegible]~~ القبض ہے تو اس کے اندر سب قرضخواہ شریک ہوں گے یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری
شعبی وغیرہ کا ہے اس کے برخلاف امام مالک امام شافعی امام احمد طاؤس، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ
داود ظاہری کے نزدیک حق بائع کا ہوگا یہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں حنفیہ کی طرف سے اس کا
جواب ۱ یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے اس صورت پر جبکہ قبل القبض افلاس کا حکم ہو اس پر اعتراض ہوا کہ
حدیث کے اندر بعینہ کی قید لگی ہے لہذا قبل القبض سے جواب دینا صحیح نہیں ہے اب جواب ۲ ہو گا وہ یہ کہ
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو گیا ہے۔ طحاوی وغیرہ اس حدیث کا محمل یہی ہے اب اس پر یہ
اعتراض وارد ہوا مسلم شریف کے اندر ہے کہ بائع اس کا مستحق ہوگا لہذا جب مبیع کی تصریح ہے
تو عبارت منصوص ہو گئی پر محمول کیسے صحیح ہے لہذا اب جواب ۳ یہ دیا جائے گا کہ علامہ کشمیری فرماتے
ہیں کہ یہ حکم قضاءً نہیں ہے بلکہ دیانۃً یہ حکم ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ اگر اس شئ کا مبیع کے اندر
تغیر ہو جائے تو کیا مالک اس کا مستحق ہوگا یا نہیں امام شافعی کے نزدیک وہی مستحق ہوگا اور باقی ائمہ کے
نزدیک اس وقت حکم بدل جائے گا **عن ابی رافع** ۲۵۱/۲۲: اس حدیث سے امام مالک امام شافعی امام احمد ۲۲
2905 امام اوزاعی لیث بن سعد نے استدلال کیا ہے کہ حیوان کا قرض جائز ہے امام صاحب سفیان ثوری اور
فقہائے کوفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ~~[illegible]~~ اس حدیث کا جواب ۱ یہ ہے کہ اس سے ربوا
لازم آتا ہے لہذا منسوخ ہے جواب ۲ علامہ اکمل البابرتی شرح مشارق کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت

2906 ۲۵۱/۲۵ پر قرض دیا گیا تھا اور پھر اس قیمت کے برابر ایک اونٹ دیدیا گیا **عن ابی هريرة** (ص ۲۵۱/۲۲) اس کے اندر رجلاً کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ کافر تھا اور بعض نے کہا کہ اونٹ کا واقعہ ایک اعرابی تھا دوسری چیز اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے خرید کر دیا اور اس کے پہلے حدیث کے اندر گذرا کہ آپ نے ابل صدقہ کے اندر سے دیا جواب یہ کہ مستحقین صدقہ سے خرید کر ابل صدقہ میں سے اونٹ دیا تھا۔

جواب ۲ اس وقت خرید کر دیا اور پھر ابل صدقہ میں سے اس کا بدلہ دیا **وعنه** (ص ۲۵۱/۲۴) ۔ مطل الغنی اضافت اگر فاعل ۲۷ کی طرف ہے تو مطلب یہ کہ مالدار کو چاہئے کہ وہ کسی کے مال میں ٹال مٹول نہ کرے اور اگر اضافت مفعول کی طرف ہے تو مطلب ہے کہ اگر کسی مالدار کا کوئی قرض وغیرہ کسی کے ذمہ ہے تو مالدار سمجھ کر اس کو ٹال مٹول نہ کرنی چاہئے آگے آپ نے فرمایا فاذا اتبع احدکم علی ملئ فلیتبع اس سے حوالہ کا جواز اور ثبوت ہوا اب اس کے اندر اختلاف ہے کہ فلیتبع کے اندر امر استحباب کا ہے یا وجوب کا ابو ثور ابن جریر ظاہریہ کے نزدیک وجوب کیلئے ہے اور جمہور کے نزدیک استحباب کیلئے ہے اب دوسرے مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ محتال اور محتال علیہ کی رضا بھی شرط ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک دونوں کی رضا شرط ہے امام احمد کے نزدیک کسی کی رضا شرط نہیں ہے امام شافعی کے یہاں محتال علیہ کی رضا شرط ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر محتال اور محتال علیہ کے درمیان دشمنی ہے تو محتال علیہ کی رضا شرط ہے اور اگر دشمنی نہیں تو رضا شرط نہیں ہے

09 ۲۵۲/۵ (ص ۲۵۳/۵) **عن سلمة بن الاكوع** ۔ اس حدیث کے اخیر میں جو حضرت ابوقتادہ کا قول ہے علی دینہ اس سے ائمہ ثلثہ نے استدلال کیا کہ الکفالۃ عن المیت ثابت اور جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب ہے کہ یہ کفالت نہیں ہے بلکہ فی الحقیقۃ تبرع اور وعدہ تھا۔

15 ۲۰ (ص ۲۵۳/۲۰) **الفصل الثانی عن ابی هريرة** ۔ نفس المؤمن سے مراد روح مراد ہے اور معلقۃ کے معنی نے تین مطلب بیان فرمائے (۱) اس کی روح جنت کے اندر نہیں پہنچی (۲) معذب رہتا ہے (۳) علیین کے زمرہ کے اندر نہیں پہنچتا ہے

16 ۲۲ (ص ۲۵۳/۲۲) **عن البراء بن عازب** ۔ لیتکم اولی بہ وحدہ الخ وحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین کی وجہ سے جنت کے اندر نہ جا سکے گا اور جنت کی نعمتوں اور اپنے عزیزوں [illegible] تمہارا [illegible] اس کی مثال بیان کر دیا گیا آگے صاحب مصنف نے ایک روایت نقل کی جس کے اندر حضرت معاذ کے مال کے متعلق حضور کے فعل کا بیان ہے تذکرہ ہے کہ آپ نے ان کے مال کو فروخت کر دیا اس کے متعلق علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غیر مستقیم المعنی ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت معاذ سے پوچھے بغیر ان کی مال کی بیع فرمادی حالانکہ ابتداءً یہ چاہئے تھا کہ حضرت معاذ سے کہتے کہ [illegible] تمہارے ذمہ جن لوگوں کا قرض ہے پہلے وہ ادا کرو اگر ادا نہ کرتے تو پھر قید کرنا چاہئے تھا جیسا کہ قانون شرعی ہے ۔ ملا علی قاری نے علامہ تورپشتی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو اس وجہ سے غیر مستقیم المعنی کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ایسا کوئی کیسے معلوم ہوا کہ حضور نے ان کی رضا کے بغیر ان کے مال کو فروخت کر دیا ۔ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ ملا علی قاری علامہ کی بات نہیں سمجھے چونکہ علامہ تورپشتی بڑے پکے حنفی ہیں تو وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس بات کے اندر حنفیہ کا کام بنا لیتے ہیں اور ملا علی القاری اپنے کلام سے حنفیہ کے ایک مسلک کی

ص۲۵۲

۲۵۲/۲۲ طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص زیادہ قرضدار ہو جائے اور ادائیگی ناممکن ہو گیا امام اور 2916
حاکم کو حق ہے کہ اس پر حجر قائم کر دے اور اس کو حق بیع و شراء سے روک دے یا حق نہیں ائمہ ثلثہ کے
نزدیک اس پر حجر کر دیا جائیگا اور اس کے مال وغیرہ کو فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائیگا اور حضرت
امام صاحب کے نزدیک اس پر حجر وارد نہ ہوگا اور نہ اس کے مال وغیرہ کی بیع کر سکتا ہے تو اس مسلک کی بنا

ص ۲۵۳/۲
۲۵۳/۲ پر اس حدیث کو ضعیف اور غیر مستقیم المعنی قرار دیدیا گیا ہے فافہم و تدبر **عن الشرید** :- 19
اس حدیث کے اندر فرمایا کہ مالدار آدمی اگر ٹال مٹول کرے تو وہ اپنی آبرو کو گراتا ہے اب اس مسئلہ
کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی مالدار ہے اور ہو کر بھی قرض ادا نہیں کرتا تو اس کا کیا حکم ہے امام صاحب کے

ص۲۵۳/۸
نزدیک حبس کیا جائیگا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حاکم اس کے مال کو فروخت کر دیگا **عن ثوبان** :- 21
۸ اس حدیث پاک کے اندر بیان کیا کہ دخول جنت کو تین چیزوں پر مرتب کیا کبر، غلول، دین
اس کی وجہ یہ ہے کہ کبر کے معنی تکبر کے ہیں تو جس نے فرائض وغیرہ کو چھوڑا اور اس نے اپنے مالک کے سامنے
تکبر کیا ایسے ہی فرائض کا تارک اپنے آقا و مولی سے غلول اور خیانت ہے ایسے ہی دین کا ادا نہ
کرنا بھی خیانت ہے تو جو ان امور کے اندر مبتلا ہوگا تو وہ تارک فرائض ہو گیا اس وجہ سے ان اشیاء
کا مرتکب بھی تارک فرائض سے ہے یا یہ کہا جائے کہ فرائض وغیرہ جو حقوق اللہ ہیں ہے ان پر جیسے
ترتیب ہوا دخول جنت کا ایسے ہی بعض حقوق عباد کے بھی ہیں جن پر جنت کا ترتب ہوتا ہے تو ان کے
اندر اگرچہ حقوق اللہ کا ذکر نہیں ہے لیکن ان کے اندر آپ نے حقوق العباد پر تنبیہ کی ہے

الفصل الثالث

ص۲۵۳/۱۴
عن سوید بن قیس :- جلبت انا و مخرفۃ: تاریخ بخاری اور کتاب الکنیٰ کے اندر مخرمہ ہے 24
۱۴ کہیں تو واقع ہوا اور بعض روایات کے اندر بزاً من بحرین واقع ہوا دونوں قریب قریب موضع ہیں
فاتینا بہ مکۃ اس جملہ سے یہی ادھار ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت کے اندر تصریح ہے۔ اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ حضور نے سراویل خریدا ہے لیکن اس کے اندر اختلاف ہے کہ آپ نے پہنا ہے یا نہیں؟
بعض علماء محققین و صاحب سیرۃ شامی وغیرہ کی رائے ہے کہ خریدا تو ثابت ہے پہننا ثابت نہیں ہے۔ حافظ
ابن قیم و علامہ سیوطی کی رائے ہے کہ آپ نے پہنا بھی ہے اسی طرف حافظ کا رجحان ہے اور ابو یعلیٰ کی
ایک روایت سے جو مسند ابو یعلیٰ اور معجم طبرانی کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے حوالہ ہے کہ صحابہ نے آپ سے
عرض کیا کہ اتلبس السراویل کیا آپ بھی سراویل پہنتے ہیں تو آپ نے فرمایا نعم فی السفر و الحضر
اس روایت کو اگرچہ لوگوں نے ضعیف حتی کہ موضوع تک قرار دیا ہے ابن جوزی نے اس کے اندر ایک راوی یوسف

ص۲۵۳/۱۷
نامی متہم بالوضع ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ کا پہننا بھی ثابت ہے **عن جابر** :- فقضانی و زادنی 25
۱۷ یہاں زیادتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بلا طلب عقد کے اندر نہیں تھی بلکہ خارج عقد تھی دینے والے بطور

ص۲۵۳/۲۱
تبرع کے دیا تھا **عن سعد بن الاطول** مات اخی ان کے بھائی کا نام ایاس بن الاطول ہے اور گئے 28
۲۱ چکا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امرأۃ کے متعلق فرمایا کہ فانہا صادقۃ یہ آپ نے یا تو اس وجہ سے
فرمایا کہ آپ کو پہلے سے علم تھا کہ اس کا قرض ہے یا اب آپ کو وحی الہام کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا

باب الشرکۃ والوکالۃ ص۲۵۲

جاننا چاہئے ہیں کہ شرکت وہ اصطلاح ہے جو بین الرجلین مال کے اندر نفع حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے ۲۵۲/۴

یعنی کسی قسم کا [illegible] سے ہوتا ہے اور وکالت اسم ہے توکیل کا باب تفعیل سے کسی کو ذمہ دار بنا دینا

2934 **الفصل الثانی عنہ** ص۲۵۲: اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر قرضدار کسی کا قرض ادا نہ کرے اور ۱۵

اس کا قرضخواہ کو اس کا کوئی مال کسی جگہ سے مل جائے تو کیا اس کے اندر سے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے

یا نہیں امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کا

یہ ہے کہ اگر وہ مال اس کے قرض کی جنس سے ہو تو لے لے یہی امام صاحب کی ایک روایت ہے تیسری روایت

امام شافعی کی یہ ہے کہ ذہب فضہ میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ لے سکتا ہے یعنی اگر اس کا ذمہ سونا قرض تھا

اور اسکو اس کا مال میں سے چاندی کا مال ہو لے سکتا ہے اسی طرح اسکا عکس بھی جائز ہے چوتھی روایت

امام شافعی سے یہ ہے کہ مطلقاً لینا جائز ہے امام مالک سے بھی امام شافعی کی مثل روایتیں مروی ہیں

جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ولا تخن من خانک

جو لوگ عدم جواز کے قائل نہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر حدیث بالکل کو بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے مذہب

کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ نے خیانت سے منع فرمایا ہے اور اپنا حق اس کے اندر سے لینا خیانت نہیں ہے

باب الغصب والعاریۃ ص۲۵۳ ۲۳

(الفصل الاول)

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ غصب اصطلاح شرع کے اندر کہتے ہیں کسی کا مال بغیر حق حاصل کرنا بغیر حق

38 **عن سعید بن زید** ص۲۵۳ اس حدیث سے وسبع ارضین کا طوق گلے میں ڈالا جائیگا سے معلوم ہوا کہ یا تو حقیقۃً ۲۴

39 محمول ہے یا پھر کنایہ ہے خسف زمین کے اندر دھنس جانے سے **عن ابن عمر** ص۲۵۴ ایک مسئلہ مختلف فیہ

ایک شخص جا رہا ہے زاد راہ ختم ہو گیا اب کھانے کی ضرورت پیش آئی تو راستے کے اندر جو جانور دودھ والا ۲۵۴/۲۶

ملا یا کوئی پھل والا باغ ملا تو کیا اس سے لینا پیسے کے بغیر لے سکتا ہے یا نہیں امام احمد کی ایک روایت اور

اسحاق بن راہویہ کے نزدیک مطلقاً اس کو لینا جائز ہے خواہ اسکو حاجت ہو یا نہ ہو اکثر علماء کے نزدیک

بلا اجازت کے نہیں استعمال کر سکتا اور حالت اضطرار کے اندر اس کو شرط کے ساتھ لے سکتا ہے کہ پھر ادا کر دے

اور اکثر لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے بغیر اذن کے لینے سے منع فرمایا حضرت امام احمد کا استدلال

ص۲۵۶ پر ترمذی صفحہ کے اندر حضرت حسن سے مروی ہے اور اس کے بعد والی حدیث ابن عمر سے مروی ہے ان

دونوں سے استدلال ہے کہ آپ نے مطلقاً کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی اب ان دونوں حدیثوں اور

اس متن والی حدیث کے اندر تعارض ہو گیا اب دفع کرنے کیلئے چند جوابات دیئے گئے ہیں (۱) یہ ابن عمر کی

روایت ابھی متفق علیہ ہونے کی وجہ سے (۲) یہ حدیث صحیح ہے بنا ~~[illegible]~~ ترجیح ہوگی

(۳) ترجیح کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں کے اندر جمع کیا جائیگا کہ بغیر اجازت کے کھانے والی حدیث مالک کی

رضا پر محمول ہے اور اجازت والی عدم رضا پر محمول ہے (۴) عدم اجازت کی حدیث [illegible] کے دستور

پر محمول ہے اور اجازت کا اس حدیث کے اندر ہے وہ ان شہروں کیلئے ہے جہاں بغیر اجازت کے کھانے [illegible]

40 **عن النبی** ص۲۵۵ بعض نسائہ اس سے ام المؤمنین حبیبۃ الرسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں اور دوسری [illegible] ام المؤمنین ۲۵۵/۱

۲۵۹

۲۵۵/۱

2940 کے مصداق میں تین قول ہیں ۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
راجح یہ ہے کہ یہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور جو طعام انہوں نے حضور کے پاس بھیجا
تھا وہ حلوہ تھا جیسا کہ ابن حزم ظاہری کی روایت کے اندر تصریح ہے لیکن جب وہ حلوہ حضرت عائشہ کے
گھر پہنچا تو ان کو غیرت اور حمیت آگئی کہ حضور میرے گھر کے اندر ہیں تو یہ دوسرے کے گھر کا کھانا تناول فرمائیں گے
یہی مطلب ہے غارت امکم کا اس فعل پر آپ عورتوں کو ہے یا خادم [illegible] کو ہے اسلئے کہ جو شان اخلاق
کے خلاف ہیں [illegible] حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نے [illegible] ٹوٹا ہوا پیالہ [illegible] دوسرا پیالہ
بھیجدیا [illegible] اور داؤد ظاہری نے استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی کوئی شئی ہلاک
ہو جائے تو اس کی مثل دینا واجب ہے خواہ وہ کسی کی [illegible] سے متعلق ہو ذوات القیم ہو یا ذوات الامثال ہوں۔ ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک ذوات الامثال کے اندر مثل اور ذوات القیم کے اندر قیمت دی جائیگی یہی امام مالک کی ایک روایت
ہے دوسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ ہر شئی کے اندر قیمت واجب ہوگی ذوات الامثال سے ہو یا ذوات القیم سے
اور تیسری روایت ہے کہ جو ظروف [illegible] ہیں دیا جائیگا اب یہ حدیث ائمہ اربعہ کے مذہب کے خلاف ہے
لہذا جواب کی ضرورت ہے امام بیہقی نے جواب ۱ دیا کہ وہ پیالہ حضور ہی کا تھا آپ نے دوسرا اسلئے بھجوا دیا تاکہ
دل شکنی نہ ہو جواب ۲ ممکن ہے کہ وہ اس پیالہ کے [illegible] ہوگی ہوں جواب ۳ ممکن ہے کہ وہ [illegible]
[illegible] ہوں اور اس صورت کے اندر وہ [illegible] کے اندر داخل ہوں گے

الفصل الثانی

44 عن سعید بن زید ص ۲۵۵/۱۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی موات زمین یعنی وہ زمین جو بیکار پڑی ہو 15
اور [illegible] کا حق نہ ہو اگر کسی نے اسکے اندر زراعت کی تو وہی اسکا مالک ہے یہی امام احمد و امام شافعی کا
مذہب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بغیر اجازت امام کے وہ اس زمین کا مالک نہ ہوگا امام مالک فرماتے ہیں کہ
اگر اس زمین کا تعلق شہر کے قریب سے ہے یا نہیں اگر ہے تو بغیر اجازت امام کے مالک نہ ہوگا اور اگر قریب سے
خارج ہے تو مالک ہو جائیگا۔ امام صاحب کا مستدل طبرانی کی روایت ہے معاذ بن جبل سے کہ انما للمرء ما طابت
به نفس امامه اسی طرح [illegible] سے مروی ہے کہ لا حمی الا للہ ولرسولہ سے استدلال ہے امام صاحب
47 کے ساتھ مکحول ابن مسیب ابن سیرین ابراہیم نخعی وغیرہ ہیں عن عمران بن حصین ص ۲۵۵/۱۹ اس حدیث کا اندر
جلب و جنب کی تفسیر [illegible] کے اندر گذر چکی ہے آپ نے فرمایا کہ ولا شغار فی الاسلام شغار کہتے ہیں کہ ایک 19
شخص کہے کہ میں تیری لڑکی سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ میری لڑکی کا نکاح تجھ سے مہر کے بدلے اندر ہو جائے
یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے ابن ہمام فرماتے ہیں کہ نفس نکاح کو اگر مہر
قرار دیں تو امام صاحب کے نزدیک [illegible] بھی جائز نہیں ہے اور اگر الگ سے کوئی مہر کا ذکر کیا یا ایسی کوئی ذکر کیا جو
[illegible] بغیر [illegible] ہے تو اب یہ نکاح جائز ہے اور یہ ماخوذ ہے شغر الکلب سے کہ وہ ٹانگ
اٹھا کر پیشاب کرتا ہے ایسے ہی وہ شخص دوسرے کی [illegible] کی ٹانگ اٹھا گیا اسلئے شغار کہتے ہیں
51 عن حرام بن سعد بن محیصة ص ۲۵۵/۲۵ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر جانور کسی کا نقصان کردے تو کیا حکم
ہوگا؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مالک اس سوار کے ساتھ ہو تب تو اس کے ضمان لیا جائیگا 25

2951 ورنہ ضمان واجب نہیں ہے ائمہ ثلثہ فرماتے ہیں کہ اگر مالک کے ساتھ ہے تو ضمان واجب ہے اور اگر اس جانور کیساتھ ۲۵۵/۲۵
اس کا مالک نہیں تھا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو رات کا وقت تھا اور نقصان کیا اس صورت کے اندر ضمان
واجب ہوگا کیونکہ رات کے اندر مالک کی کوتاہی ہے کہ رات کو عام طور سے جانور باندھ دیئے جاتے ہیں رات کیوں
نہیں باندھا اور اگر دن کے اندر نقصان پہنچایا تو ضمان واجب نہیں ہے کیونکہ اس صورت کے اندر جو دوسرے کی
کوتاہی ہے صاحب باغ کی کوتاہی نہیں ہے اور ان لوگوں کا اس حدیث سے استدلال یا ہے حنفیہ کا

ص ۲۵۶

52 استدلال صحاح ستہ کی اس روایت سے ہے کہ العجماء جبار۔ عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے اندر فرمایا کہ ۲۵۶ 1
الرجل جبار اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کسی دابہ نے کسی کے لات (ٹانگ) ماردی تو ضمان نہیں ہے ابن حزم
کہتے ہیں کہ سعید نے یہ مطلب بیان کیا کہ مطلقاً کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کے قدموں کے اندر گر کر جائے تو
ضمان واجب نہیں ہوگا النار جبار اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور اتفاق سے ہوا
خوب تیز چلی جس کی وجہ سے دوسرے کی جگہ آگ لگ گئی اور وہاں کے تمام چیزوں کو نقصان پہنچا تو اس سے ضمان واجب نہیں

ص ۲۵۷

۲۳۹/۱۲ 55 معرفۃ اس حدیث کا تعلق مجیب کا ہے کہ فرمایا بالنفط صحیح ہے عن امیۃ بن صفوان حضور اکرم صلی اللہ 6
علیہ وسلم نے یوم حنین کے اندر صفوان سے تیس (۳۰) درع (زرہ) عاریۃ پر لیں تھیں اور حضرت صفوان اس
وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عاریۃ پر لینے کے بعد اگر شی مستعار ضائع
ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک ان کا ضمان دینا پڑے گا امام صاحب کے نزدیک ضمان
واجب نہیں ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ شی عاریۃ کے وقت یا تو ظاہر الھلاک تھی یا نہیں اگر ظاہر الھلاک
تھی تو ضمان واجب نہیں اور اگر ظاہر الھلاک نہیں تھی تو ضمان واجب ہے۔ امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر
واپسی کی شرط ضروری قرار دی تو ضمان ہے ورنہ ضمان نہیں ہے امام احمد امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا
ہے حنفیہ کا استدلال ابو داؤد کی حدیث سے ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ضمانت دو طرح کا ہوتا ہے ایک
ضمان اداء ایک ضمان فوت۔ اول کا مطلب ہے کہ لیتے وقت کہے کہ میں اداء کرنے کا ضامن ہوں اور ثانی کا
مطلب یہ ہے کہ اگر فوت ہوگئی تو میں ضمان دوں گا لہذا اس حدیث کے اندر عاریۃ مضمونۃ سے ضمان اداء
مراد ہے کیونکہ ایک دوسری روایت کے اندر جو ذراع کی تعداد ہے اب دونوں کو ایک احادیث کے اندر جمع کیا ہو
اور روایت مضمونۃ سے معلوم ہوا کہ کچھ ذرہ ضائع ہوگئی تھیں تو حضور نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں ان
کا تاوان دے دوں اس سے معلوم ہوا کہ وہ ضمان واجب نہیں تھا ورنہ ان کی مشیت پر اداء واجب کیوں معلق فرماتے

باب الشفعۃ

شفعہ یہ شفع سے ماخوذ ہے ضم کے معنی میں ہے اصطلاح فقہاء کے اندر کسی مبیعہ کا مالک ہوجانا 17
اس قیمت کے بدلے جس کے ساتھ مشتری اس کا مالک ہوا تھا بغیر رضاء بائع کے۔ شفعہ کی تین قسمیں ہیں ایک
شفعہ فی حق المبیع ایک شفعہ فی نفس المبیع اور ایک شفعہ فی جار۔ اول اور ثانی قسم کے اندر کوئی اختلاف
نہیں ہے البتہ شفعہ جار کے اندر اختلاف ہے کہ دوسرے پڑوسی کو بھی شفعہ کا حق ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
نہیں ہے۔ امام صاحب۔ حماد بن سلیمان۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ دوسرے پڑوسی کو بھی حق ہے جو کہ شفعہ

2961 جار کا انکار کرتے ہیں وہ اس باب کی پہلی حدیث حضرت جابر سے استدلال کرتے ہیں کہ اذا وقعت الحدود ۲۵۶/۱۷
وصرفت الطرق فلا شفعۃ اس کے اندر شفعہ کی نفی فرمادی ہے حنفیہ کا استدلال طحاوی کی روایت انس بن مالک
سے مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار سمرۃ بن جندب سے سنن مسند احمد معانی الآثار کے اندر ایک
روایت مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار اور اسی قسم کی حدیث حضرت علی ۔ ابن مسعود ۔ وغیرہ سے مختلف
کتب کے اندر مروی ہے جس سے جار کا شفعہ ثابت ہوتا ہے ۔ اب یہ کہ اس باب کی پہلی حدیث جو
حضرت جابر سے مروی ہے جو جار کے شفعہ کے خلاف ہے لہذا اس کا کیا جواب ہوگا اس کا جواب اول
یہ ہے کہ شفعہ کی تین قسمیں ہیں اس حدیث کے اندر شفعہ فی نفس المبیع اور شفعہ فی حق المبیع
کی نفی ہے اور ثالث قسم کا ثبوت دوسری احادیث سے ہے جواب ۲ اس حدیث کے اندر اذا وقعت
الحدود الخ مرفوع نہیں ہے بلکہ مدرج ہے حضرت جابر کا قول ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے فرمایا مشائخ نے
اعتراض کیا کہ آپ کے مستدل کے اندر الجار احق بالدار میں جار سے شریک مراد ہے لہذا آپ کا استدلال
بھی ختم ہوگیا جواب ہم یہ دیں گے کہ جب حقیقی معنی مراد لینا صحیح ہے تو مجاز کی طرف رجوع کی کیا ضرورت ہے
جواب ۳ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ جب شریک اپنا مال تقسیم کرتے ہیں تو چونکہ ہر جزء کے اندر دوسرا
شریک ہوتا ہے تو اب جب تقسیم ہوگئی تو یہاں مبادلۃ البعض الاجزاء ببعض پایا گیا اور بیع
کے اندر بھی مبادلہ ہوتا ہے تو کوئی اس قسم کو بیع سمجھ کر اس کے اندر شفعہ کا دعوی نہ کرے اس لئے
اس حدیث کے اندر اس شفعہ کی نفی فرمائی ہے ۔ اب یہ کہ جار سے کیا مراد ہے حنفیہ کے نزدیک وہ
جار مراد ہے جس کا گھر ملا ہوا ہو اور دوسرا جانب اس کے گھر کے دروازے کی ہو اب یہ کہاں تک جار
کے لئے حق ہوگا یعنی کون کون جار شمار کیا جائے گا اس کے اندر حنفیہ سے روایات مختلف ہیں (۱) یہ کہ
اس گھر تک تمام لوگ جار ہیں (۲) چالیس گھر تک جار کا حق ہے (۳) پچاس گھر تک ہے
ص ۲۵۶/۱۸
62 **الفصل الاول وعنہ قال** :۔ ایک مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ایک آدمی نے اپنے شریک سے ۱۸
کہا کہ میں اپنا گھر فروخت کر رہا ہوں تو اگر شفعہ کا دعوی کرنا چاہے تو کر دے اس نے انکار کر دیا اور دوسرے
کو بیع کی اجازت دیدی تو اب اجازت کے بعد اس کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں حسن بصری ابو عبید
سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حق شفعہ نہیں ہے امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں جمہور کے نزدیک حق شفعہ
باقی ہے کیونکہ یہ حق بیع کے وقت ثابت ہوتا ہے لہذا قبل البیع اجازت اور عدم اجازت سے فرق
ص ۲۵۶/۲۳
64 نہیں پڑتا بلکہ اصل شفعہ کا دعوی بیع کے وقت ہے **عن ابی ہریرۃ** :۔ اس حدیث کے اندر ۲۳
آپ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کو شہتیر اور لکڑی وغیرہ دیوار کے اندر لگانے سے منع نہ کرو اب یہ حکم کیسا ہے
امام صاحب کے نزدیک استحباب ہے اس حدیث اور امام احمد کے نزدیک وجوب ہے امام شافعی امام مالک
ص ۲۵۷/۳
69 دونوں روایات ہیں **الفصل الثانی عن ابن عباس** :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفعہ ۲۵۷/۳
ہر شی کے اندر ہوتا ہے یہی مذہب ہے عطاء ابن ابی رباح کا ۔ جمہور کے نزدیک غیر منقولات کے اندر شفعہ ہوتا ہے
اور منقولات کے اندر نہیں ہوتا البتہ امام صاحب کے نزدیک تابع ہو کر شفعہ منقولات کے اندر بھی ہوتا ہے

ص ۲۶۲

۲۵۷/۴ ص ۲۵۴ 2970 عن عبد اللہ بن حبشی :۔ حبشی کے اندر بعض کو وہم ہوا یہ الحبشی ہے۔ من قطع سدرۃ الخ کہ جو بیری دار درخت کو کاٹے گا بھی آدمی جہنم میں جائیگا اب اسکے معنی و مطلب کے اندر اختلاف ہے۔ (۱) بعض نے کہا کہ اس سے مکہ کی سدرۃ مراد ہے (۲) مدینہ کی مراد ہے (۳) حرم کی سدرۃ مراد ہے (۴) ایسے جنگل کے اندر ہو جس کے نیچے لوگ سایہ حاصل کرتے ہوں (۵) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ غیر کی سدرۃ مراد ہے

71 ص ۲۵۴ **الفصل الثالث عن عثمان** :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنویں کے اندر شفعہ نہیں ہے نیز نر کھجور کے اندر بھی شفعہ کا حق نہیں ہے امام مالک اور امام احمد بن حنبل سے دونوں قول منقول ہیں۔ 7

باب المساقاۃ والمزارعۃ 8

مساقاۃ مفاعلۃ کا مصدر ہے سقی سے ماخوذ ہے سیراب کرنے کا معنی ہیں مساقاۃ کہتے ہیں کہ کسی کو درخت وغیرہ دیدینا تاکہ وہ اسکی پرورش کرے اور سیراب کرے اور جو پھل ہوگا اسکے اندر دونوں شریک رہیں گے مزارعۃ کی صورت یہ ہے کہ کھیتی کسی کو دیدینا تاکہ وہ اسکے اندر زراعت کرے اسکی چند صورتیں ہیں (۱) زراعت کیلئے زمین دیکر روپیہ کے عوض میں مثلاً ایک ہزار روپیہ کرایہ پر دیدینا (۲) غلہ کے بدلے زمین دینا مثلاً یہ کہ کسی کو زمین کے اندر زراعت کروائے اور اسکے عوض میں اندر دس من غلہ دیدینا (۳) زمین دے مثلاً نصف یا ربع یا ثلث حصہ میرا ہوگا (۴) زمین دے لیکن کہے کہ اسکی فلاں جانب کا غلہ خاص طور سے میرے لئے ہوگا۔ 7 اب علماء کے اندر اختلاف ہے کہ مزارعۃ اور مساقاۃ جائز ہے یا نہیں اور ان کی صورتوں میں سے کونسی صورت جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے حضرت ابن عمرؓ و طاؤس سے نقل کیا کہ مزارعۃ مطلقاً ناجائز ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر روپیہ وغیرہ کے بدلے کے اندر زراعت کی تو جائز ہے ورنہ نہیں یعنی مذکورہ چار صورتوں میں سے اول صورت جائز ہے باقی ناجائز ہیں۔ چوتھی صورت بالاتفاق تمام کے نزدیک ناجائز ہے اور باقی تین صورتوں کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک اجرۃ پر زمین کو دینا جائز ہے خواہ وہ اجرۃ غلہ ہو یا روپیہ ہو یعنی پہلی صورت اور دوسری صورت کا جائز تیسری کا ناجائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک تیسری بھی جائز ہے یہ مسئلہ تو مزارعۃ کے متعلق تھا اب مساقاۃ کا مسئلہ شروع ہوا اسکے اندر بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) ناجائز ہے یہ امام صاحب کا مذہب ہے (۲) امام احمد صاحبین اسحاق بن راہویہ اکثر صحابہ اور تابعین کے نزدیک مطلقاً جائز ہے (۳) اگر تبعاً ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں یعنی جو زمین باغ کے اندر خالی پڑی ہوئی ہے لیکن اسکے پاس کچھ درخت ایسے ہیں کہ ان کو لیئے بغیر مساقاۃ مشکل ہے تو جائز ہے یہ بعض سلف سے منقول ہے امام صاحب جو عدم جواز کا فتوی لگاتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ صورۃ مخابرہ کے اندر داخل اور آپ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے لیکن اسوقت صاحبین کے مسلک پر فتوی ہے کہ مساقاۃ جائز ہے جمہور فرماتے ہیں کہ نبی کا عمل صورت رابعہ ہے

72 ص ۲۵۷ **الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر** :۔ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے اور جو لوگ صورت ثالثہ کے جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال ہے حنفیہ کی طرف سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ تقسیم خراج المقاسمۃ تھی یعنی آپ نے ان پر خراج مقرر فرمایا تھا کہ نہ خیبر 9

۲۷۳

2974 عنوۃ فتح ہوا تھا تو یہ خراج اور جزیہ کے طور پر تھا مزارعت کے طور پر نہیں تھا ص ۲۵۷/۱۳ **عن حنظلۃ بن قیس ؒ** ۲۵۷/۱۳
اس حدیث سے بھی ائمہ ثلاثہ نے صورۃ ثالثہ کے جواز پر استدلال کیا ہے جیسا کہ مصنف نے فرمایا کہ وکان
الذی نہی عن ذلک الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کس کا قول ہے بعض نے کہا کہ امام بخاری کا قول ہے اور
76 بعض نے رافع بن خدیج اور بعض نے لیث بن سعد کا قول قرار دیا ہے ص ۲۵۷/۱۸ **عن عمرو ؓ:** اس حدیث سے ۱۸
معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت جائز ہے فاسئلہ الخ ترجمۃ الباب کے اندر طاؤس کا قول نقل
کیا گیا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت مطلقاً جائز نہیں ہے اب دونوں کے اندر تعارض ہو گیا لیکن اس کا
جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے جواز مزارعت جو کہ بطور مخابرہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ طاؤس کا فرمانا ان اعلمہم
78 والمیتم کا مطلب یہ ہے کہ اعانت کے لئے دیتا ہوں مخابرہ کے طور پر نہیں دیتا ص ۲۵۷/۲۲ **عن ابی امامۃ ؓ:** ۲۲
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کرنا ذلت ہے۔ علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ اصول المکاسب تین ہیں
زراعت، تجارت، صناعت اور پھر ان کے اندر اولویت کے اعتبار سے اختلاف ہے بعض نے زراعت
کو اور بعض نے تجارت کو اولیٰ و افضل قرار دیا ہے اور بعض دیگر کے نزدیک زراعت اول ہے الا کہ یہ
حدیث خلاف ہے اب اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذلت نفس زراعت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ
79 فرائض سے تاوان وغیرہ کے اعتبار سے ذلت کہا ہے ص ۲۵۷/۲۴ **الفصل الثانی عن رافع بن خدیج ؓ:** اگر کسی نے ۲۴
بغیر اجازت کسی کی زمین کے اندر زراعت کی تو امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ زمین کا مالک نہیں ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی
ہو جائیگی اور صاحب بذر کو اجرت ملے گی جمہور کے نزدیک صاحب بذر کی ملک ہو جائیگی اور زمین والے کو زمین کی اجرت ملے گی

ص ۲۵۸/۳ باب الاجارۃ (الفصل الاول) ۲۵۸/۳

83 ص ۲۵۹/۶ **عن ابی ہریرۃ ؓ:** ما بعث اللہ نبیاً الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں ۴۶
اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو چرانے سے آدمی کے اندر سیاست کا اندازہ ہوتا ہے تو امت کی سیاست
اور طریقہ کا علم حاصل کرنے کے لئے تمام انبیاء کرام نے ایسا کیا تو حاصل ہوا۔ نیز بکریوں کے اندر انکساری ہوتی ہے اور
اونٹ وغیرہ کے اندر تکبر ہوتا ہے تو اس لئے بکریوں کی خصوصیت رکھی نیز بکریوں کے اندر تواضع ہوتی ہے
کنت ارعیٰ علیٰ قراریط الخ ابراہیم حربی ابن ماجہ وغیرہ نے کہا کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے ابن الجوزی نے
اس حدیث کی تصویب کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ قیراط کی جمع ہے کیونکہ اہل عرب خود نہیں جانتے کہ
85 قراریط کوئی عرب کے اندر جگہ ہے یا نہیں ص ۲۵۹/۹ **عن ابن عباس ؓ:** ان نفراً یہ حضرات صحابہ کرام تیس نفر تھے ۹
لدیغ کہتے ہیں بچھو کے گزیدہ کو اور سانپ گزیدہ پر بھی استعمال ہوتا ہے اور بعض روایت کے اندر سلیم
وارد ہوا ہے بجائے لدیغ کے اور سلیم سانپ گزیدہ کو کہتے ہیں اور یہ نام تفاؤل کے طور پر ہے
اور شخص جو لدیغ تھا یہ ان اہل ماء کا سردار تھا فانطلق رجل منہم یہ حضرت ابو سعید خدری ہیں
فقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ سورۃ انہوں نے سات مرتبہ پڑھی تھی اس حدیث کے اندر ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا
کہ رقیہ پر اجرت جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے دوسرا مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قرآن پر بھی اجرت
جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد و اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز نہیں ہے

2985 زیادہ تر ثلث کہتے ہیں کہ رقیہ اور قراءۃ قرآن کے اندر کوئی فرق نہیں ہے جب اول جائز ہے تو ثانی کے اندر بھی کوئی ٢٥٨ / ٩
اشکال نہیں ہے (بعض متأخرین) احناف کا مسلک بھی یہی ہے کہ قراءۃ قرآن پر اجرت جائز ہے۔

للسائل حق الخ یعنی وہ جب تمہارے سامنے آ کر اپنی عزت کو ختم کر کے بھیک مانگتا ہے الا یہ کہ ثابت ذلک بروایت
کرتا ہے تو اس کی آبرو کا خیال کر کے کچھ نہ کچھ اس کو دینا چاہئے

باب احیاء الموات والشرب

(الفصل الاول) ٢٥٩ / ١

ص ٢٥٩ / ٢
93. عن عروۃ ~~[illegible]~~ قال خاصم الزبیر رجلا الخ اس رجل کے مصداق میں مختلف قول
ہیں (۱) حمید (۲) حاطب ابن ابی بلتعہ (۳) ثعلبہ بن حاطب اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ثم ارسل الماء ٤
بعض کے نزدیک فافضل ماء کو اور بعض کے نزدیک دونوں پانی کو چھوڑ دیا جائیگا سیراب کرنے کے اندر حق سب کے
پہلے اعلیٰ اور پھر اسفل پھر اسفل ثم الاسفل الخ چلتا ہے ایسے ہی حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اب
یہ کہ اعلیٰ اور اسفل کا مطلب کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ مطلب ہے اعلیٰ کا کہ جس نے سب سے پہلے احیاء الموات
کیا اور پھر اس کے بعد جس نے کیا وہ اسفل ہے لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے بلکہ الاقرب ثم الاقرب سے ثم الاقرب
مراد ہے آگے وارد ہوا الی الجدر بعض روایات کے اندر الی الکعبین وارد ہوا ہے اول سے مراد دیوار
کی جڑیں ہیں تو جب پانی دیوار کی جڑوں میں پہنچتا ہے تو عام طور سے کعبین تک پہنچ جاتا ہے۔
اب یہ کہ یہ رجل کون تھا اس کی بابت کیسے کیا بعض نے کہا کہ یہ منافق تھا بعض کے نزدیک یہودی تھا لیکن
علماء تو اس کی تردید کرتے ہیں کہ ان کی صحابیت کی وجہ سے بتقاضائے بشریت اس کی زبان سے یہ بات نکلی باوجود وہ مسلمان تھا
بعض نے کہا کہ حاطب بن ابی بلتعہ تھے یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ انصاری نہیں تھے لیکن ممکن ہے
ص ٢٥٩ / ٤
94. کہ حلیف انصار کے اندر سے ہوں اس لئے ان کو انصاری سے تعبیر کر دیا عن ابی ہریرۃ اس کے اندر آپ نے
فضل ماء کے خرچ کرنے سے منع فرمایا امام صاحب کے نزدیک فضل ماء کو ساقی پر خرچ کرنا واجب ہے اور اکثر کے ٧
ص ٢٥٩ / ١٢
96 نزدیک واجب نہیں ہے **الفصل الثانی عن الحسن** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین پر دیوار
گھیر لے تو وہی مالک ہوجاتا ہے یہی مذہب امام احمد کا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دیوار بلند اور مضبوط ہو ١٢
جمہور کے نزدیک اس زمین کے اندر زراعت اور احیاء کے ذریعہ وہ مالک ہوگا محض دیوار کھینچنے سے مالک نہ ہوگا
3000 **عن ابیض بن حمال** اس حدیث کے اندر وارد ہوا فاقطعہ ای ارادہ اقطاع ایسی زمین کے اندر ہوتا ہے
جو کسی کی ملک نہ ہو اقطاع کہتے ہیں تعیین قطعۃ من الارض لغیرہ نیز اقطاع تیار شدہ چیز کا نہ ١٧
نہیں ہے بلکہ ایسی شئی کا ہونا چاہئے جس کے اندر مشقت وغیرہ ہو جب انہوں نے جا کر لگانے کی جگہ
کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مالم تنلہ اخفاف الابل الخ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آبادی کی اس قدر
سے دوری ہو کہ جہاں تک لوگوں کی آمد و رفت والے نہ ہوں مطلب یہ کہ شہر سے باہر ہو دوسرا مطلب یہ ہے کہ
ص ٢٥٩ / ٢٢
3002 اونٹ چرنے کی جگہ جاتا ہے ان کا مطلب ہے کہ جگہ پر اونٹ ہی پہونچ سکیں **عن اسمر بن مضرس**
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی جس شخص کو پہلے ملے تو اس کا ہے لیکن اس سے وہ پانی مراد ہے جو ٢٢
کہ نہر وغیرہ کے اندر حاصل کیا ہو جو بند آبار وغیرہ ہوں ان سب کا پانی ہر شخص کیلئے عام ہے

ص ۲۶۰ باب العطایا (الفصل الاول) ۳۶۰

۱۱ عطیہ دیں ہوئی شیء کو بخشش میں ایسا یہ مفہوم کے اعتبار سے صدقہ اور ہدیہ دونوں کو عام اور شامل ہے

3008 ص ۲۶۰ ۱۱ عن ابن عمرؓ۔ اصاب ارضاً اس زمین کا نام ثمغ ہے اس حدیث سے ~~[illegible]~~ استدلال کیا کہ ۱۱
وقف جائز ہے یہی جمہور کا مذہب ہے۔ شریح کے نزدیک وقف کرنا جائز نہیں ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف
ہے کہ وہ ملک سے واقف کی نکلتا ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک ملک سے نکل جاتا ہے اور وہ وقف لازم ہو جاتا ہے
امام صاحب۔ عطاء بن سائب ابو بکر بن محمد بن حزم کے نزدیک ملک سے نہیں نکلتا اور نہ لازم ہوتا ہے
ہاں اگر حاکم نے وقف کا فیصلہ کر دیا تو لازم ہو جائیگا اسی طرح اگر آدمی کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ وقف
تو اس کا بھی یہی حکم ہے اسکے اندر حنفیہ میں اختلاف ہے صاحب قدوری کی رائے کہ امام صاحب کے یہاں لازم
ہو جائیگا اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے یہاں لازم نہیں ہوگا محقق ابن ہمام نے لکھا ہے
کہ اب فتویٰ اس بات پر ہے کہ وقف کے اندر لزوم ہے صاحبین کا قول ہے۔ عیسیٰ بن ابان نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ
پہلے وہ بیع وقف کے قائل تھے بعد میں رجوع فرما لیا تھا۔ 3009 ص ۲۶۰ ۱۵ عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے اندر فرمایا
۱۵ کہ العمریٰ جائزۃ عمریٰ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال تمہارے لئے تمہاری عمر تک کیلئے دیتا ہوں اسکی تین صورتیں ہیں
(۱) تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کیلئے یہ زمین دیتا ہوں تمام ائمہ کے نزدیک یہ صورت صحیح ہے
اور معمر لہ اس زمین کا مالک ہو جائیگا اور پھر اسکے اندر وراثت چلے گی (۲) یہ کہے تمکو تمہاری عمر کیلئے دیتا ہوں
بس صرف اتنا کہے اولاد وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ شافعیہ کا اصح قول حنفیہ۔ حنابلہ مالکیہ جمہور علماء کے نزدیک
معمر لہ اسکا مالک ہوگا اور پھر اسکے ورثہ اسکے وارث ہو جائینگے شافعیہ کے اسکے اندر تین قول اور ہیں (۱)
ایسا کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ کہنا باطل ہے (۲) عاریت کے اندر شمار ہوگا وہ مالک ہوگا (۳) عمر تک مکمل رہیگا اور
پھر واپس مالک قدیم کے پاس چلا جائیگا (۳) یہ ہے کہ کہے میں اپنا گھر تم کو دیتا ہوں اور تمہارے مرنے
کے بعد یہ گھر میرا ہو جائیگا شافعیہ۔ حنفیہ کے نزدیک وہ مالک ہو جائیگا لیکن شرط باطل ہو گی یہی ایک
قول حنابلہ کا ہے دوسرا قول حنابلہ کا یہ ہے شرط کی وجہ سے مرنے کے بعد پھر اصل مالک کی طرف لوٹ آئیگا
دوسرا مسئلہ مختلف فیہ یہ ہے کہ معمر لہ کی ذات کا مالک ہوتا ہے جمہور کے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک منافع کا
مالک ہوتا ہے

عمدہ جلد ق المفتی قول احمد ۱۳ / ۳

14 الفصل الثانی

ص ۲۶۰ ۲۱ عنہ اس حدیث کا دوسرا جزء ہے الرقبیٰ جائزۃ عمریٰ کی تفسیر تو ۲۱
گذر چکی اور رقبیٰ کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ گھر تیرا تمہاری عمر تک ہے اگر تم پہلے مر گئے تو میں مالک ہو جاؤنگا
اور اگر میں مر گیا تو تم مالک ہو جاؤ گے یہ امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے
امام صاحب امام مالک امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے۔ ~~[illegible]~~ اور ابو یوسف حدیث جابر سے استدلال
کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا لا ترقبوا۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ رقبیٰ کی ایک تفسیر ما قبل کے علاوہ اور
وہ یہ کہ ایک شخص کہے کہ میں یہ تم کو ہدیہ دیتا ہوں اور تمہارے مرنے کے بعد میرا ہو جائیگا اس کے
اندر ہدیہ اور ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے لہذا جن روایات سے رقبیٰ کا جواز معلوم ہوتا ہے
ان کا محمل یہ صورت ہے اور جن سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے ان کا محمل ما قبل والی تفسیر ہے
لہذا اب روایات کے اندر تعارض ختم ہو گیا۔

باب الفصل الاول

3018 ص ٢٦٠/٢٦ **عن ابن عباس** اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ہبہ کو واپس لینا ~~صحیح~~ جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک ہبہ کو واپس لینا حرام ہے الا الوالد یعنی باپ کے لئے واپس لینا جائز ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر ذی رحم محرم سے رجوع کرنے کے اندر کوئی اشکال نہیں ہے ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے اندر ہبہ سے رجوع کو کتے کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کتے کا یہ فعل حرام نہیں ہے لہذا مشبہ بھی حرام نہیں ہوگا اور تشبیہ صرف قبیح ہونے کے اندر ہے ٢٦٠/٢٦ | 260/26

19 ص ٢٦٠/٢٧ **عن النعمان بن بشیر** اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی نے ایک بچہ کو زیادہ دیا اور دوسرے بچے کو کم حصہ دیا تو یہ جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ بلکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ہبہ صحیح ہے اگرچہ فعل مکروہ ہے امام احمد، داود ظاہری، عروہ، طاؤس وغیرہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ لا اشہد علی جور 27

20 ص ٢٦١/٦ **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر والد اپنے ولد کو ہبہ کرے تو پھر رجوع جائز ہے یہی مذہب ائمہ ثلثہ کا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ رجوع کرنا جائز نہیں ہے اس حدیث کا مطلب ہے کہ اگر والد اپنی اولاد کی کوئی چیز استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں ہے 261/6

25 ص ٢٦١/١٤ **عن ابی ہریرۃ** یعنی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر احسان کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی امید رکھتا ہے کہ یہ اس کا شکر ادا کرے اور ایک قسم کا بدلہ احسان کا اگر اللہ ظاہر ہوا ہے علم ظاہری میں شکر ادا بھی کیا جاتا ہے لیکن جس شخص نے ایسے دنیاوی اور ظاہری محسن کا شکر نہ کرے تو گویا ایسا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا نہ کرے گا دوسرا مطلب ہے جو شخص محسن کا شکر ادا نہ کرے اس کے شکر ادا کرنے کی امید نہیں ہوتی حقیقت میں تمام محامد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں تو جب اس نے بندہ کی حمد و شکر ادا نہ کیا تو گویا اللہ تعالیٰ کا بھی حمد و شکر نہ ہوا اسی اعتبار سے من لم یشکر اللہ فرما دیا 17

باب اللقطۃ

(الفصل الاول) 262/7

اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ التقاط اولیٰ ہے یا ترک اولیٰ ہے امام احمد کے نزدیک ترک افضل ہے یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے۔ امام صاحب کے نزدیک وہ لقطہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کے ضائع ہونے کا خوف ہوگا یا نہیں اگر ہے تو التقاط اولیٰ ہے ورنہ ترک اولیٰ ہے اور اصح مذہب یہی ہے کہ ترک اولیٰ ہے

33 ص ٢٦٢ **عن زید بن خالد** جاء رجل اس کے مصداق میں تین قول ہیں (۱) حضرت بلال (۲) حضرت عمیر بن مالک (۳) حضرت سوید جہنی ثم عرفها سنة الخ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تعریف کی مقدار کتنی ہے؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام محمد کے نزدیک ایک سال تعریف ہوگی امام صاحب کی روایات مختلف ہیں (۱) ایک سال تک (۲) اگر وہ لقطہ دس درہم سے زیادہ درہم کی مقدار کا ہے تو ایک سال اور اگر دس درہم کی مقدار کے قریب ہے تو ایک مہینہ اور اگر تین درہم سے زیادہ قیمت کا ہے تو تین دن تک تعریف ہوگی۔ صاحب محیط برہان الدین نے نقل کیا ہے کہ اگر مسعود درہم کی مقدار کا ہے تو تین سال تک تعریف ہوگی یعنی یوں کہا کہ وہ اگر کوئی بڑی شی ہے تو تعریف کی جائے گی اس کی مقدار معین نہیں ہے اور اگر قول اصحاب اگر کوئی عظیم الشان شی نہیں تو پھر اس کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے آگے آگے فرمایا فان جاء صاحبها 7

ص۲۶۲

٢٦٢
٨

3033 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر مالک آجائے تو اسکو وہ مال دینا واجب ہے یا نہیں امام مالک امام احمد کے نزدیک واجب ہے امام شافعی امام محمد کے نزدیک دینا واجب نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اگر بعینہ ملا ہے تو واجب ہے ورنہ نہیں اگر نہ آئے مالک تو پھر اس مال کا کیا کرے امام محمد شافعی امام احمد کے نزدیک خود وہ ملتقط مالک ہو جائیگا۔ امام محمد امام مالک کے نزدیک وہ مالک ہوگا ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ ملتقط دو حال سے خالی نہیں یا تو امیر ہے یا غریب ہے اگر امیر ہے تو صدقہ کر دے اور اگر فقیر ہے تو اپنے اوپر خرچ کر دے جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ خود مالک ہو جائیگا وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور احناف اسکا غیر ملتقط ہو یا لکھ مراد ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسکا مالک اللہ ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ضالۃ الابل کا کیا حکم ہے یعنی اگر اونٹ گم شدہ کسی کو ملے تو کیا کرے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک التقاط نہ ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو بھی اٹھا لینا اولیٰ ہے

35 قاضیخان نے یہ بات صاف ہی فرمایا کہ ترک اولیٰ ہے ص۲۶۲/۱۳ عن عبد الرحمٰن ۔ حضور نے اس حدیث کے اندر لقطۂ حاج سے منع فرمایا کیونکہ حاجی کے لئے تعریف ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ یا چلے گئے یا ان سے پھر جاتے ہیں تو تعریف سے پہلے انتقال ہو جائیگا ہاں اگر انشاد و تعریف کیلئے اٹھائے تو جائز ہے ١٢

37 الفصل الثانی عن ابی سعید ص۲۶۲/۲۰ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو کہتے ہیں کہ ملتقط مالک ہو جاتا ہے حضرت علی غنی ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ تعریف سے قبل کا ہے جواب۲ یہ ہے کہ وہ مضطر تھے اسلئے کھا لیا۔ ٢٠

باب الفرائض

(الفصل الاول)

٢٦٣
١

فرائض فریضہ کی جمع ہے تقدیر کے معنی میں ہے چونکہ یہ حصے شریعت کی طرف سے مقرر ہیں وہ فریضہ ہیں۔ علامہ جمال فرماتے ہیں کہ قطع سے ماخوذ ہے کیونکہ اس کے اندر ایک حق کو قطع کر کے دیا جاتا ہے

42 ص۲۶۳/۴ عن ابن عباس اس حدیث کے اندر فرمایا گیا لاولیٰ رجل ذکر اس پر اعتراض وارد ہوا کہ لفظ ذکر کی کیا ضرورت تھی اسکی چند وجوہ ہیں (۱) خنثیٰ سے احتراز ہے (۲) رجل سے کبھی کامل فی الرجولیۃ یعنی بالغ مراد ہوتا ہے تو یہاں بتلایا کہ یہاں بالغ مراد نہیں ہے بلکہ مطلقاً رجل مراد ہے (۳) کبھی رجل سے شخص مراد لیا جاتا ہے جو معنی عام کی وجہ سے مرد و عورت سب کو شامل ہے تو یہاں ذکر بڑھا کر بتلا دیا کہ عورت اسکے عموم میں داخل نہیں ہے (۴) اشارہ کر دیا سبب کی طرف کہ تعصیب کے اندر رجل مذکر کا اعتبار ہے (۵) علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ذکر کا تعلق رجل سے نہیں بلکہ اولیٰ سے ہے کہ انسان کے اندر اولیٰ رجل ہے ٤

43 ص۵ عن اسامۃ بن زید اس مسئلہ کے اندر تو بالاتفاق ہے کہ مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا البتہ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کافر کا وارث مسلمان ہوگا یا نہیں جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ کا مذہب ہے کہ وارث نہیں ہوگا۔ معاویہ۔ مسروق۔ سعید بن المسیب۔ اسحاق بن راہویہ نخعی کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہوگا کیونکہ کہا جاتا ہے ہم انکی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور وہ ہماری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے ایسے ہی ہم انکے وارث ہونگے اور وہ ہمارے وارث نہیں ہونگے ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ نکاح کا حکم الگ ثابت ہے اور یہاں عدم توریث نص سے ثابت ہے لہٰذا ایک پر قیاس نہ ہوگا دوسرا اشکال یہ ہے کہ دارقطنی کی ایک روایت ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی دوسرا اتفاق ہے کہ مسلمان ٥

۲۶۳

۲۶۳ ۵ تو وارث بنے اور کافر وارث نہ بنے یہ ان کی طرف سے اس حدیث کا جواب¹ یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب تو 3043
یہ ہے کہ جب بین المسلم والکافر ہو تو مسلمان شمار کیا جائے گا جواب² [illegible] مسلم کو ملے گا
جواب³ یہ ہے کہ آپ نے [illegible] اور [illegible] اختیار نہیں فرمایا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرتد کا مال کون وارث
ہوگا امام شافعی امام احمد کے نزدیک اس کا مال فئ ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں
مرتد کے مال کے اندر وراثت چلے گی اور اقارب وارث ہوں گے امام صاحب فرماتے ہیں کہ مرتد جو مال کمایا
اگر اسلام کی حالت کے اندر کمایا تو اس کے اندر وراثت ہوگی اور اگر کفر کی حالت کے اندر کمایا تو اس کا
مال بیت المال کے اندر داخل کر دیا جائے گا امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر مرتد [illegible] مرض الموت میں ہے
یا تو وہ وارث کو محروم کرنے کے لیے مرتد ہوا تو اس کی مال کے اندر وراثت چلے گی اور اگر ایسا نہیں ہے جب [illegible] ہوا
۷ تو پھر بقول الشافعی ۲۶۳ **عن انس** اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہوں گے 44
یا نہیں امام صاحب امام احمد کے نزدیک وارث ہوں گے اور امام شافعی امام مالک کے نزدیک وارث نہیں ہوں گے بلکہ
۹ اس کا مال بیت المال کے اندر جمع کیا جائے گا **الفصل الثانی** ۲۶۳ ۹ **عن عبد اللہ بن عمرو** لا یتوارث اہل ملتین شتی 46
اس کے معنی کے اندر اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کا وارث
نہیں ہے اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہے۔ امام احمد امام مالک فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے
وارث نہیں ہوں گے اور اصل اختلاف کا منشا یہ ہے کہ کفر تمام کا تمام ایک ملت ہے یا اس کے جتنے فرقے ہیں وہ سب
الگ ملتیں ہیں حافظ نے شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ یہود [illegible] نصاریٰ مجوسی وثنی وغیرہ
سب داخل ہیں حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ النصاریٰ ملۃ والیہود ملۃ
۱۱ والکفر ملۃ۔ حنابلہ کے یہاں ہر ایک الگ الگ ملت ہے ۲۶۳ ۱۱ **عن ابی ہریرۃ** القاتل لا یرث یہاں 48
۱۴ قاتل سے قتل مراد ہے جو قصاص کو واجب کرے ۲۶۳ ۱۳ **عن کثیر بن عبد اللہ** اس حدیث کے اندر حلیف 51
سے مولی الموالاۃ مراد ہے یعنی ایک مجہول النسب دوسرے معروف النسب سے کہے کہ اگر میں جنایت کروں تو تم
میرے ضامن ہو اور اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہوگے کبھی یہ عہد دونوں جانب سے ہوتا ہے اور کبھی جانبین
سے ہوتا ہے [illegible] اس موالاۃ کے مسئلہ میں اور حضرات امام صاحب کے نزدیک یہ موالاۃ صحیح ہے
۱۵ ۲۶۳ ۱۵ **عن المقدام** حضور نے فرمایا کہ انا مولی من لا مولی لہ جب میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث 52
وہ مولی ہوتا ہے جس نے اس کو آزاد کیا ہے جس کو مولی العتاقہ کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس
داعی بن کر تمام امت کو اخروی عذاب سے آزاد کرایا لہذا آپ بالاولیٰ مولی العتاقہ بن کر وارث ہوں گے
دوسرا جملہ اس حدیث کے اندر ہے الخال وارث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہوں گے
یا نہیں جو لوگ ان کی وراثت کے قائل ہیں اور ان میں حنفیہ بھی ہیں ان کی ایک دلیل یہ حدیث الخال الوارث ہے
کیونکہ خال ذوی الارحام میں سے ہے اور ہماری سب سے بڑی دلیل قرآن کا ارشاد گرامی ہے کہ واولو الارحام
بعضہم اولی ببعض [illegible] الخال وارث من لا وارث لہ جب خال وارث
ہے تو لا وارث لہ کہنا کیسے صحیح ہے اس کا جواب ہے کہ نفی ذوی الفروض کی وراثت کی ہے اور ثبوت

3052 ذوی الارحام کی وراثت کا ہے۔ اس مسئلہ کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کا کوئی وارث نہیں ۲۶۳ ۱۵
ہوتا صرف شیعوں کا فرقہ وہ کہتا ہے کہ انبیاء کرام کے بھی اسی طرح وارث ہوں گے اور وہ دلیل کے
میں قرآن پاک کی آیت وورث سلیمان داؤد لاتے ہیں مگر جن لوگوں کی عقلیں ان کے اعمال بد اور عقائد
فاسدہ کی وجہ سے مسخ ہو چکی ہیں ان کا کوئی علاج نہیں ان بے چاروں کو یہ نہیں سوجھ سکا کہ اور یہ
قرآن پاک کے اندر علم و نبوت و حکمت و رسالت کا ذکر ہے اسی کی میراث مراد ہے اور انہوں نے
بغض صحابہ اختیار کر کے محض افضل البشر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
اعتراض کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ میں نہیں دیا اور نعوذ باللہ
حضرت خلیفہ اول نے ان پر ظلم کیا لیکن یہ ہے حضور کا ارشاد گرامی نحن معاشر الانبیاء لا نورث
ما ترکناہ صدقہ ہے اسی ارشاد گرامی کے تحت حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ کو یہ فیصلہ سنا
دیا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سکوت فرمایا یہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حضور کا قول صحیح ہے
اب دوسرا مسئلہ باقی ہے کہ انبیاء بھی غیر کے وارث ہوتے ہیں یا نہیں۔ مالکیہ میں سے بعض کا قول ہے
کہ وارث ہوتے ہیں شافعیہ کا بھی یہی قول ہے حضرت گنگوہی کی بھی یہی رائے ہے بعض حنفیہ نے انکار کیا ہے
53 ص ۲۶۳ عن واثلة بن الاسقع ؓ عورت وارث ہوتی ہے تین چیزوں کی جن میں ایک عتیق ہے کیونکہ ۱۷
ضابطہ ہے کہ الولاء لمن اعتق۔ دوسری چیز لقیط ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لقیط اگر مر جائے
تو یہ عورت وارث ہوگی یہی اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک جن کے اندر ائمہ اربعہ ہیں
اس کا مال بیت المال کے اندر داخل کیا جائیگا لہذا یہ حدیث جمہور کے خلاف ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے
کہ لقیط کا مال جو بیت المال کے اندر ہے اگر اس کو مستحقین پر خرچ کیا جائیگا تو ان مستحقین کے
55 اندر سب سے احق وہ عورت ہوگی ص ۲۶۳ عن عائشة ؓ اس حدیث کے اندر حضور نے ایک لاوارث شخص کی ۲۱
میراث کو اہل قریہ میں سے کسی ایک کو دینے کا حکم دیا حالانکہ ضابطہ ہے کہ ایسے شخص کی میراث بیت المال کے
اندر جاتی ہے لہذا جواب یہ ہوگا کہ آپ نے بطور تصدق کے فرمایا جواب یہ ہے آپ کو حق تھا آپ نے اس کو
57 جہاں دیتے اس کو عطا فرمایا ص ۲۶۳ عن علی ؓ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد وصیت کا اجراء ۲۵
سے پہلے دین کا اجراء ہوتا ہے اور قرآن پاک کے اندر وصیت کو دین پر مقدم کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟
تو حضرت علی نے بتلایا کہ لوگ چونکہ وصیت کے دینے کے اندر کوتاہی کرتے تھے اور چونکہ اس کا کوئی مطالبہ
بھی موجود نہیں ہے تو اس کا بہت کم اہتمام کرتے تھے بخلاف دین کے وہ تو خود بخود اس کا مطالبہ
موجود ہے لہذا اس کو مؤخر کر دیا ورنہ فی الحقیقت دین مقدم ہے وصیت پر دوسری بات حدیث کے اندر
59 بیان کی گئی ہے کہ قریب تر رشتہ دار مقدم ہوں گے بعید تر اور الولاء پر ص ۲۶۴ عن هزيل بن شرحبيل ؓ حضرت ۲۶۴ ۷
ابو موسیٰ اشعری سے سوال کیا گیا تو انہوں نے حضرت ہزیل میں تکملة للثلثین یعنی اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں تو ان کو
دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو نصف ملتا ہے اور یہاں ایک لڑکی کا حصہ ہے یعنی نصف اس کو مل گیا اور
پوتی لڑکی کے قائم مقام ہوتی ہے لہذا سدس دیا جائیگا تاکہ نصف اور سدس ملا کر دو ثلث کا حصہ مکمل ہو جائے گا

۲۷ ص

3059 اور اس حدیث کے اندر مسئلہ تجھ سے بٹ گیا اور اسکی صحیح جابر کی حدیث گزری ہے جس کے اندر مسئلہ جو بھی ہوگا ۲۶۴/۷

60 ص ۲۶۴/۱۱ **عن عمران بن حصین** ؓ: اس حدیث کے اندر مورث مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا ایک باپ اور دو
لڑکی چھوڑی تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی دو ہیں کو دو ثلث ملیگا اور سدس باپ کا ملیگا اور آپ نے دوسرا سدس اسکو ۱۱
دیدیا لیکن ایک سدس مال کا اور باقی تھا وہ آپ نے بھی بعد میں بلا کر پھر اسکو دیا اور ایک سدس تو اسکا
حق دیا اور دوسرا جو دیا وہ یہ سمجھ نہ کرے کہ شاید یہ باپ کو ثلث ملتا ہے اسلئے بعد میں آپ نے دیا اور پھر سدس کا
61 کو پھر فرمایا کہ ان السدس الاخر طعمۃ — ص ۲۶۴/۱۲ **عن قبیصۃ بن ذؤیب** ؓ: جاءت الجدۃ کے اندر معلوم ہوا
کہ دادی کا حصہ سدس ہے یا جو کچھ ہے اب دوسرا سوال اسکا حدیث کے اندر یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر نے ۱۲
حضرت مغیرہ سے دوسرا آدمی بھی طلب کیا جب انہوں نے تو بیان فرمایا بعض لوگوں نے جواب دیا کہ حدیث
کی روایت کرنے میں دو شاہدوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ مسئلہ ضعیف ہے بلکہ جواب یہ ہے کہ حضرت
ابوبکر صدیق باب حدیث کے اندر نہایت سخت تھے تو احتیاطا دوسرا شخص طلب فرمایا ص ۲۶۴/۲۰ **عن ابن مسعود**
جدات کی دو قسمیں ہیں ایک ابویات ایک امیات اگر میت کی والدہ موجود ہے تو پھر دونوں قسم کی
جدات ساقط ہو جاتی ہیں اسکے اندر اختلاف ہے کہ ابویات باپ کے موجود ہونے کے وقت میں ساقط
ہوتی ہیں یا نہیں ائمہ اربعہ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی اسی حضرت علی، حضرت عثمان اور اکثر زید بن ثابت
سے مروی ہے کہ امیات کی طرح جدات بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔

64 ص ۲۶۴/۲۴ **عن تمیم الداری** ؓ: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہو تو یہ شخص اسکی میراث کا وارث
ہوگا اور یہ مولی الموالاۃ کی قسم ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ آپ نے ۲۴
فرمایا الولاء لمن اعتق اسکا اتفاق ہے کہ معتق کو ملے اور اسکا حدیث کا اتفاق ہے کہ اسکی مسلمان کرنے والے
کو ملے اب اگر ایک شخص غلام ہے وہ ایک کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور دوسرا شخص جسکا وہ غلام ہے اس نے اسکو آزاد
کر دیا تو اب اسی حدیث کا تقاضہ ہے کہ وہ مسلمان کرنے والا وارث ہو اور دوسری حدیث کا تقاضہ ہے
کہ وہ معتق وارث ہو دونوں حدیث کے اندر تعارض ہے لہذا الولاء لمن اعتق والی حدیث متفق علیہ
ہونے کی وجہ سے راجح ہوگی ہم کہتے ہیں کہ دونوں کے اندر تعارض دینے کا تکلف بے فائدہ کی وجہ سے پیدا ہو جب حضور
ترتیب بیان کر دی تو پھر تعارض کا کیا مطلب یعنی مولی العتاقہ مقدم ہے اور پھر مسلمان کرنے والا ہے
65 اگر مولی العتاقہ نہیں تب مولی الموالاۃ وارث ہوگا ورنہ نہیں ص ۲۶۴/۲۷ **عن ابن عباس** ؓ: اس مسئلہ کے اندر
اختلاف ہے کہ اگر معتق مر جائے تو اسکا معتق (آزاد کردہ) غلام وارث ہوگا یا نہیں بعض تابعین کا مذہب ۲۷
یہ رہا ہے کہ وارث ہوگا لیکن ائمہ کے نزدیک وارث نہیں ہوگا اور اس حدیث کے اندر جو حضور نے دیا
68 ثابت ہے بطور تفضل کے تھا ص ۲۶۵/۶ **الفصل الثالث عن محمد بن ابی بکر** ؓ: شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ذوی الارحام وارث ۲۶۵/۶
نہیں ہوتے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ذوی الارحام ہیں اور آپ نے فرمایا لا ترث۔ حنفیہ حنابلہ کے نزدیک وارث ہوتے

باب الوصایا ص ۲۶۵

۲۶۵/۶ وصایا وصیۃ کی جمع ہے یہ کبھی فعل کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اسم کے معنی میں آتا ہے اول صورت کے اندر ایصاء کے
معنی میں اور ثانی صورت کے اندر اس مال کو کہتے ہیں جس کی وصیت کی گئی ہے - وصی یصی [illegible] آتا ہے
جوڑنے کے معنی میں شریعت کے اندر کہتے ہیں ہو عہد مضاف الی ما بعد الموت یا کہا جائے کہ ہو تصرف متعلق فیما
بعد الموت - وصیت کے اندر کبھی تبرع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا - وصیت کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے
داؤد ظاہری و ابن جریر طبری و ابو عوانہ - امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے جمہور علماء
کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے لیکن اگر کسی کا حق واجب ہو تو وصیت کرنا واجب ہے - اول فریق والے اس
[illegible] باب کی پہلی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ما حق امرء الخ اور حق کا استعمال واجب کے اندر
ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ واجب اور مستحب دونوں کے اندر استعمال ہوتا ہے

الفصل الاول

3071 عن سعد بن ابی وقاص ؓ ص ۲۶۵/۱۱ - حضرت عام الفتح الخ صحیح بخاری کے اندر آٹھ جگہ پر یہ حدیث آئی ہے ایسے ہی مسلم شریف
کے اندر بھی کئی جگہ حدیث آئی ہے [illegible] عام الفتح کے عام حجۃ الوداع واقع ہوا حافظ 11
دونوں حدیثوں کو [illegible] جمع کیا کہ تعدد واقعہ پر محمول ہیں بعض نے کہا کہ یہ حدیث وہم ہے زہری کے شاگرد
میں سفیان ابن عیینہ [illegible] ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ ولیس یرثنی الا ابنتی الخ اس لڑکی کا
نام ام الحکم ہے بعض نے عائشہ بتلایا لیکن یہ صحیح ہے کیونکہ ان دونوں حضرت کا نام نہیں پایا قال الثلث
والثلث کثیر الخ امام نووی نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ بغیر اجازت ورثہ کے ثلث مال سے زیادہ وصیت
کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر وارث نہیں ہوں تو ثلث سے زیادہ میں وصیت جائز ہے
یا نہیں امام صاحب امام احمد اسحاق بن راھویہ شریک بن عبد اللہ کے نزدیک جائز ہے امام شافعی امام مالک کے
73 نزدیک ثلث سے زیادہ کے اندر وصیت جائز نہیں ہے

الفصل الثانی

ص ۲۶۵/۲۰ عن ابی امامۃ ؓ - اگر ورثاء کسی وارث ۲۰
کیلئے میت کو وصیت کی اجازت دیں تو وصیت جائز ہے یا نہیں ہے عبد الرحمن بن کیسان الاصم کے نزدیک
جائز نہیں ہے - جمہور کے نزدیک جائز ہے پھر یہ مسئلہ کہ اس اجازت کے بعد ورثاء اپنی اجازت سے رجوع کر
سکتے یا نہیں جمہور کے نزدیک رجوع کا حق ہے حسن ربیعۃ الرای اوزاعی [illegible] کے نزدیک رجوع کا
حق نہیں ہے امام مالک تفصیل فرماتے ہیں کہ اگر ورثاء نے اجازت صحت کی حالت کے اندر دی ہے تو رجوع
کا حق ہے اور مرض کے اندر اگر اجازت دی ہے تو رجوع کا حق نہیں ہے

الفصل الثالث

77 ص ۲۶۶/۳ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ الخ - کافر کو اعمال خیر کا ثواب اکثر علماء کے نزدیک دنیا کے ۲۶۶/۳
78 اندر ملتا ہے آخرت کے اندر نہیں ملتا ہے واللہ اعلم ص ۲۶۶/۹ عن انس ؓ - حضرت کو وراثت الخ ۹
[illegible] پر ختم ہوا ہے بحمدہ تعالی آج بروز [illegible] ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ کو جلد اول مشکوۃ شریف
بخیر و خوبی تمام ہو گئی اللہ تعالی اس شان کے اندر [illegible] نصیب کرے [illegible]
کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین فقط

العبد محمد سلمان الهاشمی المظاہری
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

دليل الطالب الى عنوان المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحہ	نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱	باب الستر	۱۷	۳۱	باب صلوة الضحى	۱۱۵
۲	باب السترة	۲۱	۳۲	باب التطوع	۱۱۶
۳	باب صفة الصلوة	۲۷	۳۳	باب صلوة التسبيح	۱۱۷
۴	باب ما يقرأ بعد التكبير	۴۹	۳۴	باب صلوة السفر	۱۱۸
۵	باب القرأة في الصلوة	۵۱	۳۵	باب الجمعة	۱۲۲
۶	باب الركوع	۷۲	۳۶	باب وجوبها	۱۲۳
۷	باب السجود وفضله	۷۴	۳۷	باب التنظيف والتبكير	۱۲۵
۸	باب التشهد	۷۶	۳۸	باب الخطبة والصلوة	۱۲۶
۹	باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم	۷۸	۳۹	باب صلوة الخوف	۱۲۷
۱۰	باب الدعاء في التشهد	۸۱	۴۰	باب صلوة العيدين	۱۳۱
۱۱	باب الذكر بعد الصلوة	۸۳	۴۱	باب في الاضحية	۱۳۳
۱۲	باب ما لا يجوز من العمل في الصلوة	۸۵	۴۲	باب العتيرة	۱۳۵
۱۳	باب السهو	۸۹	۴۳	باب صلوة الخسوف	۱۳۶
۱۴	باب سجود القرآن	۹۰	۴۴	باب في سجود الشكر	۱۳۷
۱۵	باب اوقات النهي	۹۱	۴۵	باب الاستسقاء	۱۳۸
۱۶	باب الجماعة وفضلها	۹۲	۴۶	كتاب الجنائز	//
۱۷	باب تسوية الصفوف	۹۵	۴۷	باب عيادة المريض وثواب المرض	//
۱۸	باب الموقف	۹۷	۴۸	باب تمني الموت وذكره	۱۴۱
۱۹	باب الامامة	۹۸	۴۹	باب ما يقول عند من حضره الموت	۱۴۳
۲۰	باب ما على الامام	۹۹	۵۰	باب غسل الميت	۱۴۴
۲۱	باب ما على المأموم من المتابعة	۱۰۰	۵۱	باب المشي بالجنازة والصلوة عليها	۱۴۶
۲۲	باب من صلى صلوة مرتين	۱۰۲	۵۲	باب دفن الميت	۱۵۱
۲۳	باب السنن وفضائلها	۱۰۲	۵۳	باب البكاء على الميت	۱۵۴
۲۴	باب صلوة الليل	۱۰۴	۵۴	باب زيارة القبور	۱۵۶
۲۵	باب ما يقول اذا قام الخ	۱۰۵	۵۵	كتاب الزكوة	۱۵۸
۲۶	باب التحريض على قيام الليل	//	۵۶	باب ما يجب فيه الزكوة	۱۶۳
۲۷	باب القصد في العمل	۱۰۶	۵۷	باب صدقة الفطر	۱۶۸
۲۸	باب الوتر	۱۰۸	۵۸	باب من لا تحل له الصدقة	۱۶۹
۲۹	باب القنوت	۱۱۳	۵۹	باب من لا تحل له المسألة	۱۷۱
۳۰	باب قيام شهر رمضان	۱۱۴	۶۰	باب فضل الصدقة	۱۷۲

دليل الطالب الى عنوان المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحه	نمبر شمار		نمبر صفحه
۶۱	باب افضل الصدقة	۱۷۴	۹۱	باب الدفع من عرفة والمزدلفة	۲۲۰
۶۲	باب صدقة المرأة الخ	۱۷۵	۹۲	باب رمي الجمار	۲۲۱
۶۳	باب من لا يعود في الصدقة	۱۷۶	۹۳	باب الهدي	۲۲۲
۶۴	كتاب الصوم	〃	۹۴	باب الحلق	۲۲۳
۶۵	باب رؤية الهلال	۱۷۹	۹۵	باب الفصل الاول	۲۳۰
۶۶	باب تنزيه الصوم	۱۸۲	۹۶	باب خطبة يوم النحر الخ	۲۳۵
۶۷	باب صوم المسافر	۱۸۴	۹۷	باب ما يجتنبه المحرم	۲۳۷
۶۸	باب القضاء	۱۸۵	۹۸	باب المحرم يجتنب الصيد	۲۳۹
۶۹	باب صيام التطوع	۱۸۶	۹۹	باب الاحصار وفوت الحج	۲۴۰
۷۰	باب الفصل الاول	۱۸۸	۱۰۰	باب حرم مكة حرسها الله تعالى	〃
۷۱	باب ليلة القدر	〃	۱۰۱	باب حرم المدينة حرسها الله تعالى	۲۴۱
۷۲	باب الاعتكاف	۱۹۰	۱۰۲	كتاب البيوع	۲۴۳
۷۳	كتاب فضائل القرآن	۱۹۳	۱۰۳	باب الكسب وطلب الحلال	〃
۷۴	باب الفصل الاول	۱۹۵	۱۰۴	باب المساهلة في المعاملة	۲۴۴
۷۵	باب الفصل الاول	۱۹۶	۱۰۵	باب الخيار	〃
۷۶	كتاب الدعوات	۱۹۸	۱۰۶	باب الربوا	۲۴۵
۷۷	باب ذكر الله عز وجل	۱۹۹	۱۰۷	باب المنهي عنها من البيوع	۲۴۶
۷۸	كتاب اسماء الله تعالى	۲۰۰	۱۰۸	باب الفصل الاول	۲۵۳
۷۹	باب ثواب التسبيح	۲۰۱	۱۰۹	باب السلم والرهن	۲۵۴
۸۰	باب الاستغفار والتوبة	۲۰۲	۱۱۰	باب الاحتكار	۲۵۵
۸۱	باب الفصل الاول	۲۰۳	۱۱۱	باب الافلاس والانظار	〃
۸۲	باب ما يقول عند الصباح	۲۰۴	۱۱۲	باب الشركة والوكالة	۲۵۸
۸۳	باب الدعوات	۲۰۴	۱۱۳	باب الغصب والعارية	〃
۸۴	باب الاستعاذة	۲۰۵	۱۱۴	باب الشفعة	۲۶۰
۸۵	باب جامع الدعاء	〃	۱۱۵	باب المساقاة والمزارعة	۲۶۲
۸۶	كتاب المناسك	۲۰۷	۱۱۶	باب الاجارة	۲۶۳
۸۷	باب الاحرام والتلبية	۲۱۱	۱۱۷	باب احياء الموات والشرب	۲۶۴
۸۸	باب قصة حجة الوداع	۲۱۴	۱۱۸	باب العطايا	۲۶۵
۸۹	باب دخول مكة والطواف	۲۱۶	۱۱۹	باب الفصل الاول	۲۶۶
۹۰	باب الوقوف بعرفة	۲۱۹	۱۲۰	باب اللقطة	〃

دليل الطالب الى عنوان المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحہ	نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱۲۱	باب الفرائض	۲۶۷	۱۵۱	**كتاب الحدود**	۳۱۹
۱۲۲	باب الوصايا	۲۷۱	۱۵۲	باب قطع السرقة	۳۲۲
۱۲۳	**كتاب النكاح**	۲۷۲	۱۵۳	باب الشفاعة فى الحدود	۳۲۳
۱۲۴	باب النظر الى المخطوبة	۲۷۳	۱۵۴	باب [illegible] حد الخمر	۳۲۴
۱۲۵	باب الولى فى النكاح	۲۷۵	۱۵۵	باب ما لا يدعى على المحدود	〃
۱۲۶	باب اعلان النكاح والخطبة	۲۷۷	۱۵۶	باب التعزير	۳۲۵
۱۲۷	باب المحرمات	۲۷۹	۱۵۷	باب بيان الخمر ووعيد شاربها	〃
۱۲۸	باب المباشرة	۲۸۳	۱۵۸	**كتاب الامارة والقضاء**	۳۲۷
۱۲۹	باب الفصل الاول	〃	۱۵۹	باب العمل فى القضاء	۳۲۸
۱۳۰	باب الصداق	۲۸۴	۱۶۰	باب رزق الولاة وهداياهم	۳۳۰
۱۳۱	باب الوليمة	۲۸۶	۱۶۱	باب الاقضية والشهادات	〃
۱۳۲	باب القسم	۲۸۷	۱۶۲	**كتاب الجهاد**	۳۳۴
۱۳۳	باب عشرة النساء وما لكل	۲۸۹	۱۶۳	باب اعداد آلة الجهاد	۳۳۸
۱۳۴	باب الخلع والطلاق	۲۹۱	۱۶۴	باب آداب السفر	۳۴۱
۱۳۵	باب المطلقة ثلثا	۲۹۵	۱۶۵	باب الكتاب الى الكفار الخ	۳۴۲
۱۳۶	باب الفصل الاول	۲۹۷	۱۶۶	باب القتال فى الجهاد	〃
۱۳۷	باب اللعان	۲۹۸	۱۶۷	باب حكم الاسراء	۳۴۳
۱۳۸	باب العدة	۳۰۱	۱۶۸	باب الامان	۳۴۵
۱۳۹	باب الاستبراء	۳۰۳	۱۶۹	باب قسمة الغنائم الخ	〃
۱۴۰	باب النفقات وحق المملوك	۳۰۴	۱۷۰	باب الجزية	۳۵۰
۱۴۱	باب بلوغ الصغير الخ	۳۰۵	۱۷۱	باب الصلح	۳۵۱
۱۴۲	**كتاب العتق**	۳۰۷	۱۷۲	باب اخراج اليهود	۳۵۲
۱۴۳	باب اعتاق العبد المشترك	〃	۱۷۳	باب الفيء	〃
۱۴۴	باب الايمان والنذور	۳۰۸	۱۷۴	**كتاب الصيد والذبا[illegible]**	۳۵۳
۱۴۵	باب فى النذور	۳۱۰	۱۷۵	باب ذكر الكلب	۳۵۵
۱۴۶	**كتاب القصاص**	۳۱۲	۱۷۶	باب ما يحل اكله وما يحرم	۳۵۶
۱۴۷	باب الديات	۳۱۵	۱۷۷	باب العقيقة	۳۵۸
۱۴۸	باب ما لا يضمن من الجنايات	۳۱۶	۱۷۸	**كتاب الاطعمة**	۳۶۰
۱۴۹	باب القسامة	۳۱۷	۱۷۹	باب الضيافة	۳۶۳
۱۵۰	باب قتل اهل الردة	۳۱۸	۱۸۰	باب الفصل الثانى	۳۶۴